شرح
اسماء الحسنیٰ
معہ
اعمال و فضائل

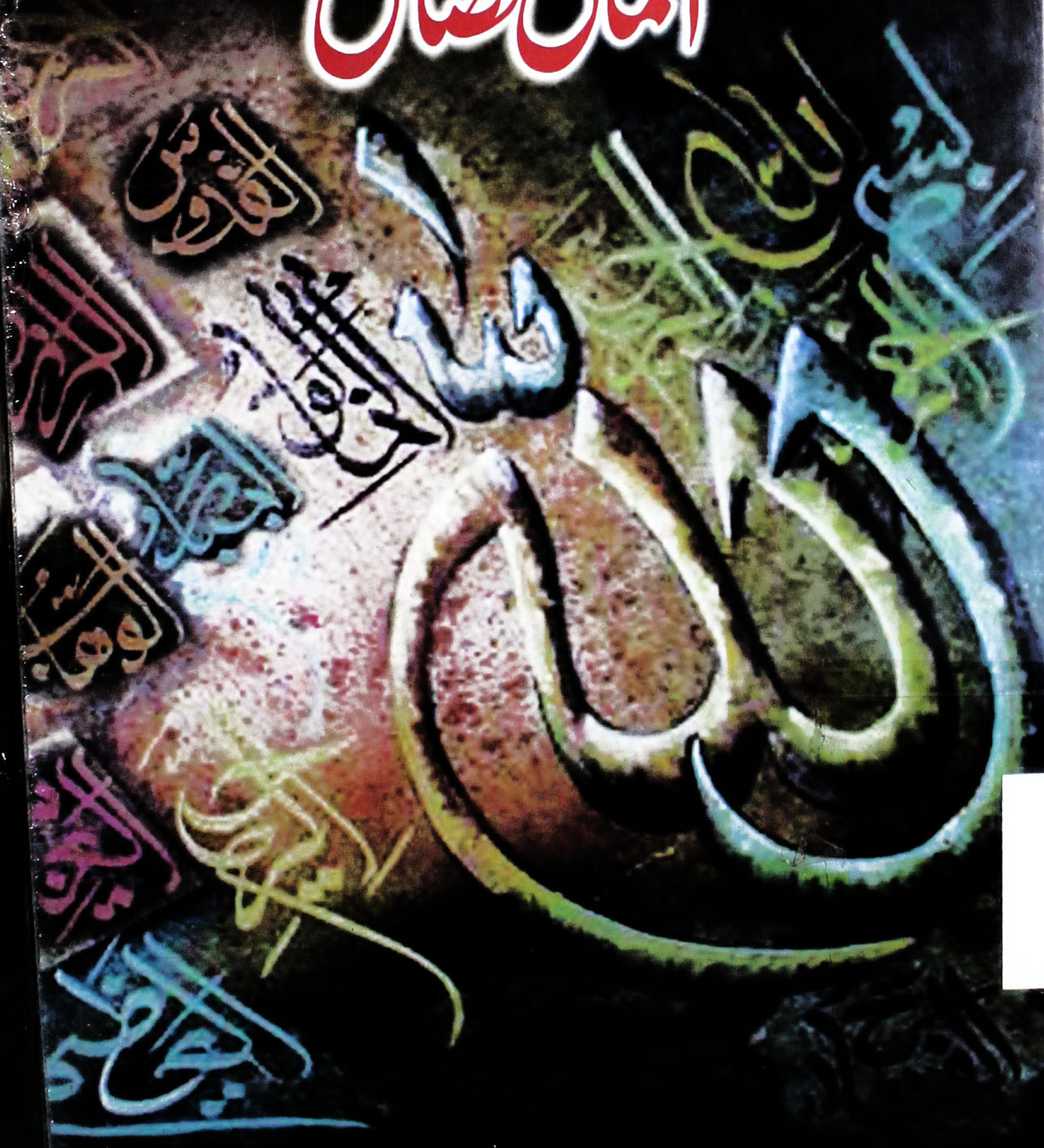

Marfat.com

شرح اسماء الحسنیٰ

معہ اعمال و فضائل

محمد علی چراغ

نذیر سنز پبلشرز
۴۰۔ اے اردو بازار لاہور

Marfat.com

بانیِ ادارہ: نذیر سنز پبلشرز

والدمحترم نذیر حسین 1941 - 2005

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

۱۲۷۲۱۳

2013

تحسین حسین، محمد عمران

نے نذیر سنز پبلشرز لاہور سے شائع کی

گنج شکر پرنٹرز۔ لاہور

نذیر سنز پبلشرز

40اے اردو بازار لاہور فون:042-37123219

info@nazeersons.com

Marfat.com

اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

"جتنے بھی اسمائے حسنیٰ یعنی حسین وجمیل نام ہیں
سب اسی کے ہیں" (110-17)

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
☆	تعارف	7	16	الجلیل	123
1	اللّٰہ	28	17	الحسیب	126
2	الآخر	42	18	الحفیظ	134
3	الاحد	45	19	الحق	143
4	الاول	49	20	الحکم	149
5	الباری	53	21	الحکیم	156
6	الباسط	59	22	الحلیم	162
7	الباطن	68	23	الحمید	170
8	الباعث	71	24	الحی	177
9	الباقی	78	25	الخالق	184
10	البدیع	83	26	الخافض	194
11	البر	89	27	الخبیر	199
12	البصیر	94	28	ذوالجلال والاکرام	209
13	التواب	103	29	الرافع	213
14	الجامع	108	30	الرحمٰن	220
15	الجبار	114	31	الرحیم	231

Marfat.com

32	الرزاق	242	50	الغفار	365
33	الرشید	251	51	الغفور	374
34	الرقیب	256	52	الغنی	382
35	الرؤف	261	53	الفتاح	388
36	السلام	266	54	القابض	394
37	السمیع	274	55	القادر	399
38	الشکور	284	56	القدوس	404
39	الشہید	294	57	القوی	410
40	الصبور	300	58	القہار	416
41	الصمد	305	59	القیوم	422
42	الضار	308	60	الکبیر	426
43	الظاہر	315	61	الکریم	432
44	العدل	320	62	اللطیف	439
45	العزیز	238	63	الماجد	445
46	العظیم	336	64	المالک الملک	448
47	الغفو	343	65	المانع	452
48	العلی	349	66	المبدی	455
49	العلیم	356	67	المتعال	458

Marfat.com

68	المتکبر	461	85	الممیت	551
69	المحی	467	86	المنتقم	557
70	المذل	472	87	الموخر	561
71	المصور	479	88	المومن	563
72	المعز	484	89	المھیمن	570
73	المتین	491	90	االنافع	575
74	المجیب	496	91	النور	580
75	المجید	500	92	الواجد	587
76	المحصی	504	93	الواحد	592
77	المقسط	509	94	الوارث	598
78	المقیت	513	95	الواسع	603
79	الملک	521	96	الوالی	609
80	المعطی	532	97	الودود	613
81	المعید	537	98	الوکیل	618
82	المغنی	541	99	الولی	624
83	المقتدر	544	100	الوہاب	630
84	المقدم	548	101	الہادی	637

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات وہ ذات بابرکات ہے کہ تمام حمد و ثنا اور تمام تعریفیں جن کا روح انسانی ادراک کر سکتی ہے' ذہن سوچ سکتا ہے اور زبان اظہار کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہیں' اس اعتبار سے کائنات علم و دانش میں جتنے بھی حسن و خوبی کے نام ہیں سب اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہیں' اس خدائے عزوجل کو ان ہی ناموں سے پکارو- اور اللہ تعالیٰ کے یہ تمام اسماء الحسنیٰ تمام صفات خداوندی کو' جو کامل حسن و توازن کی مظہر ہیں' اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں-

اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ "اور اللہ تعالیٰ کے سب کے سب اسماء الحسنیٰ اچھے' احسن اور حسین تر نام ہیں' سو اپنے اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں کے ساتھ ہی پکارو- اور یہ بھی کہ ان ناموں کو چھوڑ دو جو وہ لوگ پکارتے ہیں کہ جن کی راہیں ٹیڑھی ہیں اور وہ کج روی اختیار کرتے ہیں- لہٰذا انہیں ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیں' کیونکہ انہیں اپنی کج روی اور غلط فکری کی ضرور سزا ملے گی-" (۷-۱۸۰):

اسماء الحسنیٰ اللہ تعالیٰ کے لئے صرف اچھے نام اور اچھی ہی صفتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اچھے ہی ناموں اور صفتوں سے پکارنا چاہیے' جو لوگ صفات الٰہی کے باب میں گمراہی کی روش اختیار کرتے ہیں وہ خسارے میں رہتے ہیں' ان کے لئے اللہ کے اسماء الحسنیٰ کی برکات اور رحمتیں دور ہی رہتی ہیں' لہٰذا اس اللہ تبارک تعالیٰ کو صرف انہی صفات سے متصف کرنا چاہیے جن کا اس کی الوہیت اور اس کی بے ہمگی و بے ہمنائی کے ساتھ جوڑ ہو سکے' لہٰذا اللہ کے ساتھ کوئی ایسی صفت نہیں جوڑنی چاہیے جو اسے زیبا نہ ہو' اور کوئی ایسی صفت اس کی طرف منسوب نہیں کرنی چاہیے جو خالق کو مخلوقات کی صف میں لا کھڑا کر دے' اللہ تعالیٰ کی صفات الوہیت اس کی شان یکتائی اس کی قدرت' اس کی بے نیازی اور اس کے علم کی نفی کرنے والی صفات اس سے ہرگز نہیں جوڑنی چاہئیں-

انہی اسماء الحسنیٰ کے بارے میں سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اے

Marfat.com

رسول، ان سے کہہ دیجئے کہ اس خالق کائنات کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، کوئی سا نام لے کر پکارو، جتنے اسمائے حسنہ ہیں یعنی حسین و جمیل نام ہیں، سب اسی کے ہیں۔" (۱۷-۱۱۰):

اس کی شرح یوں کی جاتی ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے "اللہ" اور "رحمٰن" دونوں نام استعمال کرتے تھے۔ ویسے عربوں کے عہد جاہلیت کے کلام میں بھی یہ دونوں نام ملتے ہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ اسم "رحمٰن" اہل کتاب کے ہاں بھی معروف تھا، اس کو دیکھ کر حجتی اور کج روی اختیار کرنے والے عربوں نے یہ بہانہ تراش لیا تھا کہ اس لفظ "رحمٰن" کے استعمال سے مسلمان شاید اہل کتاب سے بھی کچھ مدد اور تائید حاصل کر رہے ہیں لیکن اس ساری صورت حال کو قرآن مجید نے واضح فرما دیا کہ اللہ کو خواہ اللہ کے نام سے پکارو خواہ رحمٰن کے، جس نام سے بھی پکارو تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔

اللہ اور رحمٰن کے حوالے سے بتایا گیا کہ اے رسول، تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اپنی نگاہ حقیقت پر رکھو۔ لفظی نزاع میں نہ پڑو، تم اس خدا کو اللہ کہہ کر پکار لو یا رحمٰن کہہ کر، اس سے اصل حقیقت میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس اللہ کو اس کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں سے جس نام سے بھی پکارو ٹھیک ہے، یہ سب اسی ذات کے حسن و زیبائی کے مختلف گوشے ہیں، ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔

سوال یہ نہیں ہے کہ خدا کو کس نام سے پکارا جائے، سوال یہ ہے کہ کس قسم کے خدا کو مانا جائے، خدا پر صحیح ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ان تمام صفات کو مانا جائے جن سے اس نے قرآن مجید میں اپنا تعارف کرایا ہے، اگر ان میں سے کسی ایک صفت کو مانا جائے اور دوسری کا انکار کیا جائے تو اسے خدا پر ایمان نہیں کہا جائے گا۔

اللہ - اسم ذاتی

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذاتی نام "اللہ" ہی ہے۔ اس کے علاوہ باقی اسماء الحسنٰی صفاتی، اور توصیفی ہیں۔ اس لفظ کا بنیادی مادہ (ا-ل-ہ) ہے اور اس کے متعدد معانی ہوتے ہیں، اس کے ایک معنی ہوتے ہیں متحیر اور پریشان اور بے صبر ہونا، ڈرنا، گھبرا کر کسی کی پناہ ڈھونڈنا، بلند مرتبہ ہونا، نگاہوں سے پوشیدہ ہونا، غلام یا فرمانبردار بنانا، ان معانی کے اعتبار سے "الہ" کا مفہوم ہوگا ایسی صاحب اقتدار ہستی جس

Marfat.com

کی اطاعت اور محکومیت اختیار کی جائے' چونکہ باطل پرست بھی کسی نہ کسی ایسی ہستی کو اپنا معبود خیال کرتے تھے اور کرتے ہیں اس لئے قرآن میں معبودان باطل کے لئے بھی "الہ" کا لفظ آیا ہے۔

اللہ "اللہ کا نام لفظ' الہ" پر الف لام تعریف داخل کر کے بنا ہے' یہ نام ابتدا سے صرف اس خدائے برتر کے لیے خاص رہا ہے جو آسمان و زمین اور تمام مخلوقات کا خالق ہے" خیال ہے کہ بنیادی طور پر یہ عربی لفظ ہے' نزول قرآن سے پہلے عرب جاہلیت میں بھی اس کا یہی مفہوم تھا' اہل عرب مشرک ہونے کے باوجود اپنے دیوتاؤں میں سے کسی کو بھی "اللہ" کے برابر قرار نہیں دیتے تھے۔ لہٰذا ان کو اس بات کا اقرار تھا کہ آسمان و زمین اور تمام مخلوقات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی نے سورج چاند' ستارے بنائے ہیں' اسی نے ان کو مسخر کیا ہے' اور وہی پانی برسانے والا اور روزی دینے والا ہے۔ دوسرے دیوتاؤں کی پرستش وہ محض اس غلط گمان کی بنا پر کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور اس کے ہاں ان لوگوں کی سفارش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے یہ خیالات نہایت تفصیل کے ساتھ نقل ہوئے ہیں چند ایک حوالے یوں ہیں کہ:

"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو ولی اور سرپرست بنائے ہوئے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب کر دیں گے۔" (۳۹-۳):

سب اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے منکرین اور مشرکین کے بارے میں اسی سیاق و سباق میں یوں بھی آیا ہے کہ:

"اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کی تخلیق کس نے کی ہے' اور شمس و قمر کو کس نے مسخر کر رکھا ہے اور تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے تو وہ یقیناً جواب میں کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے' پھر یہ عالم برگشتگی میں کہاں بھٹکے جا رہے ہیں.......... اے رسول ﷺ اگر تو ان سے دریافت کرے کہ بلندیوں سے باران کون نازل کرتا ہے' اور اس سے بے آب و گیاہ ویران و مردہ زمین کو سرسبز و شاداب لہلہاتی ہوئی فصلوں والی زندہ زمین بنا دیتا ہے؟ تو وہ بالضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کہہ دیجئے کہ تمام حمد و ثنا کا

Marfat.com

سزاوار اللہ تعالیٰ ہے، لیکن ان میں سے اکثریت لایعقل لوگوں کی ہے۔"
(۶۳-۶۲:۲۹)

اسی تناظر میں سورۃ یونس میں بھی بتایا گیا ہے کہ:۔

"اے رسول ﷺ ان سے پوچھیے تو بھلا تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ وہ کون ہے جو تمام سمعی اور بصری صلاحیتوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو کارخانہ ہستی کا تدبیر کنندہ ہے پس وہ کہیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے کہہ دیجئے کیا تم راہ تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔" (۱۰-۳۱)

الہ۔ ال۔ الہٰ۔ اللہ

ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ لفظ "اللہ" کسی دوسرے لفظ سے نہیں بنا۔ لیکن دوسرا عام مروجہ خیال یہ ہے کہ یہ لفظ اصل میں "ال+الہ" تھا، کثرت استعمال سے الہ کا ہمزہ گر گیا، پہلا لام دوسرے لام میں مدغم ہو گیا، اس طرح یہ لفظ اللہ بن گیا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہی کے لیے استعمال ہوا ہے، یہ وہ ذات باری کا اسم اعظم ہے جس میں حسن و خوبی کے تم محاسن اور اوصاف جمع ہیں یہی لفظ واحد اللہ کا ذاتی نام ہے اور باقی تمام اسماء اس کی صفات ہیں اور توصیفی نام ہیں۔ لہٰذا اللہ یعنی قرآن الہ وہ بلند و بالا ہستی ہے جو انسانی نگاہوں سے پوشیدہ ہے جس کی عظمت کے سامنے انسانی عقل محو حیرت رہ جاتی ہے جس کا اقتدار تمام کائنات پر چھایا ہوا ہے جس کی اطاعت و محکومیت اختیار کی جاتی ہے۔

اللہ سچا معبود

"ترجمان القرآن" میں مولانا ابوالکلام آزاد اس لفظ "اللہ" کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں کہ:

"سامی زبانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف و اصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے۔ اور عبرانی، سریانی، حمیری، عربی وغیرہ تمام زبانوں میں اس کا یہ لغوی خاصہ پایا جاتا ہے۔ یہ الف لام اور ہ کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی و سریانی کا "الاہیا" عبرانی کا "الوہ" اور عربی کا "الہ" اسی سے ہے۔ بلاشبہ یہی "الہ" ہے جو حرف تعریف کے اضافہ کے بعد اللہ ہو گیا

Marfat.com

ہے اور تعریف نے اسے صرف خالق کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔"

اس (اللہ) کی اصل "الہ" اور "الہ" معنے تحیر اور درماندگی کے ہیں۔ بعضوں نے اسے "ولا"۔ "ولہ" سے ماخوذ بتایا ہے اور اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ پس خالق کائنات کے لئے یہ لفظ اس لیے اسم قرار پایا کہ اس بارے میں انسان جو کچھ جانتا ہے اور جان سکتا ہے وہ عقل کے تحیر اور ادراک کی درماندگی کے سوا اور کچھ نہیں"

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں کہ "لفظ" اللہ" علم ہے ذات ذوالجلال کا اور دوسرے اسماء حسنیٰ صفات ہیں' اسی لیے ان کی توصیف حسنیٰ کے لفظ کے ساتھ کی گئی ہے' اور اسی لیے ذات باری تعالیٰ کی طرف ان کے افعال کی نسبت کی جاتی ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے "یرحمنا اللہ" (اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے)" وغیرہ۔

یہ سب اسماء الحسنیٰ اس کی ذات بابرکات پر دلالت کرتے ہیں اور اس صفت پر بھی جس پر یہ مشتق ہوئے ہیں۔ نیز اس صفت کے لوازم پر بھی' مثلاً لفظ "رب" جب بولا جائے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات مراد ہو گی جو صفت ربوبیت (پرورش و نگہداشت کرنا) کے ساتھ موصوف ہے۔ نیز یہ لفظ اس پر بھی دلالت کرے گا کہ وہ مارنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا' اور سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا لیکن اسم اعظم "اللہ" مجموعی طور پر اس کی تمام حسنیٰ پر بھی دلالت کرتا ہے' اور ان کے تمام لوازم پر بھی جو اس کے جمال و کمال کی مختلف شانوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

اللہ۔ الہ؟ بعض مفسرین اور شارحین کا یہ خیال ہے کہ "اللہ" ہی اسم اعظم ہے' یہی باری تعالیٰ کا اسم ذات ہے' اور کل اسمائے الٰہی کے لیے یہ اسم جامع ہے۔

یہ الہ سے مشتق نہیں' نہ اس کا اصل الہ ہے' کیونکہ الہ غیر اللہ معبود پر بولا جاتا ہے' حالانکہ "اللہ" کا لفظ نہ اسلام میں اور نہ اسلام سے پہلے کبھی دوسرے معبود پر بولا گیا ہے' نہ یہ "الالہ" کا ہی مخفف ہے کیونکہ یا اللہ کہا جاتا ہے یا الالہ یا یارحمٰن نہیں کہا جاتا ہے پس ال' اس میں زائد نہیں۔ عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں اللہ کا اسم ذات موجود نہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہم اپنے طور پر کچھ نہیں جان سکتے' یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے خدا کی معرفت یعنی اس کی ذات کو جانتے پہچاننے کا حکم نہیں دیا' اس پر

Marfat.com

ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے' البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جن صفات کا تعارف قرآن میں کرایا ہے اس سے ہم اس کے متعلق ایک اندازہ کر سکتے ہیں' اور اس طرح اللہ پر صحیح ایمان کے معنی ہیں ایسی ذات کا ماننا جس کی وہ صفات ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہمارا تعلق اس کی کتاب قرآن کریم کے ذریعے سے ہے' اس کے علاوہ اس کے ساتھ ہمارے تعلق کی کوئی صورت نہیں' اس کی اطاعت سے مفہوم بھی یہی ہے کہ قرآن کریم کے قوانین و احکام کی اطاعت کی جائے' اس کو پکارنے کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندگی کے ہر دوراہے پر اس کی دی ہوئی راہنمائی یعنی قرآن سے دریافت کیا جائے کہ ہم کس راستے کو اختیار کریں۔

اللہ پر ایمان لانا اگر اللہ تعالیٰ کو اس طریق سے مانا جائے جس طرح قرآن مجید نے کہا ہے تو اسے ہی اللہ پر ایمان کہا جائے گا۔ اپنے اپنے طور کے مطابق اللہ کو ماننا اللہ پر ایمان تسلیم نہیں کیا جائے گا' یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اہل کتاب سے بھی اللہ پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے طور پر خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔

قرآن کریم شروع سے اخیر تک اللہ ہی کے ذکر پر مشتمل ہے اگرچہ اس کی شکلیں مختلف ہیں' اور بحوالہ "لا الہ الا اللہ" کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی ہستی ایسی نہیں جس کے احکام و قوانین کی اطاعت کی جائے' جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ یہ حق صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔اطاعت و محکومیت صرف قوانین خداوندی کی اختیار کی جائے گی' یہی اللہ پر ایمان ہے' اور یہی دین کا اصل الاصول اور اسلام کی اساس و بنیاد ہے۔ "لا الہ الا اللہ" پر ایمان لانا ایک عظیم انقلابی تصور ہے۔ اس کا اقرار کرنے والا اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ کائنات میں کوئی قوت ایسی نہیں جس کے سامنے جھکا جائے' جس کی محکومی اختیار کی جائے' یہ حق صرف قوانین خداوندی کو حاصل ہے اور بس۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محض اس کی صفات سے پہچانا جاتا ہے "انسانی آنکھ ذات خداوندی کا ادراک نہیں کر سکتی یعنی "انسانی چشمان ظاہری اس کا ادراک و تماشا نہیں کر سکتیں اور اسے انسانوں کی آنکھوں کی نارسائی کا پورا پورا ادراک ہے اور وہ باریک سے باریک نقطے کو سمجھتا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کی خبر رکھتا ہے۔" (۶-۱۰۳): اور مزید اس طرح سے بھی بتایا گیا ہے کہ "کائنات ہستی میں اس کی مثل

Marfat.com

کوئی شے نہیں ہے۔ وہ سب کچھ سنتا وہ سب کچھ دیکھتا ہے" (۴۲-۱۱)

اللہ تعالیٰ کی صفات اللہ تبارک و تعالیٰ احد ہے' صمد ہے' نہ وہ بذریعہ تولید وجود میں آیا ہے' نہ کوئی اس سے بذریعہ تولید وجود میں آتا ہے۔ اس کی مثیل و نظیر کوئی نہیں۔ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کی وضاحت یوں ہے کہ اس کے نزدیک تخلیق کے دو مراحل ہیں۔ عالم امر جس میں خدائی ارادے سے بحوالہ کن ہر شے کا آغاز ہو جاتا ہے اور دوسرے مرحلے میں وہ شے مختلف تدریجی مراحل طے کر کے وہ صورت اختیار کرتی ہے جس کا علم حواس کے ذریعے سے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں' اس نے کائنات بالحق پیدا کی ہے' اسے محض کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا' اور کائنات میں بدستور تخلیقی اضافے ہوتے رہتے ہیں' اور اس اللہ الخالق کو اپنی مخلوق کا ہر وقت علم رہتا ہے۔

(۲) بحوالہ صفت ربوبیت جملہ کائنات کا نشوونما دینے والا وہی اللہ ہی ہے وہ اللہ نوع انسان کا رب ہے تمام اشیاء کا رب ہے' رب العرش ہے۔ اس کی ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور جو لوگ اللہ کی اس ربوبیت پر ایمان لاتے ہیں ان کے لئے تو اللہ کی جانب سے نزول ملائکہ اور استقامت کا وعدہ ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ اس نے پیدا کیا اور پھر سب کو سامان زیست (رزق) مہیا کیا ہے۔ یہ اس کی صفت رزاقیت ہے' اس کے سوا کوئی اور ہستی نہیں ہے جو سامان زندگی پیدا کرتی ہے۔ ہر متنفس کے رزق کی ذمہ داری اسی رازق پر ہے۔ اس اللہ نے ہر ایک کے لئے رزق کے اسباب و ذرائع مہیا کر رکھے ہیں اور یہ ذمہ داری اس نظام کے ہاتھوں پوری ہو گی جو قوانین خداوندی کے مطابق متشکل ہو' اور یوں بھی ہے کہ اس اللہ کی جانب سے ایمان و اعمال صالح سے رزق کریم یعنی باعزت رزق ملتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت سب پر چھائی ہوئی ہے' رحم و رحیم رحمت اسی صفت سے ہیں' اور وہی اللہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اس کی رحمت ہر شے کو محیط ہے۔ اس نے رحمت اپنے اوپر واجب قرار دے رکھی ہے۔

Marfat.com

(۵) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوقات کو بے شمار نعمتوں اور انعامات سے نوازتا ہے' اور صراط مستقیم ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتی ہیں' اور پھر الہ کی نعمتیں قوموں کے نفسیاتی تغیر کے ساتھ بھی مشروط ہیں۔

(٦) اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے' یوں وہ خیروبرکت اور رحمتوں کا نزول کرتا رہتا ہے اور پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل اور خوشنودی کی جستجو کرتے ہیں وہ بحوالہ معاشی سہولتوں کے اللہ کا فضل حاصل کر لیتے ہیں۔

(۷) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے احسانات (یعنی من کے حوالے سے وہ احسان کنندہ ہے) کرتا ہے۔ اسی طرح ملک کی حکومت میں جانا احسان خداوندی ہے۔ اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو منان بھی کہا جاتا ہے۔

(۸) بوقت ضرورت اظہار غضب بھی اللہ کی ایک صفت ہے' انسان جب اللہ کی فراہم کردہ رہنمائی میں نہیں چلتا تو پھر غلط روش اختیار کر لیتا ہے تو اس کے نتائج تباہ کن ہوتے ہیں۔ چونکہ تمام اعمال کے نتیجہ اللہ کے قانون مکافات کی رو سے مرتب ہوتے ہیں' اس لئے اس تباہ کن نتیجہ کو اللہ کے غضب کا اظہار یا غضب کہتے ہیں۔

(۹) اسی طرح لوگوں کو من مانی سے راہ ہدایت کو چھوڑ کر کسی غلط روش زندگی کو اختیار کرنا بہرصورت ایک برا اور تباہ کن عمل ہے۔ اس سے انسان اور قومیں زندگی کی خوشگواریوں سے محروم ہو جاتی ہیں چونکہ یہ بھی سب اللہ تعالیٰ کے قانون مکافات ہی کے تحت ہوتا ہے' اس لئے اسے اس اللہ کی طرف سے لعنت کہا جاتا ہے۔ اور لعنت کے معنی ہوتے ہیں اللہ کی رحمت سے دوری ہونا یا رحمت سے محروم ہو جانا۔

اس کی مثالیں یوں ہیں کہ:

"جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جن پر وہ غمگین ہوا' اور ان میں سے ان کی بد اعتدالیوں اور بد اعمالیوں کے نتیجے میں بعض کو بندر (نقلیے اور کشتہ تدبیر غیرا) اور بعض کو سور (نجس اور حیا و غیرت کے دشمن) بنا دیا۔ اور جنہوں نے شیطان کی غلامی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا' ان کا بہت برا ٹھکانہ ہے اور یہ سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ (۵-۶۰) یوں بھی ہے کہ "اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت (یعنی رحمت سے دوری) ہے۔" (۷-۴۴))

Marfat.com

(۱۰) اللہ تعالیٰ کی ایک صفت قہاریت بھی ہے اور قہر کے معنی ہیں کہ ایسا غلبہ اور تسلط کہ جس سے ہر جرم کی قرار واقعی سزا مل جائے اور "سزا" کے معنی یہ ہیں کہ ہر غلط کام کا نقصان رساں نتیجہ مرتب ہو جائے' اسی اعتبار اللہ جل شانہ قہار بھی کہلاتا ہے۔

(۱۱) اللہ قہار بھی ہے اور جبار بھی' یہاں سے صفت جباریت ظاہر ہوتی ہے' جبر کے معنی ہیں. کسی بگڑی ہوئی بات کی اس طرح سے اصلاح کرنا کہ اس میں جبر اور طاقت کا استعمال ناگزیر ہو۔ اس لیے جب کسی بگڑی ہوئی چیز کو قوانین کی حدود میں رکھنا ہو تو اس میں قوت کی ضرورت پڑتی ہے' خدا کی اس صفت کو جباریت کہا جاتا ہے۔ "اور وہ بڑا صاحب جبروت ہے" (۵۹-۲۳)

(۱۲) اللہ تعالیٰ بڑا صاحب کبریائی ہے۔ (۵۹-۲۳)) اسی سے وہ بحوالہ تکبر متکبر ہے۔ کبریائی کے معنی عظمت اور بڑائی کے ہیں یعنی جو سب سے بڑی قوتوں کا مالک ہو' جسے ہر قسم کی قدرت حاصل ہو اور جسے ساری کائنات میں اقتدار اعلیٰ حاصل ہو۔ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں تنہا اس کی کبریائی ہے وہ صاحب غلبہ عظمیٰ ہے۔ صاحب حکمت بالغہ ہے (۴۵-۳۷)

(۱۳) قرآن مجید میں اللہ کے لیے "منتقم" یعنی انتقام لینے والا کا لفظ آیا ہے۔ تو اس کے معنی مجرموں کو سزا دینے والا ہے۔ یہ بھی درحقیقت اللہ کے قانون مکافات عمل ہی کا ایک گوشہ ہے۔ غلط روش کا تباہ کن نتیجہ ان جرائم کی سزا کہلاتا ہے۔ اسی لیے وہ اللہ "ذوانتقام" ہے۔ مجرمین کی اس گرفت بطش رب کہا گیا ہے یعنی اللہ کے قانون مکافات کی گرفت' "بے شک تیرے پروردگار کی گرفت بڑی زبردست ہے۔" (۸۵-۱۳):

(۱۴) اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہر شے کا علم ہے۔ کائنات کے اسرار و رموز کا اسے کامل علم ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب یعنی جو باتیں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں اور ہمارے حواس کی حدود سے ماورا ہیں' ان کا علم بھی رکھتا ہے' اسے تمام انسانی اعمال کا بخوبی علم ہے بلکہ وہ تو نگاہوں کی خیانت اور دلوں کے ارادوں تک کا علم رکھنے والا ہے۔

(۱۵) وہ سب کچھ دیکھنے والا "بصیر" ہے۔

Marfat.com

(۱۶) سب کچھ سننے والا "سمیع" ہے۔

(۱۷) ہر بات کی مکمل خبر رکھنے ولا "خبیر" ہے۔

(۱۸) اللہ صاحب قدرت ہے۔ قدرت کے ایک معنی تو قوت و اقتدار کے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے اپنے آپ کو ذوالقوۃ المتین بھی کہا ہے۔ اور انہی معنوں میں قادر بھی آیا ہے' اور قدیر بھی اور پھر مقتدر بھی۔ لیکن قدر کے معنی پیمانے بھی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں اور ہر شے ان پیمانوں ہی کے مطابق رواں دواں ہے اور سرگرم عمل ہے اور انہی پیمانوں کے مطابق ہر کام کا نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ "ان اللہ علی کل شی قدیر" کے یہی معنی ہیں کہ ہر شے اس کے مقرر کردہ پیمانوں (قوانین) کے تابع رہتی ہے۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ صاحب عرش و کرسی ہے' یہاں پر عرش کے معنی ہیں کائنات کا مرکزی کنٹرول' یعنی اسے اللہ نے اپنے ہاتھوں میں رکھا ہے۔ اس کے لیے قرآن میں استواء علی العرش کی اصطلاح آئی ہے۔ اور رب العرش الکریم ہے۔ یا رب العرش العظیم ہے۔ اسی طرح پانی زندگی کا سرچشمہ حیات ہے اور اس سرچشمہ حیات پر اللہ کا مرکزی کنٹرول ہے' کرسی کے معنی تخت حکومت یا علم خداوندی ہیں' اس کا علم و اقتدار پوری کائنات پر محیط ہے(۲-۲۵۵))

(۲۰) اللہ ملکوت ہے' ملک یا ملکوت' حکومت و اقتدار کے معنوں میں آتا ہے۔ اسے عام الفاظ میں بادشاہت کہتے ہیں۔ ساری کائنات پر حکومت اور بادشاہت اسی کی ہے اور ساری کائنات چونکہ اسی کے قوانین خداوندی کے مطابق چل رہی ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ملک بھی کہا ہے۔

(۲۱) موت اور زندگی اللہ کے قوانین طبعی کے مطابق واقع ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں ہے کہ اللہ ہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی بھی اسی کے قانون مشیت کے مطابق ملتی ہے۔

(۲۲) اللہ کی مشیت اور تقدیر۔ اس ضمن یوں سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کی مشیت کے تین دائرے ہیں۔ دائرہ اول یہ ہے کہ جس کا تعلق عالم امر یا جہان مشیت سے ہے' اس میں اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے اپنی منشا اور ارادہ سے کرتا ہے۔ دوسرا دائرہ وہ ہے

Marfat.com

جس میں اس نے ہر شے کے لئے قوانین مرتب کر دیئے ہیں۔ اور وہاں پر ہر کام ان قوانین کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ یہ دائرہ کائنات سے متعلق ہے' اور کائنات کی ہر شے ان قوانین کی اطاعت پر مجبور ہے' تیسرا دائرہ انسانی زندگی کا ہے۔ اللہ کے قوانین اس کے لئے بھی متعین ہیں لیکن اس میں انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو ان قوانین کی پابندی کرے چاہے ان کی خلاف ورزی کرے۔ وہ جیسا کرے گا' اس کا نتیجہ اسے بھگتنا پڑے گا۔ لہٰذا اس تناظر میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے متعلق مایشا (جیسا وہ چاہتا ہے) جیسے الفاظ آئے ہیں' وہاں دیکھنا ہوگا کہ ان کا تعلق کس دائرے سے ہے اور اسی کے مطابق ان کا مفہوم لیا جائے گا۔

(۲۳) قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ توکل کے معنی یہی ہیں کہ کامل بھروسہ' پورا پورا اعتماد اور قوانین خداوندی اس قدر محکم ہیں کہ نہ ان میں کبھی' تغیرو تبدل ہوتا ہے نہ ہی وہ اپنی نتیجہ خیزی میں کبھی تساہل یا غلطی کرتے ہیں۔ ان قوانین کی محکمیت اور نتیجہ خیزی کی صداقت پر یقین کامل ہی کا نام توکل کرنا ہے' اور یہی مومنین کا شعار ہے' اور اسی اعتبار سے اللہ کو وکیل کہا گیا ہے۔

(۲۴) قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کا ولی ہے۔ ولی کے معنی محافظ سرپرست' رفیق کے ہیں' جو لوگ قوانین خداوندی کا اتباع کرتے ہیں انہیں زندگی کے خطرات سے حفاظت ملتی ہے۔ وہ روش ان کی پشت پناہ بنتی ہے' انہیں قوانین خداوندی کی تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کسی کا اللہ کے علاوہ اور کوئی نہ ولی ہے نہ کوئی ولی ہو سکتا ہے۔

(۲۵) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکمت کے معنی ہوتے ہیں معاملات کو صحیح حدود کے اندر رکھنا اور انہیں ادھر ادھر نہ ہونے دینا' اللہ تعالیٰ کی ایک صفت الحکیم اسی اعتبار سے ہے "بلاشبہ اللہ تعالیٰ محکم ترین حکمت اور وسیع ترین علم والا ہے" (۶-۱۳۹)

(۲۶) اللہ تعالیٰ الحلیم ہے' اور حلیم اسے کہتے ہیں جو ذرا ذرا سی بات پر بھڑک نہ اٹھے۔ جو بہت ثقہ' متین سنجیدہ' بھاری بھرکم' صاحب قوت و عظمت ہو' اللہ کے حلیم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا قانون مکافات' آئین اور اصول کے مطابق ہر کام کو اس

Marfat.com

کے نتیجے تک پہنچاتا ہے۔ اگر اس دوران میں انسان اپنی اصلاح کر لے تو وہ اپنی غلط روش کے نقصانات سے محفوظ رہتا ہے۔

(۲۷) اگر بندہ قوانین خداوندی کی اطاعت کرے تو اس میں اتنی صلاحیت اور توانائی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ تخریبی قوتوں کے حملوں کی مدافعت کر سکے' اور یوں خطرات سے محفوظ رہے' اس طرح کی حفاظت کو مغفرت کہتے ہیں اور اس اعتبار سے اللہ غفور ہے اور اس کو غفار بھی کہتے ہیں۔

(۲۸) اللہ کی ایک صفت "العفو" بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو لوگوں کی غلطیوں اور لغزشوں پر انہیں مہلت دیتا ہے' جس کے باعث بندہ اپنی روش پر احتسابی نگاہ ڈال کر اپنے کیے پر منفعل ہو اور آئندہ اس سے مجتنب رہے' اس صورت میں اللہ تعالیٰ درگزر سے کام لیتا ہے۔ یوں اس شخص کی اصلاح ہو جاتی ہے اور وہ اس غلطی کے ضرر رساں نتیجہ کی تلافی کر کے نقصان سے بچ جاتا ہے' اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ "العفو" ہے وہ درگزر فرماتا ہے۔

(۲۹) اللہ' التواب ہے' وہ توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ جب انسان کسی غلط راہ پر چلنے کے بعد احساس ہو جانے پر صحیح راہ پر آ جائے اسکے اس عمل کو توبہ کرنا کہتے ہیں' ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ التواب ہے۔

(۳۰) کسی کی نشوونما کی راہ میں جو موانع حائل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں نہایت نرمی کے ساتھ دور کر دیتا ہے' اس حوالے اللہ کی ایک صفت "رؤف" ہے۔

(۳۱) اللہ "الودود" ہے۔ اس صفت الٰہی میں اللہ کی جانب سے بندے کے لئے پسندیدگی' محبت اور مودت ہوتی ہے۔ اللہ کی یہ صفت بندے کے لئے بحوالہ اتباع و اطاعت ہے۔

(۳۲) "الکریم" بھی اللہ کی ہر قسم کے شرف و مجد والی صفت ہے وہ ہر نوع کے شرف عزت اور تکریم کا حامل ہے' اس میں بے پناہ جود وسخا ہے اور وہ عنایات کرنے والا ہے بلکہ وہ "اکرم" یعنی بہت زیادہ کریم بھی ہے۔

(۳۳) اللہ تعالیٰ اپنی صفت "البر" کے اعتبار سے حدود فراموش وسعتوں کا مالک ہے' وہ زندگی میں کشادگی کی راہیں پیدا کرنے والا ہے۔

Marfat.com

(۳۴) وہ الحفیظ یعنی حفاظت کرنے والا ہے۔
(۳۵) وہ "الرقیب" یعنی سب سے بڑا نگران ہے۔
(۳۶) بحوالہ "المہیمن" وہ اللہ ہر شے کو اپنے احاطہ میں لے کر اس کی محافظت کرنے والا ہے۔
(۳۷) اسی سے ہر شے اپنے وجود کو لیے ہوئے یوں وہ اللہ قیوم ہے لیکن اپنی ذات میں اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔
(۳۸) وہ اللہ "المغیث" ہے یعنی محافظ و نگران ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ سب کو قوت دینے والا ہے۔
(۳۹) محافظ و نگران کے ساتھ ساتھ وہ "شہید" بھی ہے۔
(۴۰) وہ اللہ' الاول' والآخر' والظاہر و الباطن ہے' اللہ کی یہ ہے چاروں صفات' اللہ تعالیٰ کی لامتناہیت کی مظہر ہیں۔
(۴۱) اللہ تعالیٰ "قریب" انسان کی رگ جاں سے بھی قریب ہے۔
(۴۲) وہ "مجیب" یعنی اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ یعنی جب بھی کوئی اپنی رہنمائی کے لئے پکارتا ہے تو اللہ اس کی رہنمائی فرماتا ہے۔
(۴۳) اللہ تعالیٰ لطیف ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے ہر جگہ موجود لیکن اس کے باوجود ایسا کہ حواس اس کا ادراک نہ کرسکیں' اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ جو صحیح روش اختیار کرنا چاہیں نرمی کا برتاؤ کرنے والا ہے۔
(۴۴) اللہ تعالیٰ نے قانون مکافات عمل ایسا بنا رکھا ہے کہ جس کے تحت وہ ذرہ ذرہ کا حساب رکھتا ہے' اسی حوالے سے "الحسیب" ہے اللہ تعالیٰ اسی حساب کے مطابق ہی' ان کے نتائج مرتب کرتا ہے۔
(۴۵) اللہ تعالیٰ شاکر بھی ہے اور شکور بھی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ انسانی اعمال کی قدر کرکے' ان کی حیثیت کے مطابق بدلہ دینے والا ہے۔
(۴۶) اللہ "السلام" ہے۔ اس لفظ "سلام" میں سلامتی سے لے کر تکمیل ذات تک تمام گوشے آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے سلامتی کا ضامن ہے اور انسانی ذات کو نشوونما دے کر تکمیل تک پہنچانے والا وہی اللہ ہے۔

Marfat.com

(۴۷) بحوالہ "المؤمن" اللہ تعالیٰ امن کا ضامن ہے۔ اس کے قوانین کی اطاعت کے بعد "لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴۸) اللہ تعالیٰ، الاعلیٰ، العلی اور المتعال بھی ہے۔ ان صفات میں اللہ کے غلبہ و اقتدار، ملکوت و کبریائی کے مختلف گوشے اظہار پاتے ہیں۔

(۴۹) اللہ تبارک و تعالیٰ انتہائی عظمتوں کا مالک "العظیم" بھی ہے۔

(۵۰) وہ "العزیز" یعنی صاحب غلبہ و تسلط ہے اور "المتین" بھی ہے۔ یعنی اس کی تدابیر بڑی محکم ہوتی ہیں۔

(۵۱) اپنی صفات "الباری" اور المصور" کے حوالے سے اللہ ہر شے سے حشو زوائد دور کر کے اسے ایسا پیکر عطا کرنے والا ہے جس سے وہ حواس انسانی کی زد میں آ جائے۔

(۵۲) وہ اللہ لامحدود وسعتوں کا مالک "الواسع" ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ وسعتیں عطا کرنے والا بھی ہے۔

(۵۳) "الوہاب" بھی اللہ کی صفت ہے، موہبت ایسے عطیہ کو کہتے ہیں جو نہ کسی سے دیا جائے اور نہ کسی معاوضہ کی خاطر اور نہ ہی کسی خدمت کے عوض کائنات میں سامان زیست اس فراوانی سے بکھرا پڑا ہے۔ یہ سب اللہ کی موہبت ہے اس لئے اللہ کی کی صفت الوہاب ہے۔

(۵۴) اللہ غنی ہے، یعنی اسے کسی کی احتیاج نہیں لیکن وہ سب کی احتیاج پوری کرتا ہے۔

(۵۵) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے فتح و کشاد کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور حق و باطل میں ایسی تمیز کر دیتا ہے کہ جس سے حق کا غلبہ واضح طور پر دکھائی دینے لگتا ہے۔ یوں اللہ "الفتاح" ہے اور اس کی ایک صفت فاتح بھی ہے۔

(۵۶) اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لفظ "الحق" بھی استعمال کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ الحق ہی اللہ کی ذات ہے اور اس کی طرف سے آنے والا سب کچھ حق ہی ہوتا ہے۔

(۵۷) اللہ تعالیٰ حمید بھی ہے اور مجید بھی ہے، یعنی ہر قسم کی حمد و ثناء کا وہی اللہ سزاوار ہے اور ہر قسم کی عظمت و بزرگی کا مالک بھی وہی اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے۔

Marfat.com

(۵۸) اللہ کی صفت الباسط بھی ہے۔ اس صفت کا تعلق رزق کی بست و کشاد سے ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ "الباسط" کہلاتا ہے۔

متفرق دیگر صفات الٰہی

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے معروف اسماء الحسنیٰ کے علاوہ بھی کئی صفات موجود ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "مالک یوم الدین" ہے۔ یہاں پر اس کے معنی جزا اور سزا کے ہیں۔ یعنی اعمال کے نتائج۔ گویا دین کی ساری عمارت مکافات عمل کے قانون کی بنیادوں پر استوار ہے' اور اس قانون پر اللہ تعالیٰ کا مکمل کنٹرول ہے' اور اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنی ہر کار فرمائی میں اٹل ہے۔

(۲) بحوالہ جزا و سزا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "شدید العقاب" بھی آئی ہے۔ یعنی "اللہ تعالیٰ مجرموں کا شدت سے تعاقب کرنے والا ہے۔" (۲-۱۹۶)

(۳) اللہ تعالیٰ کے قوانین اٹل ہونے کی جہت سے اللہ تعالیٰ "لا یخلف المعیاد" ہے "بلاشبہ اللہ تعالیٰ کوئی کوئی امر خلاف وعدہ نہیں کرتا" (۳-۹) اور اللہ تعالیٰ وعدے ہی اس کے قوانین ہیں۔

(۴) اللہ تبارک و تعالیٰ خیر کا سرچشمہ ہے۔ جب انسان کائناتی قوتوں یا اپنی صلاحیتوں کو قوانین خداوندی کے خلاف استعمال کرتا ہے تو اس کا نتیجہ شر نکلتا ہے' ورنہ اللہ تو خیر ہی خیر ہے۔ "کائنات ارضی و سماوی کی ساری بھلائیاں اللہ ہی کے حیطہ اختیار میں ہیں۔" (۳-۲۶)

(۵) اللہ تعالیٰ کا پروگرام جس کے مطابق کائنات میں اس کے قوانین کار فرما رہتے ہیں' اس کی تدابیر کہلاتا ہے' اس جہت سے اللہ تعالیٰ خیر الماکرین ہے اور وہی بہترین تدابیر کرنے والا ہے۔

(۶) انسان کو صحیح مدد' اللہ کے قوانین کی اتباع سے ملتی ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ ناصر بھی ہے اور نصیر ہے۔ "بلکہ تمہارا مددگار (و مولا) تو اللہ کی ذات ہے اور وہ سب سے بڑا نصرت دینے والا ہے۔" (۳-۱۵۰)" اور تمہاری حمایت کے لیے وہی کافی ہے اور تمہاری مدد اور نصرت کے لئے وہی "نصیر" ہے" (۴-۴۵)

(۷) اللہ تعالیٰ کی ہر بات سچی ہے' اس لیے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ "من اصدق من

Marfat.com

الله حديثا" "اور اللہ تعالیٰ سے سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔" (۴-۸۷)

(۸) اللہ تعالیٰ کا قانون مکافات جملہ کائنات کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ "و كان الله بما يعملون محيطا۔" ہے "اللہ تعالیٰ کا علم ان کے تمام کاموں پر محیط ہے۔" (۴-۱۰۸)

(۹) اللہ تعالیٰ ساری کائنات اور مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا ہے' اس لئے وہ بدیع السموات والارض ہے اوراسی طرح وہ فاطر السموات والارض بھی ہے۔

(۱۰) بیج سے پودا اگانے کی جہت سے اللہ تعالیٰ کو "فالق الحب والنوٰی۔" بھی کہا گیا ہے "بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ حب (دانہ) اور نوی (گٹھلی) کا شگافندہ ہے۔ (۶-۹۵)

(۱۱) خدا کائنات میں ہر جگہ ہے مشرق و مغرب اس کے لئے ہیں۔

(۱۲) وہ سب کو کھلاتا ہے لیکن خود نہیں کھاتا "اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے' جس سے احتیاج رزق پوری کائنات کو ہے اور اسے احتیاج رزق کسی سے نہیں۔" (۶-۱۴)

(۱۳) اللہ تعالیٰ کے اختیارات لا محدود اور مطلق ہیں' لیکن اس نے خود ہی اپنے اختیارات پر پابندی عاید کر رکھی ہے چونکہ یہ اس نے اپنی مرضی اور ارادے سے کیا ہے' اس لیے اس کے قادر مطلق ہونے پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا۔ مثلاً "اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم قرار دے رکھا ہے۔" (۶-۱۲)

(۱۴) جب انسانوں کی کوئی جماعت قوانین خداوندی پر عمل پیرا ہوتی ہے تو اس سے اللہ کا پروگرام جلد عمل میں آ جاتا ہے۔ ان انسانوں کے کام کو اللہ خود اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔

(۱۵) ہر شے کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں لیکن وہ ان میں سے قدر معلوم یعنی متعین پیمانوں کے مطابق لوگوں کو دیتا ہے۔ "ہمارے پاس تو ہر چیز کے ذخائر اور خزائن ہیں اور ہم انہیں ضرورت کے مطابق معینہ اندازے سے انسانوں کے لیے نازل کرتے ہیں۔" (۱۵-۶)

(۱۶) سب صفات حسنیٰ اللہ ہی کے لیے ہیں "اے رسول اللہ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ اس خلائق کائنات کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو' کوئی سا نام لے کر پکارو'

۱۲۴۲۱۳

Marfat.com

جتنے اسمائے حسنیٰ یعنی حسین و جمیل نام ہیں‘ سب اسی کے ہیں۔ (۱۷-۱۱۰) حسنیٰ میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ان صفات میں کامل توازن و تناسب ہے۔ حسن نام ہی صحیح تناسب کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات چونکہ مکمل ترین ہیں اس لئے ان کا تناسب بھی حسین ترین ہے۔

(۱۶) اللہ نور السموات و الارض ہے۔ (۲۴-۳۵) اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ کائنات میں ہر جگہ اس کی رہنمائی کار فرما ہے۔

(۱۷) فطرت اللہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا انداز تخلیق "فطرت الٰہی پر استقلال و ثبات سے قائم ہو جاؤ‘ جس فطرت پر اس فاطر السموات والارض نے پورے عالم انسانیت کو پیدا کیا اس کی مخلوقات کی فطرت یعنی فطرت صحیح کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ (۳۰-۳۰):

(۱۸) بحوالہ کلمات اللہ ارشاد عالیہ اس طرح سے ہے کہ ارشاد ہوا "اگر روئے زمین کے تمام اشجار سے قلم تیار کیے جائیں اور سمندر دوات بن جائیں اور اس میں سات سمندروں کی روشنائی اور شامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات موعظمت و ہدایت اور اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا احاطہ کرنا چاہیں تو ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہو گا‘ یہ سب ختم ہو جائیں گے اور اعتراف ہو گا کہ ماہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم" وہ لامتناہی غلبے والا ہے۔ وہ لامحدود حکمتوں والا ہے۔ (۳۱-۲۷) اس آیت مبارکہ سے کائنات کی وسعت کی جانب بھی اشارہ مقصود ہے۔

(۱۹) اللہ مدد کرنے والا ہے‘ اس ضمن میں یوں ارشاد ہے کہ اے اہل ایمان اگر تم دین خداوندی کے قیام و استحکام کے لئے اللہ کے قانون کے ساتھ ساتھ جدوجہد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں نصرت عظیم دے گا۔" (۴۷-۷)

(۲۰) اللہ رب الناس ہے۔ مالک الناس ہے۔ الہ الناس ہے۔

(۲۱) اور کائنات میں صرف اسی اللہ ہی کا قانون کار فرما ہے۔

الاسماء الحسنیٰ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جو صفات قرآن مجید میں بیان ہوتی ہیں خواہ وہ ایک لفظ ہوں یا انہیں کسی آیت کے مفہوم سے متعین کیا گیا ہو‘ ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

Marfat.com

الله	الرب	الرحمٰن	الرحیم	الملک	القدوس
السلام	المومن	المیمن	العزیز	الجبار	المکتبر
الخالق	الباری	المصور	البر	الغفار	القہار
التواب	الوہاب	الخلاق	الرزاق	الفتاح	العلیم
الحلیم	العظیم	الواسع	الحکیم	الحیی	القیوم
المبین	السمیع	اللطیف	الخبیر	البصیر	العلی
الکبیر	الرقیب	القدیر	القادر	المتقدر	المولٰی
النصیر	الکریم	القریب	المجیب	الوکیل	الحاسب
الحسیب	الحفیظ	المنعم	المقیت	الممیت	الودود
المجید	الوارث	الشہید	الولی	الوالی	الحمید
الحق	القوی	المعطی	المحصی	العدل	المتین
الغنی	المالک	الشدید	القاہر	الکافی	الشاکر
المستعان	الفاطر	الباطن	الظاہر	البدیع	الغافر
الاول	الاخر	الکفیل	الغالب	الحکم	العالم
الرافع	الحافظ	المنتقم	القائم	المحی	الجامع
الملیک	المتعال	النور	الہادی	الغفار	الغفور
الشکور	العفو	الرؤف	الاکرام	الاعلٰی	الواحد
الاحد	الصمد	عالم	الغیوب	القابض	الباسط
المعز	المذل	الباعث	الاله	الحفی	الناصر
القدیر	الصبور	ذوالفضل	ذوالجلال و الاکرام۔		

ننانوے اسماء الحسنیٰ اللہ تبارک و تعالیٰ کے معروف ننانوے نام اسماء الحسنیٰ اس طرح سے بیان کیے جاتے ہیں۔

الله	الرحمٰن	الرحیم	الملک	القدوس	السلام
المومن	المھیمن	العزیز	الجبار	المتکبر	الخالق
الباری	المصور	الغفار	القہار	الوہاب	الرزاق

Marfat.com

الفتاح	العلیم	القابض	الباسط	الخافض	الرافع
المعز	المزل	السمیع	البصیر	الحکم	العدل
اللطیف	الخبیر	الحلیم	العظیم	الغفور	الشکور
العلی	الکبیر	الحفیظ	المقیت	الحسیب	الجلیل
الکریم	الرقیب	المجیب	الواسع	الحکیم	الودود
الباعث	الشید	الوکیل	القوی	المتین	الولی
الحمید	المحصی	المبدی	المعید	المحی	الممیت
الحی	القیوم	الواجد	الماجد	الواحد	الاحد
الصمد	القادر	المتقدر	المقدم	الموخر	الاول
الاخر	الظاہر	الباطن	الوالی	المتعال	البر
التواب	المنتقم	العفو	الروف	مالک الملک	ذوالجلال والاکرام
المقسط	الجامع	الغنی	المغنی	المانع	الضارّ
النافع	النور	الھادی	الیع	الباقی	الوارث
الرشید	الصبور				

ان ننانوے معروف صفاتی اسماء الحسنیٰ میں سے چند ایک نام مثلاً الجلیل' الخافض' البرشید' الصبور' المنعم' الماجد' الواجد' المبدی' المقدم' الموخر اور المبدی اگرچہ اپنی اس حالت میں نہیں آئے لیکن بحوالہ صفات انہیں اسمائے مبارکہ میں شامل کیا ہوا ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ کی لا تعداد صفات ہیں' اس اعتبار ہر صفت کے ساتھ ضرور کم از کم ایک نام صفاتی تو ہو ہی سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو باتیں اپنی جانب منسوب کی ہیں' ان سے بہر صورت ضرور صفاتی کا نام بن سکتے ہیں۔

مسلمانوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ممتاز ترین صفات کے حوالے سے یہ ننانوے اسماء الحسنیٰ زیادہ معروف اور مستند ہیں' ان میں سے بیشتر اسماء الحسنیٰ ایسے ہیں کہ ان کا اللہ جل شانہ نے خود تعارف کرایا ہے' اس فہرست میں لا محالہ اور بھی اضافہ ہو سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی امور کی نسبت اپنی طرف کی ہے' ان سے اللہ کی اور بھی صفات کا

Marfat.com

تصور سامنے آتا ہے' لیکن یہ صفات ہوں یا کوئی اور صفت ہو' ان میں اس نکتہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ یہ صفات اس پیمانے کی نہیں ہیں کہ جس پیمانے کی انسانوں میں ہوتی ہیں۔ انسانی صفات محدود ہوتی ہیں' ان میں جذبات کا عمل دخل ہوتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ تو جذبات سے بلند و منزہ اور مبریٰ ہے' اللہ تعالیٰ کی تمام صفات انسانوں کے برعکس لا محدود ہوتی ہیں اور وہ لامحدود پیمانے پر ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ان صفات کی رو سے ذہن انسانی اللہ کے متعلق جو تصور قائم کرتا ہے' اس اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔ گویا یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ محدود ذہن لا محدود کا تصور کر ہی نہیں سکتا' اور "سبحان الله عما یصفون" سے بھی یہی مراد ہے۔

"اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام مادی ملوثات سے پاک ہے۔" (۲۳-۹۱)

اللہ جل شانہ ہر طرح کی ان خرافات اور مادی الائشیوں سے پاک اور مبرا ہے کہ جو بدسگال لوگ اللہ سے منسوب کرتے ہیں' اس طرح کے ملوثات مادی اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ صفات کے بالکل منافی ہیں' اللہ تعالیٰ تو تمام غائب و حاضر کا خود علم رکھنے والا ہے' تو اس کو ضرورت کیا ہے کہ وہ کسی کو اپنا شریک بنائے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے برتر ہے جن کو یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

"ذالکم الله ربکم له الملک لا اله الا هو فانی تصرفون" (یہ ہے تمہارا نشوونما دینے والا' سارا اقتدار اسی کے لئے' اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی اطاعت اور محکومیت اختیار کی جائے' سو تم کدھر بھٹکے پھر رہے ہو۔" (۳۹:۶) اسی کی حکومت و حاکمیت ہر حوالے سے سب پر محیط ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے لیکن اے لوگو تم کس چکر میں پڑے ہوئے ہو۔

زیر نظر کتاب اسماء الحسنیٰ ہی کے حوالے سے ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کے معروف ننانوے اسمائے مبارکہ کی شرح اور وضاحت قرآن مجید ہی کے حوالے سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے' اور اس شرح و صراحت میں تبلیغی اور تعلیمی امور کو بالالتزام ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کتاب ہذا کی ترتیب و تالیف میں دور حاضر کی قریباً تمام تفاسیر سے حتی المقدور استفادہ کیا گیا ہے۔ اسماء الحسنیٰ کی وسعت و جامعیت کو بہتر اور احسن انداز میں سامنے لانے کی خاطر قریباً ہر مکتبہ فکر کے مفکرین اور مفسرین کرام کے افکار و

Marfat.com

خیالات کو بجا جا نمونے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب ہذا کے بعض حصوں بالخوص "اعمال و فضائل" کے حوالے سے میں اپنے سسر محترم صوفی خورشید احمد صاحب قادری' فاضلی' نقشبندی کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی ذاتی ڈائری سے نوازا کہ جس میں سے متعدد اعمال و فضائل اسماء الحسنیٰ من و عن شامل کر لیے ہیں۔ اسی طرح میں الشیخ صوفی م ع خادم القادری فاضلی کا بھی ممنون احسان ہوں کہ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں جا بجا میری علمی اور دینی رہنمائی فرماتے رہے۔

کتاب ہذا کی تصنیف و تالیف کے دوران میں' میں اپنے محترم فاضل دوست حافظ منظور الحق ہاشمی صاحب سابق مشیر عدلیہ و شریعہ سعودی عرب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی شفقتوں ' دینی معلومات عربی لسانیات' قرآن فہمی کو بصیرتوں اور اجتہادی توجیہات و تصریحات سے میں ہمہ وقت استفادہ کرتا رہا ہوں۔ ہاشمی صاحب کے ذاتی کتاب خانے تک میری رسائی میرے لیے مستقل حوالہ جاتی ذریعہ بنی رہی۔ اسی طرح میں اپنے دفتری رفیق کار برادرم نصیر احمد جاوید سے مباحث کے حوالے سے حاصل ہونے والے تعاون اور چند تفاسیر کے حصول کے لیے ان کا شکر گزار ہوں۔

اس کتاب کی تالیف و تصنیف میں میں نے اپنے مرحوم والد محترم الحاج مولانا چراغ دین جو لکھے والے کی متعدد پنجابی کتب خطبات اور مواعظ سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ سکون بخشے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

آخر میں' نذیر سنز پبلشرز کے جناب نذیر حسین کا بھی میں سپاس میں گزار ہوں کہ انہوں نے کئی اہم اور ضروری کتب اس کار خیر کے لئے فراہم کیں' اور پھر اس کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا بحسن و خوبی اہتمام کیا۔

محمد علی چراغ

۱۲- ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

اے ون۔ کرم آباد' وحدت روڈ' لاہور۔

Marfat.com

اللّٰهُ

اللہ	ـــــــــ	اسم ذات ہے۔
اعداد	ـــــــــ	۶۶
عدد واحد	ـــــــــ	۳

اسم ذات لفظ اللہ اسم ذات کے لئے بولا جاتا ہے' اور اس سے ذات خداوندی مراد ہوتی ہے' اس لفظ اللہ کے علاوہ باقی جتنے بھی اسماء الحسنٰی ہیں اسی ذات کی صفات ہیں' اس لفظ اللہ کو قرآن مجید میں بار بار ذات باری تعالیٰ کا ادراک کرانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے اندر یہ اسم ذات دو ہزار چھ سو اٹھانوے بار آیا ہے' گویا کہیں یہ الف لام کے ساتھ اور کہیں بغیر الف لام کے "یعنی کہیں بصورت معرفہ اور کہیں بصورت نکرہ۔"

لفظ اللہ کے معنی اس لفظ کا مادہ "الہ" ہے یعنی (ا'ل'ہ) اس مادہ کے بنیادی معنی متعدد ہیں' اس کے حسب ذیل معانی معمر ہیں۔

1. گھبرا کر کسی کی پناہ ڈھونڈنا یا پناہ دینا۔

Marfat.com

۲ متحیر ہونا اور ہر حوالے سے حیرت میں پڑ جانا۔

۳ بلند مرتبہ ہونا' اور نگاہوں سے پوشیدہ ہونا یا رہنا۔

۴ کسی کی غلامی یا محکومیت اختیار کرنا' یعنی کسی کا غلبہ و اقتدار تسلیم اور قبول کرنا۔

ان معانی کی رو سے اللہ (یعنی قرآنی الہ) سے مراد وہ بلند و بالا ہستی ہے جو انسانی نگاہوں سے پوشیدہ ہے' جس کی عظمتوں کے سامنے انسانی عقل و ادراک متحیر رہ جاتے ہیں۔ اللہ وہ ہے کہ جس کا اقتدار تمام کائنات پر چھایا ہوا ہے اور جس کی اطاعت اور محکومیت ضروری ہے' اس اللہ کو الہ تسلیم کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی اطاعت و محکومیت اختیار کی جائے۔

ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ لفظ "اللہ" کسی بھی دوسرے لفظ سے نہیں بنا۔ لیکن ایک دوسرا خیال یہ ہے کہ اصل لفظ الہ تھا' کثرت استعمال سے الہ کا ہمزہ گر گیا' اور پہلا لام دوسرے لام میں مدغم ہو گیا' اس طرح یہ لفظ اللہ بن گیا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ خدا کی ذات کے لیے استعمال ہوا ہے' اس کے علاوہ باقی تمام اسماء الحسنیٰ اس "اللہ" ہی کی صفات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چند ایک مقامات پر قرآن کریم نے خدا کی معرفت یعنی اس کی ذات کی پہچان کے بارے جاننے پہچانتے کا حکم نہیں دیا لیکن اس کے بجائے بڑی تاکید اور سختی کے ساتھ اللہ پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے۔ البتہ خدا نے اپنی جن صفات کا تعارف قرآن مجید میں کرایا ہے' اس سے ہم اس اللہ کے بارے میں ایک اندازہ لگا سکتے ہیں اور اللہ پر صحیح ایمان کے معنی ہیں' ایک ایسی ذات کا ماننا کہ جس کی وہ صفات ہیں جن کا قرآن مجید میں بار بار ذکر اور اعادہ کیا گیا ہے۔

اللہ اسم اعظم ہے

چونکہ اللہ باری تعالیٰ کا اسم ذات ہے اور یہی اسم اعظم ہے' اور کل اسمائے الٰہی کے لئے یہ اسم جامع ہے۔ بعض حوالوں سے یوں بھی بتایا جاتا ہے کہ یہ "الہ" سے مشتق نہیں ہے اور نہ اس کا اصل الہ ہے۔ اس حوالے سے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ الہ تو غیر اللہ معبود پر بولا جاتا تھا' حالانکہ اسلام میں اور نہ اسلام سے پہلے کبھی بھی دوسرے معبودوں پر نہیں بولا گیا' نہ یہ "الا لہ" کا مخفف ہے' عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں اللہ کا اسم موجود نہیں ہے۔

Marfat.com

اللہ سے تعلق

اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہمارا تعلق اس کی کتاب قرآن مجید کے ذریعے سے ہے۔ اس کے علاوہ اس کے ساتھ ہمارے تعلق کی کوئی اور صورت موجود نہیں ہے۔ اللہ کی اطاعت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ قرآن کریم کے قوانین و احکام کی اطاعت کی جائے' اللہ کو پکارنے کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندگی کے ہر دوراہے پر اس کی دی ہوئی' راہ نمائی یعنی قرآن ہی سے دریافت کیا جائے کہ ہم کس راستے پر چل کر فوز و فلاح حاصل کر سکتے ہیں۔

اس اللہ ہی کے حوالے سے الہ بھی ہے اور یہ "لاالہ الا اللہ" میں یہی معنی دیتا ہے کہ دنیا میں کوئی ہستی ایسی نہیں جس کے احکام و قوانین کی اطاعت کی جائے' جس کی محکومیت اختیار کی جائے' یہ اختیار اور حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔ اطاعت و محکومیت صرف قوانین خداوندی ہی کی اختیار کی جائے گی۔ اور یہی اللہ پر ایمان لانا ہے' اور یہی دین کا اصل الاصول اور اسلام کی اساس و بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات یوں بھی آیا ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔" اور پھر "اللہ کے ساتھ کوئی الہ نہیں ہے" اس کے علاوہ یوں بھی ہے کہ "اللہ کے سوا کسی کو الہ مت پکارو" (۱۸-۱۴)(۵۲-۴۳)

اللہ کی صفات بابرکات

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی صفات بابرکات کو بڑی وضاحت کے ساتھ اور کئی حوالوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے' اللہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ۔

(۱) انسانی آنکھ ذات خداوندی کا ادراک نہیں کر سکتی۔ (۶-۱۰۴)

(۲) اس کی مثل بھی کوئی نہیں' اس لئے ذات خداوندی کو کسی مثال سے بھی نہیں سمجھایا جا سکتا (۴۲-۱۱)

(۳) اللہ احد ہے' صمد ہے' نہ وہ بذریعہ تولید وجود میں آیا ہے نہ کوئی اس سے بذریعہ تولید وجود میں آتا ہے' اس کی مثیل و نظیر کوئی نہیں (۱۱۲:۱-۴)

(۴) وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (۱۸-۲۶)

(۵) وہ اپنی مخلوق کا ہر وقت علم رکھتا ہے۔ (۳۶-۷۹)

اللہ کا ذکر مبارک

اللہ تبارک و تعالیٰ کی جو لاتعداد صفات بابرکات ہیں انہیں اگرچہ اللہ کے ننانوے صفاتی اسماء الحسنیٰ میں سمویا گیا ہے' لیکن اس کے

Marfat.com

باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں' نوازشات' انعامات اور اکرام و احسانات اس قدر فراواں اور لاتعداد ہیں کہ انہیں بھی "کلمات اللہ" کی طرح حساب کتاب اور شمار میں نہیں لایا جا سکتا۔

"ارشاد ہوا' اے رسول اللہ کہہ دیجئے کہ (اللہ تعالیٰ جل جلالہ' عم نوالہ' وعز برہانہ کا علم و معرفت لا محدود اور ناپیدا کنار ہے) اگر کائنات ہستی کے ممکن بحور' سیاہی (روشنائی) بن جائیں اور ہم اتنے ہی سمندر ان کے لئے اور فراہم کرلیں اور پروردگار اعظم کے کلمات طیبات (اسرار و حکم' عجائبات' کمالات' محامد و محاسن) کا احاطہ کرنا چاہیں تو سیاہی (روشنائی) کے یہ بحرذخائر ختم ہو جائیں گے' لیکن ان کا احاطہ نہ کر پائیں گے' خواہ ایسے ہی اور سمندر ان کی مدد کو لائیں۔(۱۸-۱۰۹)

انہی کلمات اللہ ہی کے بارے میں مزید اس طرح بھی ارشاد باری ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام اشجار سے قلم تیار کئے جائیں اور سمندر (دوات) بن جائیں اور اس میں سات سمندروں کی روشنائی اور شامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات موعظمت و ہدایت اور اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا احاطہ کرنا چاہیں تو ان کا احاطہ ناممکن ہوگا۔ یہ سب ختم ہو جائیں گے(اور اعتراف ہوگا کہ ماہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم) وہ لامتناہی غلبے والا ہے' وہ لامحدود حکمتوں والا ہے۔"(۳۱-۲۷)

یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا انداز ہے کہ ارشادات کو مختلف انداز اور اسلوب میں برائے تفہیم کامل پیش کرنے پر کلی طور پر قادر ہے۔

اللہ ایک ہے اللہ وہ ذات باری ہے جو اکیلا ہے اور اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے"اے محمد! اس امر کا تنفیذی انداز میں اعلان کر دو کہ وہ ذات پاک جس کا نام اللہ ہے وہ ایک ہی ہے"۔ (۱۱۲-۱)

اور وہ "تمہارا پروردگار صرف اللہ ہی ہے۔"(۷-۵۴) اور اسی طرح"جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے(وہ سب) اللہ ہی کا ہے' بیشک اللہ بے پرواہ اور سزاوار حمد و ثنا ہے"۔ (۳۱-۲۶)

اللہ تعالیٰ وہ ہے جو زندہ ہے جسے موت نہیں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' تو اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو۔ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار

Marfat.com

ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔(۴۰-۶۵)

اسی مد میں مزید ارشاد باری یوں ہے کہ "وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق اور کوئی نہیں ہے' وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے' وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"۔ (۵۹-۲۲)

اللہ تبارک و تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے' وہ وحدہ لاشریک ہے جس کے سوا کوئی بھی عبادت اور فرمانبرداری کے لائق نہیں ہے۔ یہ لاشریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی کوئی طاقت غالب آ جائے۔ اس صورت میں اللہ کی خدائی معرض خطرہ میں رہے گی' اسی حوالے سے یہ فرمایا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

وہ لاشریک ہے

وحدہ لاشریک ہونے کا یہ بڑا ہی واضح مطلب ہے کہ وہ ایسا اللہ کامل ہے جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات میں سے بوجہ صفات کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں' یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو وہ سب سے اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اور اعلیٰ نہیں ہو سکتا وہی اللہ ہے سب ادنیٰ و اعلیٰ اسی کی عبادت بلا شرکت غیرے کرتے ہیں بلکہ اس کی عبادت میں بھی کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم ہے۔

پھر فرمایا کہ عالم الغیب ہے' یعنی اپنی ذات کو وہ خود آپ ہی جانتا ہے' اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم گویا آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں' مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔

پھر اسی اللہ کے بارے میں قرآن مجید ہی میں فرمایا گیا ہے کہ وہ عالم الشہادۃ ہے' یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان اسی طرح سے نظر نہیں رکھ سکتا' وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا' اور اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا کہ ایسا کب ہو گا؟ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔

Marfat.com

باعث سامان راحت وہ اللہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے محض اپنے لطف و کرم سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی کے عمل کی پاداش میں ان کے لیے سامان راحت میسر کرتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہی ہمارے لیے بنا رکھا گیا ہے۔

اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے' اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا' اور ہر ایک چیز کی جزا وہ اپنے ہاتھ میں اور اپنے اختیار میں رکھتا ہے' اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین اور آسمان کی حکومت سونپ دی ہو' اور وہ خود الگ تھلگ ہو کر بیٹھا ہو اور آپ خود وہ کچھ نہ کرتا ہو وہی کارپرداز سب کچھ جزا سزا دیتا ہو یا آئندہ دینے والا ہو۔

ایک بے عیب بادشاہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک بے عیب بادشاہ ہے' اس پر کوئی داغ عیب نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں ہوتی اور نہ عیب سے خالی ہو سکتی ہے۔ اگر' مثلاً تمام رعیت جلاوطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بھاگ جائے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی' یا اگر تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے تو نظام سلطنت کس طرح چل سکے' اور اگر رعایا کے لوگ اس سے بحث شروع کر دیں کہ تجھ میں اور ہم سے زیادہ کیا ہے' تو وہ کون سی اپنی لیاقت ثابت کرے۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے' وہ تو ایک دم میں تمام ملک کو فنا کر کے اور نئی مخلوقات پیدا کر سکتا ہے۔ اگر وہ اللہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو پھر بجز ظلم کے اس کی بادشاہت چل نہ سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دے کر پھر دوسری دنیا کہاں سے لاتا۔ کیا وہ نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بھیجنے کے لئے پھر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی معافی اور نجات دہی کو واپس لیتا' تو اس صورت میں اس کی خدائی میں فرق آتا۔ اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح ایک داغدار بادشاہ ہوتا۔

عام قانون شاہی میں یہ جائز ہے کہ ایک جہاز کو بچانے کے لئے ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈال دیا جائے اور انہیں ہلاک کر دیا جائے۔ مگر خدا کو تو یہ اضطرار پیش نہیں آتا۔ بلکہ خدا کا جہاز تو تمام قدرتوں کے ساتھ سچے انصاف پر چل رہا ہے۔

Marfat.com

سلامتی دینے والا

اللہ تعالیٰ تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ وہ تو سلامتی دینے والا ہے۔ اس کے معنی بھی ظاہر ہیں کہ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا تو وہ لوگوں کے ہاتھوں سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا' چنانچہ اللہ کے علاوہ باقی باطل معبودوں کے بارے میں بھی قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے کہ:

"اے لوگو! ایک مثال سنائی جاتی ہے غور سے سنو! اللہ کے سوا جن (خود ساختہ) معبودوں کو تم پکارتے ہو' انہوں نے ایک مکھی تک پیدا نہیں کی' اگر یہ تمہارے سارے معبود اکٹھے ہو کر زور لگائیں' جب بھی پیدا نہ کر سکیں' اور (پھر اتنا ہی نہیں بلکہ) اگر ایک مکھی ان سے کچھ چھین لے تو ان میں قدرت نہیں کہ اس سے چھڑا لیں' تو دیکھو' طلب گار بھی یہاں درماندہ ہوا اور مطلوب بھی درماندہ (یعنی پرستار بھی عاجز ہیں اور ان کے معبود بھی عاجز) (۲۲-۷۳)

اللہ نور السمٰوٰت والارض

اللہ نور ہے یعنی ارض و سما میں جہاں بھی روشنی ہے وہ خدا کی عطا کردہ ہے' روشنی مادی ہو یا فکر و بصیرت کی روشنی' سب خدا ہی کی عطا کردہ ہے' اور پھر یوں بھی ہے کہ "اللہ کائنات کو نور عطا کرنے والا ہے۔" (۲۴-۳۵)

نور یعنی روشنی کی یہ خاصیت اور خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دکھانے کے لیے کسی اور کی محتاج نہیں ہوتی۔ وہ فی ذاتہ روشن ہوتی ہے اور دوسروں کو روشنی عطا کرتی ہے' اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اللہ مومنین کو ظلمات سے نور کی طرف لاتا ہے جبکہ طاغوت لوگوں کو نور سے ظلمات کی طرف لے جاتا ہے۔" (۲-۲۷۵)

اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو نور عطا کرنے والا ہے۔ کائنات میں یہ نور مادی روشنی بھی ہے اور وہ ہدایت بھی جو ہر شے کے اندر از خود موجود ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت اور نور پیدا کیے ہیں اور یہ ظلمت اور نور برابر نہیں ہو سکتے اور قرآن میں تو یہاں تک بھی بتایا گیا ہے کہ "اور یہ مخالفین چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو بجھا دیں لیکن یہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔(۹-۳۲)

"اور یہ منکرین حق چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی لافانی روشنی (نظام ہدایت) کو اپنے

Marfat.com

مونہوں کی پھونک سے بجھا دیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی تمام کفر سامانیوں کے باوجود اپنے نور کو اتمام و کمال تک پہنچا کر رہے گا' اگرچہ یہ امر منکرین حق کو کتنا ہی برا لگے۔" (۶۱-۸)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو اس انسان کو تخلیق کیا ہے' اس میں بھی اللہ نے اپنے نور کو رکھا ہوا ہے' انسان کی تخلیق دراصل کسی ڈارونی فلسفہ تخلیق سے نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تو شروع ہی سے انسان تخلیق کیا ہے' البتہ اس شعور اور ادراک کا بدستور ارتقاء ہوتا رہا ہے اور یہ ارتقاء جاری ساری رہے گا۔

اللہ کون ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک عظیم تر۔ ایک بزرگ تر اور وحدہ لاشریک ہستی ہے۔ اس اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں اور ان کے درمیان لاتعداد مخلوقات پیدا کر رکھی ہیں' ان مخلوقات میں انسان تو صرف انہی سے آگاہ ہے جو اس کے حواس خمسہ کے حوالے سے اس کے فہم و ادراک میں آتی ہیں' بہر صورت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی کوئی حد اور کوئی شمار نہیں ہے۔ لیکن واحد ایک اللہ ہی ان سب کا مالک' خالق او رازق ہے' اللہ تعالیٰ کا اپنی تمام مخلوقات پر تصرف کلی ہے' اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور سب پر محیط ہے۔

ہر طرح کے تمام اختیارات اور ہر طرح کا اقتدار محض اسی اللہ ہی کو حاصل ہے' اللہ تعالیٰ کے اختیارات و اقتدار کی کرسی بڑی بڑی وسیع اور ہر شے پر غالب اور محیط ہے کوئی شے اور کوئی مقام اور جگہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کی دسترس سے باہر نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا ہے جو دے دیتا ہے اور جس سے چاہے جو چھین لیتا ہے' اپنے اس اقتدار و اختیار میں اسے کسی صلاح کار' مشیر یا نائب کی ضرورت نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ ہی قضا و قدر کا موجب' باعث اور قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر ایک کا ملجا و ماویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ دور بین سے کوئی بھی شے کہیں بھی مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے بلکہ کوئی بھی شے اللہ تبارک و تعالیٰ کی خبر گیری کے بغیر نہیں رہتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اگرچہ انسان کے کسی بھی حواس یا تمام حواس سے حسی طور پر ادراک و شعور میں آنے سے ماورا اور مبرا ہے' اسے دیکھا' چھوا' چکھا' سنا یا سونگھا نہیں جا سکتا لیکن اس کے باوجود بھی وہ اللہ بحوالہ قرآن مجید "ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ

Marfat.com

اس کے قریب ہیں۔" (۵۰-۱۶)

و نحن اقرب الیه من حبل الورید

فرمان الٰہی ہے کہ " ہم تو اس (بندے) سے اسکی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" صوفیانہ حوالے سے اس قرابت کو یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل سے اس کی وریدوں سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس کی روح سے' اس کی حیات سے بھی زیادہ قریب ہے' اس کی نظر اسکی آنکھ (بصر) سے اتنی قریب نہیں جتنا اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے' اس کا لعاب دہن اتنا قریب نہیں جتنا کہ حق تعالیٰ اس سے قریب ہے۔

خالق کی مخلوق کے ساتھ اس قدر زیادہ قربت کوئی یوں ہی بے معنی نہیں ہے بلکہ اس قرابت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بندے کے اعمال کی حفاظت کی جائے' اس حوالے سے جہاں آسمان اور زمین وغیرہ کی پیدائش کا ذکر ہے تو اس میں انسان کی پیدائش اور اس کے ساتھ ہی اس کے اعمال کی حفاظت کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد باری یوں ہے کہ "اس میں (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع) کرنے والے ہر بندے کے لیے بصیرت ہے اور نصیحت ہے۔" (۵۰-۸) گویا یہ رجوع سوجھانے اور یاد دلانے کے لئے بھی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ہر مخلوق سے بخوبی باخبر اور واقف ہے اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ کو نہ صرف انسان کے اعمال کا ہی علم ہے بلکہ ان برے خیالات کا بھی علم ہوتا ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور برے خیالات کا ذکر بالخصوص اس لیے کیا کہ شریروں کی سزا کا بھی خصوصیت سے ذکر موجود ہے' اور پھر یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خالق فطرت انسانی ہے' وہی اس کی اندرونی' بیماریوں اور وساوس سے بھی باخبر ہے۔

بسم اللہ۔ اسمائے حسنیٰ کا ایک خلاصہ

بعض مفسرین نے بتایا ہے کہ "بسم اللہ" کے "بسم" کے اندر چوبیس اسماء الحسنیٰ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے یعنی "ب" کے اندر باری' بصیر' بر' باعث' باسط اور باقی' اور "س" کے اندر سمیع' سید' سریع الحساب' سلام اور ساتر ہیں اور پھر "م" کے اندر ملک القدوس' مالک الملک' منان' مجید' مومن' مہیمن' مقتدر" مغیث' مکرم' منعم' مفضل اور مصور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء الحسنیٰ کا مفصل ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔

کئی لوگ ان اسماء الحسنیٰ کو بھی اسمائے اعظم قرار دیتے ہیں۔ بہرصورت اللہ تبارک و

Marfat.com

تعالیٰ اپنے اسم اللہ ذات کے سب سے افضل اور سب سے ارفع و اعلیٰ اسم مبارک کا دیگر تمام صفاتی اسماء الحسنیٰ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی نام اس "اللہ" کے اوصاف اور رحمتوں' فیاضیوں برکتوں اور اکرام و انعامات سے خالی نہیں ہے۔

اللہ ہی سب کی پناہ گاہ ہے

اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ سب اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اللہ پر یقین رکھنا ہی اللہ پر بھروسہ کرنا ہے اور وہی اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور انھیں قبولیت بخشتا ہے' اور اللہ ہی اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

اللہ نور بصیرت ہے

انسان کے شعور و ادراک کو جو یہ بصیرت اور غور و فکر کی روشنی میسر آتی ہے یہ ساری دراصل نور حق ہی میں سے ملتی ہے اور اسی نور حق ہی کی بدولت انسانی عقل' عقلی دلائل پیدا کرنے میں بہت قوی اور شوخ ہو جاتی ہے' اور نتیجتاً انسان غلطی کرنے سے بچ جاتا ہے۔

اس ظاہری اکتساب نور یا فیض نور حق کے ساتھ ساتھ انسان روحانی طور پر بھی بدستور متنیر ہوتا رہتا ہے۔ یوں وہ مادی دنیا کے ساتھ ساتھ روحانی دنیا میں بھی ہمہ وقت ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔

اسی مادی اور روحانی ترقی کے حوالے سے ایک دعا کو قرآن مجید نے خود ریکارڈ کیا ہوا ہے کہ "اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہماری دنیا بھی حسنات بھری حسیں کر دے اور ہماری آخرت بھی حسنات بھری حسیں کر دے' اور ہمیں نار دوزخ کے عذاب سے بچا۔"

اللہ اب نہیں رب ہے

دنیا کے کئی مذاہب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو ایک عظیم پالنہار اور چوپان ہونے کے حوالے سے "اب" یعنی باپ کہہ کر بھی پکارتے ہیں لیکن اگرچہ اللہ تعالیٰ کو مقام باپ پر رکھنا دنیاوی اعتبار سے ایک بہت بڑا درجہ اور مرتبہ دکھائی دیتا ہے' لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کو محض "اب" یا باپ کہہ کر اس کی رحمتوں اور عنایات کو گویا محدود اور مقید کر دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں انسانی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "رب" اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ رب کا تعلق اپنی مخلوق سے اس سے بڑھ کر ہے جو باپ کا تعلق اپنی اولاد یا بیٹے

Marfat.com

سے ہے۔ دعاؤں میں "ربنا" کا استعمال ہی ہوا ہے۔ قرآن مجید میں انسان کی اکثر دعائیں اور التجائیں "ربنا" سے شروع ہوتی ہیں' گویا ہر دعا کا مقصد انسانوں کو کمال حقیقت تک پہنچانا ہے' کیونکہ رب وہ ہے جو ہر شے کو اس کے کمال تک پہنچاتا ہے۔ مگر "اب" انسان کو اس کے کمال تک نہیں پہنچاتا۔ پس اللہ کو "اب" کہہ کے پکارنا اسے گویا ایک ادنیٰ درجہ دینا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ تو وہ ہستی ہے کہ جس نے ہر شے کے مناسب حال اس کو پیدائش بخشی ہے' اور پھر اس شے کو اپنے کمالات مطلوبہ حاصل کرنے کے لئے راہ دکھلا دی۔ اب اگر اس تناظر میں باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو دیکھیں کہ "ربنا الذی اعطی کل شیی ء خلقه ثم هدیٰ" (حضرت موسیٰ نے کہا کہ) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شے کو خاص صورت دی اور پھر اس کی (ارتقاء اور ترقی کی جانب توازن بدوش) رہنمائی کی۔" (۲۰-۵۱)

گویا اس آیت کے مفہوم پر نظر رکھ کر انسان سے لے کر تمام بحری اور بری جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ تک کو دیکھا جائے تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ ہر ایک چیز کی بناوٹ اس کے اس مناسب حال ہوتی ہے کہ جس میں وہ اپنے مطلوبہ کمالات کو حاصل کرتی چلی جائے۔ یہی اس کا کمال حقیقت تک پہنچنا ہوتا ہے۔

اللہ معبود حقیقی ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ معبود حقیقی ہے اس کی خدائی میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ یہ ساری خدائی پوری کی پوری بلا شرکت غیرے اس غیرفانی ذات کی ہے' جو کسی کی بخشی ہوئی' زندگی سے نہیں' بلکہ آپ اپنی حیات سے زندہ ہے۔ "اسی اللہ کے بل بوتے پر کائنات کا یہ سارا نظام قائم ہے۔ اپنی سلطنت میں خداوندی کے جملہ اختیارات کا مالک وہ خود ہی ہے۔ کوئی دوسرا نہ اس کی صفات میں اس کا شریک ہے' نہ اس کے اختیارات میں اور نہ اس کے حق میں۔"

اللہ تعالیٰ حاکمیت غیر محدود ہے اور اسی طرح اللہ کے اختیارات بھی غیر محدود ہی ہیں۔ "اس کی حکومت میں نہ تو کوئی بالاستقلال شریک ہے اور نہ کسی کا اس کے ہاں زور چلتا ہے کہ وہ اپنی سفارشوں سے اس کے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکے نہ کوئی دوسرا اس (اللہ) کے کام مین دخل دے کیسے سکتا ہے۔ جبکہ کسی دوسرے کے پاس وہ علم ہی نہیں ہے جس سے وہ نظام کائنات اور اس کی مصلحتوں کو سمجھ سکتا ہو۔ انسان ہوں یا جن یا فرشتے یا

Marfat.com

دوسری مخلوقات' سب کا علم ناقص اور محدود ہے- کائنات کی تمام حقیقتوں پر کسی کی نظر بھی محیط نہیں- پھر اگر کسی چھوٹے سے چھوٹے جز میں بھی کسی بندے کی آزادانہ مداخلت یا اٹل سفارش چل سکے تو سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائے- نظام عالم تو رہا درکنار' بندے تو خود اپنی ذاتی مصلحتوں کو بھی سمجھنے کے اہل نہیں ہیں' ان کی مصلحتوں کو بھی خداوند عالم ہی پوری طرح جانتا ہے اور ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس خدا کی ہدایت و رہنمائی پر اعتماد کریں' جو علم کا اصلی سرچشمہ ہے-"

قانون فطرت کے تحت اس کائنات یا ماورائے کائنات جو کچھ بھی واقع ہو رہا ہے یا ہوتا رہتا ہے' وہ سب اللہ ہی کی جانب سے ہے- ہر طرح کا "قانون بنانے والا اللہ ہی ہے اور جو نتائج اس قانون کے تحت رونما ہوتے ہیں وہ سب حقیقت میں اللہ کے اذن و ارادہ کے تحت ہی رونما ہوا کرتے ہیں-"

اللہ کی نشانیاں اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نشانیاں ہیں- اور اللہ کی ان تمام نشانیوں سے بھی اظہار حق اور تفہیم الٰہی ہوتی ہے- اللہ تعالیٰ کی یہ ساری نشانیاں انسان کے اپنے نفس اور ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں- اور یہ ساری نشانیاں ایک ہی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں- یعنی یہ کہ موجودات عالم میں اللہ صرف ایک ہے' باقی سب بندے ہیں- پھر جو شخص ان تمام نشانیوں کے مقابلہ میں کسی حقیقت شہادت کے بغیر' کسی علم' کسی مشاہدے اور کسی تجربے کے بغیر- مجرد قیاس و گمان یا تقلید ابائی کی بنا پر' دوسروں کو الوہیت کی صفات سے متصف اور خداوندی حقوق کا مستحق ٹھہراتا ہے- ظاہر ہے اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہو سکتا-

اللہ پر بندے کے صحیح ایمان کے معنی ہی یہی ہیں کہ ایک ایسی ذات کو مانا جائے کہ جس کے اندر وہ تمام صفات موجود ہوں کہ جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے- اور اس حوالے سے اگر بغور دیکھا جائے تو شروع سے اخیر تک پورا قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہی مشتمل ہے-

فضائل و اعمال

لفظ اللہ کے لاتعداد فضائل اعمال ہیں- اللہ کے اس اسم ذات کے عملیات اور

Marfat.com

خواص کو ایک اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

(۱) اللہ ہی اسم اعظم ہے' لہٰذا اس کا ورد ہر حالت اور ہر صورت میں بے شمار برکات و فیوض کا باعث ہے۔

(۲) جو شخص اس اسم کو مجرد یا "یا اللہ" کی صورت میں ایک ہزار بار پڑھے وہ صاحب یقین ہو جاتا ہے۔

(۳) ہر نماز کے بعد جو شخص اس اسم مبارک کو ایک سو بار پڑھے گا وہ جلد ہی صاحب کشف اور صاحب باطن ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص خلوص نیت کے ساتھ چالیس دن تک تین ہزار بار پڑھ کر آٹے کی چھوٹی چھوٹی گولیوں پر پھونک مار کر گولیوں کو ہر روز دریا میں ڈالتا رہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس اسم اعظم کی طفیل اس کی ہر مراد پوری کر دیتا ہے۔

(۵) جو شخص اس اسم اعظم کو لکھ کر سدا اسے مدنظر رکھے گا وہ ہر طرح کی برائی سے بچا رہے گا۔

(۶) اگر کوئی اسم اللہ ذات کو کسی کاغذ پر خوش خط لکھ کر اپنے سامنے رکھ لے اور پھر ہر روز اسے کم از کم تین بار دیکھ لے تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہو گا۔ اس کی یادداشت سدا بحال اور برقرار رہے گی۔

(۷) اگر کسی کا دل گھبراتا ہو' خوف اور ڈر کی کیفیت بے تاب کر رہی ہو یا اضطراب قلب کا عارضہ ہو تو اسم اللہ ذات کے ذکر سے وہ اس صورت سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

(۸) کسی بھی ظالم جابر اور سخت مزاج حاکم سے ملاقات کرنے سے پہلے چند بار اسم اللہ ذات کا ورد کر لیا جائے تو اس طرح کا حاکم نرم خو اور مہربان ثابت ہو گا۔

(۹) اسم اللہ ذات کے مسلسل ورد سے بندے کو عشق الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔

(۱۰) اسم اللہ ذات کا ذکر بندے کو ہر طرح کے خوف اور خطرے سے سدا آزاد کیے رکھتا ہے۔

(۱۱) اسم اللہ کا تعویز کہ جس پر سات بار لفظ "اللہ" لکھا ہو اس تعویز کو پانی میں گھول کر یا کسی اور کھانے پینے والی چیز کے ساتھ کھانے یا کھلانے سے کند ذہن لوگ لوگ

Marfat.com

ذہین ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) اگر کسی عمارت یا مکان کی پیشانی پر خلوص کے ساتھ تین بار "یا اللہ" لکھا ہوا تو وہ عمارت یا مکان یا کمرہ سماوی آفات سے محفوظ رہتا ہے۔

(۱۳) معاش میں خیروبرکت اور کسائش رزق کے لیے ہر نماز کے بعد اسم اللہ ذات کی ایک تسبیح کی جائے تو ایسا شخص کبھی غربت کا شکار نہیں ہوتا۔

(۱۴) کمر، سینے یا پسلیوں کی درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی دوسرا شخص انگلی سے درد کرتے ہوئے حصے پر سات بار "یا اللہ" لکھے تو اس سے ضرور افاقہ ہو جاتا ہے۔

(۱۵) ہر طرح کے سفر سے پہلے اسم اللہ ذات کا ورد کر کے دعا مانگی جائے تو سفر بخیر و عافیت گزرتا ہے اور گھر میں بھی ہر طرح سے امن و سلوک اور خیرو عافیت رہتی ہے۔

(۱۶) اگر کسی عورت کو بچے کی پیدائش کے وقت درد معمول سے زیادہ ہو رہا ہو تو اسے چھیاسٹھ بار یا ایک سو چھبیس مرتبہ پانی دودھ یا کسی اور کھانے کی چیز پر پھونکیں مار کر کھلایا جائے تو درد سے نجات مل جاتی ہے اور بچہ بھی آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۷) اگر کوئی شخص کسی ناجائز جھگڑے یا غلط تہمت کا شکار ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اسم اللہ ذات کا ورد کثرت کے ساتھ کرے۔

(۱۸) مرض نسیان کے لیے اسم اللہ ذات کا دم کیا ہوا پانی یا دودھ سات دن پینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۱۹) ادائیگی قرض کیلئے ہر روز صبح کی نماز کے بعد چھیاسٹھ بار اسم اللہ کا ورد کرنا باعث برکت ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ قرضہ ادا کرنے کی کوئی صورت پیدا کر دیتا ہے۔

(۲۰) ہر مرض اور بیماری اور عارضے سے نجات حاصل کرنے کے لئے جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد سے مغرب تک "یا اللہ" کا باوضو ورد کرنا بہتر اور مفید ہوتا ہے۔ یہ عمل متواتر تین جمعے تک جاری رکھا جا سکتا ہے۔

(۲۱) اگر کسی حاملہ عورت کو ہر روز ایک سو چھبیس مرتبہ "یا اللہ" پانی پر دم کر کے آخری مہینوں میں وہ پانی پلایا جائے تو زچہ ہر طرح کی تکلیف اور نقصان سے محفوظ رہے گی اور بچہ بھی خوب صورت اور باکردار پیدا ہو گا۔

Marfat.com

الآخر

الآخر ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۸۰۱

عدد واحد ——— ۹

آخر-الآخر اس لفظ کے معنی ہوتے ہیں سب سے آخر آخیر میں' آخر والا سب کے بعد۔ سب سے پیچھے' یعنی سب فناہ ہوں گے صرف وہ اکیلا ہی سب کے بعد باقی اور زندہ رہ جائے گا۔ اس لفظ آخر کے یہ بھی معنی ہوتے ہیں کہ جو پہلے آنے والوں کے بعد میں آئے' اسی سے آخرت بنی ہے' اور اس حیات آخرت پر ایمان۔

ھوالاول والآخر اس سلسلے میں قرآن مجید میں "ھو الاول والاخر" وہ صفات میں یوں ہے کہ "وہ اللہ سب سے پہلے اور سب سے آخر یا سب سے پیچھے ہے۔" (۵۷-۳ جزوی)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے احاطہ علم کا بیان ہے کہ وہی اول ہے اور وہی آخر ہے۔ جب کچھ نہیں تھا تو وہ تھا اور پھر جب کچھ نہیں ہو گا تب بھی وہ ہو گا۔ اسی نے

Marfat.com

ہر چیز کا آغاز کیا ہے اور بالآخر ہر چیز کی وراثت اسی کو لوٹنے والی ہے۔
اس سے مراد یہ ہے کہ اس پروردگار کی ذات' زمان و مکان کی نسبتوں سے ماورا ہے' سب سے اول بھی ہے اور سب سے آخر بھی وہی۔ اس کے لیے نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا۔ وہ ہر شے پر غالب ہے لیکن اس کا غلبہ غیر مرئی اور غیر محسوس طور پر کام کرتا ہے۔ گویا اللہ کا قانون ہوتا ہی غیر مرئی ہے اور غیر محسوس ہے لیکن اس کے نتائج محسوس اور مرئی ہوتے ہیں۔ یا یوں سمجھ لینا چاہیے کہ جملہ کائنات اس کی صفت خالقیت و ربوبیت کی مظہر اور اس کی ہستی کی زندہ شہادت ہے۔ "اس کی ذات انسانی نگاہوں سے پنہاں اور مشہور ہے۔ اس اعتبار سے وہ باہمہ بھی ہے اور بے ہمہ بھی۔ اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔"

اللہ کے الآخر ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس سے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ یعنی سب مخلوق کے فنا کے بعد باقی رہنے والا ہے۔

آخرت

قرآن مجید میں بحوالہ لفظ "آخر" کئی اور افعال استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں آخرۃ سب سے اہم ہے۔ اور پھر آخرۃ وہ بتائی گئی ہے کہ جس میں مستقبل ہوتا ہے' قرآن مجید کا نظریہ زندگی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ انسانی زندگی اسی دنیا کی زندگی نہیں' زندگی مرنے کے بعد بھی آگے چلتی ہے اور اسے حیات آخرت یا اخروی زندگی کہا جاتا ہے۔

مومن صرف اپنی زندگی میں حال ہی کی خوشیوں پر نظر نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے حال کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ مستقبل کی کامرانیوں اور خوشگواریوں کو بھی اپنا نصب العین سمجھتا ہے' اس سے اس کا آخرت پر ایمان پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ایمان بالآخرت پر متعدد آیات موجود ہیں اور یہ بھی ہے کہ ایمان بالآخرت کے ساتھ اطاعت خداوندی کی تلقین بھی ہے۔ مومن وہی ہوتے ہیں جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں تک بیان ہے کہ آخرت پر ایمان رکھنے والے موت سے نہیں ڈرتے بلکہ وہ اس موت کی تمنا کرتے ہیں اور آخرت پر ایمان والے ہی قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔

پھر اسی طرح قرآن مجید میں آخرت بمقابلہ دنیا بھی متعدد آیات موجود ہیں اور متاع آخرت کو متاع دنیا سے ہر حوالے سے بہتر اور مفید قرار دیا گیا ہے۔

Marfat.com

گو اس لفظ ''آخر'' سے بننے والے متعدد افعال اسی طور پر ہیں کو بعد میں آنے والے دور یا زندگی کے امور اور اموال۔

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص اپنی آخری عمر میں ''یا آخر'' کا ورد اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال میں اضافہ فرماتا رہتا ہے۔ اور پھر اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا ورد کر کے کسی کام یا سفر پر روانہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے عزت اور کامیابی بخشتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا مدام ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں میں رغبت بڑھاتا ہے اور اس کی عاقبت بخیر کرتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا جو مدام ورد کرتا ہے تو اللہ تعال اسے لوگوں میں مقبول اور معزز بنا دیتا ہے۔ اور لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۵) جو شخص ہر نماز کے بعد ایک سو اکیس بار ''یا آخر'' کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے اللہ اپنے فضل و کرم سے اسے چشم خلائق میں معزز' محترم اور مقبول بنائے رکھتا ہے۔

(۶) اس اسم مبارک کا ورد کرنے کے بعد جو دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ اسے جلد قبول فرماتا ہے۔

(۷) اس اسم الٰہی کا ورد کرنے والی لمبی عمر کی اس لیے تمنا کرتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرے اور لوگوں کی خدمت گزاری میں لگا رہے۔

(۸) جو شخص چاہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو' اسے چاہیے کہ وہ ایک ہزار بار ''یا آخر'' پڑھ کر دعا کرے تو انشاء اللہ خاتمہ بالخیر ہو گا۔

(۹) اگر کوئی شخص چاہے وہ نئے لوگوں میں عزت پائے اور جلد مانوس ہو جائے تو اسے چاہیے کہ لوگوں سے ملنے سے پہلے اکتالیس بار ''یا آخر'' پڑھ لے۔

Marfat.com

الاحد

الاحد ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۳

عدد واحد ——— ۴

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں الاحد اور الواحد کے قریباً ایک ہی معنی ہیں' یہ دونوں اسمائے مبارکہ اللہ تعالیٰ کی احدیث و وحدانیت اور توحید کا اظہار کرتے ہیں۔

احد۔الاحد اس احد اور "الاحد" کے معنی ایک' اکیلا کے ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ ایک ہے وہ تنہا ہے وہ منفرد اور یکتا ہے۔ اس کا ہر شے پر اکیلے ہی اقتدار و اختیار ہے۔ اللہ صرف ایک ہی ہے وہی ایک اللہ ہے۔

اللہ احد ہے۔ ایک ہے۔ یکتا ہے - بے مثال ہے۔ یگانہ ہے اکیلا ہے' وہ واحد ہے۔ اس اعتبار سے اس کی احدیث ' یکتائی اور توحید بھی ایک ہی ہے اس میں کوئی شریک نہیں ہے۔

اس احد کے یہ بھی معنی ہیں کہ انسان کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی الہ یعنی معبود

Marfat.com

نہیں ہے۔ وہی اللہ واحد اور احد ہے' وہی قوت والا' غلبہ اور حکمت کا مالک ہے' بلکہ کائنات کا نظام اس حقیقت پر شاہد ہے کہ اللہ الاحد کے ساتھ کوئی اور الہ نہیں ہے۔

قل هو الله احد

اے رسول! اعلان کر دو۔ برملا کہہ دو اور اس طرح منادی کر دو کہ ہر شخص سن اور جان لے' نہ کسی کو اشتباہ رہے' نہ کسی مزید سوال و جواب کی گنجائش رہ جائے۔ کہ اللہ ایک ہے اللہ احد ہے۔"اہل لغت نے واحد اور احد میں یہ فرق کیا ہے کہ "احد" وہ ہے جس کی ذات میں کوئی شریک نہ ہو۔ غالباً اسی لیے لفظ احد اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے صفت کے طور پر نہیں آیا۔ اس سے یکتائی و بے ہمگی من کل الوجوہ سمجھی جاتی ہے۔ ہر رشتہ قرابت سے پاکی و برتری اس کا لازمہ ہے۔ اس سے یہ بات نکلی کہ وہ قدیم ہے اور باقی سب حادث و مخلوق۔ ظاہر ہے جو سب سے پہلے خود بخود تھا وہ ہمیشہ سے تھا کیونکہ جو کبھی نیست رہا ہو خود ہرگز ہست نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے دو باتیں ماننی ضروری ہوئیں۔ ایک یہ کہ وہ ہمیشہ سے ہے۔ دوسری یہ کہ اس کے سوا جو بھی ہیں وہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ بے ہمگی کے یہ لازمی نتیجے ہیں کہ جن کا انکار عقل کے خلاف ہے۔ پس یہ کہنا کہ وہ احد ہے دوسرے لفظوں میں یہ کہنا ہے کہ وہ قدیم لم یزل اور خالق کل ہے۔"

احد اور صمد

سورہ اخلاص میں "قل هو الله احد" کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ خدا کی یکتائی اور بے ہمگی مسلمہ ہے۔ اس سے جو یہ تصور سامنے آتا ہے اس سے مغلوب ہو کر کوئی اللہ تعالیٰ کو ایک بالکل الگ تھلگ اور خاموش علتہ العلل نہ سمجھ بیٹھے ورنہ یہ غلط فہمی بھی دوسرے سہاروں کی تلاش کا سبب بن سکتی ہے۔ اس غلط فہمی سے بچانے کے لئے اللہ الصمد کہہ کر وضاحت فرما دی ہے کہ بے شک اللہ ہے تو سب سے الگ تھلگ' بے نیاز و بے ہمہ' مگر وہ سب کی خبر گیری اور دست گیری بھی کرتا ہے۔ سب کے لئے پناہ کی چٹان بھی ہے' سب کا ماویٰ و مرجع بھی ہے۔ اس کے بندے جب اس سے فریاد کرتے ہیں وہ ان کی فریاد سنتا اور ان کی فریاد رسی کرتا ہے۔

اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں

اصحاب کہف کے حوالے ذکر کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہوتا ہے کہ:

"انہیں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے وہ کتنے سال رہے۔ آسمانوں کی

Marfat.com

بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں جو مغیبات ہیں ان کا اسے کلی علم ہے۔ اس کے دیکھنے اور سننے کی شان عجیب ہے۔ ان کافروں کا بھی اس کے سوا کوئی حامی نہیں ہے اور نہ اس کی حاکیت و حکومت میں کوئی شریک ہے۔ (۱۸-۲۶)

اور یوں بھی ہے کہ:

"بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے واحد یکتا ہے۔ پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کی جوابدہی کے لیے پیش ہونے کا یقین ہو' اسے چاہیے کہ اعمال شب و روز میں صالحیت کی راہ اختیار کرے اور اپنے واحد و یکتا پروردگار عالم کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔" (۱۸-۱۱۰):

رب احد

جان لو کہ رب احد وہ ہے کہ جو "رشد و ہدایت کی طرف رہبری کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ ہم اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے وہ (رب احد) ہے۔" (۷۲-۲)

پھر ایک اور تنفیذی اعلان کی طرح منادی کرا دی گئی کہ:

"کہہ دیجئے اے رسول ﷺ میں تو اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور میں اس کا کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔" (۷۲-۲۰):

اللہ احد

"پس اے لوگو تم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو۔" (۷۲-۱۸) -یعنی اللہ کی عبادت کے لئے اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرو۔ یہ توحید کا تقاضا ہے۔ عبادت کا سزاوار چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی دوسرا سزاوار عبادت نہیں ہے۔

اور اس حوالے سے "الاحد" سے لوگوں کو شرک کرنے سے روکا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ ورنہ دوزخ میں ملامت زدہ اور راندہ درگاہ الٰہی بنا کر ڈال دیئے جاؤ گے۔" (۱۷-۳۹ جزوی ہے)۔

بحوالہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح سے اقرار کرتے تھے کہ:

"لیکن میرا تو اللہ تعالیٰ ہی پروردگار ہے۔ اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کروں گا۔" (۱۸-۳۸)

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) "الاحد" ایک بابرکت اسم مبارک ہے۔ جو شخص اس کا ورد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے منفرد اور لوگوں میں صاحب عزو شرف بنا دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص "یا احد" کا ورد کر کے کسی سخت سے سخت حاکم یا منصب دار سے ملے تو وہ نرم مزاج ہو جائے گا اور مہمان کو عزت دے گا۔

(۳) اگر کوئی شخص ایک سو بار "یاواحد یا احد" پڑھ کر سانپ کے ڈسے پر دم کر دے گا تو اس سانپ کا زہر مہلک ثابت نہیں ہوگا۔ اور اللہ شفا بخشے گا۔

(۳) جو شخص "یا احد" کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو جاتا ہے اور پھر وہ ہر طرح کے شرک اور گمراہی سے بچا رہتا ہے۔

(۵) جو کوئی شخص چاہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ اکتالیس مرتبہ صبح و شام "یا احد" کا ورد کر کے دعا مانگے۔ انشاء اللہ بالیقین خاتمہ بالخیر ہو گا۔

(۶) "یا احد" کا ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ عبادت میں حلاوت اور سرور بخشتا ہے۔

(۷) جو شخص ہر نماز کے بعد کثرت کے ساتھ اس اسم الٰہی کا ذکر کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں جرات و بہادری کے جذبات پیدا کر دیتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور ثابت قدمی کی دولت سے بھی فیض یاب ہو جاتا ہے۔

(۸) یا احد کا ذکر کرنے والا شخص بری عادات وساوس شیطانی اور مصیبتوں سے بچا رہتا ہے۔

(۹) اولاد کو صالح اور نیک بنانے کے لیے والدین یا احد کا ورد کریں تو بے حد موثر اور مفید ہوتا ہے۔

(۱۰) طلب فرزند کے لیے "الواحد الاحد" کا بکثرت ورد کرنا چاہیے اور ان اسماء الحسنیٰ کو لکھ کر پاس رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نعمت اولاد سے نوازتا ہے۔

Marfat.com

الاول

الاول ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۳۷

عدد واحد ——— ۱

اول۔الاول اول کا مطلب ہوتا ہے سب سے پہلا یا پھر پہلی مرتبہ کے بھی معنی ہیں۔ سب سے اول' سب سے شروع میں اس سے مراد پہلا بھی ہوتا ہے۔ یعنی وہ کہ جس سے پہلے اور کوئی نہ ہو۔ اس اول کے دیگر معنوں میں پہلا مقدم اعلیٰ افضل عمدہ تر' بہتر اور اس صفت کے دوسرے معانی ابتداء آغاز اور شروع والا بھی ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں ایک دعا کی ذیل میں زبان نبوی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات "الاول والآخر و الظاہر و الباطن" کی حسب ذیل تفسیر موجود ہے کہ "تو اول ہے۔ تجھ سے پہلے کوئی نہیں اور تو آخر ہے تجھ سے پیچھے کوئی نہیں۔ (یعنی سب مخلوق کے فنا کے بعد باقی رہنے والا) اور تو ظاہر ہے یعنی تجھ سے اوپر کوئی نہیں اور تو باطن ہے تجھ سے دور کوئی نہیں۔ یہ مسلم اور ترمذی کی حدیث ہے۔

Marfat.com

پھر اس کی یوں بھی تشریح ہے کہ گویا ظاہر کے ایک یہ معنی کہ تو غالب ہے' تجھ پر کوئی غالب نہیں' اور دوسرے یہ کہ تو سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے' ظہور میں تجھ سے اوپر کوئی نہیں کیونکہ ہر چیز کا ظہور تجھ سے ہے۔

صفت خداوندی قرآن مجید میں "ھوالاول والآخر" کے الفاظ آئے ہیں۔

"وہ اول ہے جس سے پہلے کوئی اول نہیں اور وہ آخر ہے جس کے بعد کوئی آخر نہیں۔" (۵۷-۳ جزوی)

اس اول سے مراد ہے زمان کی حدود سے ماورا۔ یہ وہ لامحدودیت ہے جس کی تصویر انسانی ذہن کر ہی نہیں سکتا' اور اس صفت میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسا اول ہے کہ اس سے پہلے اور کوئی اول نہیں ہے۔ اس اول کی موجودگی میں کسی اور اول کی نہ ضرورت ہے اور نہ کوئی اول تھا۔

اول صفت نبوی بھی ہے اللہ تعالیٰ کے ہر رسول کی یہ پہلی صفت ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے پیغامات خداوندی پر خود ایمان لاتا ہے۔

اس ضمن میں یوں وضاحت ہے کہ:

"رسول اور مومنین ان تمام ارشادات پر ایمان لائے جو رسول اللہ پر اپنے پروردگار کی جانب سے نازل ہوئے سب (اجتماعی طور پر) مومنین اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور ان کا اقرار ہے کہ) ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے مابین کسی ایک میں بھی کوئی تفریق پیدا نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے ارشادات ربانی سنے اور ان کی اطاعت کی۔ اور اے ہمارے پروردگار ہمیں تیری مغفرت درکار ہے۔ ہماری بازگشت تیری طرف ہے۔" (۲-۲۸۵)

پھر بالخصوص حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک موقع پر اس طرح سے اپنے پروردگار کے سامنے اقرار کرنا پڑا کہ:

"اے اللہ تیری ذات پاک ہے' میں اپنی جسارت پر تیرے حضور توبہ کرتا

Marfat.com

ہوں' اور میں اولین مومن ہوں۔" (۷-۱۴۳ جزوی)

اللہ تبارک و تعالیٰ کے رسول اور نبی سب سے پہلے خود اللہ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں' اور اسی طرح وہ خود ہی سب سے پہلے غلط عقائد و نظریات سے اظہار نفرت و بریت کرتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں یوں آیا ہے کہ:۔

(رسول اللہ سے فرمایا گیا کہ) کہ دیجئے اگر اللہ الرحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی پرستش کرتا۔ (۴۳-۸۱)

بحوالہ اول قرآن مجید میں بحوالہ اول "السابقون الاولون" پھر اسی طرح "اول" اور "اولین" بھی استعمال ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں لفظ "اولین" کئی بار قرآن مجید میں آیا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے اول اور سب سے پہلے ہیں' اس لئے جو لوگ اس اسم مبارک کا ورد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ان کا تقویٰ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۲) جس کے ہاں اولاد نہ پیدا ہوتی ہو وہ اس اسم مبارک کو چالیس روز تک باقاعدگی سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے نیک اولاد عطا کرے گا۔

(۳) اگر کوئی شخص چالیس جمعرات ہر جمعرات ایک ہزار بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی تمام مرادیں برلاتا ہے۔

(۵) "یا اول" کا ورد کر کے دم کیا ہوا پانی یا شربت اگر حاملہ عورت کو باقاعدگی سے پلایا جائے اللہ تعالیٰ اس کے ہاں اولاد نرینہ پیدا کرتا ہے۔

(۶) رزق روزی میں اضافہ کے لیے "یا اول" کا ورد کرنا بے حد موثر اور مفید ہوتا۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی بھی مصیبت میں پھنس جائے تو اسے چاہیے کہ وہ جمعہ کا رات کو چالیس ہزار بار "یا اول" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے' اللہ تعالیٰ اس کی ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔

(۸) یا اول کے ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کئی دنیاوی کامیابیاں اور فتوحات بخشتا ہے اور وہ لوگوں میں مقبول ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

(۹) ”یا اول“ کا بکثرت ورد کرنے والا شخص سفر و حضر میں محفوظ و مامون رہتا ہے اور سفر کی مشکلات اور صلاحیتوں سے بھی بچا رہتا ہے۔

(۱۰) ”یا اول“ کا ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ زندگی کی خوشحالیوں اور نعمتوں سے سدا فیض یاب فرماتا ہے اور اس کی ہر جائز مراد کو پوری فرماتا ہے۔

Marfat.com

البَارِیُ

الباری ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۲۱۳

عدد واحد ——— ۶

مراحل تخلیق میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک تواتر کے ساتھ اپنی تین صفات عالیہ کو بیان کیا ہے۔ یعنی خالق' باری اور مصور' یہ تینوں صفات اللہ تعالیٰ کے نظام تخلیق کے تین واضح مراحل ہیں۔

ان میں سے سب سے پہلا مرحلہ خلق کا ہوتا ہے۔ یعنی پہلا مرحلہ اس شے کا ایک تصوراتی خاکہ ہوتا ہے اس خاکے کو ہم ایک ڈیزائن کا نام دے سکتے ہیں۔

پھر دوسرا مرحلہ برء" کا ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ اس شے کو خاکے اور تصور یا ڈیزائن کے مطابق وجود میں لاتا ہے۔

اور اس کے بعد تیسرا مرحلہ تصویر' کا ہوتا ہے' جس میں اللہ تعالیٰ اس شے کو ایک صورت بخشتا ہے اور اس کی نوک پلک درست کر کے اسے آراستہ کرتا ہے۔

Marfat.com

خالق باری خالق جب کسی چیز کو تخلیق کرنے اور پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو جب عمل کن فیکون کے تحت اس شے کا آغاز ہو جاتا ہے تو پھر اس کے نقطہ کمال تک پہنچنے تک دوسرا مرحلہ برء کا آتا ہے' یعنی جب اللہ تعالیٰ اس تخلیق کو سنوارتا سجاتا اور آراستہ کرتا ہے' اس شے کو صورت حسین بخشتا ہے' گویا اسی مرحلے میں وہ شے زیور تخلیق سے مزین ہوتی ہے اور اس کی نوک پلک سنورتی سدھرتی ہے۔

باری۔ بغیر نمونے کے بنانے والا باری - الباری اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقبول اور مشہور اسماء الحسنیٰ میں سے ایک ہے۔ اس اسم مبارک کو اکثر باری تعالیٰ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔

یہ لفظ اصل میں براء سے نکلا ہے۔ اس کے عام معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی چیز یا شے مرئی یا غیر مرئی کو ایسے طور پر پیدا کرنا کہ جس کی پہلے کوئی مثال یا نمونہ موجود نہ ہو۔

خلق اور برء بعض مفسرین اور لسان العرب یوں بھی بتاتے ہیں کہ خلق اور بر میں ایک بنیادی فرق ہوتا ہے' یعنی خلق عام اشیاء کی تخلیق کے لئے ہے اور برء حیوانات کی تخلیق کے لئے مخصوص ہے۔ گویا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ "الباری" وہ ہے جو روح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور ہاں بعض اوقات جواہر اور اعراض کے پیدا کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اس لفظ کو ایک اور معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا یوں بھی ذکر ہے کہ:

"روئے زمین پر جو بھی مصیبت نازل ہوتی ہے یا خود تمہارے نفوس اس میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کے نزول سے پہلے ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے لئے سہل ہے۔" (۵۷-۲۲)

اس مقصد کے لیے قرآن مجید میں "من قبل ان نبراہا" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی مصیبت کے وقت اور مصیبت کے متعلق بھی انہیں استعمال کیا گیا ہے۔

الخالق۔ الباری۔ المصور "سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۲۴ میں اللہ تعالیٰ کے عمل تخلیق سے متعلق روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنی خدا کے پیدا کردہ مختلف عناصر کائنات میں بعض کو ایک دوسرے کے ساتھ ایک خاص توازن یا تناسب کے

Marfat.com

ساتھ اس طرح ملانا کہ اس سے ایک نئی چیز وجود میں آ جائے۔ قدرت کے اس "کن فیکون" والے عمل تخلیق میں' ڈھیروں مختلف عناصر کام آتے ہیں۔

عمل تخلیق کی رو سے ہوتا یہ ہے کہ ان عناصر میں سے غیر ضروری عناصر کو الگ کر کے ضروری عناصر کو ایک خاص تناسب کے ساتھ یکجا کیا جاتا ہے۔ غیر ضروری عناصر کو یعنی وہ عناصر جو اس خاص شے کی تخلیق کے لئے ضروری نہ ہوں' اس طرح الگ کر دینے کی صفت کو "البارى" کہا جاتا ہے۔

اسی تناظر اور توضیح میں جب ان عناصر سے حشو و زوائد کو الگ کر دیا جائے تو پھر جو نئی شے' خاص صورت اختیار کر لیتی ہے۔ خدا کی اس صفت کو "المصور" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قدرت کے اس عمل کو سمجھنے کے لئے ایک کمہار کو سامنے لایئے وہ اپنے چاک پر گندھی ہوئی مٹی کا تودہ رکھ کر چاک کو گردش دیتا ہے۔ اور اس تودے میں سے زائد مٹی کو الگ کرتا چلا جاتا ہے اور اس طرح وہی تودہ ایک خاص برتن کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اشیائے کائنات کے ارتقائی عمل کی یہی صورت ہے۔"

باری۔ الگ کرنے والا

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۵۴ میں بنی اسرائیل کے شرک کے ذکر میں انہوں نے خالق حقیقی اور معبود حق کے بجائے باطل معبود بنا لیے تھے۔ یوں وہ صریحاً باطل میں ملوث ہو چکے تھے۔ اسی پس منظر اور حوالے سے کہا گیا ہے کہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے باطل کو حق سے الگ کر دیا جائے اس مقصد کے لئے کہا گیا ہے کہ تم اس خدا کی طرف رجوع کرو جو البارى ہے۔ گویا اس رجوع کا نتیجہ ہو گا کہ تمہارے قلبی اور ذہنی تصورات و معتقدات سے باطل الگ ہو جائے گا اور تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ خالص خدائے واحد کے قوانین کی اطاعت کر سکو۔

گویا خدائے البارى حق و باطل کو الگ الگ کرنے والی ذات بھی ہے اور ملوثات باطل کو بھی الگ کرنے والی ذات باری ہے۔

سوچ کو نافذ کرنے والا

سورۃ الحشر میں جو یوں مذکور ہے کہ "هو الله الخالق البارى المصور" گویا اللہ تعالیٰ وہ ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور نافذ کرنے والا اور تصویر بنانے والا یعنی منصوبے کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔

Marfat.com

اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے برنگ دگر یوں بیان کیا جاتا ہے کہ پوری دنیا اور دنیا کی ہر چیز تخلیق کے ابتدائی منصوبے سے لے کر اپنی مخصوص صورت میں وجود پذیر ہونے تک بالکل اسی کی ساختہ پرداختہ ہے۔ کوئی چیز بھی نہ خود بخود وجود میں آئی ہے۔ نہ اتفاقاً پیدا ہو گئی ہے۔ نہ اس کی ساخت پرداخت میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر کوئی دخل ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین اور خلاق لایزال ہے کے فعل تخلیق کو تین الگ مراتب میں بیان کیا گیا ہے۔ جو یکے بعد دیگرے واقع ہوتے ہیں۔

پہلا مرحلہ "خلق" ہے جس کے معنی تقدیر یا منصوبہ سازی کے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی انجینئر ایک عمارت بنانے سے پہلے یہ ارادہ کرتا ہے کہ اسے ایسی عمارت فلاں خاص مقصد کے لئے بنانی ہے اور اپنے ذہن میں وہ اس کا نقشہ اور خاکہ سوچتا ہے کہ اس مقصد کے لیے زیر تجویز عمارت کی تفصیلی صورت اور مجموعی شکل یہ ہونی چاہیے۔

دوسرا مرتبہ ہے "برء" جس کے اصل معنی ہیں جدا کرنا' چاک کرنا' پھاڑ کر الگ کرنا۔ خالق کے لیے "باری" کا لفظ اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سوچے ہوئے نقشے کو نافذ کرتا اور اس چیز کو جس کا نقشہ اس نے سوچا ہے' عدم سے نکال کر وجود میں لاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے انجینئر نے عمارت کا جو نقشہ ذہن میں بنایا تھا اس کے مطابق وہ ٹھیک ناپ تول کر کے زمین پر خط کشی کرتا ہے' پھر بنیادیں کھودتا ہے' دیواریں اٹھاتا ہے اور تعمیر کے سارے عملی مراحل طے کرتا ہے۔

تیسرا مرتبہ تصویر ہے جس کے معنی ہیں صورت بنانا اور یہاں اس سے مراد ایک شے کو اس کی آخری مکمل صورت میں بنا دینا ہے۔

باری تعالیٰ اور انسان

ان تینوں مراتب میں اللہ تعالیٰ کے کام اور انسانی کاموں کے درمیان سرے سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ انسان کا کوئی منصوبہ بھی ایسا نہیں ہے جو سابقہ نمونوں سے ماخوذ نہ ہو' مگر اللہ تعالیٰ کا ہر منصوبہ بے مثال اور اس کی اپنی ایجاد ہے۔ انسان جو کچھ بھی بناتا ہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ مادوں کو جوڑ جاڑ کر بناتا ہے' وہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں نہیں لاتا' بلکہ جو کچھ موجود ہے اسے

Marfat.com

مختلف طریقوں سے ترکیب دیتا ہے۔ بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا ہے اور لاتا ہے اور وہ مادہ بھی بجائے خود اِس کا پیدا کردہ ہے جس سے اس نے یہ دنیا بنائی ہے۔ اس صورت گری کے معاملہ میں بھی انسان موجد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کا نقال بلکہ بھونڈا نقال ہے۔ اصل مصور اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہر جنس، ہر نوع اور ہر فرد کی صورت لاجواب بنائی ہے اور کبھی ایک صورت کی ہو بہو تکرار نہیں کی۔

اعمال و فضائل اسماء الحسنیٰ میں "البارئ" اس اعتبار سے اہم ہے کہ ہم اپنی روز مرہ بول چال میں بھی اس اسم مبارک کو عام استعمال کرتے اور باری تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات حاصل کرتے ہیں۔

(۲) اگر کوئی شخص ہر جمعہ کی نماز کے بعد ایک سو بار "یا باری" کا ورد کرنے کو اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

(۳) جو شخص ایک ہفتہ میں ایک سو بار "یا باری" کا وظیفہ اور ورد کرے، اللہ تعالیٰ اسے مرنے کے بعد قبر سے ریاض قدس کی طرف لے جائے گا۔

(۴) جو شخص اپنی کسی بھی نماز میں سورۃ الحشر کی آخری تین آیات (کہ جن میں اسماء الحسنیٰ ایک خاص ترتیب اور ترکیب کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں) کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں خیر و برکت کی فراوانی کرتا ہے اور رات بھر کی عبادت کا ثواب بھی عطا کرتا ہے۔

(۵) جو شخص اس اسم مبارک کا اکثر ورد وظیفہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور خیر و برکت میں ازدیاد و اضافہ کر دیتا ہے۔

(۶) "یاباری" کا جو شخص ورد اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی مصیبت اور مشکل سے بچائے رکھتا ہے۔

(۷) یا باری کا ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ لوگوں میں مقبول بنا دیتا ہے اور اسے عزت بخشتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص غلط طور پر یا ناحق کسی کیس یا مقدمے میں پھنس جائے تو اسے یا اس کے لواحقین کو چاہیے کہ وہ گیارہ ہزار بار "یاباری" کا ورد کر کے اللہ سے دعا

Marfat.com

کریں۔ اس عمل کو تین چار جمعوں تک بدستور جاری رکھا جائے۔ انشاء اللہ نجات مل جاتی ہے اور ناحق مقدمات ختم ہو جاتے ہیں۔

(۹) اگر کوئی بانجھ عورت ہر نماز کے بعد اکتالیس بار "یا باری المصور" کا ورد کر کے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا عارضہ بدستور ختم کر دیتا ہے۔

(۱۰) ہر نماز کے بعد چند بار یا باری کا ورد کرنے سے انسان ہر طرح کے وساوس شیطانی اور خواہشات نفسانی کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے۔

(۱۱) اسم مبارک "یا باری" میں بے شمار شفائی اوصاف اور فضائل موجود ہیں۔ سردرد اور دانت درد روکنے کے لئے اگر "یاباری" کا دم کیا ہوا پانی پی لیا جائے تو اللہ تعالیٰ شفا بخشتا ہے۔

Marfat.com

الباسط

الباسط ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۷۲

عدد واحد ——— ۹

باسط' کشادگی کرنے والا یہ لفظ مادہ "بسط" سے ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں وسیع کرنا' پھیلانا' وسعت بخشنا۔ کشائش کرنا' اضافہ کرنا' بڑھا دینا۔ اس لفظ کے دیگر معانی عطا کرنا' دے دینا' زندگی بخشنا' اور خوشحالی کے بھی ہوتے ہیں۔
اس کے معنی خوشی عطا کرنا اور خوش کرنا بھی ہوتے ہیں۔

باسط' بسط سے اسم فاعل ہے اور یہ واحد مذکر بھی ہے۔

امام راغب نے قرآن مجید کے دو الفاظ یقبض اور یبصط کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یبصط" اور "یبسط" اصل میں ایک ہی ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی کوئی چیز لے لیتا ہے اور کبھی کوئی چیز عطا کر دیتا ہے' کبھی کسی کو مارتا ہے اور کبھی اسے زندگی سے ہمکنار کر دیتا ہے اور پھر اس کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نیکی اور خیر کو اپنی طرف لے لیتا ہے اور پھر اس کو بڑھاتا ہے۔

عطا کرنے والا قاموس القرآن میں "واللہ یقبض ویبسط" کے معنی اس طرح سے بیان کیے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی چھین لیتا ہے اور کبھی عطا کرتا ہے۔ یا ایک قوم سے چھینتا ہے اور دوسری کو عطا کرتا ہے۔ یا پھر ایک مرتبہ جمع کرتا ہے اور دوسری مرتبہ منتشر کرتا ہے یا ایک بار مارتا ہے اور دوبارہ زندہ کرتا ہے۔

اس لیے اللہ الباسط وہ ہے جو کشادگی بخشتا ہے' بالخصوص رزق میں اور روزی کی نعمتوں میں الباسط اللہ کشادگی کرتا' وسعت بخشتا' پھیلاتا اور سامان نشوونما اور مرزوقات کی نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے۔

الباسط بے حساب دیتا ہے بحوالہ باسط' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔ گویا ان کے رزق میں دائمی کشائش فرما دیتا ہے۔ اس حوالے سے یوں فرمان الٰہی ہے کہ: "اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مرزوقات بے حساب عنایت فرما دیتا ہے۔" (۲-۲۱۲ جزوی): مزید اس طرح سے بھی آیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ دیتا ہے اور وہ ہر آئینہ جسے چاہتا ہے بے حساب مرزوقات حیات سے نواز دیتا ہے۔" (۳-۳۷ جزوی)

اسی طرح سورۃ النور اور سورۃ المومن میں بھی واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنہیں چاہتا ہے بے حساب مزورقات زیست فراہم کر دیتا ہے۔ ایسی ہی رزق کی فراوانی اللہ تعالیٰ جنت والوں کے لئے بھی فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنہیں چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے کیونکہ وہی صاحب علم و صاحب حکمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی سب کا رازق اور رزاق و مالک ہے اور وہ "اللہ جس کی روزی چاہے فراخ کر دے۔ جس کی چاہے تنگ کر دے اور یہ کافر لوگ اپنی چند روزہ دنیاوی زندگی کی آسائشوں پر بڑا اتراتے ہیں اور یہ تو آخرت کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔" (۱۳-۲۶)

اللہ رزق کی فراخی کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو جس کے لیے چاہتا ہے رزق کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا

Marfat.com

ہے تنگ کر دیتا ہے۔ جس کے لیے وہ کشادہ کرتا ہے اس سے وہ چاہتا ہے کہ اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنے اور جس کے لیے رزق تنگ کرتا ہے اس کے لیے چاہتا ہے کہ وہ صبر کرے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے اختیار و مشیت میں ہے کہ چاہتا ہے تو کسی کا رزق فراخ کر دیتا ہے اور چاہتا ہے تو رزق میں تنگی کر دیتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس اختیار و قدرت کو مشرکین اور منکرین بھی توعاً و کرہاً مانتے اور تسلیم کرتے رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کہ اس صفت "باسط" کو قارون جیسے بے حد دولت مند لیکن بخیل شخص کو بھی ماننا پڑا اور اس حقیقت ثابتہ کو قارون کے مصاحب بھی ماننے پر مجبور ہو گئے کہ:

"وہ لوگ جو کل اس کی منزلت کی تمنا کرتے تھے قارون کے انجام بد کے بعد کہنے لگے، ہم کو صورت حال کو سمجھنے میں افسوس ہے بڑی غلطی ہوئی! بے شک یہ اللہ تعالیٰ (کی ذات باعظمت و جلال) پر منحصر ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے رزق میں فراخی و وسعت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ دستی و معاشی بدحالی میں گرفتار کر دیتا ہے۔ اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا۔ ہائے ہم فراموش کر بیٹھے کہ گرفتار ان کفر و جحود کبھی نجات نہیں پا سکتے۔" (۲۸-۸۲):

لہٰذا قارون کی دولت اور اس کے خوشحالی والے طمطراق پر فریفتہ ہونے والوں نے قارون کی دولت بے پناہ کا انجام بد دیکھ کر عبرت حاصل کی اور یوں وہ اللہ کے عذاب اور عتاب سے بچ کر عافیت سے ہم کنار ہو گئے۔

اللہ یبسط الرزق اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر رزق کی کشادگی یا تنگی صرف یوں ہی نہیں کرتا بلکہ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا کو تسلیم کرتے ہیں اور پھر کشائش رزق کے دور میں کون اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان سب حقیقتوں کا بخوبی علم ہوتا ہے:۔

"یہ اللہ تعالیٰ رزاق حقیقی ہی کے دست قدرت میں ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رزق میں فراخی اور وسعت دے دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ دست کر دیتا ہے، اور ہاں اللہ کا علم تو ساری اشیائے ارض و سما پر محیط

Marfat.com

ہے۔"(۲۹-۶۲)

اس حوالے سے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی مرضی سے لوگوں کے سامان مرزوقات میں اضافہ وایزا یا تنگی اور کمی کرتا ہے' مزید یوں بھی ارشاد موجود ہے کہ:

"جب ہم اپنی رحمت سے لوگوں کو لزائذ حیات سے لطف اندوز کرتے ہیں تو بڑے شاداں و فرماں ہوتے ہیں اور جب انہیں گزشتہ اعمال بد کے سبب سے تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے تو فوراً جی ہار دیتے ہیں' اور مایوس ہو جاتے ہیں۔

ارشاد ہوا کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کا چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہے اسے تنگ دست بنا دیتا ہے' بلاشبہ ان میں اہل ایمان کے لیے آیات معرفت الٰہی ہیں۔"(۳۰:۳۶-۳۷)

پھر اسی تواتر میں اور اسی سورت میں یہ بھی آیا ہے کہ اہل قرابت محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو' جو لوگ رضائے الٰہی کے طالب ہیں' ان کے لئے یہ بہتر ہے اور یہی لوگ فلاح یافتہ یعنی کامیابی پانے والے ہیں۔

الباسط کیا چاہتا ہے

خدائے الباسط رزق روزی کی اس وسعت اور کشادگی کے باعث چاہتا یہ ہے کہ وہ معاشرہ کو خوش حال اور آسودہ حال دیکھے' اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ جب معیشت میں سے سود کی لعنت ختم ہو اور نظام زکوٰۃ صحیح طرح سے نافذ ہو اور اس سے ان لوگوں کو بھی بجا طور پر مالی فائدہ پہنچے کہ جو تنگ دست اور مفلوک الحال ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جس کو رزق کی فراخی عطا کرتا ہے تو اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کو اب وجد کی وراثت یا اپنے فضل و کمال کا ثمرہ سمجھ کر اپر اترانے لگے اور اس میں سے دوسرے حق داروں کو یکسر محروم کر دے۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے مال میں دوسروں کے حقوق بھی ہوتے ہیں جو اس مالدار کی امانت میں ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ ان حقوق کو ادا کرے' اور اللہ کی راہ میں یہی مال خرچ کرنے کا مفہوم ہے۔ اس کی وضاحت یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ جس طرح سے قرآن مجید میں بھی بتا دیا گیا ہے کہ محتاجوں اور مسافروں کی مدد کی جائے لیکن سب سے پہلے قرابت داروں کا بھی

Marfat.com

اولین حق ہوتا ہے' ان کی مالی مدد بھی ضروری ہے' اور پھر مالدار لوگ جنہیں الباسط سامان زیست اور سامان مرزوقات کی کشادگی اور فراخی عطا کرتا ہے' یہ بھی چاہیے کہ وہ نظام زکوٰۃ و خیرات پر اللہ کے حکم کے مطابق عمل کریں تاکہ معاشرہ بھی فلاح یافتہ ہو سکے۔

یہ صاحب ادراک کے لیے ہے

سورۃ سبا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت باسط کو پے بہ پے دو آیات میں گویا تواتر کے ساتھ شاید یاددہانی کے طور پر بیان کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس شان کو یوں بھی بیان کیا ہے کہ اس پر کیوں صاحب ادراک توجہ نہیں کرتے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ:

"اے رسول انہیں کہہ دیجئے کہ (نادانو) بے شک میرا پروردگار جس کی چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کا ادراک نہیں رکھتے۔" (۳۴-۳۶):

پھر اسی سورت میں دو آیات کے بعد ایک بار مزید یہی ارشاد حق ہوا ہے کہ:

"اے رسول کہہ دیجئے میرا پروردگار ہی اپنے بندوں میں سے جس کو بھی چاہے رزق میں فراخی عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے کمی کر دیتا ہے۔ اور تم جو اس کی راہ میں انفاق کرتے ہو' وہی اس کا معاوضہ اور جزا دیتا ہے۔ اور وہ (اللہ الباسط) بہترین روزی رساں ہے" (۳۴-۳۹):

اس آیت مبارکہ میں رزق کی کشادگی اور فراخی کے تناظر میں انفاق کا بھی ذکر ہے اور "انفاق" سے مراد ہوتا ہے اللہ الباسط کے دیئے ہوئے مال' رزق اور سامان مرزوقات اور اشیائے نشوونما میں سے خرچ کرنا۔ مال کا جمع کرنے کے بجائے ختم کر دینا یا اہل و عیال اور دوسرے لوگوں کے لیے روزانہ کا خرچ مقرر کر کے ختم کر دینا۔

ان آیات مذکورہ میں ایک جانب تو اس غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں مال اور سامان مرزوقات کی افراط اور زیادتی نہ تو خدا کے منظور نظر ہونے کی دلیل ہے اور نہ اس کی کمی خدا کی نظروں میں حقیر ہونے کی' بلکہ یہ کمی و بیشی اس اللہ الباسط کے اختیار اور اس کی حکمت اور منشا پر منحصر ہے۔

اگر وہ اللہ کسی کے رزق میں کشادگی دیتا ہے تو اس کے شکر کا امتحان کرتا ہے اور اسی طرح تنگی سے صبر کر جانچتا ہے اور ہاں شکر کا ذریعہ اور تقاضا یہ ہے کہ بندہ اس رزق کو

Marfat.com

روک کر نہ رکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو چھوٹے چھوٹے انفاق کا بھی بھرپور صلہ دینے والا ہے۔ اور یہ کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے اطمینان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق دینے والا ہے اور اللہ کی بخشش اور عطایان سے باہر ہوتی ہے۔

صاحب ایمان خوب سمجھتے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ انسانی فہم و فراست اور اس کی انسانی اور نفسیاتی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے بخوبی واقف اور آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی اس عجیب روش حیات سے بھی بہت باخبر ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچنے لگتی ہے تو وہ اللہ ہی کو پکارتا ہے' لیکن جب اللہ اسے کوئی نعمت عطا کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ تو اسے اس کے علمی و فنی کمالات کی وجہ سے ملا ہے حالانکہ یہ تو اس کی آزمائش ہوتی ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس صورت احوال سے بے خبر ہوتے ہیں۔ (خلاصہ :۳۹-۴۹)

پھر اسی سورت میں ایک سرزنش اور تنبیہہ کے انداز میں اس طرح سے ذکر موجود ہے کہ:

"کیا ان نادانوں کو علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے کشادہ اور فراخ روزی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تنگ دست اور محتاج کر دیتا ہے۔ ان آیات میں صاحب ایمان قوم کے معرفت الٰہی کے نشان ہیں۔(۳۹-۵۲)

"رزق و فضل کے معاملے میں اس بسط و تقدیر کا جو مشاہدہ کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق بہت سی حقیقتیں سامنے آتی ہیں' مثلاً یہ کہ اس کائنات کی بادشاہی خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ وہی جس کو چاہے بخشتا ہے جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ کسی اور کی اس میں کوئی حصہ داری نہیں ہے' اس وجہ سے بھروسہ صرف اللہ پر ہی کرنا چاہیے۔"

پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام کسی نہ کسی حکمت' مصلحت اور رحمت کے تحت ہوتا ہے۔ اور اہل ایمان کے لیے اس میں معرفت الٰہی کے نشان یہ ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو کس طرح سے قبول کرتے ہیں اور رزق کی کشادگی کی حالت میں اس رزق میں سے دوسروں کا حصہ ان تک پہنچاتے ہیں کہ نہیں اور دوسری صورت میں یعنی حالت "یقدر" میں وہ صبر و استقامت اختیار کرتے ہیں کہ نہیں۔

Marfat.com

اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے صاحب الطاف و عنایات ہے۔ مرزوقات حیات عطا فرماتا ہے جسے چاہے' وہ صاحب قوت عظمیٰ ہے۔ وہ غالب و مقتدر اعلیٰ ہے۔" (۴۲-۱۹) اور یوں بھی کہ "اسی کے دست قدرت میں آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں مہیا مرزوقات حیات کے خزانوں حیات کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ اقوام و ملل میں وہ جس کی چاہے مرزوقات میں وسعت اور کشادگی پیدا کر دے اور جس کی چاہے مرزوقات میں کمی پیدا کر دے' بلاشبہ اس کا علم تمام اشیائے کائنات پر حاوی ہے۔" (۴۲-۱۲)

یبسط کے ایک اور معانی

قرآن مجید میں قریباً بیس مقامات پر "یبسط" کا لفظ "یقدر" اور "یقبض" کے مقابلے میں بطور تضاد آیا ہے اور اس لفظ کا اللہ الباسط نے خصوصاً رزق روزی اور سامان مرزوقات ہی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ رزق کی یہ کشادگی اور وسعت اور کشائش یا فراخی اگرچہ ظاہری کشادگی ماپنے والے پیمانوں اور اکائیوں سے نہیں ماپی جا سکتی' لیکن پھر بھی اس لفظ کا مدعا سمجھانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

لیکن قرآن مجید میں صرف ایک بار یہ لفظ (-یبسط) سچ مچ ایسی کشادگی' وسعت اور فراخی کے لیے استعمال ہوا ہے کہ اس وسعت اور کشادگی کو طول و عرض کی پیمائش کرنے والے قاعدوں کلیوں سے باقاعدہ بلحاظ "بساط" ماپا اور پیمائش کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں سورۃ الروم میں اس لفظ یبسط کا یوں استعمال ہوا ہے:-

> "اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو (آب باراں سے محروم مخلوق کے پاس) خوشگوار ہوائیں بھیجتا ہے' جو سحاب در آغوش ہوتی ہیں' پھر وہ اس سحاب (بادلوں) کو جس طرح سے چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے۔ پھر اسے تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے۔ پھر تو اس میں سے پانی کی بوندیں ٹپکتی ہوئی دیکھتا ہے' پھر وہ باران رحمت اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہے پہنچا دیتا ہے اور ان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔" (۳۰-۴۸)

اس آیت مبارکہ میں بادلوں کا پھیلانا ایسا ہے کہ ان بادلوں کی وسعت' بساط طول و عرض' فراخی اور کشادگی کو ماپا بھی جا سکتا ہے۔ گویا یہاں پر "-یبسط" اپنے لغوی معنوں میں مجسم صورت میں استعمال ہوا ہے جبکہ -یبسط الرزق میں یہی لفظ معنوی مفہوم کے ساتھ

Marfat.com

ہی استعمال ہوا ہے۔

بساط علم والجسم

قرآن مجید میں رزق اور بادلوں کو پھیلانے کے حوالے سے "بسط" کے مجازی اور حقیقی دونوں معنی آئے ہیں' سورۃ البقرہ میں جہاں جناب طالوت کی بادشاہت کا ذکر ہے وہاں بنی اسرائیل کا پیغمبر کے ساتھ ایک تاریخی مکالمہ بھی موجود ہے۔ اس مکالمے میں حضرت سموئیل نے ظالم بادشاہ جالوت کے بعد طالوت کو بنی اسرائیل کا حاکم بنا دیا تھا' اس بہادر' مدبر' طاقت ور صاحب ہمت شخص کی سرداری اور حاکمیت پر بنی اسرائیل بہت چیں بہ جبیں ہوئے۔ اس واقعے اور مکالمے کو قرآن مجید نے بھی ریکارڈ کیا ہے کہ:

پیغمبر نے ان بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ طالوت کو ہم پر بادشاہی کا کیا حق ہے' اس کے مقابلے میں تو ہمیں بادشاہی کا زیادہ حق ہے اور اسے تو مال میں وسعت نہیں دی گئی۔ اس پر پیغمبر نے جواب دیا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تم پر حکمرانی کے لئے منتخب کر لیا ہے اور اسے "بسطة فی العلم والجسم" فضیلت علمی اور قوت جسمانی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب اختیار ہے۔ جسے چاہے اپنی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔" (۲-۲۴۷ جزوی)

جناب طالوت ایک نیک سیرت حاکم اور سردار تھے۔ ان کے بارے میں تورات میں بھی بیان موجود ہے اور یہاں تک بتایا گیا ہے کہ ان کا قد غیر معمولی طور پر مقابلتاً بڑا تھا اور جب وہ لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا تو ایسا قد آور تھا کہ لوگ اس کے کندھے پر آتے تھے۔

گویا جناب طالوت اپنے جسم اور قد و قامت اور طاقت کے اعتبار سے بھی سب سے ممتاز تھے۔ اسی لیے قرآن مجید نے ان جسم کی فراخی کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اگرچہ زیادہ امیر نہیں تھے لیکن بہادر' جری' صاحب علم و بصیرت اور فضیلت علمی کے حامل تھے۔ اسی اعتبار ان کے جسم اور علم کی بساط کا ذکر کیا گیا ہے۔ گویا یہاں پر اللہ الباسط نے "بسطة فی العلم والجسم" میں دونوں معانی ادبی یعنی معنوی اور لغوی کو سمو دیا تھا۔ اس طرح سے "الباسط" کے یہ بھی معنی ہوئے کہ اللہ الباسط لغوی اعتبار سے بھی وسعت اور کشادگی بخشنے والا ہے اور معنوی مفاہیم سے بھی وسعت اور فراخی و کشادگی بخشنے والا بھی

Marfat.com

ہے۔ اس قسم کی بساط سے یہ بھی مراد ہے کہ اس شخص میں جسمانی اور حسن و جمال کی وجاہت اور شان و شوکت بھی تھی اور علم کی بھی وسعت سے وہ فیض یاب تھا۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک کا ورد بہر صورت انسان کے رزق روزی میں اضافہ کر دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص بوقت سحر دس سے چالیس بار "یاباسط" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے لامحتاج بنا دیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص نماز فجر کے بعد یا باسط کا ورد کرنے کو اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق روزی میں اضافہ کر دیتا ہے۔ رزق میں برکت فرماتا اور مفلسی سے بچائے رکھتا ہے۔

(۴) اگر کسی خاوند کی بیوی بدمزاج' ضدی اور درشت لہجہ ہو تو وہ خاوند اگر تین سو بار یا باسط' کا ورد کر کے پانی اپنی اہلیہ کو تین روز تک پلاتا رہے' تو وہ خاتون اچھے مزاج اور طبع پر آ جاتی ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا ہر نماز کے بعد ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات حل کر دیتا اور رزق روزی میں بھی اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص چالیس روز تک ہر روز نماز مغرب کے بعد ایک سو ایک بار "یا باسط" کا ورد کر کے دعا مانگے' تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی ہر دعا قبول فرمالیتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص نماز چاشت کے بعد بہتر بار "یا باسط" کا ورد کر کے دعا مانگے اور گیارہ دن تک اس عمل کو جاری رکھے تو اللہ تعالیٰ بجا طور پر اس کے رزق میں خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ہر رات سونے سے پہلے "یا باسط" کا ورد کرنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے صحت تندرستی اور علم و فضل سے بھی نوازتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص' ہر روز فجر کی نماز کے بعد ایک سو گیارہ بار یا باسط کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام ضروریات پوری فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

الباطن

الباطن ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۶۲

عدد واحد ——— ۸

الباطن، باطن اس لفظ "باطن" کا مادہ "ب ط ن" ہے، جس کے معنی ہوتے ہیں ہر شے کا اندرونی حصہ۔ معاملہ کی اندرونی حالت۔ یہ لفظ ظاہر کی ضد ہے۔ یعنی محسوس کے مقابلہ میں غیر محسوس۔ مرئی کے مقابلے میں غیر مرئی۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت "ھوالظاہر و الباطن" آئی ہیں۔ یہاں پر "الباطن" کے معنی ہیں چھپا ہوا، پوشیدہ یا اندرونی۔ تو اس حیثیت سے وہ ظاہر و باطن ہے کہ اس کے وجود وحدت و خالقیت و حاکمیت کے دلائل عالم آشکارہ ہیں۔ وہ ظاہر ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کی کنہہ حقیقت تک رسائی سے مخلوق قاصر ہے، وہ باطن ہے۔

اللہ باطن ہے باطن کے ایک معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی ملجا اور ماویٰ نہیں کہ جس کی طرف التجا لے جائی جائے اور دوسرے یہ کہ وہ سب چیزوں

Marfat.com

سے زیادہ باطن ہے اور ہر چیز کی حقیقت کو اس کا غیر جانتا ہے۔ یعنی خود اللہ تعالیٰ اور تیری حقیقت کو تیرا غیر نہیں جانتا یا ہر چیز کی معرفت ممکن ہے' لیکن اے پروردگار تیری ذات کی حقیقت کی معرفت ممکن نہیں ہے۔ اور تیسرے معنی باطن کے یوں بھی کیے گئے ہیں کہ اے اللہ تجھ سے قریب تر اور کوئی نہیں ہے۔ اور مفردات میں ہے کہ ظاہر سے اشارہ ہماری بدیہی معرفت کی ہے کیونکہ فطرت جس چیز کی طرف دیکھتی ہے یہی فیصلہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور باطن سے اشارہ ہماری حقیقی معرفت کی طرف ہے۔

اسی ضمن میں حضرت ابوبکر کا قول ہے کہ "اللہ اپنی آیات سے ظاہر اور اپنی ذات میں باطن ہے یا ظاہر اس لحاظ سے ہے کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور باطن اس لحاظ سے کہ اس کا احاطہ نہیں کیا جاتا۔"

سورہ الحدید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اس طرح سے آئی ہے کہ "وہ سب سے زیادہ ظاہر ہے اور سب سے زیادہ مخفی ہے۔" (۵۳-۳ جزوی)

اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ تو ظاہر ہے پس کوئی چیز تجھ سے اوپر نہیں' اور تو باطن ہے پس کوئی چیز تجھ سے اوجھل نہیں' اور یوں بھی کہ اللہ تعالیٰ کا علم اندر و باہر ہر چیز کو محیط کو۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اس کے لیے ظاہر و باطن سب یکساں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت خالقیت و ربوبیت کی مظہر اور اس کی ہستی کی زندہ شہادت ہے لیکن اس کی ذات انسانی نگاہوں سے پنہاں اور مستور ہے۔ اس اعتبار سے وہ باہمہ بھی ہے اور بے ہمہ بھی۔ لیکن اس کا علم ہر شے پر محیط ہے' اور یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بندے کے وہم و گمان سے بھی پوشیدہ اور باطن میں ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم الٰہی کا ورد کرنے والا باطنی طور پر بھی نیک اور روشن باطن والا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے باطنی اسرار سے بھی فیض یاب کر دیتا ہے۔

(۲) یا باطن کا ورد کرنے والا لوگوں میں محبوب اور ہردلعزیز ہو جاتا ہے۔

(۳) بعض اللہ والوں کا خیال ہے کہ اس اسم مبارک کا ذکر عموماً باطنی طور پر دل کے اندر ہی کیا جانا چاہیے۔

Marfat.com

(۴) جو شخص یا باطن کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اس کا سینہ آئینہ کی صاف اور روشن ہو جاتا۔

(۵) جو شخص زبان بند کر کے دل کے اندر "یاباطن" کا ایک ہزار بار ذکر کرے' اللہ تعالیٰ اسے صاحب باطن بنا دیتا ہے' لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حلال رزق روزی کھاتا ہو۔

(۶) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو ایک ہزار اکیس بار ہر روز نماز عشا کے بعد اندھیرے میں بیٹھ کر پڑھے گا وہ خلقت کا محبوب ہو گا۔ لوگ اس سے محبت کریں گے اور دنیا میں اس کا کوئی دشمن نہیں ہو گا۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی چھپے ہوئے راز کا حال جاننا چاہے' اسے چاہیے کہ وہ سات دن تک برابر ہر روز تین ہزار بار رات کے وقت "یا باطن" پڑھنے کے بعد سو جائے۔ انشاء اللہ اسے اس راز کی حقیقت کا سات دن کے اندر علم ہو جائے گا۔

(۸) جو شخص ہر روز تینتیس بار یا باطن پڑھے تو وہ اسرار الٰہی جاننے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔

(۹) ہر طرح کے شیطانی وساوس اور خیالات سے محفوظ رہنے کے لیے ایک ہزار ایک بار "یا باطن" کا ورد کر کے دعا مانگی جائے۔ انشاء اللہ اس کا دل برے خیالات سے پاک ہو جائے گا۔

(۱۰) جو شخص "یا باطن" کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں مقبول بنا دیتا ہے۔ لوگ ایسے شخص سے دشمنی نہیں کرتے۔

Marfat.com

الباعث

الباعث ———— یہ اسم جمالی ہے۔

اعداد ———— ۵۷۳

عدد واحد ———— ۶

باعث ۔الباعث اصل میں مادہ بعث سے ہے۔ اور بعث کے معنی ہوتے ہیں دل کو خواب غفلت سے جگانا' مردوں کو زندہ کر کے اٹھانا' کھڑا کرنا' بھیجنا۔

بعثؓ اس کے علاوہ جو چیز کسی دوسری چیز کی آزادانہ نقل و حرکت کی راہ میں حائل ہو۔ اسے راستے سے ہٹا کر اس شے کی حرکت کو جاری کر دینے کو بعث کہتے ہیں۔ لہٰذا اس دنیا میں افراد یا اقوام کی ترقی کی راہ میں جو موانعات ہوں' ان کے دور ہو جانے کو بھی بعث کہا جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد جو شے حیات نو کے راستے میں حائل ہو سکتی ہے' اسے دور کر کے از سر نو مردوں کو زندہ کر دینا بھی بعث ہے۔

یوم بعث یا یوم یبعثون اس وقت کو کہیں گے جب اس طرح کے یہ موانع دور ہو جائیں۔ مبعوث ان موانع کو بھی کہا جائے گا جو دوسروں کی راہ میں حائل ہوں' اور ان

Marfat.com

لوگوں کو بھی جن کے راستے سے یہ موانع دور کر دیئے جائیں۔ اور پھر اس طرح سے یہ بعث اس دنیا میں بھی ہو سکتی ہے اور مرنے کے بعد بھی۔

"بعث" کے یہ معنی بھی ہوتے ہیں کہ کسی کو بھیجنا۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ کسی کو کسی خاص کام کے لیے مامور کر دینا۔ زندہ کرنا۔ جگانا' متفرق کرنا' بیدار کرنا' جی اٹھنا' اٹھانا اور پھر بحوالہ اردو اس کے معنے بنیاد اور حقیقت کی بھی ہوتے ہیں۔

اس اعتبار سے باعث' الباعث وہ ہوتا ہے جو زندہ کرتا' اٹھاتا' مامور کرتا' بھیجتا' روانہ کرتا' اٹھا کھڑا کرتا اور اس کی راہوں کی مشکلات اور مزاحمتوں کو دور کرتا ہے۔

بحوالہ تاج العروس "بعث" کے معنی موت سے اٹھانے اور نیند سے اٹھانے دونوں پر بولا جاتا ہے' اور پھر ایسا ہی بے ہوشی سے ہوش میں لانے پر بھی بولا جاتا ہے۔ لوگوں یا کسی قوم کو کسی ایک ادنیٰ حالت سے کسی اعلیٰ حالت میں لانے کو بھی بعث ہی کہا جاتا ہے۔

باعث' اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ صفت ہے جس کے تحت وہ افراد اور اقوام کو زندہ کرنے والا' اٹھانے والا اور کھڑا کرنے والا ہے۔

اٹھا کھڑا کرنے والا۔ الباعث

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی بدعہدیوں' توہم پرستیوں اور بے راہ رویوں نے انہیں گویا ایک طرح کی مردہ قوم بنا کر رکھ دیا تھا۔ انہوں نے اپنے خدائے واحد اور خالق حقیقی کو چھوڑ ایک خود ساختہ بچھڑے تک کی پوجا کرنا شروع کر رکھا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ کا اور ہی منشا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حالت میں سے اٹھا کھڑا کیا اور اس کا موقع فراہم کیا کہ ان کی صلاحیتوں کی پوری پوری نشوونما ہو سکے اور ان کی کوششیں بھی ثمربار ہو سکیں۔

"پھر ہم نے تمہیں تمہاری اس موت کی حالت کے بعد تمہیں اٹھا کھڑا کیا' تاکہ تم شکران نعمت کرو۔" (۲-۵۶)

بیدار کرنے والا الباعث

اصحاب کہف کے واقعے کو بھی قرآن مجید نے ریکارڈ کیا ہے' اور اس واقعے میں ان لوگوں کو ایک لمبی نیند کے بعد بیدار کرنے کے حوالے سے اس طرح ذکر موجود ہے کہ:

"اور پھر ہم نے انہیں بیدار کر دیا تاکہ معلوم کریں کہ دو جماعتوں میں سے کس نے ان کی مدت قیام کو صحیح محفوظ رکھا (۱۸-۱۲)

Marfat.com

اس کی تفسیر یوں بھی ہے کہ "چنانچہ وہ اس غار میں کئی برس تک اسی طرح رہے کہ وہ باہر کی دنیا سے منقطع تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مناسب وقت پر اٹھا کھڑا کیا اور باہر نکالا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس مدت میں جبکہ وہ غار میں رہے تھے' ان کی جماعت اور ان کی مخالفت جماعت میں سے کسی نے اس فرصت سے فائدہ اٹھایا' اور اپنے آپ کو تیار کیا" اور پھر جب وہ بیدار ہوئے تو ایک دوسرے سے سوال کرنے لگے' وہ کتنا عرصہ اس غار میں پناہ گزیں رہے ہیں۔" (۱۸-۱۹)

بنی اسرائیل کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی جلاوطنی کو بھی موت سے تعبیر کیا ہے۔ اور سو سال کے بعد ان کی دوبارہ آزادی کو بھی بعث ہی کہا گیا ہے۔

"سو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک سو برس موت طاری کر دی۔ پھر اس کی بعث ہوئی تو پوچھا تو کتنی دیر یہاں رہا۔ اس نے جواب دیا ایک یوم یا اس سے کم' تو ارشاد ہوا کہ تو یہاں سو برس رہا۔ سو سال بعد بعثت ہوئی' اس دوران میں بخت نصر مر چکا تھا' بیت اللہ پھر آباد ہوا اور وہ قصبہ بھی دوبارہ بارونق ہو گیا (خلاصہ: ۲-۲۵۹")

بعث بعد الموت منکرین کی یہ روش تھی کہ وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ جو شخص مر جاتا ہے اسے اللہ دوبارہ نہیں اٹھا سکے گا۔ (۱۶-۳۷)

اس کے جواب میں ارشاد باری ہوا کہ "کیوں نہیں اٹھائے گا یہ وعدہ (بعث بعد الموت) سچا ہے لیکن ان لوگوں کی اکثریت اس سے بے خبر ہے۔" (۱۶-۳۸)

اس سلسلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ جو الباعث بھی ہے نے قریباً بارہ مقامات پر فرمایا ہے کہ "اے رسول اگر تو ان سے بعث بعد الموت کا ذکر کرے تو یہ کافر ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔" (۱۱-۷ جزوی): اس طرح سے بھی آیا ہے کہ:

> "(اور یہ اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ) قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بے شک ان کو دوبارہ زندہ کرے گا جو آسودہ لحد ہیں۔" (۲۲-۷):

Marfat.com

زندگی پوری کرے۔ تم سب
تمہارے اعمال کے بارے میں

یوم البعث | قرآن مجید میں م
قیامت کو بھی "
جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گ
کہ: "پھر قیامت کے دن تم اٹھائے
ہے کہ:

"جس دن اللہ تعالیٰ انہیں ق
اعمال پر انہیں متنبہ کرے گا
چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ش

Marfat.com

ابلیس کی یوم بعث تک مہلت

ابلیس جب راندہ درگاہ ہوا تو اس نے پروردگار سے درخواست کی کہ مجھے یوم البعث تک مہلت دے دی جائے۔ اس واقعے کو قرآن مجید میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ ابلیس کے گستاخانہ رویے' بے جا بحث اور آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کرنے پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا:-

"اسی طرح کے گستاخانہ جواب سے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرزنش ہوئی کہ تو نیچے اتر جا' تیرا حق نہیں کہ تو تکبر کرے (اوعائے کبرائی کرے) میری حضوری سے نکل جا تو تو اپنے مقام سے گر گیا ہے۔ اس پر ابلیس نے کہا بارالہا! مجھے انسانوں کے روز قیامت اٹھائے جانے تک (ان پر دسترس) کی مہلت عطا فرما دے' اس پر ارشاد باری ہوا تمہیں مہلت ہے۔" (۷:۱۳;۹۵)

ابلیس کی اس مہلت طلب کرنے کا ذکر سورۃ الحجر اور سورۃ ص میں بھی واضح طور پر موجود ہے۔ ان سورتوں میں لفظ "یبعثون" استعمال ہوا ہے۔

قرآن مجید میں مزید کئی مقامات پر الباعث کی یہی صفت بعث بڑے ہی دو ٹوک انداز میں بیان ہوئی ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ نے کہا:

"مجھ پر سلام ہی سلام ہے (یعنی سلامتی ہے) جب میں پیدا ہوا' جب میری موت ہو اور جب میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔" (۱۹-۳۳)

بعث - یوم یبعثون

اللہ الباعث کے یوم بعث یا یوم یبعثون کے حوالے متعدد آیات کریمہ میں آیا ہے کہ:

"سب مرنے والے وراء (آگے یا پیچھے) بعث بعدالموت تک برزخ میں ہوں گے۔" (۲۳:۱۰۰ جزوی):

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی کہ:

"اے اللہ مجھے اس دن کی ذلت و رسوائی سے بچا جس روز بعث بعدالموت ہو گی۔" (۲۶-۸۷)

اور اس طرح سے بھی ارشاد ہے کہ:

"وہ (معبودان خود ساختہ) تو خود مردہ ہیں' ان میں تو جان بھی نہیں ہے اور وہ تو

Marfat.com

(۶) اگر کوئی شخص گم ہو گیا ہو اور اس کا زندہ واپس آنا مقصود ہو تو ایسے شخص کے لواحقین کو چاہیے کہ وہ یا باعث کا ختم شریف پڑھیں۔ اس ختم شریف کے لیے تین روزے مسلسل رکھے جائیں اور پھر ہر روز نماز ظہر کے بعد پانچ ہزار بار یا باعث کا ورد کر کے دعا مانگی جائے۔ انشاء اللہ گم شدہ شخص جلد واپس آ جائے گا۔

Marfat.com

الباقی

الباقی	———	اسم جلالی ہے۔
اعداد	———	۱۱۳
عدد واحد	———	۵

الباقی، باقی یہ لفظ "باقی" بقا سے اسم فاعل ہے۔ اور واحد بھی ہے اور مذکر بھی، اس لفظ "باقی" کے معنی ہوتے ہیں سدا رہنے والا۔ باقی اللہ تبارک کی صفت ہے، اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ "الباقی" بھی ہے۔

"الباقی" کے اکثر معنی ہمیشہ رہنے والا، سدا کا بقا اور دوام والا کے ہوتے ہیں یعنی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا، سدا تک قائم رہنے والا۔

بقا اور الباقی کسی چیز کا اس کی اپنی اصلی حالت پر سدا قائم رہنا کو بقا کہتے ہیں، یہی بقا وہ ہوتا ہے جو کبھی اور کسی وقت بھی تغیر پذیر نہ ہو۔ یہ لفظ "بقا" دراصل "فنا" کی ضد ہے، جس کے معنی ہوتے ہیں تغیر پذیر ہو جانا۔ بقیہ کسی چیز کا باقی ماندہ حصہ یعنی وہ جو اسی حالت میں رہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں اسی حوالے سے آیا ہے کہ "کل من علیھا فان و یبقی وجه ربک ذوالجلال و الاکرام۔" روئے زمین پر کائنات ارضی میں جو کچھ بھی ہے فنا پذیر ہے۔ بقا ہے تو صرف تیرے پروردگار کی ذات لافانی کو ہے جو صاحب جلال ہے جو صاحب اکرم ہے" (۵۵: ۲۷-۲۶)۔

گویا کائنات کی ہر شے میں ہر آن تغیر واقع ہوتا رہتا ہے۔ صرف خدا کی ذات ہے جو تغیر سے ماورا ہے۔ یہ ایک عظیم حقیقت ہے جسے قرآن مجید نے بیان کیا ہے اور سائنسی تحقیقات جس کی تصدیق کرتی ہیں۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ پر اس طرح سے بھی وارد ہوا ہے کہ کل شیئی ھالک الاوجھه" اس ضمن میں فان کی جگہ ھالک کا آیا ہے' ذیل میں سورۃ القصص کی متعلقہ پوری آیت کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔

"اے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو' اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کی ذات حی و قیوم کے سوا کائنات سماوی و ارضی کی ہر شے (فنا و ہلاکت کے بلا خیز طوفانوں میں) تباہ و برباد ہو جائے گی۔ کائنات ہستی پر بلا مشارکت احدے حاکمیت اعلیٰ (لہ الحکم) اسی نادر مطلق کی ہے اور تم سب کی مراجعت اور بازگشت اسی کی طرف ہے۔" (۲۶-۸۸)

باقیات الصالحات انسان جو کچھ طبیعی دنیا میں حاصل کرتا ہے یعنی مادی سامان و اسباب حیات و تغیر پذیر بھی ہوتی ہیں اور ختم ہو جانے والی بھی' لیکن اعمال صالحہ کا اثر جو انسان کی ذات پر مرتب ہوتا ہے' وہ تغیر نا آشنا ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے' یعنی موت کے بعد آگے جاتا ہے' اسی کو قرآن مجید نے باقیات الصالحات سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلے میں یوں ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) مال اور بیٹے' مادی زندگی کا سامان زیست و عزت ہیں' اور دراصل باقی رہنے والی چیز تو تیرے اعمال ہیں جو تیرے لیے حسنات پائندہ ہیں اور ثواب کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں اور اس لحاظ سے بھی کہ ان کے ساتھ بہتر عاقبت کی امیدیں اور توقعات وابستہ ہیں۔" (۱۸-۴۶):

اور اس طرح سے بھی سورہ مریم میں آیا ہے کہ:

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی جو راہ ہدایت اختیار کرتے ہیں' راست روی میں اضافہ کرتا ہے' مزید توفیق عطا فرماتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں' عنداللہ' ثواب اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہیں۔" (۱۹-۷۶):

اللہ الباقی کا باقی اور بہتر کیا ہے قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا بقیۃ اللہ سب سے بہتر ہے اور باقی رہنے والا بھی وہی ہے۔

"(اے لوگو) جو اللہ کے پاس باقی رہتا ہے' وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تمہاری زندگی کا محور ایمانیات کاملہ ہے' میں کوئی تم پر نگہبان مقرر نہیں ہوں۔" (۱۱-۸۶):

"بقیۃ اللہ" کے بارے میں یوں ہے کہ اس کی اصل بھی بقاء ہے اور بقا کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کا پہلی حالت پر ثابت رہنا اور اپنے نفس میں باقی رہنے والی صرف ذات باری ہے' باقی سب کا بقا اسی کی ذات سے ہے۔ ایسا ہی بقا اہل جنت کا ہے۔ اور باقیات الصالحات وہ اعمال ہوتے ہیں' جن کا ثواب انسان کے لئے باقی رہتا ہے اور بقیۃ اللہ سے مراد یہی ہے کہ وہ سدا باقی رہتا ہے' اور اس کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ اور اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا اللہ تعالیٰ کا رزق بھی کیے ہیں۔

"تمہارے پاس جو بھی مادی وسائل حیات ہیں سب ختم ہو جائیں گے' ہاں وہی اجر باقی رہ جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہیں عطا ہو گا۔" (۱۶-۹۶):

اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ "وہ ذات ذوالجلال والاکرام ہی بہتر ہے اور پائندہ تر۔ یعنی باقی رہنے والی ہے۔" (۲۰-۷۳ جزوی)

اسی حوالے سے یوں بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو مرزوقات حیات و حلال مادی' ذہنی و روحانی عطا کر رکھے ہیں' وہی ہر اعتبار سے بہتر اور باقی تر ہیں۔

باقی رہنے والی زندگی اللہ تعالیٰ نے بحوالہ "خیرٌ والقبیٰ" کے حوالے سے بھی آیا ہے کہ:

"جو کچھ تمہیں یہاں دیا گیا ہے' وہ دنیاوی زندگی اور اس کی سج دھج ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی زندگی ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں

Marfat.com

ہو۔" (۲۸-۶۰):

یہی مضمون سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی بیان کیا گیا ہے جس میں حیات دنیاوی کی متاع کو عارضی اور وقتی لیکن جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اسے ہی بہتر اور پائیدار قرار دیا گیا ہے' اور اسے صاحب ایمان لوگوں کے لیے پروردگار کی جانب سے انعام کہا گیا ہے۔

اور پھر دنیاوی زندگی کے مقابلے میں آخرت کے بارے میں بھی ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"تم دنیاوی زندگی کو بہتر اور مقدم سمجھتے ہو' درآں حالیکہ آخرت بہتر اور باقی و پائیدار ہے۔" (۸۷:۱۶-۱۷)

الباقی کے حوالے سے اس کے استعمالات میں قرآن مجید میں "اوالوالبقیتہ" کی ترکیب موجود ہے' اور یہ ترکیب ان لوگوں کے لیے ہے کہ جنہیں اس قسم کی خاص صلاحیت حاصل ہوتی ہے' اور اسی طرح "کلمتہ باقیہ" ترکیب بھی استعمال ہوئی ہے۔ گویا یہ ایسا کلمہ' بات یا تعلیم ہوتی ہے جو غیر متبدل ہوتی ہے۔

اللہ خیر وابقٰی ہے سورۃ 'طٰہٰ' میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ واللہ خیر والبقٰی یعنی اللہ ہی سب سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے' وہ تمام دنیا و مافیا سے بہتر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے' اس اسم مبارک کا ورد کرنا انسان میں اعلیٰ اوصاف اور کلمات باقیہ والا بنا دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص جمعے کی رات کو اس اسم الٰہی کو ایک سو بار بڑھ کر اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے تمام اعمال کو اپنے حضور میں قبول فرماتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہفتے کے دن ایک سو بار "یا باقی" کا ورد کرے تو اس کے دشمن مطیع

Marfat.com

ہو جاتے ہیں۔

(۴) اس اسم مبارک کا ورد کرنا دکھ' درد' رنج اور بیماریوں کو دور کرنے کے لیے مفید اور شافی ہوتا ہے۔

(۵) جو شخص ہر روز سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک سو بار اس اسم الٰہی کا ورد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے پریشانیوں' مصیبتوں اور سختیوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص ہفتہ کے دن زوال سے لے کر ظہر کی نماز تک اس اسم مبارک "یا باقی" کو پڑھ کر دعا کرے تو اس کے دشمن مطیع ہو جاتے ہیں۔

(۷) اگر کوئی جمعے کی رات کو ایک ہزار بار یا باقی کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے تمام غموں سے آزاد کر دیتا ہے۔

(۹) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنی معمول بنالیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی و دینی درجات میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۱۰) جو شخص "یاباقی" کا بکثرت ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نقصانات سے بچائے رکھتا ہے اور اسے اپنی معرفت بھی عطا فرماتا ہے اور وہ شخص بیماریوں میں مبتلا ہونے سے بھی بچا رہتا ہے۔

(۱۱) بتایا جاتا ہے عمر اور رزق روزی میں خیر و برکت کے لیے "یاباقی" کا ورد کرنا معمول بنالینا چاہیے۔

(۱۲) کسی عہدے یا مرتبے پر تادیر قائم رہنے کے لیے اس اسم مبارک کا ورد کرنا بے حد مفید اور بہتر ہوتا ہے۔

(۱۳) اگر کوئی شخص نماز چاشت کے وقت "یاباقی" کا ایک ہزار بار ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اس کی برکت سے عبادات الٰہی میں خشوع و خضوع پیدا ہو جاتا ہے اور ہر طرح کے نفسانی اور شیطانی وساوس اس سے دور رہتے ہیں۔

Marfat.com

البدیع

البدیع ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۸۶

عدد واحد ——— 5

بدیع' البدیع بدیع کے معنی ہوتے ہیں ایجاد کرنے والا۔ کسی چیز کو بغیر نمونہ کے بنانے والا۔ ابداع کے معنی ہوتے ہیں کسی صنعت کو بغیر کسی سابقہ نمونے کے ایجاد کرنا۔ اور یہی ابداع جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو کر آئے تو اس کے معنے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کسی شے کو بلاواسطہ آلہ اور مادہ کے اور بلا اعتبار زمان و مکان کے ایجاد کرنا۔ ایجاد کی یہ صورت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ممکن ہے اور کسی کے لیے نہیں' بدیع جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو فعیل بمعنی فاعل ہوتا ہے' دوسروں کی صفت میں بمعنی فاعل بھی آتا ہے اور بمعنی مفعول بھی (مفردات)

"بدیع" کا بنیادی مادہ "ب د ع" ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں ایسا کام جو پہلے پہل ہوا ہو اور اس سے پہلے اس کی کوئی مثال موجود نہ ہو۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت کے

Marfat.com

طور پر بولا جائے گا تو اس کے معنی ہوں گے کسی چیز کو بغیر کسی سامان اور ذریعہ عدم سے وجود میں لانا۔

البدیع اور کن

اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت بدیع السموات والارض ہے۔ اور وہ جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے مجرد امر کے ساتھ وجود میں آجاتی ہے۔

"وہ بدیع السموات تو صاحب ارادہ مطلق ہے۔ جب کن کہتا ہے تو تخلیق کی دنیائیں عالم وجود میں آجاتی ہیں۔" (۲-۱۱۷)

بدیع کے معنی کسی شے کو عدم سے وجود میں لانے اور بغیر کسی مادہ و مثال کے ایجاد کرنے کے ہیں۔ دنیا کے اللہ کے سوا دیگر تمام لوگ اپنے معاملات کے انتظام و انصرام میں معاونین اور شرکاء کے محتاج ہوتے ہیں' لیکن خدا اس طرح کے شرکاء اور معاونین سے بالکل بے نیاز و مستغنی ہے۔ وہ آسمان و زمین کو تنہا اپنی قدرت و حکمت سے وجود میں لایا ہے اور وہ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو بس فرما دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

البدیع۔ عدم سے وجود میں لانے والا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ تو خود ساری کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ لہٰذا اسے بسلسلہ تولید اپنے لیے کسی طرح کی اولاد پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

"وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا سبب اصلی یعنی بدیع ہے۔ اس کی بیوی ہی نہیں ہے تو اولاد کیسے اور اس نے تو تمام اشیائے کائنات کو پیدا کیا اور اس کا علم تمام اشیاء پر محیط ہے۔" (۶-۱۰۱):

اللہ تعالیٰ بدیع السموات والارض ہے۔ یہاں پر بدیع کے معنی ہیں عدم سے وجود میں لانے والا۔ یعنی خدا آسمانوں اور زمین اور تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ گویا جب کچھ نہ تھا تب خدا تھا' یہ ایک مسلم حقیقت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کائنات کی ہر چیز خدا کی مخلوق ہے تو کسی مخلوق کو بیٹوں بیٹیوں کا درجہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے' اور وہ خدا کی خدائی میں کسی راہ شریک ہو سکتے ہیں؟

Marfat.com

وہ البدیع بھی ہے الفاطر بھی

جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت البدیع ہے اسی طرح اللہ کو فاطر السموات والارض بھی کہا گیا ہے۔

"اے رسول انہیں کہہ دیجئے کہ کیا آسمانوں اور زمین کو عالم وجود میں لانے والے اللہ وحدہ لاشریک لہ کو جس سے احتیاج رزق پوری کائنات کو ہے اور اسے احتیاج رزق کسی سے نہیں ہے' چھوڑ کر غیراللہ کو دوست بناؤں۔" (۶-۱۴ جزوی):

اور اسی طرح وہی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کی ابتداء کرتا ہے اور وہی اسے مکمل کرتا ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"تم سب کی اسی کی طرف بازگشت ہے۔ وہ صادق الوعد ہے۔ بلاشبہ وہی پہلے مخلوق پیدا کرتا ہے' پھر وہی دوبارہ زندگی دے گا تاکہ اہل ایمان کو منصفانہ جزا دے۔" (۱۰-۴ جزوی):

تخلیق کائنات

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر "البدیع" نے اپنا اظہار فرمایا ہے کہ اسی نے ہر چیز اور ارض و سموات کو پہلی بار پیدا کیا ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ:

"اسی کو پکارو جس نے تمہیں پہلی پیدا جس طرح پیدا کیا ہے' تمہاری دوبارہ پیدائش بھی اسی طرح ہوگی۔" (۷-۲۹ جزوی):

اس کے بعد ایک اور مقام پر یوں بڑی وضاحت کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے اور ساتھ ہی معبودان باطل کی نفی بھی کی جاتی ہے کہ:

"اے رسول ان سے پوچھئے' تمہارے خود ساختہ شریکان خدا میں سے کون ہے جو مخلوقات کو پیدا کرے اور پھر ان کی تخلیق کا بعد موت اعادہ کرے؟ کہہ دیجئے وہ اللہ ہی ہے جو پہلی بار مخلوق پیدا کرتا ہے اور پھر بعد موت دوبارہ زندہ کرے گا۔ تم کہاں الٹی راہ چل رہے ہو۔" (۱۰-۳۴):

پھر یوں بھی ہے کہ "جس طرح ہم نے ابتدا میں تخلیقی عمل کی جلوہ نمائی کی تھی' اسی طرح اس کا اعادہ کریں گے۔" (۲۱-۱۰۴ جزوی) اور اسی طرح "بھلا کون ہے وہ ذات جو خلقت کی تخلیق کرتی ہے اور موت کے بعد از سرنو اس کی تخلیق پر قادر ہے۔" (۲۷-۶۴ جزوی):

Marfat.com

اللہ البدیع پہلی بار پیدا کرتا اور پھر اعادہ کرتا ہے

"یہ اللہ البدیع ہی ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ کرنا اس اللہ کے لیے سہل اور آسان ہے۔" اس جانب سورۃ العنکبوت میں بڑی ہی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اور پھر یوں بھی دوہرایا گیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ خلق کا ابداء کرتا ہے (پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے) اور پھر دوبارہ پیدا کرے گا اور پھر تم سب کی اسی کی طرف بازگشت ہے۔" (۳۰-۱۱):

اسی سورۃ الروم کی بعد کی ایک آیت مبارکہ میں پھر وارد ہوا ہے کہ:

"اور وہی ہے جو خلق کا ابداء کرتا ہے اور موت کے بعد دوبارہ پیدا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے آسان ہے۔ ارض و سما میں اس کی عظمت و جلالت کی بلندیاں بے نظیر و بے مثال ہیں۔ وہ صاحب غلبہ اور صاحب حکمت ہے۔" (۳۰-۲۷)

انسانی تخلیق کی ابتداء

اس مصور مطلق نے کہ جو اپنی صفت میں "البدیع" بھی ہے اپنی ہر مخلوق کو حسین ترین رعنائیوں سے مالا مال کردیا ہے۔ لیکن اصل میں اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا "طین" (یعنی پانی میں ملی ہوئی مٹی) سے کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق میں بہترین حسن و توازن رکھا ہے۔ یہ سب اللہ کی انسانی تخلیق کی ایک سکیم ہے۔ خدا کے عالم امر میں اس تخلیق انسانی کے طے پا جانے کے بعد اللہ نے اس کا آغاز "طین" یعنی بے جان مادہ سے کیا' جسے غیر نامیاتی مادہ کہا جاتا ہے۔ اور پھر اس بے جان مادہ کے ساتھ پانی کی آمیزش ہوئی تو اس میں سے زندگی کے اولین جرثومہ کی نمود ہوئی' اس کے بعد یہ کاروان حیات مختلف مراحل طے کرتا ہوا اس وادی میں پہنچا جہاں افزائش نسل بذریعہ تولید (یعنی نر اور مادہ کے اختلاط سے) ہوتی ہے۔ (۳۲:۶-۸) اور (۳۷:۱۱): بحوالہ مفہوم القرآن:

یہ سب پروگرام اور سکیم اسی اللہ البدیع کی ہے جو "بلاشبہ وہی پہلے پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرتا ہے:(۸۵-۱۳):

بہرصورت اللہ البدیع عالم کو بغیر کسی مثال اور نمونے کے پیدا کرنے والا ہے اور وہی

Marfat.com

دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت "البدیع" جو ہے' اس کے حوالے ہی سے وہ چیزوں کو نئی صورت اور انداز میں پہلی بار پیدا کرنے اور پھر اس کا اعادہ کرنے والا ہے۔ اس اسم مبارک کا ورد کرنا باعث خیر و برکت ہوتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ستر ہزار بار "یا بدیع" کا ورد کر کے پروردگار سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے تمام مہمات سے بحسن و خوبی سرخرو کرتا ہے اور اس کے بگڑے کام بھی بنا دیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ایک ہزار بار بدیع السموات والارض پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اس کی کوئی مہم سر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی' اور اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات دور کر دیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص باوضو ہو کر رات کے وقت "یا بدیع" کا ورد کرتے ہوئے سو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کئی طرح کی برکات اور نعمتوں سے نوازتا ہے' اسے خوابوں میں بھی کئی اہم اشارات فرما دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر روز "یا بدیع السموات والارض" کا ستر بار ورد کرنے کا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات اور پریشانیاں دور فرما دیتا ہے۔

(۶) یا بدیع کا ورد کرنے والا شخص قدرت الٰہی کے عجائبات کو نہایت غور اور فکر سے ہر ایک چیز اور امر کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کے لائق ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ہر روز ایک ہزار بار "یا بدیع" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر مرض سے محفوظ رکھتا اور پریشانیوں اور غموں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۸) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا بفضل تعالیٰ اسرار الٰہی سے فیض یاب ہوتا ہے۔

(۹) اگر کسی شخص کو اس کے عہدہ سے بے جا یا ناحق معزول کر دیا گیا ہو تو وہ ہر نماز کے بعد "یابدیع" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے منصب یا عہدے پر بحال کرنے کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

(۱۰) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد سات سو بار یا بدیع کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

(۱۱) ہر طرح کی پریشانی "یابدیع" کا ورد کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔

(۱۲) مال و دولت اور سازو سامان کی حفاظت کے لیے عشاء کی نماز کے بعد ۱۲۱ بار یا بدیع پڑھ کردم کریں اور دعا کریں تو اللہ تعالیٰ خوب حفاظت فرماتا ہے۔

Marfat.com

البرُّ

البر ———— اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۲۰۲

عدد واحد ———— ۴

البر کا مطلب ہوتا ہے حدود فراموش وسعتوں کا مالک۔ زندگی میں کشادگی کی راہیں پیدا کرنے والا۔ گویا رحیم کے ساتھ ہی اللہ کی یہ صفت بر بھی آئی ہے۔

بَرٌّ-بِرٌّ (ب - ر - ر) کا ترجمہ عام طور پر نیکی کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے اس لفظ کا صحیح مفہوم سامنے نہیں آسکتا۔ اس مادہ کے اصل معنی وسعت، کشادگی اور کثرت کے ہیں۔ قرآن کریم کی رو سے بر ان کاموں کو کہا جائے گا جن سے کشادگی کی راہیں کھل جائیں۔ یعنی جن سے انفرادی طور پر نگاہ میں فراخی، قلب میں کشادگی اور انسانی ذات میں وسعت پیدا ہو جائے اور اجتماعی طور پر سامان زیست میں کثرت اور فراوانی حاصل ہو جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک نام صفاتی بر بھی ہے۔ اس کے معنی

Marfat.com

مہربان۔ سدا سچ بولنے والا اور سدا ہی سچائی والا ہیں۔ اس سے احسان کرنے والے کے معنی بھی لیے جاتے ہیں۔

یہ لفظ بر سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔ اور یہ لفظ بحر کے مقابلے میں بطور "بر" یعنی خشکی کے وسیع میدان کے لیے بھی آیا ہے۔

"بر" بطور اللہ تعالیٰ کی صفت

اللہ تبارک و تعالیٰ صفت "البرالرحیم" بھی ہے:(۵۲-۲۸)

یعنی وہی احسان کرنے والا (رحیم) رحم کرنے والا ہے۔

اس صفت بر کے یہ معنی ہیں کہ وہ اللہ نہایت وسعت اور کشاد سے سامان نشوونما عطا کرنے والا ہے۔ کائنات کے دستر خوان پر سامان نشوونما کی فراخی سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ اس کا عطا کرنے والا کس قدر "بر" واقع ہوا ہے۔ انسان کے اندر اسی صفت خداوندی کا (علیٰ حد بشریت) انعکاس' اس میں بر کا جوہر پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وہ ابرار ہیں جن کا مقام جنت ہے۔ "ارشاد ہوا (ابرار) نیک لوگ آسائشوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔" (۸۲ : ۱۳) ان کے مقابلہ میں فجار آیا ہے۔ یعنی وہ جن کی ذات میں انتشار ہو گیا ہو۔ اور یقیناً فجار لوگ تو دوزخ میں ہوں گے۔"(۸۲-۱۴):

بر سے بر والے اور ابرار

قرآن مجید میں کافروں کی معمولی دنیاوی منفعتوں کے مقابلے میں "ابرا" کے بارے میں فرمایا ہے کہ:-

"البتہ وہ لوگ جو اپنے رب کے تقویٰ شعار ہیں۔ ان کے لیے باغات ہیں جن میں نہریں رواں ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے نزول اطعمہ و اشربہ ہوتا ہے (مہمانی ہے) اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ (ابرار یعنی) راست کرداروں کے لیے بہت ہی اچھا ہے۔"(۳-۱۹۸):

ابرار لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کی خیروبرکت عطا ہوتی ہے اور ایسے ہی لوگ ہیں وہ کہ جن کی معیت و رفاقت کی آرزو ہمیں سکھائی گئی ہے۔ اس ضمن ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"اے ہمارے پروردگار بے شک ہم نے ایک منادی کو ندا کرتے سنا کہ وہ دعوت ایمان دے رہا ہے کہ اپنے پروردگار کی ذات بے ہمتا پر ایمان لے

Marfat.com

آؤ(اے ہمارے پالن ہار! ہم نے اس کی دعوت پر صحیح قلب سے لبیک کہا) پس ہم حلقہ بگوش اسلام (اہل ایمان) ہو گئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما دے۔ ہماری برائیوں کو ہم سے دور فرما دے اور ہمیں نیکوکاروں (یعنی ابرار) کے ساتھ وفات دے۔"(۳-۱۹۳):

کس قسم کے کام "البر" میں آتے ہیں؟

اس سلسلے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ رسمی طور پر عبادات یا مناسک کو ادا کر لینا "بر" نہیں ہے۔ چنانچہ اسی طرح سے ارشاد ہوتا ہے کہ:

"ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا مشرق اور مغرب کی طرف رخ کر لینا ہی نیکی نہیں ہے۔ اصل نیکی تو اس کی ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے یوم آخرت پر ایمان ہے۔ ملائکہ اور کتب الٰہیہ اور انبیاء پر ایمان ہے اور جو اس کی محبت میں رشتہ داروں یتیموں' مسکینوں مسافروں اور گردن چھڑانے (قید یا قرض سے) میں مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ نظام صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا نظام معیشت قائم کرنے والے ہیں۔ جو عہد کرتے ہیں تو ان کا ایفا کرتے ہیں۔ تنگدستی' بیماری اور لڑائی کی حالت میں صبر کرنے والے ہیں یہی لوگ ہیں' جو حق کے علمبردار ہیں اور یہی لوگ ہیں جو تقویٰ شعار ہیں۔" (۲:۱۷۷-۱۷۶)

اور اس طرح "بر" تو ہے تم لوگ قوانین خداوندی کی نگہداشت کس حد تک کرتے ہو۔"(۲-۱۸۹ جزوی):

اور پھر اس طرح سے بھی آیا ہے کہ:

"اے مسلمانو! تم برو نیکی میں ہرگز کسی امتیازی مقام پر فائز نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر اور علیم ہے۔"(۳-۹۲)):

تعاونو علی البرو التقوٰی

ایک خاص ابرار بھرا اور رحمتوں اور برکتوں کا معاشرہ پیدا کرنے کے لیے قرآن مجید میں ارشاد باری اس طرح سے ہوتا ہے کہ:

"نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ اور برائی اور زیادتی

Marfat.com

میں تعاون نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہے۔"(۵-۲ جزوی)

اللہ بر الرحیم

"انه هو البرالرحیم" یہ فقرہ غایت درجہ ممنونیت کے اظہار کے طور پر کہ وہ لوگ کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا وہ کہیں گے کہ وہ اللہ بڑا ہی باوفا اور بڑا ہی مہربان ہے کہ نہ صرف اس نے وہ تمام وعدے پورے کیے جو اپنے بندوں سے کیے' بلکہ ان کو اپنے کرم مزید سے بھی نوازا۔ یہ لفظ "بر" جب اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر آتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں سے جو وعدے کیے ہیں' وہ سب کو پورا کرنے والا ہے۔ صدق اور وفا اس لفظ کی اصل روح ہے۔ اس کے ساتھ رحیم کا اضافہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اللہ صرف وعدے ہی پورے کرنے والا نہیں بلکہ بندوں کی کوتاہیوں سے درگزر کو اپنے مزید افضال سے نوازنے والا بھی ہے۔(۲۸:۵۲ جزوی):

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت البرصرف ایک بار قرآن مجید میں آئی ہے باقی کئی آیات میں اس کے مستغنیات آئے ہیں' اور یوں اس لفظ کی مزید وضاحت ہوتی چلی گئی ہے۔

اعمال وفضائل

(۱) اس اسم الٰہی کے ورد سے بندہ آفات کے خوف اور ڈر سے آزاد ہو جاتا ہے اور وہ سدا امن و سکون میں رہتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص "یا بر" کو سات بار پڑھ کر کسی بچے پر دم کر دے تو وہ بچہ جوان ہونے تک ہر طرح کی آفات اور مشکلات سے بچا رہتا ہے۔

(۱) اس اسم الٰہی کے ورد سے بندہ آفات کے خوف اور ڈر سے آزاد ہو جاتا ہے اور وہ سدا امن و سکون میں رہتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخ"یابر" کو سات بار پڑھ کر کسی بچے پر دم کر دے تو وہ بچہ جوان ہونے تک باامن اور نیک رہتا ہے

(۳) "یابر" کا ورد کرنے والا شخص شیطانی وساوس اور بری عادتوں سے بچا رہتا ہے۔

Marfat.com

(۴) اسم اسم حسنہ کا ورد کرنے والا شخص بفضل ایزدی نیک خصلت، رحم دل سخی اور خوش اخلاق بن جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں مقبول بنا دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص بری خصلتوں اور عادتوں میں پھنسا ہوا ہو تو اسے چاہیے کہ ہر روز گیارہ بار قبلہ رو کھڑا ہو کر "یابر" پڑھے۔ اور گیارہ دن تک اس عمل کو جاری رکھے۔ انشاء اللہ وہ بری عادتوں سے نجات پا لے گا۔

(۶) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد ایک سو بار "یابر" کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے آلام اور پریشانیوں سے بچائے رکھتا ہے۔ اور اسے اعمال بد سے بھی دور رکھتا ہے۔

(۷) اس اسم مبارک کا جو شخص اکثر ورد کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے غم روزگار سے بچائے رکھتا ہے اور سدا اس کے رزق روزی کے ذریعہ معاش کو بحال اور برقرار رکھتا ہے۔

(۸) جو شخص کسی بھی طرح کا سفر کرتا ہوا، دوران سفر "یابر" کا ورد کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی مشکلوں اور سفر کی صعوبتوں سے بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

البصیر

البصیر ———— اسم جمالی ہے۔

اعداد ———— ۳۰۲

عدد واحد ———— 5

البصیر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک صفاتی نام "البصیر" ہے۔ اس کا تعلق اور مادہ "بصر" ہے۔ بصر آنکھ کو کہتے ہیں اور دیکھنے کی قوت کو بھی' اور دل کے اندر جو قوت مدرکہ ہے اس کو بصیرت کہتے ہیں اور بصر بھی۔

البصیر جو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی میں سے ہے' اس سے مراد ہے کہ تمام اشیاء کو دیکھتا ہے ظاہر کو بھی اور مخفی کو بھی' بغیر کسی آلہ کے۔ اور بصر اس کے حق میں وہ صرف ہے جس سے تمام اشیاء کے کمال اوصاف کا انکشاف ہوتا ہے۔

بصر کے معنی کسی بات کا دل میں اتر جانا اور علم کے بھی ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے "بصیر" کے معنی جاننے اور علم رکھنے والے' سب سے بڑے عالم بھی ہیں۔ اور اس سے مراد گواہ اور شاہد بھی ہے۔ پھر اسی مادے سے جو لفظ بصیرت بنتا ہے اس کے معانی قوت

Marfat.com

اور ادراک، ذہانت، حجت، دلیل، عبرت و موعظت بھی ہوتے ہیں۔ اسی اعتبار "بصیر" دیکھنے والا، بینا، ہوشیار، ماہر اور واقف کار بھی ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے "بصیر" سے مراد اس طرح سے دیکھنے والا نہیں جس طرح انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر بات کا علم رکھتا ہے اور ہر شے اور انسان کا ہر عمل اس کے سامنے رہتا ہے۔ اس کے قانون مکافات سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

البصیر کی شانِ بصیرت

سورۃ الکھف میں اللہ البصیر کی شان بصارت و بصیرت کو خوب بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک خاص واقعے اور لوگوں کی لاعلمی اور بے بصیرتی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ اصحاب کہف اس غار میں کتنی مدت تک رہے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

"انہیں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے سال (غار میں) رہے۔ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں جو مغیبات ہیں، ان کا کلی علم اسی کو ہے۔ اس کے دیکھنے اور سننے کی شان عجیب ہے۔ ان کافروں کا بھی اس کے سوا کوئی حامی نہیں ہے اور نہ اس کی حاکمیت و حکومت میں کوئی شریک ہے۔(۱۸-۲۶)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی دو صفات بصیر اور سمیع کو "ابصربہ واسمع" کے طور پر استعمال کیا گیا ہے یہ مبالغہ اور غایت درجہ تعریف کا اسلوب بیان ہے۔ یعنی کیا کہنے ہیں اس کے دیکھنے کے اور سننے کے :وہ بہت ہی خوب دیکھنے اور سننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کوئی بات اور کوئی چیز بھی اس کے احاطہ سمع و بصر سے باہر نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب اس علیم و خبیر سے کوئی شے پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے تو اس پر لوگوں کی قیاس آرائیاں کیا معنی رکھتی ہیں۔

بصیر بمعنی شاہد اور گواہ

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کے اعمال و افعال پر اللہ البصیر شاہد، گواہ اور نگران بھی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں اس طرح سے آیا ہے کہ:

"ان لوگوں کی مثال جو رضائے الٰہی کے لیے اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور

Marfat.com

ثبات ذات کے لیے (نیکی ثابت ہے) ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک گلستان ہے اونچی جگہ پر' اس پر شدید بارش ہوئی۔ وہ گلستان دو گنا پھل لایا اور اگر اس پر بارش نہ ہوئی تو اسے پھوار ہی کافی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر نگران ہے۔" (۲-۲۶۵)

اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"سنو! کہ زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(زندہ بھی وہی کرتا ہے اور مارتا بھی وہی ہے) نیز تمہارے سارے اعمال اس کی نظر میں ہیں۔" (۳-۱۵۶ جزوی):

"(اعمال کے اعتبار سے) ان لوگوں کے عنداللہ مختلف درجات ہیں۔ اور لوگوں کے تمام اعمال اللہ کی نگاہ میں ہیں۔" (۳-۱۶۳)۔

اسی طرح سورۃ الاحزاب' میں بھی اسی حوالے سے ایک ارشاد باری ہے کہ:

"وہ وقت یاد کرو اور ان انعامات کو یاد کرو (جو تم پر نازل ہوئے) اے اہل ایمان! جب تم پر کفار کے لشکر چڑھ دوڑے۔ پس ہم نے ان پر باد تند و تیز کے جھکڑ چلا دیئے اور ایسے لشکر بھیجے جو تم نے نہیں دیکھے' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔" (۳۳-۹)

انسانوں کے اعمال و افعال اور ان کے کرتوتوں پر اللہ ہر حال میں اور ہر حوالے سے گواہ اور شاہد تو ہے ہی لیکن صورت حال یہ ہے کہ قیامت میں یہ انسان اور اس کے اعضاء جوارح خود اس کے خلاف شاہد اور گواہ ہوں گے ارشاد ہوتا ہے:

"جب تم اعمال غیر صالح میں مصروف ہوئے تھے(اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپتے تھے" تمہیں کبھی گمان تک نہ تھا کہ تمہارے کان' تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں بھی تم پر گواہی دیں گی' تم تو یہ بھی گمان کرتے تھے کہ جو کچھ تمہارے کرتوت تھے۔ ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ بھی نہیں جانتا۔" (۴۱-۲۲):

نیز اس طرح سے بھی ہے کہ اور تو اور "بلکہ انسان تو اپنے آپ پر خود شاہد ہے۔" (۷۵-۱۴):

Marfat.com

تعملون بصیر اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور دیکھنے کی اس صفت بصیر کے حوالے سے قرآن میں متعدد آیات میں اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ تم لوگ ظاہری، باطنی، خفیہ یا لوگوں سے پوشیدہ یا چھپ کر تنہائیوں میں یا اندھیروں اجالوں میں، مکاری سے یا نیک نیتی سے، اچھائی کے لیے یا برائی کے لیے جو عمل بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، اللہ کو اس کی خبر ہے۔ اللہ کو تمہارے ان تمام کاموں اور اعمال کی خبر اور علم اس طرح سے ہے کہ وہ سب دیکھتا ہے۔ اس سلسلے میں کبھی سمجھانے کے حوالے سے اور کبھی تنبیہ کے لیے، کبھی سوجھانے اور باخبر کرنے کے سے انداز میں اور کبھی روکنے کے سے حکیمہ طریق سے پھر کبھی نیتوں اور ارادوں کو بھانپنے کے طور پر اور کبھی احساس دلانے کے لیے اللہ البصیر نے کہا ہے کہ "وہ تو تمہارے تمام کاموں سے واقف ہے۔" (۲-۲۳۴)

"بلاشبہ اللہ تمہارے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

(۲-۲۳۷)

"تمہارے تمام اعمال اللہ کی نظر میں ہیں۔" (۸-۷۲):

"اور یقیناً تیرا رب سب کے سب کو ان کے عمل پورے پورے دے گا۔ کیونکہ یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ ان سے خبردار ہے۔" (۱۱-۱۱۲)۔

اسی مد میں مزید قرآن مجید میں بڑے ہی واضح الفاظ میں اللہ نے اس نگرانی، باخبری، شہادت، گواہی اور جاننے و دیکھنے کو کئی اور مقامات پر بھی یاد دہانی کے لیے بیان کیا ہے:۔

"جو کچھ تمہارے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر نگران ہے۔" (۴۱-۴۰ جزوی):

"اللہ تعالیٰ نے جزائے حسنہ کا وعدہ ہر ایک سے کیا ہے اور وہ تمہارے اعمال سے پوری طرح سے باخبر ہے۔ (۵۷-۱۰ جزوی):

اللہ جل شانہ، کا اسی حوالے سے ایک اور رہنمائی کرنے والا انداز اور اسلوب ملاحظہ فرمائیں کہ:

"پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس نور ہدایت (قرآن مجید) پر جو ہم نے نازل کیا ہے (کبھی نہ بھولو)۔ (اور یہ جان رکھو کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے۔" (۶۴-۸):

Marfat.com

اللہ بصیرٌ بالعباد ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ اس طرح کا بصیر ہے کہ وہ اپنے بندوں کو خوب طرح سے اور ہمہ وقت اور ہر حالت میں اپنی نظر' اپنی نگرانی میں اور اپنے علم میں رکھتا ہے۔ اس صورت حال کا یہ بھی مطلب ہے کہ جب انسان کے سامنے حق اور باطل جداگانہ انداز میں واضح ہو جائیں' اور اس کے باوجود انسان اپنے کسی زعم میں یا کسی رعونت اور ڈھٹائی کے باعث یہ محض اپنے ذاتی تکبر اور تفاخر پر حق سے اجتناب کرے۔ تو ایسی صورت میں وہ لوگ مستقل اور سدا اللہ کی باخبر اور نگران نگاہ میں رہتے ہیں۔ ایسی حیثیت اور کیفیت میں وہ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ حماقتوں پر جمے رہتے ہیں یا حق سے اپنا دامن بچائے رکھتے ہیں۔ انہیں اللہ خوب جانتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر ایسی نظر ہوتی ہے کہ اللہ ان کا محاسبہ کرنے کے انداز میں اور ان کے اعمال بد کے پورے پورے بدلے دینے کے نقطہ نظر سے' ان پر محافظ' نگران' گواہ اور شاہد ہوتا ہے۔

"پس اے رسول! اگر یہ کفار تم سے حجت بازی کریں تو انہیں کہہ دیجئے کہ میں نے تو اپنی توجہات کو تسلیم (اور رضا الٰہی) کے لیے وقف کر دیا ہے اور یہی طرز عمل میرے پیروکاروں کا ہے اور اگر ان لوگوں سے جو اہل کتاب ہیں اور امیوں سے دریافت کیجئے کہ کیا تم احکام الٰہی کے فرمانبردار ہو!(اور اسلام لاتے ہو؟) اگر یہ لوگ دائرہ اسلام میں آ جائیں تو بلاشبہ وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے اور اگر روگردانی کریں تو اے رسول تمہارا فرض تو ابلاغ کلام الٰہی (پیغام الٰہی) ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندے تو اس کی نگاہ میں ہیں۔" (۳-۲۰):

اسی طرح سے روگردانی کرنے والوں کے حوالے سے قرآن مجید میں ایک اور ارشاد باری اس طرح سے آیا ہے کہ:

"اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال بد پر فوراً مواخذہ کرتا تو سطح ارضی پر کوئی متنفس زندہ نہ رہتا۔ لیکن ان کو (قانون تمہیل کار فرما ہے) وہ ڈھیل دیتا ہے۔ ایک مقررہ وقت تک سو جب وہ وقت آن پہنچتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کرتوتوں پر مواخذے سے نہیں بچے گا۔" (۳۵-۴۵):

اور پھر مزید یوں بھی ہے کہ:

Marfat.com

"تم میرے ان اقوال کی حقانیت کا جلد ہی احساس کر لو گے میں تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں' وہ انسانوں کے اعمال و احوال پر پوری طرح نگران ہے۔" (۴۰-۴۴):

گویا ان تین آیات مبارکہ میں جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آپ کو "بیر بالعباد" بتایا ہے وہ ایک طرح سے تنبیہی انداز کی ہیں' اور ان میں ایسے لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ جن کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کفرو جحود اور روگردانی سے واقف نہیں ہے۔ اس خاص صورت حال میں اللہ تعالیٰ کا نگران ہونا اور کسی کو مستقل اپنی نگاہ میں رکھنا تو ایک خاص حوالے سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو اس کے علاوہ بھی اپنے انسانوں کو سدا اپنی نگاہ میں ہی رکھتا ہے۔

اللہ البصیر کی بصیرتوں کا نور ظہور

اللہ البصیر نے انسانوں کے لیے جو قرآن مجید نازل فرمایا ہے اس کو علم و بصیرت کی رو سے سمجھنے کا تقاضا کیا گیا ہے' اور اسی حوالے سے انسانی زندگی میں بھی بصیرت کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ اور پھر حقائق کو جاننے اور سمجھنے کے لیے بھی بصیرت اور وحی کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے' اور مومنین وحی کی روشنی میں ہی اپنی بصیرت سے کام لیتے ہیں۔ اور پھر انسان کے لیے اس کی سننے' دیکھنے اور سمجھنے سوچنے کی قوتیں اور صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے کس خوب صورتی سے عطا کی ہیں اور ان کا جو بلند و بالا مقام ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔:

"اے رسول ان کافروں سے دریافت کیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سمعی اور بصری صلاحیتیں چھین لے۔ اور تمہارے قلوب پر (عدم استعداد قبولیت حق پر) مہر لگا دے تو کون ایسا معبود ہے جو یہ نعمتیں تمہیں دوبارہ بخش سکے گا۔ دیکھو ہم کتنی خوبصورتی سے علم و حکمت کی علامات مختلف پیرایوں میں پیش کرتے ہیں اور اس کے باوجود یہ لوگ روگرداں ہیں۔" (۶-۴۶)

بصارت اور بصیرت

اللہ البصیر کا یہ منشا ہے کہ انسان دیکھنے کے ساتھ ساتھ غور و فکر سے بھی کام لے۔ اسی لیے بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت ضروری نہیں ہے۔ اس تناظر میں بصیر صرف آنکھوں والے اور آنکھوں سے

Marfat.com

دیکھنے والے ہی کو نہیں کہتے بلکہ علم و آگہی رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ اسی حوالے سے بصیر اللہ کی ایک صفت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کی یہ صفت متعدد مقامات پر آئی ہے۔ اس کے معنے انسانوں کی طرح طبعی آنکھ سے دیکھنے والا نہیں بلکہ علم اور خبر رکھنے والا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسانی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں تو اس کے جہاں یہ معنی ہیں کہ اللہ کوئی محسوس و مرئی و مادی شخصیت نہیں جسے آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔ اس لیے کہ انسان کا علم بہرحال محدود ہے۔ اور خدا کی ذات لامحدود' اور کوئی محدود' لامحدود کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اس اللہ البصیر کی دعوت حق کے حوالے سے ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصائر آ گئے' جو دیکھ کر چلے گا اس کا فائدہ اسی کو ہو گا' اور جو آنکھیں بند رکھے گا' اس کا نقصان اسی کو ہو گا' اسی حوالے سے ایک ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اے رسول انہیں کہہ دو کہ تمہارے پاس تمہارے رب (الارباب) کے تابناک دلائل پہنچ چکے ہیں۔ جس نے انہیں چشم بصیرت سے دیکھا' روشن بصر ہوا اور جس نے فکری اندھے پن سے اغماض کیا اس نے اپنے لیے برا کیا' میں تمہارا نگہبان و نگران نہیں ہوں۔" (۶-۱۰۴)

معبودان باطل نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن

معبود حقیقی اور اللہ جل جلالہ کی لاتعداد صفات ہیں اور ان صفات کی شان نرالی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے اور خوب دیکھتا ہے' وہ سب پر نگران ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں جو دوسرے معبودان باطل ہیں ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے بلکہ:

"(ان معبودان باطل کی بے بسی دیکھو) کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چلیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے یہ پکڑیں؟ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے یہ دیکھیں؟ کیا ان کے کان ہیں جن سے یہ سنیں؟۔(اے رسول کہہ دیجئے اپنے ان بے بس) خداؤں کو بلا لو میرے خلاف جو داؤ چلانا ہوں چلاؤ مجھے ہرگز مہلت نہ دو (اور پھر نتیجہ دیکھو۔)(۷-۱۹۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایک موقع پر اپنے باپ سے کہا:

"ابا جان! آپ ان خود ساختہ معبودوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتے

Marfat.com

ہیں' نہ دیکھتے ہیں' اور نہ ہی آپ کے کسی کام آئے ہیں۔" (۱۹-۴۲):

اندھا اور آنکھوں والا

اللہ البصیر کی صفت "بصیر" جب اللہ کی مخلوق بالخصوص انسان میں آتی ہے تو اس کے ساتھ اس کی بصیرت بھی کار فرما ہوتی ہے' اور وہی اس انسان کی رہنمائی بھی کرتی چلی جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید فرماتا ہے کہ "ان سے پوچھے کہ کیا نابینا اور بینا برابر ہوتے ہیں (ہدایت ربانی کے پس منظر میں) کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے۔" (۶-۵۰ جزوی): پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"کہو کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ تاریکی و نور یکساں ہو جائیں۔" (۱۳-۱۶ جزوی:)

بینائی کے شعور والا اور اندھا

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ اندھا اور آنکھوں والا بحوالہ بینائی کے شعور ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ گویا بینائی کے شعور و ادراک میں نابینا اور بینا برابر نہیں ہیں۔ اور اسی طرح یوں بھی آیا ہے کہ:

"اندھا اور بینا برابر نہیں ہیں۔ نہ اندھیرا اور روشنی۔ نہ سایہ اور دھوپ نہ مردہ اور زندہ۔" (۳۵:۱۹-۲۲ جزوی)"

اس کے بعد کفر کرنے والوں' منکرین اور مشرکین کے حوالے سے بڑے ہی دو ٹوک انداز میں اللہ البصیر نے قرآن مجید میں فرما دیا ہے کہ:

"کافروں اور مومنوں کی مثال تو ایسی ہے جیسے دو فریق ہوں' ایک فریق اندھوں اور بہروں کا ہو اور دوسرا فریق دیکھنے والوں اور سننے والوں کا۔ یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیا تم دھیان نہیں کرتے۔" (۱۱:۲۴)

اللہ البصیر

اللہ البصیر سب کو دیکھتا ہے۔ سب کو خوب جانتا ہے۔ سب پر نگران اور نگہبان ہے۔ سب کچھ اس کی نگاہ علم اور خبر میں ہے۔ وہ اپنے بندوں کو خوب دیکھتا ہے اور ان کے ہر فعل و عمل کا نگران ہے۔ ہر بات اس کے دائرہ علم میں ہے۔ انسان کا ہر عمل اللہ کی نگاہ اور نظر میں ہے۔ بندے کا ہر عمل اس اللہ کی نگاہ اور نظر میں رہتا ہے۔ اس لیے اللہ کے قانون مکافات سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔

قرآن مجید میں اللہ البصیر کا یہ صفاتی نام بیسیوں بار استعمال ہوا ہے۔ پھر متعدد آیات

Marfat.com

میں یہ صفت باری تعالیٰ مجرد اور بعض صورتوں میں مرکب انداز میں بھی آئی ہے۔ یہ صفت متعدد مقامات پر سمیع کے ساتھ بھی آئی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک "یا بصیر" کا اگر کوئی شخص اکثر ورد کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے سدا اپنی حفاظت، نگرانی اور پناہ میں رکھتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص بروز جمعرات صبح کی نماز کی سنتوں کے بعد "یا بصیر" کا ورد کر کے اپنے بارے میں دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی خاص مہربانی فرماتا اور اسے اپنی خاص نظر میں رکھتا ہے۔

(۳) جو شخص "یا بصیر" کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیک بنا دیتا ہے اور اس کے دل میں دین اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص "یابصیر" کا ہر روز عصر کی نماز کے بعد سات بار ورد کرنا اپنا شعار بنا لے تو ایسے شخص کی موت اچانک واقع نہ ہو گی۔

(۵) جو شخص ہر روز عصر کی نماز کے بعد، "یا بصیر" کا ورد کرے تو ایسا شخص انشاء اللہ پوری زندگی آفات اور بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۶) اگر کسی شخص کی آنکھوں میں پانی اترنا شروع ہو رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز گیارہ سو بار "یا بصیر" کا ورد کر کے اللہ سے اس بیماری سے شفایابی کی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ چند دن میں اسے شفا عطا کر دے گا۔

(۷) جو شخص سدا یا بصیر کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ برے اعمال اور گناہوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۸) صاحب ایمان لوگ اس اسم حسنہ کا ورد کرنے سے اور بھی زیادہ متقی اور کامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔

Marfat.com

التَّوَّابُ

التواب	———	اسم جمالی ہے۔
اعداد	———	۴۰۹
عدد واحد	———	۴

التواب کے معنی ہوتے ہیں بہت بڑا توبہ کو قبول کرنے والا' یعنی توبہ کر کے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی طرف بھی بڑی تیزی سے بڑھنے والا ہے۔

"تواب" جب اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے بولا جاتا ہے' تو اس کے معنے ہوتے ہیں توبہ قبول کرنے والا' اور جب یہ انسان کے لیے بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے توبہ کرنے والا۔ "تواب" "توبہ" سے مبالغہ واحد ہے' اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت عظیم ہے۔

تواب' التواب' تائب

"تواب" کا اصل مادہ (ت و ب) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سہواً غلط راستے پر چل کھڑا ہو اور

Marfat.com

جب اسے اپنی اس غلطی کا احساس ہو جائے تو دوبارہ لوٹ کر اسی پہلے والے صحیح راستے پر آ جائے' اور پھر اسی صحیح راستے پر ہی چلتا جائے۔ اس اعتبار سے توبہ کرنے والا تواب ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بھی بطور توبہ قبول کرنے والے کے تواب ہوتا ہے۔ غلط اقدام کے بعد بندہ جب قانون خداوندی کو یاد کر کے فوراً اس کی طرف آ جائے تو یہ توبہ ہوتی ہے' اور اگر اس کے بعد بھی بندہ غلط روش پر اصرار کرتا رہے تو پھر یہ توبہ نہیں ہوتی:۔(۳-۱۳):

توبہ تو اس کی ہوتی ہے کہ جو "توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے تعرض نہ کریں۔ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحیم ہے۔"(۴-۱۶):

اگر جہالت نادانی سے لغزش ہو جائے تو معافی کا دروازہ کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت لازم کر رکھی ہے۔ اس کا تقاضا تھا کہ سہو و خطا سے لغزش کے بعد باز آفرینی کا موقعہ دیا جاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ:

"اور اے رسول ایسے لوگ جب تمہارے پاس آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں السلام علیکم کہا کیجئے۔ تمہارے پروردگار نے اپنے آپ پر آفاق کی تمام رحمت کو لازم کر لیا ہے اور تم میں سے جو کوئی ان جانے پن میں برائی کر بیٹھے پھر بعد ازاں اس پر تائب ہو جائے اور اصلاح حال کرے۔(سو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا) بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔"(۶-۵۴):

اللہ تواب و رحیم ہے

اللہ تعالیٰ کی صفت "تواب" بھی ہے اور یہ مبالغہ کی ایک انتہائی صفت ہے۔ یعنی اللہ توبہ منظور کرنے والا ہے۔ وہ بہت بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور اسی طرح جب یہی صفت بندے کے لیے ہوتی ہے تو اس کے معنی یہ لیے جاتے ہیں کہ بہت زیادہ توبہ کرنے والا۔ بہت بڑا تائب ہونے والا۔

توبہ کے معنی رجوع کرنے کے بھی ہوتے ہیں اور توبہ کے بارے میں توبہ کو قبول کرنا اللہ کی سنت ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ بندہ جب کوئی گناہ کر گزرتا ہے تو وہ ندامت و شرمندگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا احساس اس کے اندر خود بخود ابھرتا ہے۔ یہ احساس اس انسان کی فطرت کا تقاضا ہے اور یہ اس وقت تک برابر ابھرتا رہتا

Marfat.com

ہے، جب تک انسان غلطیوں اور گناہوں پر اصرار کر کے اپنے اس احساس کو کچل کر نہ رکھ دے۔ اسی خاص کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نفس لوامہ کو ودیعت فرمایا ہے۔ اور پھر جب بندہ توبہ کے لیے اپنے پروردگار کی جانب رجوع کرتا ہے تو:

"بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا (توبہ قبول کرنے والا) اور نہایت رحم والا ہے۔" (۲-۳۷ جزوی):

اور پھر اس طرح سے بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کہ:

"پر اب اپنے پیدا کرنے والے کے حضور توبہ کرو اور اپنی جانوں کو مار ڈالو (خواہشات نفسانی کا قلع قمع کر دو) پھر تمہارا اللہ مہربانی کے ساتھ تم پر متوجہ ہوا۔ بلاشبہ وہ بہت معاف کرنے والا اور بڑا ہی رحم والا ہے۔" (۲-۵۴)

التواب الرحیم

اللہ تبارک و تعالیٰ تواب بھی ہے اور رحیم بھی۔ اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ ایک دعا میں بندہ اپنے پروردگار سے یوں درخواست کرتا ہے کہ:

"اے ہمارے پروردگار تو اپنے کرم بے نہایت سے ہمیں اپنا اطاعت گزار بنائے رکھنا۔ ہماری ہدایت و رہنمائی فرمانا، مہربانی سے ہم پر توجہ فرمانا، بے شک تیری ذات توبہ پذیرندہ اور مہربان ہے۔" (۲-۱۲۸ جزوی)

توبہ قبول کرنے والا اور رحمت والا

اللہ تعالیٰ صرف تواب ہی نہیں ہے بلکہ وہ توبہ قبول کرنے کے بعد رحمتوں کا نزول بھی کرنے والا ہے، ایک جگہ قرآن میں یوں ارشاد حق تعالیٰ ہے کہ:

"کیا ان لوگوں کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے اور دلوں کے خلوص کو جانتا ہے اللہ تعالیٰ از راہ التفات کریمانہ اپنے بندوں کی توبہ منظور کر لیتا ہے اور صدقات و خیرات قبول فرما لیتا ہے اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحمت والا ہے۔" (۹-۱۰۴))

وہ قابل التوب ہے

سورہ المومن میں آیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قابل التوب ہے:

"(اللہ تعالیٰ) توبہ قبول کرنے والا ہے۔ برائی پر سزا دینے والا ہے۔ صاحب فضل

Marfat.com

وکرم ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب کی اسی کی طرف بازگشت ہے۔"(۴۰-۳)

اور اس طرح سے بھی آیا ہے کہ:"اس کی ذات وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتی ہے اور ان کے گناہوں پر عفو کرتی ہے۔"(۴۲:۲۶ جزوی)

اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے اور بندوں سے تقویٰ اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے:

"اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔"(۴۹-۱۲ جزوی)

توبہ کے حوالے سے مشتقات قرآن مجید میں متعدد مقامات اور حوالوں سے آئے ہیں، اور ان سب میں اللہ تعالیٰ کی صفت تواب کا پرتو موجود ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص نماز چاشت ادا کرنے کے بعد ایک سو ساٹھ بار "یاتواب" کا ورد کر کے پروردگار سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(۲) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام سنوار دیتا ہے۔

(۳) جو بندہ چاہے کہ اس کا نفس اس کے قبضے میں رہے اسے چاہیے کہ وہ "یاتواب" کا ذکر اختیار کرے۔

(۴) یاتواب کا بدام ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سدا خوشحال اور آسودہ حال رکھتا ہے۔ اس کے روزگار کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد تین سو بار یا تواب کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے احوال پر خصوصی توجہ فرماتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص نمار عشاء کے بعد ایک سو اکیس بار یا تواب کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے، تو اللہ تعالیٰ اسے عبادات کے شوق سے معمور کر دیتا ہے اور اس کا دل نیک کاموں ہی کی طرف لگ جاتا ہے۔

(۷) ہر قسم کی مشکلات سے بچنے کے لیے بھی یا تواب کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک سو اکیس بار "یاتواب" ہر نماز کے بعد پڑھنا معمول بنا لینا چاہیے۔

(۸) جو شخص اس اسم مبارک کو سات سو بار ہر روز پڑھے تو وہ کبھی نفس اور شیطان کے مکرو فریب میں نہیں آئے گا

(۹) جو شخص "یاتواب" کا رمضان المبارک کے مہینے میں ختم پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا کی نعمتوں سے فیض یاب رکھتا ہے۔ اس ختم شریف کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کئی طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

الجامع

الجامع	———	اسم جلالی ہے۔
اعداد	———	۱۱۴
عدد واحد	———	۶

"الجامع" اللہ تعالیٰ کی ایک صفت اور صفاتی اسم مبارک ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں خلقت کو جمع کرنے والا۔ اکٹھا کرنے والا۔ ایک مقام اور وقت پر سب کو حاضر کرنے والا۔ یہ صفت جمع سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ اس کے دیگر معانی میں تکمیل کرنے والا' مکمل کرنے والا' سب پر حاوی' سب کو شامل کرنے والا' سب کو اپنے احاطہ اور وسعت اختیارات میں رکھنے والا کے بھی ہوتے ہیں۔

بعض حوالوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفت کے معنی میں لوگوں کو قیامت کے روز جمع کرنے والا کے ہیں' اور اسی حوالے سے اس دن کو "یوم الجمع" اور "یوم الفصل" اور "یوم التغابن" بھی کہا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی اس صفت کے تحت روز جزا لوگوں کو ایک جگہ جمع کرے گا

Marfat.com

اور وہاں ان کا حساب کتاب ہو گا- اس ضمن میں مکافات عمل کے حوالے سے جمع کرنے یا حاضر کرنے کے الفاظ بھی قرآن مجید میں آئے ہیں- اور پھر حشر کے معنی اجتماعات کے بھی ہوتے ہیں- اس اعتبار اٹھا کھڑا کرنا اور جمع کرنا بھی اس کے معنی ہیں-

الجامع جامع اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت کے طور پر یہ لفظ قرآن مجید میں چند بار اسم صفت الٰہی کے لیے آیا ہے- اس سلسلے میں انسان کی ایک دعا کے طور پر یوں ارشاد باری آیا ہے کہ:

"اے پروردگار! ہر آئینہ تو اس روز تمام انسانوں کو اپنے حضور جمع کرے گا- جس روز یعنی یوم حشر کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے- بلاشبہ (تو) اللہ تعالیٰ کوئی امر خلاف وعدہ نہیں کرتا- (۳-۹)

اور پھر اسی حوالے سے یوں بھی ہے کہ "(ان سے پوچھئے) اس وقت ان کا کیا حال ہو گا' جب ہم یوم لاریب فیہ یعنی وہ دن کے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے- انہیں جمع کریں گے- اور ہر نفس اپنے عمال کی پوری سزا و جزا پائے گا- اور ان پر ظلم نہیں ہو گا-" (۳-۲۵):

اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا اللہ تعالیٰ چونکہ لوگوں کو جمع اور اکٹھا کرنے پر قادر ہے- اس لیے وہ جہاں نیک لوگوں کو نعمتوں اور فیوض و برکات کے لیے جمع کرے گا وہاں وہ سب کافروں اور منافقین کو ان کے لیے بنائے گئے مقام جہنم میں جمع کرے گا- اس ضمن یوں ارشاد الٰہی وارد ہوا ہے کہ:

"اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی کتاب میں حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا استہزا کیا جا رہا ہے- تو ان لوگوں کی محفل میں نہ بیٹھو- ان کی محفل میں اس وقت شرکت کرو جب وہ اور باتیں کرنے میں مصروف ہو جائیں- یعنی ان کا موضوع بدل چکا ہو- ورنہ (تم بھی ان کے رنگ اور فکر کے رنگ میں رنگے جاؤ گے)- اور ان جیسے ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ سب کافروں اور منافقوں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا- (تاکہ انہیں اپنے اپنے کرتوتوں کی) سزا ملے-" (۴-۱۴۰):

اس طرح سے بھی ارشاد ہوتا ہے کہ:

Marfat.com

"ان سے پوچھے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس پر حکومت و سلطنت کسی کی ہے؟ کہہ دیجئے اللہ جل جلالہ (واحد و قہار) کی۔ جس نے (بہ تقاضائے ربوبیت عظمٰی) لامحدود آفاقی رحمتوں کو اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے' اور یہ امر بدیہی ہے کہ وہ سب کو جزا اور سزا کے لیے جمع کرے گا۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو زیان و خسران میں ڈال رکھا ہے۔ وہ صاحب ایمان نہیں ہوں گے۔" (۶-۱۲):

اور پھر اس طرح سے بھی آیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے تنقیدی انداز میں یہ اعلان کروایا گیا ہے کہ "کہہ دیجئے کہ روز حشر اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے اعمال و کردار کے بارے میں انصاف سے صحیح صحیح فیصلہ کر دے گا۔ وہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے اور سب کچھ خوب جاننے والا ہے۔" (۳۴-۲۶)

الجامع کا یوم المجموع

اللہ تعالیٰ جو اپنی صفت میں جامع بھی ہے اس نے اس خاص یوم حشر کو یوم المجموع کا نام بھی دے رکھا ہے۔ اور اس دن کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ "یہ وہ دن ہے جس دن سب لوگ اللہ کے حضور جمع کیے جائیں گے۔ اور جوابدہی کا جو بھی عمل ہو گا سب کے سامنے ہو گا۔" (۱۱-۱۰۳):

اور اس طرح سے بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کو اکٹھا کرے گا۔ اور ہم سب کی اسی کی طرف بازگشت ہے۔" (۴۲-۱۵ جزوی):

وہ اللہ تعالیٰ کہ جو حیات و ممات پر قادر ہے' سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے' وہی انسانوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ اس ذیل میں یوں ارشاد حق ہے کہ:

"اے رسول ﷺ انہیں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ محی و ممیت تمہیں زندہ کرتا ہے اور تم پر موت طاری کرتا ہے پھر تم سب کو یقیناً آنے والی قیامت میں اٹھا کر جمع کرے گا۔ لیکن لوگوں کی اکثریت جانتی ہی نہیں۔ (۴۵-۲۶):

گویا اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اس خاص دن یعنی یوم معلوم جمع کرے گا اور وہی تمام لوگوں کے فیصلے کا دن ہو گا۔ اور اس دن سب اولین بھی جمع کیے جائیں گے۔

دیگر مقاصد اور الجامع کا جمع کرنا

اللہ الجامع لوگوں کو کئی مقاصد کے لیے جمع کرے گا۔ اس ضمن میں قرآن مجید سات مقامات پر آیا

Marfat.com

ہے کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے پوچھا جائے گا کہ جنہیں تم شریک خدائی کرتے تھے وہ کہاں ہیں:-

"جب سب کے لیے یوم حشر برپا ہو گا اور ہم انہیں سب کو اکٹھا کریں گے اور دریافت کریں گے کہ تمہارے جھوٹے معبود کہاں ہیں جن پر تمہیں بڑا زعم تھا۔" (۶-۲۲)

اور اس طرح سے بھی ارشاد ہوتا ہے کہ:

"جب روز قیامت مشرکین کو اور ان کے خود ساختہ معبودوں کو جمع کیا جائے گا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کرے گا کہ کیا تم ہی نے میرے ان بندوں کو ورطہ گمراہی میں ڈالا تھا یا وہ خود راہ ہدایت فراموش کر بیٹھے۔" (۲۵-۱۷):

اللہ تعالیٰ نیک بندں کو بڑے باعزت اور پروقار انداز میں جمع کرے گا۔ اور متقین اللہ کے حضور باعزت طور پر جمع ہوں گے۔ پہلے جانے والے اور بعد والے سب جمع کیے جائیں گے۔ سب لوگوں کو اسی اللہ ہی کی طرف جمع ہونا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ جامع الناس ہے اور وہی سب کا مرجع ہے۔ گویا سب اللہ کے حضور جمع ہوں گے اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسولوں کو بھی جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہاری دعوت کا جواب کیا ملا تھا:

"وہ دن یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ تمام رسل کو جمع کرے گا اور ان سے دریافت کرے گا کہ ان کی قوموں کی طرف سے دعوت و رشد و ہدایت کا کیا جواب دیا گیا تھا' وہ عرض کریں گے کہ بارالٰہا ہمیں اس کا علم نہیں۔ بے شک تو ہی غیب کی سچائیوں سے واقف ہے۔"""(۵-۱۰۹)

الجامع کے حضور حاضری

اللہ الجامع سب لوگوں کو جمع کرے گا اور وہ سب اپنے پروردگار کے سامنے صفت بستہ پیش ہوں گے:

"ہم سب کو اپنے حضور بلائیں گے' ان میں سے کسی کو غیر حاضر نہیں رہنے دیں گے۔ وہ صف در صف تیرے پروردگار کے حضور پیش کیے جائیں گے۔" (۱۸-۴۷-۴۸)

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک کے حوالے سے انسان کو چاہیے کہ وہ علم کو عمل کے ساتھ ہم آہنگ کر کے عباداتِ الٰہی اختیار کرے اور پھر اپنے پروردگار کا مقرب بن جائے۔

(۲) اگر کسی شخص کے اہل و اقارب متفرق ہو گئے ہوں اور وہ چاہے کہ سب دوبارہ جمع ہو جائیں تو' اسے چاہیے کہ وہ چاشت کی نماز کے بعد اس اسم مبارک کا ورد کر کے دعا مانگے۔

(۳) اگر کسی شخص کی کوئی چیز یا متاع گم ہو گئی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ "یا جامع" کا بکثرت ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو وہ کھوئی ہوئی شے مل جاتی ہے۔ یا اس کے بارے میں خبر ہو جاتی ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص اس اسم الٰہی کا بکثرت ذکر کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے نیک سیرت بنا دیتا ہے۔

(۵) اگر کسی گھر کا کوئی فرد گم ہو چکا ہو یا کوئی بچہ گم ہو گیا ہو تو اس کی بازیابی کے لیے اس اسم مبارک اسم (یا جامع) کا بکثرت ذکر کر کے دعا کی جائے۔ یہ ذکر گم شدہ کی بازیابی تک ہر روز کیا جانا چاہیے۔

(۶) اگر کسی کو بے سکونی ہو اور اس کے دل کو کسی بھی طرح قرار و اطمینان نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز نماز فجر کے بعد ایک ہزار بار "یا جامع" کا ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے دلی سکون اور اطمینان قلبی بخش دیتا ہے۔ اس سے اس شخص کے ایمان میں بھی پختگی آ جاتی ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص اپنے عزیز و اقارب اور ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز نماز چاشت کے بعد یا جامع کا ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے اللہ تعالیٰ بچھڑوں کو ملا دیتا ہے۔

(۸) اگر کوئی دوست یا رشتہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے ناراض ہو گیا ہو تو اسے منانے اور غلط فہمی دور کرنے کے لیے "یا جامع" کا بکثرت ورد کرنا مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص اس اسم حسنہ کا ایک لاکھ پچیس ہزار بار ورد کر کے اللہ سے دعا کرے

Marfat.com

تو اللہ تعالیٰ اسے نیک سیرت نیک نام' نیک نہاد اور نیک اطوار بنا دیتا ہے۔

(۱۰) اطمینان قلب اور روحانی تسکین کے لیے اس اسم الٰہی کا مدام ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

Marfat.com

الجبار

الجبار ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۲۰۶

عدد واحد ——— ۸

عظمت بھرا مصلح

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام "الجبار" استعمال ہوا ہے۔ اصل میں الجبار لفظ کا مادہ جبر ہے۔ اور جبر کے معنی کسی شے کو' کسی امر کو' کسی کام کو طاقت سے درست کرنا ہوتا ہے ۔ گویا کسی شے کو زور کے ساتھ درست کرنے میں عظیم قدرت اور اختیار بھی ہوتا ہے۔

عربی زبان میں جبر کا لفظ کبھی صرف اصلاح کے لیے بولا جاتا ہے اور کبھی صرف زبردستی کے لیے بھی بولا جاتا ہے لیکن اس کے لیے صحیح اور حقیقی مفہوم اصلاح قوت اور طاقت کے ساتھ ہے۔

کائنات کا نظم و نسق

اس کائنات کے اندر جو کچھ بھی ہے' وہ بے شمار اور ان گنت ہے۔ یہ ساری کائنات اللہ تبارک و تعالیٰ کی اربوں کھربوں

Marfat.com

نشانیوں سے بھری ہوئی ہے- اور ساری کائنات کی سلطنت کا ہر طرح کا نظم و نسق اسی اللہ ہی کے سپرد ہے- اسی حوالے سے اور اس اقتدار و اختیار کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر موجود ہے- ایک ارشاد یوں ہے:

"نہایت بزرگ و برتر ہے' وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے- اور اس نے "تہ بر تہ سات آسمان بنائے" گویا اللہ تعالیٰ نے کائنات میں متعدد طبقات پیدا کر رکھے ہیں- اور پھر اس کائنات کے اندر پورے نظام کو درست اور صحیح طور پر رواں رکھا ہوا ہے-"

ایک مقام پر یوں بھی لکھا ہے کہ "(اے لوگو) تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے-(تم آسمانوں کی طرف) دیکھو- پھر پلٹ کر دیکھو- کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ- تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی-" (۶۷:۳-۴)

جبار کے نظام کی درستی

انسان اس کائنات اور اس میں موجود کسی بھی خدائی شے یا چیز کو بنظر غائر دیکھے تو اسے معلوم ہو گا کہ کائنات میں کہیں بھی اور کسی بھی جگہ پر کسی بھی سطح اور معیار کی بد نظمی' بے ترتیبی اور بے ربطی نہیں ہے- اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اس کائنات میں کوئی چیز انمل بے جوڑ نہیں ہے- اسکے تمام اجزا باہم مربوط ہیں- اور ان میں کمال درجے کا تناسب پایا جاتا ہے-

جبار کے راست کردہ نظام میں یوں علی الاعلان اور دو ٹوک انداز میں دکھائی دیتا ہے کہ پوری کائنات کی بندش ایسی ہے کہ اس میں چستی' فعالیت ربط و ضبط اور اہتمام وانصرام موجود ہے- یہ صورت حال ایک ذرے سے لے کر عظیم الشان کہکشاں اور پھر کہکشاؤں کے مجموعوں تک صحیح صحیح طور پر کار فرما ہے- کائنات کی ہر شے میں ایسا مربوط ربط و ضبط ہے کہ اس کائنات کا تسلسل کہیں نہیں ٹوٹتا- اس حوالے سے انسان کتنی ہی کوشش اور جستجو کر لے' اس میں کوئی کمی' کوئی کوتاہی' کوئی خامی اور کوئی بد نظمی اور بے ربطی نہیں پا سکتا- یعنی اس سارے نظام کائنات میں کوئی کسی طرح کا فتور نہیں ہے- کہیں بھی عدم تناسب' عدم توازن اور عدم استحکام نہیں ہے-

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس سارے نظام عظیم کی سب سے بڑی اور واضح خوبی یہ بھی ہے کہ کائنات کی ہر شے اپنی متعین اور مقررہ منازل کی طرف رواں دواں ہے- اور اس

Marfat.com

نظام قدرت سے اگر کوئی بغاوت یا سرکشی کرتا ہے تو اس کے لیے پھر نظام خداوندی کے تحت تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اصلاح اور راستی کرنے والا

اللہ جبار کا نظام اور جبری اقتدار و اختیار سب پر حاوی ہے' کہ اس نظام سے کوئی باہر جا ہی نہیں سکتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اقتدار و اختیار سب پر حاوی اور غالب ہے۔ اس کے اس اقتدار عظیم میں کوئی دوسرا شریک یا شامل نہیں ہے۔ اللہ کی حاکمیت بڑی وسیع ہے اور جبار کو اس کائنات کی تمام حقیقتوں اور اسرار و رموز کا بھی خوب علم ہے اور جبار ان امور کا علم اور خبر ہی نہیں رکھتا بلکہ ان کی بوقت ضرورت اصلاح اور درستی بھی کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں خداوندی کے جملہ تمام اختیارات کا مالک کلی ہے۔ اس اقتدار و اختیار میں اگر اللہ واحد کے سوا کوئی دوسرا شریک و سہیم ہوتا تو پھر تقسیم اختیارات کے حوالے سے کبھی بھی کوئی اصلاحی عمل درستی اور راستی کی کارروائی وقوع پذیر ہی نہ ہو سکتی۔

جبار کی جانب رجوع

پوری کائنات کے اندر جو کچھ بھی کسی بھی صورت' ہیت' شکل' حیثیت یا کیفیت میں ہے۔ چاہے وہ انسانی علم و ادراک میں آچکا ہے یا نہیں' وہ سب اسی اللہ ہی کے تابع ہے۔ اس سارے نظام کے اندر یہ رکھا ہوا ہے وہ صحیح اور درست طور پر رواں دواں رہتا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر شے اپنے پروردگار کی تسبیح کرتی رہتی ہے۔ اس ضمن میں صرف ایک آیت کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ:

"اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے' اسی کی بادشاہی ہے' اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (۶۴-۱)

کائنات کی ہر چیز اس حقیقت کا اظہار کر رہی ہے کہ اس کا خالق و پروردگار ہر عیب اور نقص اور کمزوری اور خطا اور برائی سے پاک ہے۔ اور پھر اس کائنات کے اندر جو کچھ بھی ہے' وہ اپنے خالق و مالک کی مقرر کردہ حدود و قیود کے اندر پاکی اور تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اور تسبیح بیان کرنا یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون سے باہر جا ہی نہیں سکتی۔

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ اور صفات میں قوی' مقتدر' جبار اور ذوانتقام بھی شامل ہیں- ان صفات سے اللہ تعالیٰ کے اقتدار مطلق اور قوت و حشمت اور چیزوں کو بزور درست کرنے اور راہ راست پر قائم و برقرار رکھنے کی قدرت اور زبردست اقتدار و اختیار حاصل ہے- اللہ تعالیٰ قہار بھی ہے اور قاہر بھی اور وہ اپنے فیصلوں کو قوت کے ساتھ نافذ اور جاری کرنے پر بھی قادر رہتا ہے-

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس پوری کائنات میں اس طرح کا نظام قائم اور برقرار کر رکھا ہے کہ ہر شے توعاً و کرہاً اپنے جابر و قاہر اور عزیز و جبار پروردگار ہی کی متعین کردہ راہوں پر چل رہی ہے یا وہ چارو ناچار جبار اور قہار اسی کے نظام کے تابع ہے- وہ اس کے نظام اور اختیار و اقتدار سے باہر جا ہی نہیں سکتی- گویا اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا انتظام اور اہتمام کر رکھا ہے کہ ان کی اصلاح بزور اور بعض اوقات جبر کے ساتھ ہوتی رہتی ہے-

اللہ کی جباری

الجبار سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ اپنی کائنات کا نظم و نسق قوت کے ساتھ اور بزور درست اور راست رکھنے والا ہے- اور اپنے ارادے کو' جو سراسر حکمت پر مبنی ہوتا ہے- وہ اسے جبراً نافذ کرنے والا ہے- علاوہ بریں اس لفظ جبار میں جباری' جباریت' قہر بھرے' زورو قوت کے ساتھ ساتھ عظمت کا مفہوم بھی شامل ہے-

عربی زبان میں کھجور کے اس بلند و بالا درخت کو بھی جبار کہتے ہیں کہ جس پر چڑھ کر پھل توڑنا اور اتارنا آسان نہ ہو- اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ جو عظیم الشان ہے وہ بڑے بڑے اور عام انسانوں کے مطابق مشکل اور کٹھن ہوں' انہیں بھی سرانجام دیتا ہے- نہ صرف کام سرانجام دیتا ہے بلکہ انہیں راست راہوں پر گامزن بھی رکھتا ہے-

کوئی شے الجبار کی عظمت جبروت سے لاتعلق اور خالی نہیں ہوتی- اس جبروت کے اندر عظیم الشان عظمت' جلال اور جلالت اور تکبر اور قہاری بھی موجود ہوتی ہے-

سرکشی' بے راہ روی' بدنظمی اور شورش اور بغاوت کو روکنے' دبانے اور اس عمل کے باعث اس شے یا چیز کے نقطہ کمال تک پہنچنے میں جو کمی واقع ہوئی اور جو اس شے یا چیز کی رفتار اور کیفیت میں تبدیلی رونما ہوئی' اسے دوبارہ راہ راست پر لانے کے لیے اللہ

Marfat.com

اپنے قانون کے تحت عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس راہ راست پر لانے کے لیے اللہ بحوالہ جباری و جبروت سختی، شدت، قوت، زبردستی اور دباؤ سے حسب ضرورت کام لیتا ہے۔ یہی وہ اللہ کی صفت جبار ہے جس سے یہ سب وقوع پذیر ہوتا ہے۔

جبار اصلاح کیوں کرتا ہے؟

الجبار اس کائنات کی عظیم اور بڑی اشیا اور چیزوں کو راست رستوں پر یا صراط مستقیم پر رکھنے اور ضرورت کے وقت ان کی بزور اور جبری اصلاح اور درستگی کرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹی اور ادنیٰ اشیاء اور چیزوں کی اصلاح کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔

زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی یا یونٹ کہ جسے اب ڈی این اے کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر تیزابی مقدار اور کمیت و کشش اور اس کے اندر ہمہ وقت جاری و ساری رہنے والے عمل پر کون نگران ہے؟ اس نظام عمل و حرکت کو کون درست اور صحیح رکھتا ہے اور خرابی کی صورت میں اس کے اندر اصلاح اور درستگی کا عمل کون سرانجام دیتا ہے؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ اپنی صفت جباریت کے تحت بحیثیت الجبار کرتا ہے۔

"الجبار" اللہ اصلاح احوال اور درستگی افعال و اعمال کا کام کسی اپنی تسکین اور ضرورت کے لیے نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت جباری اور زور چیزوں کے ساتھ صرف اور صرف انسان ہی کے لیے کرتا ہے تاکہ اس نادرستی کے باعث کسی انسان کے ساتھ ظلم نہ ہونے پائے اور کوئی بے جا زیادتی کی زد میں نہ آئے۔

"الجبار" کا یہ نظام اصلاح اس ذی حیات مرئی یا غیر مرئی شے یا چیز یا ادنیٰ سے ادنیٰ اور بڑے سے بڑے جرم یا جسم یا تخلیق کی بے راہ روی کے وقت اصلاح اور درستگی اس تخلیق شے یا چیز کے ذاتی فائدے اور ضرورت کے مطابق کرتا ہے۔ اس سے مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ تخلیق اپنے عروج اور کمال کو نظام قدرت کاملہ کے تحت ضرور حاصل کر سکے۔

اور یہ ساری غور و فکر کرنے والوں کے لیے اللہ کی نشانیاں ہیں انہی سے ذات الٰہی کی پہچان اور معرفت ہے۔

Marfat.com

الجبار اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا

سورۃ الحشر میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کئی صفات کا ذکر فرمایا ہے وہاں صفت "جبار" کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ:

"وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے' نہایت مقدس ہے' سراسر سلامتی ہے۔ سب سے بڑھ کر اور سب سے زیادہ امن دینے والا ہے' سب سے بڑا اور سب سے طاقت ور اور باخبر نگہبان ہے' وہ سب پر غالب بلکہ سب غالبوں پر بھی غالب ہے۔ وہ اپنا حکم قوت اور زور کے ساتھ نافذ کرنے واالا ہے' اور پھر سدا بڑا ہی ہو کر رہنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے اس شرک سے پاک ہے جو وہ کرتے ہیں۔" (۵۹-۲۳):

اصلاح قوت کے ساتھ

"جبار" کا مادہ جبر ہی ہے اور اس کے بنیادی معنی کسی چیز کی اصلاح اور درستگی کرنا ہوتے ہیں۔ اس اصلاح میں کچھ جبری قوت بھی صرف کرنی پڑتی ہے۔ اسی حوالے سے وہ جو ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے کے لیے انہیں جن لکڑی کی کھپچیوں سے باندھتا ہے اور کس چڑھاتا ہے' انہیں الجبائر کہتے ہیں' اور ہڈیوں کے جوڑنے والے کو الجابر کہتے ہیں۔ لیکن جب انسان حدود خداوندی سے تجاوز کر کے مظلوموں اوز کمزوروں پر جبرو استبداد کرے تو یہ لفظ مذموم معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جابر کسی پر ظلم و ستم کرنے والا۔ اور قرآن مجید میں جب لفظ جبار آتا ہے تو وہ ایسے ہی لوگوں کے لیے آیا ہے۔

جبار عنید

اگرچہ قرآن مجید میں لفظ "الجبار" اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں صرف ایک بار استعمال ہوا ہے لیکن یہی لفظ "جبار" نو بار دیگر لوگوں اور ان کے ظلم و سم اور استبداد کے لیے استعمال ہوا ہے۔

قرآن مجید دوبار لفظ "جبار عنید" بھی استعمال ہوا ہے۔ اس ترکیب کے معنی عربی زبان میں ایسے ظالم کے ہوتے ہیں کہ جو مخاصمت بھری عداوت اور دشمنی سے لدا پھندا ہوا ہو۔ منہ زور بھی اور اللہ سے سرکشی کرنے والا ہو' اس طرح کا انسان ناحق لڑائی کرتا ہے اور جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرتا ہے۔ اس سطح پر جو شخص سرکش باغی ہو جاتا ہے وہ دیدہ دانستہ حق سے روگردانی کرتا ہے۔ امور باطل پر جھگڑا مول لیتا ہے۔ حق کو اپنی

Marfat.com

ڈھٹائی سے رد کرتا ہے اور سرکشی بے جا اختیار کرتا ہے۔

لہٰذا اس طرح کے تہدیم پسند اور تخریب کار لوگوں کے لیے خدائے الجبار کا قانون کار فرما ہوتا ہے' اور ان ظالموں جابروں کو کیفرکردار تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد باری ہے کہ:

"رسولوں نے حضور حق فتح کی دعا مانگی اور ہر جابر(عنید) و سرکش بے نیل مرام ہوا۔" (۱۴-۱۵)

ایک مقام پر اس طرح سے ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قہاری اور جلالی صفات کے تحت قوم عاد پر اپنا عذاب نازل کیا تو پھر اللہ کے اس عذاب سے انہیں کوئی نہ بچا سکا۔ اس تناظر میں سورہ ہود میں بیان کیا ہے کہ:

"یہ (آگ بجھی ہوئی ادھر ٹوٹی ہوئی طناب ادھر) عاد کی بستیاں ہیں۔ قوم عاد نے آیات ربانی کے ساتھ جحود کیا (گویا اللہ کی نشانیوں کا دیدہ دانستہ انکار کیا) اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش دین دشمن کی اتباع کی تھی۔ ان پر ہم نے دنیا و آخرت کی لعنتیں مسلط کر دیں۔" (۱۱-۵۹-۶۰)

برائے تادیب کفروشرک

قرآن مجید میں اسماء الحسنٰی میں جو صفت الٰہی "الجبار" آئی ہے' اس کا مطلب زور آور اور تگڑے کے بھی ہیں' اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کو ان آٹھ صفات میں شامل رکھا ہے کہ جو اکٹھی اتصال کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ گویا یہاں پر کئی جمالی صفات مالک' قدوس' سلام' مومن اور مہیمن کے بعد عزیز' جبار اور متکبر تین جلالی صفات کو باہم اکٹھا اور مربوط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح' سورہ حشر کی یہ آیت نمبر ۲۳ صفات جمالی اور صفات جلالی کو اپنے جلو میں لیے ہوئے ہے اور ان سے بنیادی مقصد یہ لیا گیا ہے کہ گمراہی اور شرک کی تادیب کی جائے۔

اور اس آیت مبارکہ میں آٹھ اسماء الحسنٰی بیان کرنے کے بعد یہی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے کہ جس میں متعدد صفات جمال و کمال ہیں۔ وہ اللہ تو پاک ہے ان چیزوں سے جن کو لوگ اُس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) یہ اسم مبارک انسان کے بگڑے ہوئے کاموں کو بنانے کا موجب بنتا ہے' یہ اس قدر بڑا اسم اللہ ذات ہے کہ اس کی عظمت اور بڑائی کا احاطہ کرنا اور پوری طرح سے حیطہ عقل و شعور میں لانا مشکل ہے۔ اس اسم کا گاہے گاہے ورد کرتے رہنا بگڑے کام بنانے کا موجب بنتا ہے۔

(۲) یا جبار کا ہر روز ورد وظیفہ کر کے نفس کی سرکشی سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ اور اس سے تقویٰ میں بجا طور پر اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص "یا جبار" کو انگوٹھی پر نقش کر کے پہنے تو مخلوق کے دل میں اس کی ہیبت و شوکت قائم ہو گی' اور وہ شخص باوقار ہو جائے گا۔

(۴) یا جبار کا باقاعدگی سے ورد کرنے والا دشمنوں کے شر' فساد' بدسگالیوں' نظر بد اور ظالموں کے ظلم و ستم سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص "یا جبار" کو اکیس بار "مسبعات عشر" کے بعد پڑھے اور دعا کرے تو وہ شخص محفوظ رہتا ہے' دشمنوں کے شر سے نجات حاصل کر لیتا ہے لوگوں میں عزت حاصل کرتا ہے اور دولت و حکومت بھی حاصل کرتا ہے۔ مسبعات عشر کا مطلب ہے کہ درج ذیل دس چیزیں سات سات بار پڑھی جائیں: سورہ فاتحہ۔ سورہ الفلق' سورہ الناس' سورہ الاخلاص' سورہ الکافرون' آیتہ الکرسی' کلمہ تمجید (درود ابراہیمی۔ اللھم اغفرلی ----- اور اللھم یا رب ------- اس میں قرآنی سورتوں کی تقدیم و تاخیر ملحوظ رکھ کر ہر بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر تلاوت کی جائے۔ اور اس پورے وظیفہ کے بعد دعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر دعا بھی قبول فرما لے گا۔ انشاء اللہ

(۶) یا جبار کو ہر روز وبائی بیماریوں کے دنوں میں پڑھنے سے بندہ چھوت چھات سے محفوظ رہتا ہے۔

(۷) اگر کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ اس کا کوئی بدسگال شخص اس کی غیبت کر کے اسے نقصان پہنچا سکتا ہے' تو اس کے لیے چاہیے کہ بدسگال شخص کا نام اور صورت

Marfat.com

ذہن میں لا کر یا جبار کا دو سو چھ بار ورد کر کے اپنی حفاظت کی دعا مانگی جائے' اللہ قبولیت بخشتا ہے۔

(۸) جو شخص ہر روز صبح کی نماز کے بعد گیارہ بار اس اسم عظیم کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے وہ کبھی غصے اور وساوس شیطانی اور حملات نفسانی کا شکار نہیں ہو گا۔

(۹) "یا جبار" کا ہر روز کسی بھی تعداد میں (کم از ۹ بار) ورد کرنے والا صدقات و خیرات اور دیگر حسنات دنیا میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص باوضو ہو کر اسم الٰہی "یا جبار" کو ایک ہزار نو بار پڑھ کر سات روز تک تیل پر دم کرلے تو وہ تیل بڑا شفا بخش بن جاتا ہے۔ اس تیل کو کمزور اور لاغر بچوں کے جسم پر ملنے سے ان میں بتدریج قوت' طاقت تندرستی آجاتی ہے۔

(۱۱) اگر عورتوں میں خاص سن یاس سے پہلے اولاد پیدا ہونی بند ہو چکی ہو تو ایسی عورتوں کو تین ہزار بار "یاجبار" پڑھ کر تین مغز بادام پر دم کر کے اٹھائیس دن تک کھلانے سے اولاد کی بندش کا عارضہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ عورت اصل سن یاس وار ہونے تک دوبارہ اولاد پیدا کرنے کے لائق ہو جاتی ہے۔

(۱۲) ہر درد کے روکنے کے لیے کوئی نمازی شخص مریض کے ماتھے پر انگلی سے بار بار "یا جبار" لکھے۔ چند ہی منٹ کے اندر اندر درد سے نجات مل جائے گی۔

(۱۳) آدھے سر کے درد سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے "یاجبار" اور "یاعزیز" کا سات سات بار ورد کر کے پھونک ماریں اور درد کو جھاڑیں' اس عمل کو ایک جمعے کو شروع کر کے دوسرے جمعے والے دن ختم کرنا چاہیے۔

(۱۴) یا جبار کا اسم مبارک ہر روز اکیس بار پڑھنا معمول بنا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ مناصب میں ترقی عطا کرتا ہے اور دلی مرادوں کو بھی پورا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

الجلیل

الجلیل ———— یہ اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۷۳

عدد واحد ———— ۱

ذات باری تعالیٰ کے جمالی گوشوں کے ساتھ جلالی گوشوں کا بھی اس کائنات میں اظہار ہوتا رہتا ہے۔ گویا پوری کائنات میں جمال کے ساتھ ساتھ جلال اور جلالت الٰہی بھی اظہار پذیر ہوتی رہتی ہے۔ اور ان دونوں جلال و جمال کا سرچشمہ بھی خدا کی ذات ہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ اور یوں بھی یہ ضروری ہے کہ اگر کائنات میں جمالیات کے ساتھ جلالیات کی نمود نہ ہو تو یہ نظام تباہ ہو کر رہ جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا' اور پھر ان کے ساتھ الکتاب اور المیزان بھی نازل کیے' تاکہ حیات انسانی کی بنا قسط و عدل پر قائم ہو سکے۔ اور پھر ان کے ساتھ ساتھ لوہا بھی اتارا گیا (یعنی شمشیر خارہ شگاف) جس میں شدید قوت جہاد کا نشان ہے اور منفعت انسانی بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ

Marfat.com

بے حد قوی اور صاحب غلبہ ہے۔(۵۷-۲۵):

جلیل۔الجلیل یہ صفت باری تعالیٰ جلال الٰہی سے ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں بزرگی اور طاقت ور کے۔ بے حد عظمت والا۔ بہت بزرگ اور اقتدار' عظمت اور شان و شوکت بھی اس میں موجود ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جلالت میں حسب ضرورت شدت' سختی اور بے پناہ اظہار قوت و غلبہ بھی ہوتا ہے۔

عربی زبان میں "جل" کے معنی بزرگ اور باعظمت کے ہوتے ہیں۔ یوں جلال اور جلیل : بزرگی' شان و شوکت' رعب داب' غصہ' تیزی' سختی اور خشونت کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس سے جلیل کے معانی بزرگ' بڑا' اعلیٰ اور افضل کے بھی ہوتے ہیں۔

بعض حوالوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت جلالت بحوالہ جلال اور جلیل ہونے کے کئی طرح سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ یوں کہا جاتا ہے کہ "ظالم' جابر' قاتل' ڈاکو' مغلوب الغضب' شرارت پسند' تخریب کار انسان' درندے' موذی جانور' پہاڑ' سمندر اور مصائب و امراض' آتش' صرصر' طوفان' قحط' بائیں' زلزلے' بجلیاں اسباب ہلاکت اس پروردگار کی صفت جلال کی مظہر ہیں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ کا جلالی اظہار اور بھی کئی حوالوں سے یعنی اللہ کی مخلوقات کی جلالی کیفیات سے بھی ہوتا رہتا ہے۔

اعمال و فضائل

اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں یہ اسم مبارک "الجلیل" بڑی ہی بزرگی اور جلالت والا ہے۔ اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا ورد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مخلوق میں صاحب عزت اور باوقار بنا دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی اسم مبارک "یا جلیل" کو مشک یا زعفران سے لکھ کر تعویذ کی صورت میں اپنے پاس رکھے تو مخلوق اس کی بجا طور پر تعظیم و توقیر کرتی ہے۔

(۳) اگر کسی مقدمے کی شہادت یا گواہی کے لیے کوئی جھوٹا گواہ پیش ہو رہا ہو تو ایسے گواہ کا تصور ذہن میں لا کر ایک ہزار بار یا جلیل کا ورد کر کے پھونک ماری جائے تو ایسا جھوٹا گواہ جھوٹی گواہی سے باز رہ جاتا ہے۔

Marfat.com

(۴) سفر کے دوران میں اپنے سامان کی حفاظت کے لیے سامان پر دس بار یا جلیل پڑھ کر پھونک مار کر اللہ سے دعا کی جائے تو اس سامان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور چور اس سے دور ہی رہتا ہے۔

(۵) "یا جلیل" کا بکثرت ذکر کرنے کا رعب دبدبہ اور جلالت لوگوں کو متاثر کرتی رہتی ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو انگوٹھی پر لکھوا کر انگوٹھی پہنے رکھے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو خلق میں عزت آبرو اور توقیر بخشتا اور حاکموں اور افسروں کے سامنے بھی اسے عزت بخشتا ہے۔

(۷) جو شخص بکثرت یا جلیل کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عسرت اور فاقہ سے بچائے رکھتا ہے اور اس کی حاجتیں پوری کرتا رہتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد سات بار یا جلیل پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادات میں محویت اور اشتیاق کو بڑھا دیتا ہے۔

(۹) اس اسم مبارک کے ورد سے اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو سکون قلبی کی دولت سے فیض یاب کر دیتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص بدسکونی اور دل کی بے قراری کی کیفیت میں ہو تو ایسے شخص کو یا جلیل کا دم کیا ہوا پانی پلایا جائے یا وہ شخص خود خلوص دل کے ساتھ یا جلیل کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سکون دل عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

الحسیب

الحسیب ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۸۰

عدد واحد ——— ۸

الحسیب ' حسیب کے معنی ہوتے ہیں حساب لینے والا' شمار کرنے والا' اور اس کے معنی کافی کے بھی ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے بہتر طور پر حساب لینے والا ہے اور لوگوں سے باز پرس کرنے والا ہے۔ حسیب ' حساب کرنے والا اور انتقام لینے والا۔

حسیب۔ حساب کرنے والا

الحسیب' حسیب ' حساب' حاسب' اور حسبٌ سب کا مادہ ایک ہی یعنی(ح س ب) ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے شمار کرنا' گننا' اندازہ کرنا' خیال کرنا' اسی سے حسبٌ ہوتا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں کافی ہونا۔ یعنی جس کے بعد کسی اور کی ضرورت نہ رہے۔

"حسیب" حساب سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے اور اس کے بنیادی معانی حساب

Marfat.com

لینے والے یا حساب کرنے والے یا کافی ہو جانے والے کے ہوتے ہیں۔

اسلام میں قانون مکافات عمل ہی دین کی بنیاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندے کو اس کے ایک ایک عمل کا بدلہ ملے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہر عمل اپنا نتیجہ پیدا کر کے رہتا ہے۔ لہٰذا تعمیری اور تخریبی اعمال اسی اعتبار سے اپنا نتیجہ سامنے لاتے رہتے ہیں۔ اعمال کے اس طرح سے نتیجہ خیز ہونے کو حساب کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ بحوالہ قانون مکافات عمل خود "حسیب" ہے۔ یعنی وہ حسات کرنے والا ہے۔ اللہ الحسیب کا یہ ایک قانون ہے کہ ہر عمل کا نتیجہ' عمل کے ساتھ ہی مرتب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سریع الحساب بھی ہے۔ لیکن پھر اس کا محسوس نتیجہ کچھ وقت کے بعد سامنے آتا ہے۔ اور اسی کو حساب کا دن کہا جاتا ہے۔ اس دن جس شخص کے تعمیری نتائج کا پلڑا بھاری ہو گا وہ خوش ہو گا۔ جس کے تخریبی اعمال کا پلڑا بھاری ہو گا وہ ناخوش ہو گا۔

اللہ الحسیب ہر ایک سے حساب لے گا

اللہ الحسیب انسانوں سے ضرور ان کے اعمال و افعال کا حساب لے گا۔ اور پھر اسی حساب کے بعد ہی ان کی جزا یا سزا کا تعین ہو گا۔ اس کے اعتبار یوں ارشاد باری ہے کہ:

"ان میں سے جو روگردانی اختیار کرتا اور آیات ربانی کا انکار کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دے گا۔ ہر آئینہ ان کی بازگشت تو ہماری ہی طرف ہے۔ پھر ان کے اعمال کا حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔" (۸۸: ۲۳-۲۶)

حضرت نوح علیہ السلام نے حجت پرست منکرین کے نازیبا سوالات کے جواب میں بڑی ہی بردباری اور تحمل کے ساتھ فرمایا کہ:

"مجھے ان کے اعمال کی خبر نہیں ہے' ان کا محاسبہ اعمال تو میرے پروردگار نے کرنا ہے۔" (۲۶:۱۱۲-۱۱۳)

انہی منکریں اور حجت کرنے والے لوگوں کے بارے میں سورۃ النور میں بڑے ہی دو ٹوک انداز میں فرمایا گیا ہے کہ۔

"کافروں کے اعمال کی مثال اس چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہے' جسے پیاسا پانی

Marfat.com

سمجھتا ہے اور پاس جا کر کچھ بھی نہیں پاتا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کا پورا پورا حساب چکا دے گا اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔" (۲۴-۳۹):

اور پھر اسی ہی طرح کے ایک اور پس منظر میں بتایا گیا کہ "اللہ تو وہ قادر مطلق گرامی قدر عرش کا مالک و پروردگار ہے۔ اور تنبیہ ہوئی کہ جو عاری از عقل و دانش اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے خود ساختہ معبود کو پکارے گا جس کی اس کے پاس کوئی قاطع دلیل نہیں ہے تو اس کا محاسبہ اس کے پروردگار کے ہاں ہونا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ کافر لوگ فلاح سے محروم رہیں گے۔" (۲۳-۱۱۷):

وکفٰی باللہ حسیبا

حساب لینے کے لیے ہر ایک کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ سورۃ النساء میں یتیموں کے مال اور ان کی امانتوں کے وسیع تناظر میں بتایا گیا ہے کہ ملک کے دستور اور امانتوں کے ضوابط کے مطابق کام کیا جائے اور یتیموں کو ان کی امانتیں گواہوں کی موجودگی میں ان کے حوالے کی جائیں اور اللہ تعالیٰ کو بھی گواہ سمجھا جائے "اور وہ اللہ تمہارے معاملات میں حساب لینے کے لیے کافی ہے۔" (۴-۶):

سلامتی اور حسنات دنیا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے الحسیب ہونے کے سلسلے میں ایک نہایت حیات افروز معاشرتی نظام کی بات کر کے بڑے احسن انداز میں احساس دلایا ہے کہ:

"جو تمہارے ساتھ کھڑا ہو کر' تمہارے لیے زندگی اور سلامتی کا سامان بہم پہنچائے' تم اس کے لیے اس سے بہتر اور حسین تر حیات بخش سامان بہم پہنچاؤ۔ اور اگر ہنوز حالات ایسے سازگار نہ ہوں کہ اس کی پیش کش سے زیادہ دے سکو' تو کم از کم اسے اتنا ہی لوٹا دو' نظام خداوندی ان تمام امور کا پورا پورا حساب رکھتا ہے۔" (۴-۸۸):

اسی حساب کتاب کے ضمن میں اس سے بھی زیادہ فصیح انداز میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:

"ارشاد ہوا' ہم قیامت کے دن انصاف کے میزان لا رکھیں گے۔ کسی کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ اگر کسی شخص کا عمل رائی کے دانے کے

Marfat.com

برابر بھی ہو گا تو ہم اسے بھی پیش نظر رکھیں گے اور ہم اپنی مخلوق کا حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔" (۲۱-۴۷):

پھر نیک لوگوں کے ضمن میں اور ان کے اللہ سے ڈرنے اور اللہ کے حساب کے لیے کافی ہونے کی ذیل میں یوں بھی ارشاد ہے کہ:

"(یہ معمول ان نفوس قدسیہ کا ہے) جو رسالات پروردگار لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ جو اللہ سے ڈرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور احتساب کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔" (۳۳-۳۹):

کفار سے سخت حساب لینے والا

اللہ الحسیب کی دعوت حق کو جو لوگ قبول کر لیتے ہیں' ان کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اسے قبول نہ کیا ان کے لیے مصیبت اور خواری ہو گی۔ اور " یہ وہ لوگ ہیں جن سے بری طرح سے حساب لیا جائے گا۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ بہت ہی برا ٹھکانا" (۱۳-۱۸):

اللہ تبارک و تعالیٰ کا سخت حساب یہ ہو گا کہ وہ بری حساب فہمی کرے گا۔ اس حساب فہمی میں کسی آدمی کی کسی بھی خطا اور کسی لغزش کو معاف نہ کیا جائے گا۔ اور کوئی قصور جو اس نے کیا ہو اسے مواخذہ کیے بغیر ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔

کفار اور بد اعمال لوگ تو یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ شاید وہ حساب کتاب سے بچ ہی جائیں گے۔ دنیا میں وہ یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کرتے رہے کہ کبھی وہ وقت نہیں آنا جب انہیں خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہو۔ بلکہ ان لوگوں کی حالت تو ایسی تھی کہ وہ:

"یہ لوگ حساب آخرت کی امید ہی نہیں رکھتے تھے۔" (۷۸-۲۷):

اور پھر جب انہیں یوں بھی محسوس ہوا کہ حساب تو ضرور ہو گا اور پھر سخت حساب فہمی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس ساری صورت حال میں دانشمند اور اللہ سے ڈرنے والے لوگ تو اپنے اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اللہ سے روابط کو برقرار رکھتے ہیں اور:

"اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان سے بری طرح سے حساب نہ لیا جائے۔" (۱۳-۲۱):

Marfat.com

لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ جو نیک لوگ ہوں گے اور اہل جنت ہوں گے یعنی "تو جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس سے حساب آسان لیا جائے گا۔" (۸۴: ۷-۸):

واللہ سریع الحساب اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جلد حساب چکانے والا ہے۔ تہدید اور تسلی دونوں موقعوں کے لیے موزوں ہے' اور قرآن مجید میں یہ دونوں ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے۔ جو لوگ آخرت کے عذاب و ثواب کو ایک بعید چیز سمجھ کر اپنی بدعملیوں میں بدمست رہتے ہیں کہ جو چیز اتنی دور ہے اس کی فکر میں ابھی سے مبتلا ہو کر اپنے عیش کو کیوں مکدر کریں' ان کو ان الفاظ سے یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ آج تم جس حساب و کتاب کو بہت دور کی چیز سمجھ رہے ہو' جب وہ سر پر آئے گا تو تم سمجھو گے کہ اس پر تو ابھی ایک صبح و شام بھی نہیں گزری۔

اسی طرح جو لوگ اللہ کے اچھے وعدوں کو وعدہ فردا سمجھتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے ظہور میں ایک غیر متناہی مدت باقی ہے۔ ان کو ان الفاظ سے یہ تسلی دی جاتی ہے کہ اطمینان رکھو' خدا کے وعدوں کے پورے ہونے میں دیر نہیں ہوگی' جب تمہیں اجر ملے گا تو محسوس کرو گے کہ تمہاری مزدوری تمہارا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی تم کو مل گئی۔ اس ضمن میں اس طرح سے ارشاد باری ہے کہ:

"یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کی نیک کمائی کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نیکوں کو ان کی نیکی کا جلد اجر دینے والا ہے۔" (۲-۲۰۲):

انسانوں کو ہمیشہ اس امر کی حقیقت کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ان کا کوئی بھی عمل نتیجہ مرتب کیے بغیر نہیں رہ سکتا' یہ اور بات ہے کہ بعض اعمال کے نتائج کا ظہور دیر میں جا کر ہو۔ اس لیے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ حرام حلال کی پابندی کا کیا ہے' اور حرام کھانے سے کون سا نقصان ہو جاتا ہے۔ اس لیے ارشاد باری یوں ہوتا ہے کہ:

"شکار کردہ جانور جو اس نے تمہارے لیے رکھ چھوڑا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو اور اللہ تعالیٰ کے احترامات فائقہ کا لحاظ کرو' وہ بلا تاخیر حساب لینے والا ہے۔" (۵-۴):

Marfat.com

بحوالہ عروج اسلام کفر والحاد کے زوال اور اسلام کے عروج کے حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ بدستور اپنے قاعدے قانون کے مطابق دین اسلام کو عروج اور وسعت ہی بخشے چلا جا رہا ہے۔ قرآن مجید نے اس ذیل کے انداز میں تحریر کیا ہے کہ:

"کیا یہ کفار یہ نہیں دیکھتے کہ ہم سر زمین پر چلے آتے ہیں اور اسے اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے جا رہے ہیں۔(کفر کے زوال اور اسلام کے عروج کے حوالے سے ارشاد ہوا) اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ اور اس حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں' وہ حساب بھی جلد ہی لے گا۔" (۱۳-۴۱):

پھر اسی طرح روز جزا کے حوالے سے اور انسانی اعمال کے نتیجے میں جزا یا سزا دیئے جانے اور فوری حساب لینے کے تناظر میں سورۃ المومن میں یوں فرمان الٰہی ہوتا ہے کہ:

"آج کے دن ہر متنفس کو اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔(آج اللہ تعالیٰ کے عدل کے ظہور کا دن ہے) کسی پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں ہوگا اور حساب کتاب کے اس عمل میں (عدل بالتاخیر' عدل فی التکیر نہیں) اللہ تعالیٰ جلد فیصلہ کرنے والا ہے۔" (۴۰-۱۷)

انکار کرنے والوں کا حساب "اور پھر وہ لوگ جو آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں' وہ بہر صورت جان لیں کہ اللہ تعالیٰ اعمال انسانی پر یقیناً احتساب کرنے والا ہے۔" (۳-۵ جزوی):

اور اللہ تعالیٰ کا وہ یوم حساب جس دن ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا اٹل ہے۔ اس دن سب کے اعمال کے نتائج سامنے آ جائیں گے' اور پھر سب سے اہم بات یہ ہوگی کہ انسان کا لپٹا ہوا' اعمالنامہ کھول دیا جائے گا بلکہ اسے کہا جائے گا کہ اسے خود ہی پڑھ۔ تو آج اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے آیا ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) ہم نے ہر انسان کا نامہ اعمال اس کے لیے بستہ در گردن کر دیا ہے اور روز قیامت ہم اسے ایک نوشتہ دیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ ارشاد ہوگا کہ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے' آج تو خود ہی اپنے احتساب نفس کے لیے کافی ہے۔" (۱۷: ۱۳-۱۴)

Marfat.com

مستحقین دوزخ

وہ لوگ جو اپنے اعمال و افعال کے باعث دوزخ کے حق دار ٹھہرائے جائیں گے' انہیں بھی اللہ الحسیب نے خوب پکڑا ہو گا۔ ان کے جسموں اور چہروں کی ہولناکی اور سیاہی کا قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر موجود ہے۔ اور پھر بعض مجرمین زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ سورۃ ابراہیم کے آخر میں ان کے بارے میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے کرتے گندھک کے ہوں گے یا ان کے لباس تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں پر آگ کے شعلوں کی لپیٹ ہو گی' اور یہ سب کچھ اس لیے ہو گا کہ سب جان لیں کہ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا قانون مکافات اور اعمال کا محاسبہ کرنے کا عمل بڑا ہی راست اور حق ہے' اس میں ذرا بھی دیر نہیں لگتی بلکہ وہ حساب کرنے میں بڑا ہی تیز ہے۔ (خلاصہ (۱۴: ۵۰-۵۱):

"اور جو شخص آیات الٰہی سے انکار کرتا ہے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اعمال انسانی پر یقیناً احتساب کرنے والا ہے۔" (۳-۱۹ جزوی):

اللہ اسرع الحاسبین ہے

اللہ الحسیب اپنی صفت "اسرع الحاسبین" بھی ہے۔ انسانوں کے تمام اعمال کے نتائج اللہ کے قانون کے مطابق نتائج سے ہمکنار ہوتے رہتے ہیں۔ اور پھر انہی کے مطابق اللہ کا ہر فیصلہ ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس اللہ الحسیب کے لیے آسان ہو گا۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ساری خدائی کے اتنے لمبے چوڑے حساب میں اس کو کچھ زحمت پیش آئے گی یا اس میں زمانہ صرف ہو جائے گا۔ وہ سارا حساب ایک لمحہ میں سب کے سامنے رکھ دے گا۔ اس کی کتاب مبین ہر شخص کے ہر چھوٹے بڑے عمل کا سارا ریکارڈ اس کے آگے پیش کر دے گی۔ اس ضمن میں سورۃ الانعام میں وارد ہے کہ:

"اور پوری طرح آگاہ رہو کہ تمام کائنات ارضی و سماوی پر حکم و اختیار اسی رب ذوالجلال کا ہے' اور اس کا نظام حساب و احتساب اسرع اور بلا تاخیر ہے۔" (۶-۶۲ جزوی):

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) اگر کسی شخص کو کوئی ڈر خوف یا اندیشے کا خطرہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ سات روز تک بکثرت یاحسیب کا ورد کرے اور صبح و شام حسیب الحسنبی کا ورد کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے خطرے اور ڈر سے بچائے رکھتا ہے۔

(۲) جن طالب علموں کو محنت کے باوجود خطرہ ہو کہ ان کا نتیجہ برا نہ نکلے تو انہیں چاہیے کہ وہ چند دنوں کے اندر اندر گیارہ ہزار بار یا حسیب کا ورد کر کے اللہ سے دعا کریں' اللہ خیر کر دے گا' اور نتیجہ اچھا رہے گا۔

(۳) نظر بد یا برے ہمسائے کے شر سے بچنے کے لیے بھی "یاحسیب" کا ورد کرنا بے مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۴) جو شخص "یاحسیب" کا بکثرت ورد کرتا ہے اللہ اس کی قوت ایمانی میں بجا طور پر اضافہ فرما دیتا ہے۔ ایسے شخص کو سکون قلبی کی دولت بھی میسر آتی ہے۔

(۵) اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرنے سے اللہ تعالیٰ آفات ارضی و سماوی کو دور رکھتا ہے' اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا حفظ و امان برقرار رہتا ہے۔

(۶) یاحسیب کا ورد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ قناعت کی نعمتوں سے فیض یاب رکھتا ہے۔

Marfat.com

الحفیظ

الحفیظ ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۹۹۸

عدد واحد ——— ۸

حفیظ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے۔ اس کے بنیادی معنی نگران' محافظ' حفاظت کرنے والے۔ نگرانی میں رکھنے والے کے ہوتے ہیں۔

الحفیظ حفیظ کا بنیادی مادہ (ح ف ظ) ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے حفاظت کرنا' نگرانی کرنا' بچائے رکھنا' پناہ میں لیے رکھنا' حفظ و امان میں رکھنا' قبضہ میں رکھنا' اس اعتبار سے حفیظ حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔ اور نگہبانی کرنے والا اور محافظت میں رکھنے والا یہ لفظ حفظ سے اسم فاعل واحد مذکر ہے اور حافظ کے معنی بھی یہی شمار ہوتے ہیں:
حفیظ وہ ہوتا ہے جو ہر حوالے اور ہر اعتبار سے کلی طور پر محافظ اور حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بطور "الحفیظ" انسانوں کے اعمال کی حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا حفاظت اعمال کا ایک خاص قانون اور قاعدہ ہے۔ بعض قرآنی حوالوں سے یوں بھی اللہ تعالیٰ کے حفیظ ہونے کے سلسلے میں ہے کہ اس اللہ نے حفاظت کرنے والے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ معزز لکھ لینے والے ہیں۔" اور ہمارے پاس "کتاب حفیظ" یعنی لوح محفوظ موجود ہے۔ جس میں جسم کی ہر ہر چیز کی وضع، مقدار، کیفیت سب ہی کچھ درج ہے۔" (۵۰-۴):

کتاب حفیظ

کتاب حفیظ یعنی لوح محفوظ پر جو کچھ لکھا ہوا ہے، وہ سب کچھ بڑی وضاحت، مقدار، کیفیت اور اصل حیثیت میں موجود ہے اور وہ سب کچھ بوقت ضرورت دکھا دیا جائے گا۔ اسی حوالے سے ایک اور ارشاد باری اس طرح سے بھی ہے کہ وہ ایک روز جو یوم حساب ہے جب وہ برپا ہو گا تو اس روز جہاں متعدد دیگر امور سامنے آئیں گے اور ان ہونے واقعات رونما ہوں گے تو وہاں اسی وقت "لوگوں کے نامہ اعمال بھی کھولے جائیں گے۔" (۸۱-۱۰):

اور اللہ الحفیظ نے اپنے ایک خاص نظام محافظت کے تحت کتاب محفوظ میں جو لکھ رہا ہے وہ سب بحوالہ لوگوں کے اعمالنامے کھول کر دکھا دیا جائے گا۔ یوں لوگ خود اپنی کارگزریوں کو دیکھ لیں گے۔ لوگوں کو کیا معلوم کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص نظام محافظت کے لیے بندوں پر نگران فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو بڑے معزز ہیں، بڑے زود نویس ہیں۔ اس لیے بندوں کا جو قول و عمل ہوتا ہے وہ فوراً ہی تحریر کر لیتے ہیں تاکہ ہر شخص کی زندگی کا ایک مکمل دستاویزی ریکارڈ تیار ہوتا رہے، اور اس کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی ظلم اور زیادتی نہ ہونے پائے۔ اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا صحیح اجر مل سکے۔

اس تحریر و ترقیم اعمال پر جو مقرر ہیں، وہ حافظین یعنی محافظ اور حفاظت کرنے والے ہیں۔

کتاب حفیظ۔ تحریری یادداشت ہے

سورۃ ق میں انسانوں کو اس زندگی کے بعد موت اور پھر دوبارہ زندہ کرنے کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ اور اس کا انکار کرنے والوں کو بڑے ہی صریح اور واضح انداز و اسلوب میں بتایا ہے کہ وہ جب مر کر مٹی میں ذرہ ذرہ ہو کر مل جائیں گے اور ان کی ہڈیاں

Marfat.com

بھی سڑ کر بوسیدہ ہو جائیں گی اور تو اللہ ان کو پھر دوبارہ پیدا کر لے گا۔ عقل عام سے بعید اس حقیقت پر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:

"یہ نادان اتنی سی بات سمجھنے سے عاری ہیں کہ زمین کھا کر جو کم کرتی ہے' وہ سب ہمارے علم میں ہے۔ اگر یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں سماتی تو ان کی اپنی عقل کی تنگی ہے۔ ہمارے پاس ایک کتاب ریکارڈ (لوح محفوظ) موجود ہے' جس میں سب کچھ محفوظ ہے اور تحریری یاد داشت کے طور پر باحفاظت حاضر ہے۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہم اتنی قدرت کے مالک ہیں کہ جب چاہیں انہیں جوں کا توں بغیر کسی کمی بیشی کے دوبارہ زندہ کرلیں۔"(۵۰-۴) اور یہ سب کچھ اللہ کو کتاب حفیظ کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے۔

اللہ الحفیظ بحوالہ صفت "حفیظ" اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بڑا محافظ' نگہبان' نگرانی کرنے والا اور حفاظت میں رکھنے والا ہے۔ اللہ الحفیظ تو پاسبانی کرنے والا ہے۔ وہ بچاؤ کرتا ہے۔ سلامتی میں رکھتا ہے' تحفظ فراہم کرتا ہے۔بطور ولی انسانوں پر مقرر اور متعین رہتا ہے۔

"حفیظ" نگہداشت ' حفاظت' کفالت اور قائم و برقرار رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس حفاظت کے اندر اللہ کا صرف حفاظتی نظام ہی نہیں بلکہ نشوونما اور پرداخت و بالیدگی بخشنے والا نظام بھی کار فرما رہتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ اس حفاظتی نظام کے تحت صحیح معنوں میں حق پاسبانی اور نگہداری بھی انجام دیتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حفظ و تحفظ کے اندر امن و سکون بھی موجود ہوتا ہے۔

ہر چیز پر نگران اور محافظ اللہ تبارک و تعالیٰ غیر محدود حاکمیت والا ہے۔ اور اسی طرح اس کے اختیارات بھی مطلق ہیں۔ اس کے ساتھ کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ اور اس کے فیصلے اور احکامات سب صادر ہو کر رہتے ہیں۔ وہ اس ساری کائنات کا مالک ہے اور اس کے اندر جو کچھ بھی ہے اس سے واقف اور آگاہ ہے۔ بلکہ کائنات کی ساری مصلحتوں کو بھی خوب سمجھتا ہے۔ اس ذات باری کے بارے میں انسان ہوں یا جن یا فرشتے یا دوسری مخلوقات' سب کا علم ناقص اور محدود ہے۔ کائنات کی تمام حقیقتوں پر کسی کی بھی نظر محیط نہیں ہے۔ نظام عالم تو بہت بڑا ہے۔ بندہ تو

Marfat.com

خود اپنی ذاتی مصلحتوں کو بھی سمجھنے سے قاصر ہے۔ بلکہ ان کو سمجھنے کا بھی وہ اہل ہی نہیں ہے' اسی اللہ ہی کا سب پر غلبہ اور قبضہ ہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور وہ اللہ ان سب کی حفاظت اور نگہبانی بڑی ہی آسانی کے ساتھ کر لیتا ہے' اور اس نگرانی سے اسے کوئی تکان یا تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ اور وہ اللہ سب سے بلند و برتر ذات ہے۔ وہ اللہ ہر ظاہر و باطن پر محافظ اور نگہبان ہے۔ اور اس کے لیے یہ نگرانی اور حفاظت کوئی مشکل نہیں ہے۔

ان ربی علی کل شیئ حفیظ

سورۃ ہود میں حضرت ہود علیہ السلام نے مشرکین سے کئی حوالوں سے سمجھانے کی بھرپور کوشش کی اور اپنے بارے میں علی الاعلان فرمایا ہے کہ' میں اپنے اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں' اور تم لوگ گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے خدائی میں شریک کر رکھا ہے' میں ان سب سے بیزار ہوں۔ اور میرا بھروسہ تو میرا رب ہی ہے اور اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ اور پھر یوں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ جان لو کہ:

> "کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اس (اللہ) کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔(یعنی وہ جو کچھ کرتا ہے صحیح کرتا ہے۔ اس کا ہر کام سیدھا ہے۔ اس کے ہاں اندھیر نگری نہیں ہے بلکہ وہ سراسر حق اور عدل کے ساتھ خدائی کر رہا ہے۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ جو گمراہ اور بدکار ہے اور وہ پھر فلاح حال کرے۔ اور میں تو راست باز ہوں اور نیکوکار ہوں تو پھر بھلا ایسی صورت میں کیسے ممکن ہو سکتا ہے میں اللہ کی توفیق کے ساتھ اچھائی نہ حاصل کروں) اس لیے اگر تم منہ پھیرتے ہو تو پھیر لو۔ جو پیغام دے کر میں تمہارے پاس بھیجا گیا تھا میں وہ تو تم کو پہنچا چکا ہوں۔ اب میرا رب تمہاری جگہ پر دوسری قوم کو اٹھائے گا(یعنی تمہاری جگہ اور لوگوں کو لا بسائے گا) اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگران اور نگہبان ہے۔"(۱۱-۵۷):

اللہ خیر الحافظین ہے

احسن القصص سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی مناسب اور بہتر حفاظت

Marfat.com

کرنے والا کوئی نہیں ہے "سو خدا ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" (۱۲-۶۴ جزوی)

اس تاریخی قرآنی واقعے میں بتایا یہ گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب اپنے والد سے کہا کہ اب کی بار ہم غلہ لینے مصر جائیں گے تو بن یامین بھائی کو بھی ساتھ لے کر جائیں گے اور ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ اس پر ان سے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں پر ہرگز اعتماد نہیں کروں گا' بلکہ میرے لیے میرا بہترین محافظ اور ارحم الراحمین اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اب میں یہ کام اللہ کی حفاظت و رحمت کے بھروسہ پر کروں گا تمہارے اعتماد پر نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا نظام حفاظت

اللہ تبارک و تعالیٰ کہ حافظ و ناصر اور حفیظ بھی ہے کا نظام حفاظت بڑا ہی فعال' موثر' راست اور مبنی بر حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ الحفیظ اسی نظام کے اندر معجزیاتی انداز سے بھی جس کی حفاظت اور نگہبانی کرنا چاہتا ہے' باآسانی کر لیتا ہے۔ اور وہ ایسا ہی نگران اور محافظ ہے کہ اس کے نظام میں جو چیز بگڑ جاتی ہے اس کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسری نئی چیز لا دیتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ ایک مرتبہ اس دنیا کو بنا کر پھر اس سے بے تعلق ہو کر بیٹھ رہا ہو بلکہ وہ برابر اس کی نگرانی بھی کر رہا ہے۔ اس نظام میں اگر کوئی قوم اپنے حدود سے گزر جاتی ہے تو ایک خاص حد تک مہلت دینے کے بعد اس کو درست بھی کر دیتا ہے۔ اور یہی ایک بہتر اور احسن پاسبان کا کام ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی اللہ الحفیظ بہترین محافظ اور خیر الحافظین ہے کہ وہ خوب سمجھتا ہے کہ کس کو درست کر کے قائم رکھنا اور کس کو بدل کر اس کی جگہ پر نئی چیز یا افراد یا قوم کو لانا ہے۔

الحفیظ محافظ قرآن ہے

اللہ الحفیظ وہ حافظ و حفیظ ہے کہ جو ہر دور میں اپنی کتاب مبین قرآن مجید کی خود ہی اپنے خاص نظام حفاظت کے تحت حفاظت کرتا ہے اور اس قرآن مجید کی حفاظت کرنا کوئی معمولی کام نہیں۔ اس حفاظت کرنے سے یہی مراد نہیں کہ قرآن بحوالہ اپنے کلام کے محفوظ ہے' بلکہ یوں بھی محفوظ رہتا ہے کہ اس کی تعلیمات ہر حوالہ سے محفوظ ہیں اور محفوظ و مامون رہیں گی۔ پھر یہ بھی کہ اس حفاظت حق میں اس قرآن مجید کو ترویج ملتی رہتی ہے اور ہر عہد میں اس کی

Marfat.com

تعلیمات کی تفہیم و تشریح میں بھی بدستور ارتقاء ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ سارا کام اسی اللہ الحفیظ ہی کی حفاظت سے ہوتا رہتا ہے۔ جبکہ صورت حال یوں بھی چلی آتی ہے کہ:

"منکرین حق تو تکذیب پر کمربستہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ دراصل یہ بار بار پڑھی جانے والی عظیم الشان کتاب قرآن ہے۔ (قرآن مجید) لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔" (۸۵: ۲۰-۲۲):

اس کے علاوہ قرآن مجید کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ یوں بھی ہے کہ "اس قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے (اس لیے اس کا ہر وعدہ سچا ہو کر رہے گا) اور چونکہ اسے تمام نوع انسان کے لیے ہمیشہ ضابطہ ہدایت بن کر رہنا ہے' اس لیے اسے ہر طرح سے مکمل کر دیا گیا ہے۔ اس میں کسی بدوبدل کی بھی ضرورت نہیں ہوگی (۶-۱۱۶) اس لیے ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکے گی۔ (۱۵-۹)

"بلاشبہ قرآن مجید ہمیں نے نازل کیا' اور بے شک ہم خود ہی اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔"

حفاظت سماوات اور کائنات

یہ سموات اور پوری کائنات جو اللہ تعالیٰ نے اس قدر بڑی اور عظیم الشان بنائی ہوئی ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ بجا طور پر اس کی اپنے خاص نظام حفاظت کے تحت نگہبانی اور نگرانی اور حفاظت بھی کرتا ہے۔ کائنات میں حفاظت سموات کے بارے میں اللہ الحفیظ کے بڑے ہی واضح ارشادات موجود ہیں کہ:

"اور انہیں ہم نے ہر قسم کی تخریبی قوتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ (اسی لیے تو عظیم کارگہ کائنات' اس نظم و ضبط اور حسن و خوبی سے چل رہا ہے۔ یہ ہے ستاروں کی حقیقت جن کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان کی گردش سے انسانی مقدرات اور واقعات کی اور ان سے متعلق پیش گوئیاں کی جا سکتی ہیں)" (۱۵-۱۷):

اس طرح سے بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اور کرہ ارض کے اوپر ایسی فضا پیدا کر دی جو خود بھی محفوظ ہے اور زمین کے رہنے والوں کو اوپر سے گرنے والے شہاب ثاقب کی تباہی سے بھی محفوظ

Marfat.com

رکھتی ہے۔(۲۱-۳۲)"

گویا "یہ سب کھلی ہوئی نشانیاں ہیں' اس حقیقت کی کہ اشیائے فطرت خود قوانین خدا وندی کے تابع سرگرم عمل ہیں' ان میں سے کسی کو کوئی قوت و اقتدار حاصل نہیں' لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ان حقائق سے منہ پھیرتے رہتے ہیں۔"

زینت بھی حفاظت بھی

کائنات اور سمٰوات کے بارے میں جس وضاحت اور تفصیلات کے ساتھ قرآن مجید نے بتایا ہے کہ کسی اور کتاب سماوی میں اس طرح سے نہیں بتایا گیا۔ اور یہ سب اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کا پروردگار ہے اور جو کچھ ان کے مابین ہے سب کا' اور ہر روز نئے نئے مطلعے بدلنے والے مشرقوں کا بھی وہی رب ہے۔ اور پھر اس طرح سے ارشاد الٰہی ہے کہ:

"ہم نے آسمان دنیا کو ان گنت خوش نما ستاروں سے زینت بخشی ہے' اور ان (کاہنوں کی غلط فہمیوں کے باوصف) ہر شیطان سرکش (اور تخریبی قوتوں کے اثرات) سے محفوظ کیا ہوا ہے۔" (۳۷:۶-۷)

آسمان کی قندیلیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے لیے قریبی آسمان کو کئی حوالوں سے انسان کے خوب صورت' زینت والا اور خوش نما لگنے والا بنایا ہوا ہے' اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ:

"خدا نے مختلف اجرام فلکی کو جیسا کہ انہیں ہونا چاہیے تھا' ویسا ہی انہیں بنا دیا ہے' اور جس قانون کے مطابق انہیں چلنا تھا وہ انہیں القا کر دیا۔ یعنی وہی قانون اور قاعدہ ان کی ساخت کے اندر رکھ دیا گیا' اور جو فضا سب سے قریب نظر آتی ہے' اس میں اس قسم کے اجرام بکھیر دیئے جو تمہیں آسمان کی قندیلوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور انہیں ایسا محفوظ بنا دیا کہ یہ نہ آپس میں ٹکرائیں اور نہ انسانوں کے اوپر گریں۔" (۴۱-۱۲):

بحوالہ سبع سمٰوات یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے سات بلند طبقات معرض وجود میں آئے ہوئے ہیں اور سب کو بذریعہ وحی ان کا کام اور منصب سونپا جاچکا ہے' اور انہیں جگمگاتے چراغوں سے سجایا ہوا ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ

Marfat.com

کہ اسے محفوظ اور مامون کیا ہوا ہے۔

الله حفیظٌ سورۃ الشوریٰ میں اس طرح سے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:
''اے رسول وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز بنا رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر نگران ہے۔ اس کی ذمے داری تم پر نہیں ہے۔'' (۴۲-۶):
یعنی جو لوگ اللہ کے علاوہ اوروں کو اپنا کار فرما سمجھتے ہیں' وہ سب اللہ کی نگاہ میں ہیں' ان سے اللہ کا قانون مکافات خود نمٹ لے گا کیونکہ وہ سب اللہ کے علم اور نگرانی میں ہیں' اگر یہ لوگ تمام تنبیہہ و تذکیر کے باوجود اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں' تو اس کی کوئی پرواہ اور فکر (اے رسول) آپ کو نہیں ہونی چاہیے' اصل صورت حال یہ ہے کہ اللہ ان کی کڑی نگرانی کر رہا ہے۔ گویا جونہی وہ اپنی مہلت پوری کرلیں گے' اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے پنجہ میں وہ گرفتار ہو کر رہ جائیں گے۔ کہ یہی اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور پاسبانی کا قانون ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنی مخلوقات سے پیار ہے اور اسی لیے انہیں ہمیشہ اپنی نظر اور نگرانی اور حفاظت میں رکھتا ہے' اسی کے باعث وہ خلقت کو تحفظ بخشتا اور اپنی نظر میں رکھتا ہے۔ اس لیے جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے وہ سدا ہر حالت میں اللہ کی شدید حفاظت میں رہتا ہے۔

(۲) اگر کوئی زخمی ہو جائے یا خناس کے وساوس اور سایوں کا شکار ہو چکا ہو' تو اس کو یا حفیظ کا تعویذ لکھ کر ساتھ دن تک پلا دیں یا پھر یا حفیظ کاغذ پر لکھ کر تعویذ کو بازو پر باندھ دیں' تو چند دن میں ان خناس اور وساوس سے نجات مل جاتی ہے۔

(۳) اگر کسی کو ہیضہ کی بیماری ہو جائے تو اس شخص کو چاہیے کہ وہ یا حفیظ کا ورد کرے انشاء اللہ جلد شفایاب ہو جاتا ہے۔

(۴) مدام ''یا حفیظ'' کا ورد اور وظیفہ کرنے والے لوگ سدا اللہ الحفیظ کی پناہ اور حفاظت میں رہتے ہیں۔

(۵) اگر کوئی شخص پر اس کی بیماری کا شدید حملہ ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اگر کوئی

Marfat.com

نمازی آدمی باوضو ہو کر ایک ہزار بار "یا حفیظ" کا ورد کر کے اس مریض کو دم کر دے تو انشاء اللہ بیماری کی شدت میں بتدریج کمی واقع ہو جاتی ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص ہر روز کم از کم سولہ بار "یا حفیظ" کا ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی بیماریوں اور آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۷) ملاحوں' مچھیروں اور دریائی اور سمندری سفر پر رہنے والے لوگوں کے لیے "یا حفیظ" کا ورد کرنا بے حد مفید اور باعث عافیت اور محافظت کا موجب بنتا ہے۔

(۸) بلڈ پریشر اگر زیادہ ہو تو یا حفیظ کے دم والا گھونٹ گھونٹ پانی پیا جائے اور اس پانی کو منہ پر بھی ملا جائے تو جلد افاقہ ہو جاتا ہے۔

(۹) ہر طرح کی نظر بد سے بچنے اور حفاظت کے لیے "یا حفیظ" کا تعویذ اپنے پاس رکھنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۱۰) اگر کسی کا کسی بھی وجہ سے دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو تو ایسے شخص کو اکیس بار یا حفیظ کا دم کر کے گھونٹ گھونٹ پانی پلایا جائے انشاء اللہ ضرور افاقہ ہو گا۔

(۱۱) اگر کوئی شخص ہر روز صبح کی نماز کے بعد یا حفیظ کا ورد کرنا اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ اس کا حافظہ تیز کر دیتا اور نسیان کا مرض وارد نہیں ہونے دیتا۔ اس ورد سے بجا طور پر بندے کی یادداشت بھی بڑھ جاتی ہے۔

(۱۲) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد اکتالیس بار یا حفیظ کا ورد کرنا اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ اسے آفات اور ناگہانی مصیبتوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۱۳) عورتیں اپنی ہر طرح کی حفاظت کے لیے اس اسم مبارک کے ورد کو اپنے لیے ایک محفوظ ڈھال بنا سکتی ہیں۔ حفاظت خویش کے لیے یہ اسم حسنہ بے حد مفید ہوتا ہے۔

(۱۴) بحری جہازوں کے حادثات میں سے بھی بچنے کے لیے "یاحفیظ" کا ورد کرنا نہایت محافظت والا ثابت ہوتا ہے اور اس سے تو بندہ ڈوبنے سے بھی بچ جاتا ہے۔

(۱۵) اگر کسی کو سازو سامان کے گم ہونے یا چوری ہو جانے کا خدشہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے سامان پر مختلف جگہوں پر تین بار الگ الگ "یاحفیظ" لکھ دے تو یوں وہ سامان انشاء اللہ بحفاظت منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور چوری کے خطرے سے بھی بچا رہتا ہے۔

Marfat.com

الحق

الحق ——— یہ اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۰۸

عدد واحد ——— ۹

"حق (ح ق ق) یہ قرآن کریم کی ایک بڑی جامع اصطلاح ہے جو بہت سے معانی و مفاہیم کو محیط ہے۔ اس کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کا اسی طرح موجود' واقع اور ثابت ہو جانا کہ اس کے واقع ہونے یا ثابت ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کیا جا سکے۔

حق حقیقت ثابتہ ہے کسی چیز کا ٹھوس واقعہ یا حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آ جانا' یعنی یہ نہیں کہ ہم اسے محض نظری طور پر یا عقیدۃً مانیں' بلکہ وہ اپنے ٹھوس اور تعمیری نتائج کے اعتبار سے اپنی شہادت آپ بن کر سامنے آ جائے۔ پھر اس حق کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ کسی شے کا اس طرح ثابت اور مستحکم ہو جانا کہ وہ مٹ نہ سکے' نہ ہی اپنے مقام سے ہل سکے' یہ خصوصیت تعمیری نتائج پیدا کرنے والے کاموں کی ہوتی ہے۔

Marfat.com

حق اپنی دلیل آپ ہوتا ہے۔ وہ شے جو زمانے کے تقاضوں کو ٹھیک پورا کرتی جائے اور فطرت کے قانون حفظ و بقا کے عین مطابق ہو۔ اور حق وہ ہے جو ظنی نہ ہو۔ بلکہ حق وہ شے ہے جو اپنی صداقت کے لیے خارجی دلائل کی محتاج نہ ہو بلکہ سورج کی طرح اپنی دلیل آپ ہو' اور حق تو عدل و صداقت کے ہر معیار پر پورا اترتا ہے۔

خدا حق مطلق ہے جان لینا چاہیے کہ یہ سلسلہ کائنات قائم ہی حق پر ہے خدا خود حق مطلق ہے۔ اس نے اسے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے' یعنی یہ کائنات محض افسانہ اور تخیلاتی سراب نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اور تعمیری نتائج پیدا کرنے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔ اور پھر انسانوں کی راہ نمائی کے لیے حق کا پیغام وحی خداوندی کی طرف سے ملا جو رسولوں کی وساطت سے انسانوں تک پہنچایا گیا۔ اس لیے خدا کی ہر وحی حق تھی۔ قرآن حق ہے۔ اس کا رسول حق ہے۔ اس کا دین حق ہے۔

ہر سفر حق کی طرف ہے دنیا میں حق و باطل (تخریبی اور تعمیری قوتوں) کی کشمکش کا سلسلہ جاری ہے' لیکن آخرالامر حق (اقتدار خداوندی) تعمیری قوتوں اور کوششوں ہی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے' کیونکہ ساری کائنات کا رخ حق کی طرف ہے۔ انسانی دنیا میں حق کا قیام' انسانی ہاتھوں سے ہوتا ہے' اسی کا نام نظام حق ہے۔ لہٰذا حقیقت' صداقت' یقین' عدل' تعمیر' ثبات بقا وغیرہ حق ہی کے مختلف پر تو ہیں اور قرآن اسی حق کا مظہر ہے۔ یعنی قرآنی تصور کی رو سے حقیقت' خیر' صداقت' عدل اور واجب سب الحق کے مختلف پر تو ہیں۔ یعنی اس میں کسی ایک کو بھی لیجیے تو اس میں سب کی جھلک موجود ہوتی ہے۔

ہمارے ہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اصلاحات مروج ہیں' قرآن کریم میں انسانوں کے حقوق کا تو ذکر ہے مثلاً (۵۱-۱۹) اور (۷۰-۲۴) لیکن حقوق اللہ کا کہیں ذکر نہیں صرف ایک مقام پر ہے کہ جب فصل کاٹو تو اس میں سے اس کا حق' حقہ' بھی دے دیا کرو(۶-۱۴۱): یہ بھی درحقیقت محتاجوں ہی کا حق ہے' جسے اس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔"

قرآن کریم میں حق کا لفظ بے شمار مقامات پر آیا ہے غالباً ۵۸ سورتوں میں ۲۵۳ مرتبہ یہ حق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

Marfat.com

الحق، حق ہے اس حق کے سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ "حق اسی چیز کو کہتے ہیں جو ثابت و قائم اور اٹل ہو۔ اور باطل کے معنی ہیں یہ کہ مٹ جانا اور قائم و باقی نہ رہنا۔ پس جب وہ (قرآن) کسی بات کے لیے کہتا ہے کہ یہ حق ہے تو صرف دعویٰ نہیں ہوتا بلکہ دعوے کے ساتھ اس کے جانچنے کا ایک معیار بھی پیش کر دیتا ہے۔ یہ بات حق ہے یعنی نہ ٹلنے والی اور ٹلنے والی بات ہے۔ یہ بات باطل ہے یعنی نہ ٹک سکنے کی والی اور مٹ جانے والی بات ہے۔ پس جو بات اٹل ہو گی اس کا اٹل ہونا کسی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا' جو بات مٹ جانے والی ہے' اس کا مٹنا ہر آنکھ دیکھ لے گی۔

چنانچہ وہ اللہ کی نسبت بھی الحق کی صفت استعمال کرتا ہے کیونکہ اس کی ہستی سے بڑھ کر اور کون سی حقیقت ہے جو ثابت اور اٹل ہو سکتی ہے۔"پس یہ ہے تمہارا پروردگار الحق"۔وحی و تنزیل کو بھی وہ الحق کہتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی ایک قائم و ثابت حقیقت ہے۔ جن قوتوں نے اسے مٹانا چاہا وہ خود مٹ گئیں۔ حتیٰ کہ آج ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔ لیکن وحی و تنزیل کی حقیقت ہمیشہ قائم رہی اور آج تک قائم ہے۔

"کہہ دو کہ اے افراد نسل انسانی بلاشبہ تمہارے پروردگار کی طرف سے وہ چیز تمہارے لیے آگئی ہے جو حق ہے"

اسی طرح جب وہ علامت تعریف کے ساتھ کسی بات کو "الحق" کہتا ہے' اس سے بھی مقصود یہی حقیقت ہوتی ہے اور اسی لیے وہ اکثر حالتوں میں صرف الحق کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے' اور اس سے زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا۔

حق، حق ہے حق کے دیگر معانی میں واقعی چیز' سچ مچ' قرآن' عدل و انصاف ' ٹھیک اور درست' یقین' سچائی' صدق' راستی' اصلیت' انعام' ملکیت' اختیار' بجا' واجب' لائق' سچا' لائق اور سزاوار وغیرہ ہیں۔

صداقت، یقینی بات، حقائق، عدل حق قرآن مجید میں معنوں اور مفاہیم میں استعمال ہوا ہے۔ مکافات عمل کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ یہ بالکل حق ہے۔(۱۰-۵۳): یقیناً یہ تحقیقی یقینی بات ہے یعنی حق الیقین ہے (۵۶-۹۵): اور پھر اس روز تمام فیصلے حق کے مطابق ہوں گے(۷-۸) اور اسی طرح

Marfat.com

"خدا کی ہر بات حق ہوتی ہے۔"(۱۹-۳۴):

"اللہ تعالیٰ حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے' بلاشبہ اس کا زیادہ حق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔"(۱۰-۳۵ جزوی):

"خلائق کائنات کی ذات وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر محکم (حق) کے ساتھ پیدا کیا۔" (۶-۷۳ جزوی) اور پھر حق تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں ہرگز نہیں شرماتا۔" (۳۳-۵۴ جزوی)

"تمام تکوینیات پر حکم و اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے جو حق باتیں بیان کرتا ہے اور وہ بہترین فیصلے کرتا ہے۔"(۶-۵۷ جزوی)

"اور مومنوں نے اپنے پروردگار کی طرف سے لائے ہوئے حق کی اطاعت کی۔"(۴۷-۳ جزوی) یعنی مومن تو اتباع حق کرتے ہیں۔

قرآن حق ہے

یہ قرآن مجید جو حق تعالیٰ نے رسول برحق کی طرف بھیجا ہے۔ وہ بھی حق ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں پچاس سے زیادہ آیات مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ "قرآن حق ہے" اور یہ حق کی طرف سے ہے اور حق کی طرف ہی رہنمائی کرتا ہے۔" اور پھر اسی حوالے سے یوں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"انہیں کھل کر بتا دیجئے کہ کائنات ہستی کی تمام سچائیاں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں' جس کا جی چاہے ان پر ایمان لائے' جو چاہے انکار کرے۔"
(۱۸-۲۹)

اور اسی طرح سے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو کچھ ہم بیان کر رہے ہیں وہ الحق ہے۔" گویا۔

"حق تو وہی ہے جس کی وحی تیرا پروردگار تجھ پر کرے پس تم تنزیلات ربانی پر شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔" (۳-۶۰ جزوی):

خدا کے وعدے حق ہیں

خدا کا ہر وعدہ حق ہے' اور خدا کی ہر بات الحق ہے۔ "اس کا فرمان بر حق ہے۔"(۶-۷۳ جزوی): اور "اللہ تعالیٰ کا حکم تو مبنی بر حق ہے۔" (۳۳-۴ جزوی):۔ اور "اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا ہے اور وہی عالی شان اور کبریائی والا ہے۔"(۳۴-۲۳ جزوی):

Marfat.com

اور پھر یوں بھی ارشاد ہوا کہ "یہی حق ہے۔ اور میں حق ہی کہتا ہوں۔" (۳۸-۸۴)

اس کے علاوہ دین بھی حق ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول کو دین الحق کے ساتھ بھیجا۔ اور پھر جب کشمکش حق و باطل ہوتی ہے تو اس وقت:

"کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔ باطل حق کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ وہ تو حق کے نہ ہونے کا نام ہے۔" (۱۷-۸۱):

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کو حق ہی کیا ہے' اور اسے بالحق تخلیق کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے کام کا بدلہ مل جائے۔ (۱۰-۴:)

"اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی تخلیق ایک مصلحت حقیقی کے تحت کی ہے' تاکہ ہر متنفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور ان پر ہرگز ظلم نہ کیا جائے۔" (۴۵-۲۲)

الحق ہر اعتبار سے ثابت و واقع ہوتا ہے۔ اس کے بنیادی معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ کسی چیز کا اس طرح موجود' واقع اور ثابت ہو جانا کہ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کیا جا سکے اور وہ حق الیقین ہو جائے۔

اعمال و فضائل

(۱) حق ' الحق اگرچہ جمالی اسم مبارک ہے لیکن بعض حوالوں سے یہ اسم جلالی بھی متصور ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں جمالی اور جلالی دونوں قسم کے اوصاف و اثرات موجود ہیں۔

(۲) جو شخص اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرے گا وہ ہر شے کی حقیقت کو جلد ہی پا لے گا۔ اور ہر ایک چیز کی فنا اس کے زیر نظر رہے گی۔

(۳)

اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے تو کسی کاغذ کے چاروں کونوں پر یا حق لکھا جائے اور پھر درمیان میں اس گم ہونے والی چیز کا نام لکھا جائے اور پھر رات کے وقت اس نقش کو ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف پیشانی کر کے یا حق کا ورد کیا جائے

Marfat.com

اور اللہ سے دعا کی جائے تو جلد ہی اس گم شدہ شے کا سراغ مل جائے گا۔

(۴) اس اسم مبارک کا جو شخص مسلسل ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو استقامت بخشتا ہے اور مستقل مزاجی کا خوگر بنا دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی قیدی آدھی رات کے وقت سر کو ننگا کر کے ایک سو ساٹھ بار "یا حق" پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد خلاصی دلانے کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص اپنے کسی مقدمہ کے سلسلے میں پریشان ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ایک سو بار "سبحان الملک الحق المبین" پڑھنے کے بعد سات ہزار بار "یا حق" پڑھ کر خلوص دل کے ساتھ اللہ سے دعا مانگے۔ اس عمل کو مسلسل تین روز تک جاری رکھا جائے تو انشاء اللہ احوال میں بہتری پیدا ہو گی اور مقدمے کا فیصلہ بھی خاطر خواہ ہو گا۔

(۷) "یا حق" کا وظیفہ کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ مسائل سے بچائے رکھتا ہے اور ان کی تمام مشکلات آسان کر دیتا ہے۔

(۸) اس اسم مبارک کو بکثرت پڑھنے والوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ حق و صداقت کی نعمتوں سے فیض یاب رکھتا ہے۔ اسے ثابت قدمی بخشتا ہے۔

(۹) "یا حق" کا جو شخص بکثرت ذکر کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے صراط مستقیم پر گامزن رکھتا ہے۔ اور اسے وساوس شیطانی سے بھی اللہ محفوظ رکھتا ہے۔

Marfat.com

اَلْحَكَمُ

الحکم	———	یہ اسم جمالی ہے
اعداد	———	۶۸
عدد واحد	———	۵

"حکم" فیصلہ کرنے والے۔ انصاف کرنے والے اور منصف کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ "حکم" حکم کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ اس سے مراد حاکم بالا' سب سے بڑا حاکم' حکم والا' اقتدار اور اختیارات والا بھی ہوتا ہے۔ حکم تو انصاف اور فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے۔ حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور نیک و بد کی تمیز کرنے والا اور ثالث بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کے اعتبار سے سب سے بڑا حاکم ہے اور وہ ایسا حاکم ہے کہ وہ حاکم مطلق ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو پورا اختیار ہے کہ جو چاہے کرے جس کا چاہے حکم دے۔ اس کے حکم کی کوئی سرتابی نہیں کرسکتا۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام میں کسی طرح کی چون وچرا کرنے کی نہ تو گنجائش ہے اور نہ کوئی حق ہے۔

Marfat.com

بندہ اپنی عقل و دانش کے حوالے سے احکام الٰہی کو کوئی اور ہی معنی پہنا سکتا ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام احکام حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں۔ اس لیے جو بندہ حق اور مسلمان ہے وہ اللہ کے حکم کی اطاعت اس حیثیت سے نہیں کرتا کہ وہ اس کام کو مناسب سمجھتا اور پاتا ہے یا مبنی بر مصلحت سمجھتا ہے' بلکہ صرف اس بنا پر کرتا ہے کہ یہ مالک کا حکم ہے۔

الحکم حکم کرنے والا ہے۔ وہ اس طرح کا قوی اور با اختیار حاکم ہے کہ اس کے حکم کی کوئی سرتابی نہیں کرسکتا۔ الحکم اپنے فیصلہ میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتا ہے۔

اور اسی طرح جب حکم ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں صاحب حکمت اور صاحب حکومت یعنی ایسی حکومت جو حکمت پر مبنی ہوتی ہے نہ کہ دھاندلی پر۔

اور حکم تو صرف اور صرف خدا ہی ہے۔ وہی فیصلے کرنے کا مجاز اور صاحب حکمت ہوتا ہے۔

حکم۔ ثالث ہے جو حکم ہوتا ہے وہ منصف اور فیصلہ کرنے والا ثالث ہوتا ہے۔ وہی صحیح صحیح حکمت پر مبنی فیصلے کرتا ہے اس حکم کا ہر فیصلہ' ہر حکم' ہر قانون علم و حکمت اور دلائل و براہین پر مبنی ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں یہود و نصاریٰ کی بحث ہے وہاں پر آخر میں کون راہ راست پر ہے اور کون راہ راست پر نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ یوں ہوتا ہے کہ:

"ان کے مابین مختلف فیہ امور کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کرے گا۔"

(۲-۱۱۳ جزوی):

اسی طرح کے ایک اور خطاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم ہونے کا وعدہ یاد دلایا ہے کہ:

"......... میں تمہیں کافرانہ ماحول کی ناپاکیزگیوں اور الزام تراشیوں سے پاک کرنے والا ہوں ۔ اور پھر تم سب کی میری ہی جانب باز گشت ہے۔ اور میں تمہارے مختلف فیہ مسائل میں فیصلہ کروں گا۔" (۳-۵۵ جزوی)

فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ جس کی صفت الحکم' سے وہ لوگوں بین اس زندگی میں اور پھر آخرت میں خوب فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ کی ذات باری فاصل

Marfat.com

ہے۔اس حوالے سے ایک ارشاد یوں ہے کہ:

"اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے پروردگار کی واضح اور روشن دلیل پر قائم ہوں اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو اور جس کی عجلت کا تم بار بار مطالبہ کرتے ہو(کہ اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر عذاب الٰہی لے آؤ) تمام تکوینیات پر حکم و اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے جو حق باتیں بیان کرتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"(٦-٥٧):

اور مزید اس طرح سے ہے کہ:

"اور پوری طرح آگاہ رہو کہ (تمام کائنات و ارض و سماوی پر) حکم و اختیار صرف اسی رب ذوالجلال کا ہے اور اس کا نظام حساب و احتساب اسرع اور بلاتاخیر ہے۔"(٦-٦٢ جزوی):

کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے

آیت مذکورہ کے علاوہ بھی متعدد آیات مبارکہ میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اس کائنات میں صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکومت سراسر مبنی بر حکمت ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر طرح کی حکومت کا حق اور اختیار صرف اس اللہ ہی کو حاصل ہے۔ اس طرح سے ہر طرح کا اقتدار اور اختیار صرف اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے۔"کائنات سماوی و ارضی کی تمام کی تمام حکومت اسی اللہ ہی کی ہے۔ اور اسی کی طرف تمہاری بازگشت ہے۔"(٢٨-٧٠):اور پھر اسی سورۃ القصص میں ایک بار پھر بطور تکرار یوں بیان ہوا ہے کہ:

"کائنات ہستی پر بلا مشارکت احدے حاکمیت اعلیٰ اسی قادر مطلق کی ہے اور اسی کی طرف تم سب کی بازگشت ہے۔"(٢٨-٨٨):

اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت بھی ایسی مضبوط، مستحکم، محیط اور پورے اختیارات اور اقتدار کامل والی کہ اس میں حکم عدولی کرنے کی کوئی جرات ہی نہیں کر سکتا۔

"اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے اور اس حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔ وہ حساب بھی جلد ہی لے گا۔"(١٣-٤١ جزوی):

یہ صرف اس لیے ہے کہ "اللہ کے سوا کسی کا بھی (مومن اور کافر کا) کوئی حامی نہیں ہے۔ اور نہ اس کی حاکمیت میں کوئی شریک ہے۔"(١٨-٢٦ جزوی):

Marfat.com

خیرالحاکمین اس خیر الحاکمین کا مطلب ہوتا ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا' سب سے عمدہ انصاف کرنے والا' بہتر اور مناسب فیصلہ کرنے والا- اسی حوالے سے ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"اگر تم میں سے ایک گروہ اس ضابطہ پر ایمان لے آیا ہے جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا' تو تم ایمان لانے والوں کے خلاف یوں محاذ کیوں قائم کر رہے ہو- تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرو اور انہیں ان کے پروگرام کے مطابق کام کرنے دو-(۶-۱۳۶)" پھر انتظار کرو- خدا کا قانون مکافات خود بتا دے گا کہ کون حق پر ہے- جو فیصلہ وہاں سے ملے' اس سے بہتر فیصلہ کون سا ہو سکتا ہے-"(۷-۸۷):

سورۃ یونس میں بھی اسی طرح سے اللہ کے خیر الحاکمین ہونے کے بارے میں یوں ارشاد موجود ہے کہ:

"اے رسول تم اتباع کرو (ان احکام کی) جو تم پر ہم نے وحی کیے ہیں اور ثابت قدم رہو جب تک اللہ تعالیٰ غلبہ دین کا فیصلہ کر دے' اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے-"(۱۰-۱۰۹):

اسی طرح سورۃ یوسف میں بھی اللہ تعالیٰ کے خیر الحاکمین ہونے کے سلسلے میں ارشاد موجود ہے کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ بے شک بہتر فیصلہ کرنے والا (خیر الحاکمین) ہے"- (۱۲-۸۰ جزوی):

اللہ احکم الحاکمین ہے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب انہیں یوں اطمینان ہو گیا تو پھر نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے میرے نشوونما دینے والے رب! میرا بیٹا میرا اہل تھا' اور تیرا وعدہ تھا کہ میرے اہل کو بچا لیا جائے گا' اور تیرے وعدے ہمیشہ سچے ہوتے ہیں' اور تیرے اوپر کوئی حاکم نہیں ہے جو تیرے فیصلوں کو بدل سکے- ان حقائق میں تو میرے بیٹے کو تو محفوظ رہنا چاہیے تھا- اس پر ارشاد باری ہوا کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں تھا- تیرے اہل میں تو وہی ہو سکتے تھے جن کے اعمال صالح ہوں-(مفہوم: آیت نمبر ۴۵'۴۶ سورۃ ہود)

Marfat.com

سب حاکموں سے بڑا حاکم

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون مکافات اس حقیقت پر شاہد ہے کہ اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت اعلیٰ اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اور آخری فیصلہ تو اسی کے قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ اور اسی قوانین پر عمل پیرا ہونے ہی سے انسان شرف انسانیت پر قائم رہتا ہے اور وہ اسفل سطح پر گرنے سے بچا رہتا ہے۔ یہی وہ تناظر ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ "الیس اللہ باحکم الحکمین" یعنی: کیا اللہ تعالیٰ انفس و آفاق کے سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے۔(۹۵-۸):

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت "الحکم" دونوں حوالوں سے کہ اللہ ہی فیصلہ کرنے والا بلکہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور پھر یہ بھی کہ وہی اللہ سب سے بڑا حاکم اور صاحب حکومت و اقتدار ہے' متعدد مقامات پر اور مختلف حوالوں سے آیا ہے۔

مثلاً حق حکومت صرف اور صرف خدا کو حاصل ہے' وہی بہترین فیصلہ دینے والا ہے۔ اس کے سوا کسی کی محکومیت اختیار نہیں کرنی چاہیے اور وہ اپنی حکومت اور اقتدار میں کسی کو شریک نہیں کرتا اور ہر حکم دینے والا وہی ہے' ہر حکم دینے والے سے وہی اللہ اوپر حاکم ہے۔ یہ بھی اس اللہ کے علاوہ کسی اور کو حاکم نہ بناؤ۔

کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کو اپنا محکوم بنائے۔ محکومیت صرف خدا کی ہے۔اور حکم صرف اسی کا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے جو ہدایات انسانوں کے لیے آئی ہیں اصل میں وہی اللہ کے حکم ہیں۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو خدا کے حکم (قانون کو) مسترد کر سکے۔ اللہ کا حکم اٹل ہوتا ہے۔

بحوالہ قرآن مجید اس طرح سے بھی آیا ہے کہ کسی شخص کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خدا اسے ضابطہ قوانین' حکومت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ تم خدا کے نہیں بلکہ میرے محکوم بن جاؤ۔ اسے تو خدا کی کتاب کے مطابق ربانی بنتا اور بنانا چاہیے (۳-۷۸ مفہوم)

حکومت اور اقتدار

ہر طرح کی حکومت اور اقتدار خدا ہی کے لیے ہے لیکن وہ اسے دنیا میں انسانوں کو اپنے قوانین مشیت کے مطابق عطا کرتا ہے۔ کیونکہ کائنات میں اللہ کے سوا کسی کا اقتدار نہیں ہے اور اس اقتدار میں اس کا کوئی

Marfat.com

شریک نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ملک الناس ہے۔ وہ ملک الحق ہے اور پھر وہی مالک الملک ' ملیک مقتدر اور عزیز مقتدر ہے۔

تمہارے رب ہی کا قبضہ اور اقتدار ہر جگہ پر قائم ہے "یہی حاکمیت اعلیٰ ہے تمہارے پروردگار کی پوری کائنات کی شہنشاہیت اس کی ہے۔" (۳۵-۱۳ جزوی):اور "اسی کی حاکمیت و حکومت سب پر محیط ہے۔ تم کس چکر میں پڑے ہوئے ہو۔" (۳۹-۶ جزوی):

اور اللہ الحکم یہ بھی حکم فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا کی کتاب اور حکم کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں اور وہ ظالم ہیں:

"جو تنزیلات الٰہی کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔" (۵-۴۴ جزوی):

"اور جو اللہ تعالیٰ کی تنزیلات کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ لوگ ظالم ہیں۔" (۵-۴۵):

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کے اس قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتا جسے خدا نے نازل کیا ہے اور وہ کافر ہے' خواہ وہ زبان سے اس قانون پر ایمان رکھنے کا مدعی بھی کیوں نہ ہو' کافر و مومن کی تمیز ہی اس سے ہوتی ہے جو شخص اس ضابطہ قوانین کے مطابق فیصلے نہ کرے۔ وہی حق و انصاف سے کام نہیں لیتا اور ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ اسی حوالے سے قرآن مجید ہی انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے غیر خدائی اتھارٹی کے پاس جانا ایمان نہیں کفر اور نفاق ہوتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) یہ اسم مبارک اپنی تاثیر میں جمالی ہے' اس کا بیشتر ورد کرنے والا بتدریج صاحب اختیارات بن جاتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص جمعرات کی نصف شب اس اسم حسنہ کو بہت زیادہ پڑھے کہ نیم بے ہوشی کی سی حالت ہو جائے تو اس کے لیے اسرار حق کا جاننا آسان ہو جاتا ہے۔

(۳) جو شخص ہر نماز کے بعد یا حکم' کا ۸۰ بار ورد کر کے پروردگار سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح کی محتاجی دور کر دیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص ہر رات سونے سے پہلے اکیس بار "یا حکم" پڑھ کر سوئے تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اس پر بہت سے اسرار آشکار فرما دیتا ہے۔

(۵) "یا حکم" کا بکثرت ورد کرنے والے کی گفتگو اور بات چیت میں اللہ تعالیٰ اثر و تاثر بڑھا دیتا ہے۔ ایسے شخص کی ہر ایک شخص بات مانتا اور قبول کرتا ہے۔

(۶) اگر کوئی عالم واعظ اور مقرر اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے وعظ و نصیحت کو پر اثر اور ہر دلعزیز بنا دیتا ہے۔

(۷) اگر کوئی حاکم بطور منصف اور حکم کے بھی کام کر رہا ہو۔ اور اسے کسی فیصلہ کرنے میں کوئی ابہام ہو تو اس منصف کو چاہیے کہ وہ رات کو ایک ہزار بار یا حکم پڑھ کر سو جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس شخص کو فیصلہ کرنے میں کوئی بہتر اشارہ کر دیتا ہے، جس کی بنیاد پر وہ درست فیصلہ کر سکتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص کسی مقدمے یا کارروائی میں پھنس کر ناحق قید میں ہو جائے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد ۱۲۱ بار یا حکم پڑھ کر اللہ سے دعا مانگے تو اللہ اس شخص کو جلد ہی آزادی سے ہمکنار کرتا ہے۔

(۹) رزق روزی اور ترقی معاش کے لیے اس اسم مبارک کا ورد کرنا بے حد موثر اور باعث برکت ہوتا ہے۔

(۱۰) اگر کسی شخص کا کاروبار رک چکا ہو تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ سات سو بار یا حکم کا ورد کر کے دعا مانگے۔ اللہ اس کا کاروبار دوبارہ بحال کر دیتا ہے۔

Marfat.com

الحکیم

الحکیم	———	اسم جمالی ہے۔
اعداد	———	۷۸
عدد واحد	———	۶

حکیم الحکیم اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا صفاتی اسم مبارک ہے جسے جمالی قرار دیا جاتا ہے لیکن بعض حوالوں سے یہ اسم جلالی بھی کہلاتا ہے۔ اس لفظ کا مادہ ''حکم'' ہے، جس کے بنیادی معنی حکمت و دانائی کے ہوتے ہیں۔ اس میں دانش و علم و عقل و بساط کے معنی بھی آتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت قرآن مجید میں مختلف انداز میں قریباً نوے بار آئی ہے۔ سب سے زیادہ یہ صفت العزیز الحکیم کے مرکب انداز میں اور پھر العلیم الحکیم، الحکیم العلیم، الحکیم الخبیر اور حکیم الحمید کی مرکب صورتوں میں وارد ہوئی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت جہاں بھی آئی ہے وہیں پر اللہ تعالیٰ دانائی، حکمت مصلحت تدبیر، ترکیب عقل مندی، ہوشیاری، زیرکی، تیز فہمی اور آزمودہ کاری کا اظہار ہوا

Marfat.com

ہے۔

حکیم الحکیم حکیم کے دیگر معانی میں معاملات کو صحیح حدود کے اندر رکھنے والا بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے معنی ہیں معاملات کو صحیح حدود کے اندر رکھنا اور ادھر ادھر نہ ہونے دینا۔ گویا اس طرح اللہ استوار کار ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ایسا حکیم ہے کہ وہ گویا ڈکٹیٹر نہیں ہے انسانوں کے لیے رحیم بھی ہے۔ اسی لیے تو اس حکیم نے انسانوں کو کتاب (ضابطہ حیات و ضابطہ قوانین) دیا ہے' تو اس کے ساتھ ساتھ ان قوانین کی حکمت بھی خود ہی واضح کر دی۔ غرض و غایت اور علتؔ و مقصود کے اعتبار سے حکمت کے معنی دلیل و حجت بھی ہیں۔ قرآن چاہتا ہے کہ ہم جو کام کریں عقل و فکر کی رو سے سمجھ سوچ کر کریں۔ دانائی اور ہوش مندی کے ملکہ کو بھی حکمت کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اسی طرح جب کسی نظریہ کو عمل میں لایا جائے تو اس کے لیے حسن تدبیر ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ عمل نتیجہ خیز ہو' اسے بھی حکمت ہی کہا جاتا ہے۔

حکمت کے معنی قوت فیصلہ کے بھی ہیں' بالخصوص فیصلہ میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا۔ اس کے لیے بعض مقامات پر حکماً کا لفظ بھی آیا ہے۔ یہ قوت نبی اور غیر نبی دونوں کو حاصل ہوتی ہے نبی کے لیے مخصوص صرف وہ حکمت ہے جو منزل من اللہ ہو۔

اس کے بعد حکم' حکیم' حکومت اور حکمت سب کا ایک ہی مادہ ہے اور اسی لیے حکومت کو بھی مبنی بر حکمت ہی ہونا چاہیے۔ لہٰذا اس کی بنیاد دھاندلی پر نہیں ہونی چاہیے اور اصل حکومت تو وہی ہوتی ہے جو مبنی بر حکمت ہو اور جو اقتدار خداوندی کے مطابق متشکل ہو۔

اس حوالے سے جو حکمت منزل من اللہ ہوتی ہے' اس کا قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر ذکر آیا ہے بلکہ یہاں تک واضح انداز میں بتایا گیا کہ "تمام انبیاء کو کتاب و حکمت ملی ہے"۔ (۳-۸۰ جزوی) اور رسول تو اسی حوالے سے کتاب و حکمت ہی کی تعلیم دیتے رہتے تھے (۳-۷۴ جزوی): بلکہ "رسول کا تو فریضہ ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ تعلیم کتاب و حکمت دیتے رہیں"۔

قرآن مجید کتاب حکیم ہے سورۃ یونس کے شروع ہی میں قرآن مجید کے بارے میں بتا دیا گیا ہے کہ "الر۔ یہ آیات بینات ایسی کتاب

Marfat.com

ہیں جو سرچشمہ علم و حکمت ہے۔"(۱-۱۰): پھر مزید اس طرح سے بھی ہے:

"یٰسٓ والقرآن الحکیم"۔ یٰسٓ قسم ہے قرآن کی جو سرچشمہ حکمت ہے۔(۳۶-۱-۲)

ذکر حکیم اسی قرآن مجید ہی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ یوں بھی ہے کہ:

"ہم یہ آیات تمہیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں' ان میں بے حد کار آمد نصیحت ہے اور حکمت بالغہ بھی۔"(۳-۵۸):

اور پھر یہ قرآن حکیم جو ہے وہ عزیز الحکیم خدا ہی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے اندر حکمت بالغہ ہے۔ گویا یہ قرآن مجید ایسا ہے کہ "اس میں (حکمت بالغہ) دانش کا اونچے سے اونچا معیار ہے۔ لیکن منکرین حق کے لیے تنذیرات غیر موثر ہیں۔"(۵۴-۵):

"یہ کتاب (قرآن مجید) عزیز اور حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی۔"(۳۹-۱)

اللہ الحکیم اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک صفت حکیم قرآن مجدی میں متعدد مقامات پر وارد ہوتی ہے اس کے معنی ہوتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہر حکم ہر قانون ہر فیصلہ علم و حکمت اور دلائل و براہین پر مبنی ہوتا ہے۔

قرآن مجید یہ صفت الٰہی عزیز حکیم' علیم حکیم' علی حکیم اور واسع حکیم بھی ہے۔ اس میں سابقے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات خاص ہی ہیں لیکن پھر یہی صفت حکیم' علیم' حکیم' خبیر اور حکیم حمید کے طور پر بھی قرآن میں آئی ہے۔

حکیم علیم اگرچہ قرآن مجید میں زیادہ بار "علیم حکیم" صفات آئی ہیں لیکن قرآن مجید میں چھ بار یہی صفات "حکیم علیم" کی مرکب صورت میں وارد ہوئی ہیں مثلاً سورہ الانعام میں اس طرح سے مذکور ہے کہ:

"اور یہ تو ہمارا طریق استدلال ہے جو ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم کے مقابلے میں دیا اور اسے بحث میں برتری ملی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجات بلند کر دیتے ہیں۔ اے رسول بیشک تیرا پروردگار (حکیم علیم) حکمت والا اور علم والا ہے۔"(۶-۸۳):

پھر اسی سورۃ کی آیت نمبر۱۴۰ میں بھی اسی طرح سے بیان ہوا ہے کہ:"وہ محکم ترین حکمت والا اور وسیع ترین علم والا ہے۔"

Marfat.com

ہر طرح کی حیات و ممات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ کی مخلوقات سب اس کے حیطہ علم میں ہیں۔ اور

"اور تمہارا پروردگار بروز قیامت انہیں اپنے ہاں جمع کرے گا۔ وہ صاحب حکمت اور صاحب علم ہے"(۱۵-۲۵):

اس طرح سے بھی قرآن مجید کے حوالے سے آیا ہے کہ "اے رسول بے شک بڑے حکمت والے اور بڑے علم والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قرآن مجید عطا کیا جا رہا ہے۔"(۲۷-۶):

یوں بھی ہے "وہ بڑی برکتوں والا ہے۔ آسمان و زمین اور اس کے مابین جو کچھ ہے اس کی حاکمیت اور شہنشاہیت اسی کی ہے اور پھر اس میں وہ صاحب حکمت بالغہ ہے وہ صاحب علوم عالیہ ہے۔"(۴۳-۸۴): اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"وہ سرچشمہ حکمت ہے' وہ منبع علم و دانش ہے۔" (۵۱-۳۰ جزوی)'

حکیم خبیر اللہ تعالیٰ کی صفت "حکیم" ایک دوسری صفت "خبیر" کے ساتھ بھی چند ایک بار قرآن مجید میں آئی ہے' اس سلسلے میں ایک انداز یوں ہے کہ:

"اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو اس قادر مطلق کے سوا اسے کوئی دور نہیں کر سکتا اور اس کے دست قدرت میں ہر وہ چیز ہے جو تیری سود و بہبود کا باعث بن سکتی ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا اور وہ (حکیم خبیر) حکمت والا اپنے بندوں پر غالب اور حکیم اور خبیر ہے۔"(۶:۱۷-۱۸)

پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"کائنات ہستی کی حاکمیت اعلیٰ صرف اسی کی ہے۔ وہ حکیم و خبیر دانندہ احوال نہان و آشکار ہے۔"(۶-۷۳):

قرآن مجید کے بارے میں اس حکیم کا ارشاد یوں ہوتا ہے کہ:

"قرآن مجید وہ کتاب لازوال ہے جس کی آیات پختگی فکر پر دلالت کرتی ہیں اور پھر انہیں مفصل طور پر صاحب خبرو حکمت خدائے قدوس نے بیان کیا ہے۔"(۱۱-۱):

"ایک اور مقام پر قدرے مفصل انداز میں اللہ تعالیٰ کی صفت حکیم خبیر کا بیان ہوا

Marfat.com

ہے کہ:

"تمام تعریف اس قادر مطلق کو سزاوار ہے جو آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کا بلا شرکت احدے مالک و مختار ہے' آخرت میں تمام محامد اسی کے لیے ہوں گے۔ وہ صاحب حکمت اور باخبر ہے۔" (۳۴-۱):

حکیم حمید قرآن حکیم کے بارے میں رب حکیم نے یوں بھی فرمایا ہے کہ:

"تحقیق یہ نصیحت و موعظت والی کتاب ہے جس کے سیاق و سباق میں نہ آگے نہ پیچھے باطل دخل پا سکتا ہے۔ یہ تنزیلات اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو ہر حکمت کا سرچشمہ اور ہر حمد کا سزاوار ہے۔" (۴۱-۴۲):

بہرصورت اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم کو زیادہ تر عزیز حکیم اور علیم حکیم کی مرکب صورتوں میں پیش کیا ہے۔ اس طرح دو صفات کو اکٹھا بیان کرنے کا یہ بھی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں بھی حکمت حکیم ہی کارفرما ہے اور یوں بھی ان صفات میں حکمت حکیم ہی ممتاز اور دلیل و حجت ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت الحکیم زندگی سے متعلق متعدد امور معاشرتی زندگی یا معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہونے والے مسائل اور طریق کے تناظر میں ہی عموماً استعمال ہوئی ہے۔ یوں اس سے اللہ الحکیم کے جمالی پہلوؤں کا ہی قدرے زیادہ واضح اظہار ہوتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک کا ورد کرنا انسان کو صاحب حکمت اور صاحب بصیرت بنا دیتا ہے' جو لوگ "یا حکیم" کا ورد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں نعمت دانائی اور عظمت فراست سے سدا فیض یاب رکھتا ہے۔

(۲) اگر کسی کو کوئی مشکل درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ وہ سات دن تک ہر روز تین ہزار بار اس اسم الٰہی کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو مشکل سے نجات دے دیتا ہے یوں ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

(۳) اگر کسی وجہ سے میاں بیوی میں باہمی طور پر نااتفاقی یا شکر رنجی ہو جائے تو ایسی

Marfat.com

صورت میں بیوی شوہر کو یا شوہر بیوی کو کسی بھی کھانے والی چیز پر ایک ایک سو بار یا حکیم پڑھ کر دم کر کے کھلا دے تو تھوڑی دیر کے بعد کسی نہ کسی صورت میں ضرور صلح ہو جائے گی۔

(۴) اگر کوئی شخص ہر روز ظہر کی نماز کے بعد نوے مرتبہ یا حکیم کا ورد کر کے دعا کرے تو اللہ اس کی ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔

(۵) جو شخص اکثر یا حکیم کا ورد کرتا رہتا ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ اسے خلائق میں باعزت' پروقار اور صاحب قدر و منزلت بنا دیتا ہے۔

(۶) جو لوگ اس اسم حسنہ (یا حکیم) کو اکثر پڑھتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اسرار الٰہی فیض یاب کرنے لگتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو نماز ظہر کے بعد ایک سو بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں عزو شرف بخشتا ہے۔

(۸) کسی بھی جائز مراد کو پانے کے لیے اگر کوئی شخص باوضو ہو کر یکسوئی اور خلوص کے ساتھ پڑھے تو اللہ اس کی مراد جلد ہی پوری فرما دیتا ہے۔

(۹) اپنے نفس کو وساوس سے بچانے کے لیے یا حکیم کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص ناحق گرفتار ہو گیا ہو یا قید میں بھیج دیا گیا ہو' تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ یا حکیم کا بکثرت ورد کرے یا اس شخص کے لواحقین بھی اس اسم مبارک کا ورد کر کے دعا کریں تو بھی مثبت نتیجہ نکلتا ہے۔

(۱۱) قرضے سے خلاصی پانے کے لیے بھی یا حکیم کا ورد کرنا مفید اور موثر ہوتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا کر دیتا ہے۔

(۱۲) جو شخص اکثر یا حکیم کا ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی رائے کو وقیع بنا دیتا ہے اور معاشرے میں اس کا مقام و مرتبہ بھی بلند کر دیتا ہے۔

(۱۳) اگر کوئی مہم یا مشکل کام درپیش ہو اور وہ سرانجام نہ پا رہا ہو تو اس سلسلے میں سات دن تک ہر روز تین ہزار بار "یا حکیم" کا ورد کر کے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ ہر مرحلے کو آسان کر دیتا ہے۔

Marfat.com

الحلیم

حلیم ———— اسم جمالی ہے۔

اعداد ———— ۸۸

عدد واحد ———— ۷

الحلیم کا مطلب ہوتا ہے صاحب حلیم اور بردبار۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے حلم اور حلیمی اور بردباری میں سب سے بڑھ کر ہے

یہ اسم مبارک مادہ ''حلم'' سے ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں کہ تحمل' بردباری' اور برداشت۔ اس طرح حلیم کے معانی ہوئے نہایت بردبار' بے حد متحمل مزاج' نہایت درجہ نرم' بہت ہی ملائم' بے پایاں برداشت اور تحمل رکھنے والا۔

''حلیم'' کے دیگر معانی میں درگزر کرنے والا' ڈھیل دینے والا' بعض امور میں تعجیل کے بجائے تحمل سے کام لینے والا۔ پھر اس کے معنی پروقار اور بھاری بھرکم کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لفظ کے معنے عقل و بردباری کے بھی لیے جاتے ہیں۔

الحلیم ''الحلیم' حلیم'' حلم سے صفت مشبہ ہے اور واحد مذکر کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس

Marfat.com

کے معروف معانی بردبار، عقل مند اور باوقار کے ہوتے ہیں۔

حلم کے معنی نفس اور طبیعت کو غضب اور جوش میں آنے سے روکنا بھی ہیں اور یہ تعریف و تشریح امام راغب اصفہانی کرتے ہیں اور حلیم جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں آیا ہے۔ اس کے معنی لسان العرب میں "الصبور" دیئے ہیں۔ جس کی تشریح یوں ہے کہ اسے نافرمانوں کی نافرمانی ہلکا نہیں بناتی۔ نہ ان پر غضب اسے اپنے آپ سے باہر کر دیتا ہے۔

حلیم

حلیم اسے کہتے ہیں جو یونہی ذرا ذرا سی بات پر بھڑک نہ اٹھے، جو بہت ہی ثقہ متین، سنجیدہ، بھاری بھرکم، صاحب قوت و عظمت ہو، اللہ تعالیٰ کے حلیم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ "اس کا قانون مکافات، آئین اور اصول ہر کام کو اس کے نتیجے تک پہنچاتا ہے۔ اگر اس دوران میں انسان اپنی اصلاح کر لے تو وہ اپنی غلط روش کے نقصانات سے محفوظ رہتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت "حلیم" اکثر دوسری صفات الٰہی کے ساتھ مل کر آئی ہے، جیسے غفور حلیم، علیم حلیم، غنی حلیم اور پھر شکور حلیم۔ اس طرح اس صفت کا مرکب صورتوں میں آنا بھی اس کی حیثیت اور اہمیت کو زیادہ اجاگر کر دیتا ہے۔

اللہ الحلیم تحمل والا ہے

عام معاشرے اور بالخصوص عائلی زندگی میں کئی بار بڑے اہم اور نازک مقامات آ جاتے ہیں۔ لہٰذا ان خاص جذباتی اور وقتی کیفیات والے مقامات پر بندوں کو چاہیے کہ وہ لغو سی قسمیں نہ کھایا کریں کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا یا فلاں رشتہ اور منصب نہیں نبھاؤں گا۔ اور پھر ایسی ہی قسموں کو وہ لوگ ایک قسم کی رکاوٹ اور مزاحمت قرار دینے لگتے ہیں۔ اسی خاص سماجی اور عائلی تناظر میں قرآن مجید میں یوں ارشاد ہے کہ:

"یاد رکھو! اللہ اس قسم کی لغو قسموں پر گرفت نہیں کرتا جو تم یونہی بلا سوچے سمجھے کھا لیتے ہو۔ وہ تو ان قسموں پر گرفت کرتا ہے جو تم دل کے ارادے سے کھاتے ہو۔(۵-۸۹): وہ سب کچھ جاننے والا اور سننے والا ہے۔ نیز اس کا قانون ایسا نہیں جو یونہی ذرا ذرا سی باتوں پر بھڑک اٹھے۔ اس میں تو بڑی سہار ہے اور مقصد تمہاری حفاظت کرنا ہے نہ کہ تباہی۔" (۲-۲۲۵):

اللہ الحلیم نے اپنے بندوں کو بڑی ڈھیل اور رعایت دے رکھی ہے۔ انسان چونکہ کئی

Marfat.com

بے جا قسم کی قسمیں کھا کر نیکی کے کئی کاموں سے رک جاتا ہے اور وہ نیکی کی نگہداشت کرنے سے عاری ہو جاتا ہے اور حقوق یا اصلاح کے امور سے بھی وہ باز رہنے لگتا ہے۔ اس طرح انفرادی نقصان کے ساتھ ساتھ اجتماعی معاشرتی نقصان بھی ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا اللہ نے اپنے بندوں کو اس قسم کی بے جا' بے ضرورت بلکہ لغو قسمیں کھانے سے شدت کے ساتھ روکا ہے اور ساتھ ہی اپنی اس صفت "حلیم" کا بھی اظہار کیا ہے کہ اللہ اور اللہ کا قانون یونہی فوری طور پر نہیں بھڑک اٹھتا' بلکہ اللہ تعالیٰ تو بڑا تحمل والا' بردبار اور صاحب غفران و رحمت ہے۔

اسی سورۃ البقرۃ میں ایک بار پھر اسی معاشرتی زندگی کو حسین اور خوشگوار اور مستحکم بنانے کے حوالے عائلی امور کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے۔ اور نکاح اور عدت جیسے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ ان معاملات میں کوئی بے جا وعدہ نہ کیا جائے کیونکہ :

"جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اس سے ڈرتے رہو۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ صاحب غفران اور صاحب حلم ہے۔" (۲-۲۳۵):

برائے قیام اسلامی معاشرہ اسلامی معاشرے کے قیام کے کئی بنیادی ستون اور ارکان ہیں۔ ان میں بحوالہ معاشرتی زندگی عدل و انصاف' عائلی زندگی میں حسن و توازن' کسب حلال اور باہمی تعلقات بول چال میں ادب و آداب اور انفاق و صدقات وغیرہ اہم ہیں۔

قرآن مجید نے ان تمام کی مختلف مقامات پر خوب وضاحت کی گئی ہے: "ذیل کی آیت میں گفتگو' احسان اور عفو و درگزر کا ذکر کیا گیا ہے اور صدقہ و خیرات کی یاددہانی بھی کرائی گئی ہے اور سب سے بڑھ کر ایک بار پھر اللہ کی حلیمی کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

"معقول اور مناسب گفتگو اور عفو و درگزر کرنا اس صدقہ و خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد مردم آزاری ہو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور حلیم ہے۔" (۲-۲۶۳):

اس آیت مبارکہ میں اس نظام صدقات و خیرات کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے جس کے باعث معاشرے کی معاشی اور اقتصادی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔ اور اس نظام

Marfat.com

بالخصوص اس حقیقت کو بڑے کھلے الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ جس دینے کے بعد انسان' احسان جتا جتا کر دوسروں کے لیے مصیبت بن جائے اس سے کہیں اچھا ہے کہ وہ قاعدے کے مطابق اچھے انداز میں جواب دے دے تاکہ دوسرے شخص کی عزت نفس مجروح نہ ہونے پائے' اور وہ اذیت رسانی سے بھی بچا رہتا ہے اور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا نظام ایسی کمزور بنیادوں پر استوار نہیں ہوتا کہ ذرا ذرا سی بات پر یا ذرا سی کمی پر اس میں زلزلہ آ جائے' یہ تو اس اللہ کا نظام ہے کہ جو تمام کائنات سے بے نیاز' درگزر کرنے والا بڑا ہی متحمل اور متحکم اور بردبار ہے۔

وہ صاحب غفران اور صاحب حلم ہے

ایک بار جب مسلمان اور کافر باہم برسرپیکار تھے تو اس وقت کسی غلط فہمی کی وجہ سے مسلمانوں کا ایک گروہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا تھا' لیکن اس ساری صورت حال کی اللہ تعالیٰ کو تو خوب خبر تھی اور اللہ تعالیٰ تو نیتوں سے بھی بخوبی واقف اور آگاہ تھا۔ اس پس منظر میں بتایا گیا ہے کہ:

"ہر آئینہ غلط فہمی کا شکار ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ صاحب غفران اور صاحب حلم ہے۔" (۳-۱۵۵ جزوی):

جامع ترین حکمت والا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قانون وراثت کے بارے میں بڑے ہی دو ٹوک انداز میں متوفی کی وراثت کو تقسیم کرنے کے اصول و ضوابط مقرر کر کے بتا دیئے ہیں کہ کسی فرد کو کتنا اور کس قدر حصہ ملے گا۔ اس کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے اس حصہ داری اور تقسیم ورثہ کے بارے میں بالوضاحت بتا دینے میں سب سے بڑی معاشرتی خوبی یہ ہے کہ متوفی کی وراثت پر کوئی اکیلا شخص ہی حاوی نہیں ہو جاتا۔ بلکہ درجہ بدرجہ لواحقین تک اس کا حصہ ضرور پہنچتا ہے۔ اس سارے نظام تقسیم جائیداد متوفی میں جو حکمتیں اور معاشرتی مصلحتیں پوشیدہ ہیں وہ انسانوں کے لیے مفید اور موثر ترین ہیں۔

اسی حوالے سے سورۃ النساء اور سورۃ البقرہ میں بتا دیا گیا ہے کہ تقسیم وراثت کس طرح سے ہو گی۔ اور اس کا مقصد و مدعا بھی واضح کردیا گیا ہے کہ یہ سب اس لیے ہے تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ یا تمہاری اولاد میں کون سا رشتہ نفع رسانی کے لحاظ سے

Marfat.com

تم سے قریب تر ہے۔ اس لیے یہ حصے خدا نے خود مقرر کر دیئے ہیں کیونکہ اس کا ہر فیصلہ علم اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

"(ارشاد ہوا کہ)" تم نہیں جانتے کہ تمہیں نفع پہنچانے) قریب تر کون ہے۔ تمہارے باپ یا بیٹے(وراثت کے یہ احکام) اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے ہیں اللہ تعالیٰ وسیع ترین علم والا اور جامع ترین حکمت والا ہے۔" (۴-۱۱ جزوی):

حلیم غفور قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کی یہ صفت حلیم مرکب صورت میں لاحقے کے طور پر آئی ہے لیکن صرف دو آیات میں "حلیمًا غفورا" کے انداز میں سابقے کے طور پر وارد ہوئی ہے اس انداز میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت حلیم اور بھی زیادہ پروقار اور ایک خاص شان حلیمی والی ہو کر سامنے آتی ہے۔ یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دو آیات میں صاحب حلم ہی اپنے حلیم ہونے کے باعث صاحب غفران ہے۔ گویا یہ مغفرت بھی ایک حلیمی شان ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں ایک وسیع ترین تناظر میں بتایا گیا ہے کہ آسمانوں یعنی کائنات کی پہنائیوں اور اونچائیوں اور گہرائیوں میں زمین کی وسعتوں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اسی کی حمد و ثنا اور تسبیح کرتے ہیں اور پھر یہ بھی کہ:

"عالم ممکنات کی کوئی شے نہیں ہے جو اس خدائے عزوجل کی حمد و تسبیح نہ کرتی ہو۔ البتہ تم تسبیح کو نہیں سمجھ پاتے اللہ تعالیٰ بلاشبہ تمہاری کوتاہی فکر و عمل کے باوجود صاحب علم ہے وہ صاحب غفران ہے۔" (۱۷-۴۴):

اور پھر اسی طرح کے ایک اور سماوی اور کونیاتی تناظر میں سورۃ فاطر میں بھی بتایا گیا ہے کہ

"بے شک اللہ تعالیٰ نظام سماوی و ارضی کو سنبھالے ہوئے ہے کہ وہ درہم برہم نہ ہو جائے' اگر ارض و سما اپنے اپنے محور سے ہٹ جائیں' تو انہیں کوئی بھی اپنے مدار میں نہیں لا سکتا' بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا صاحب حلم و صاحب غفران ہے۔" (۳۵-۴۰):

ہمہ حکمت حلیم سورۃ التغابن میں ایک اور انداز میں اللہ تعالیٰ کی شان حلیمی اظہار پاتی ہے کہ:

Marfat.com

"اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو تو وہ تمہارے لیے مضاعف (دوگنا) کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا' اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان اور صاحب حکمت ہے۔ وہ سب چھپی اور کھلی نیکیوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے اور وہ صاحب غلبہ عظیم اور صاحب حکمت ہے۔" (۶۴: ۱۶-۱۷):

صاحب علم اور صاحب حلم

بندے کے تمام اعمال و افعال سب اللہ تعالیٰ کے علم میں رہتے ہیں اور اسی طرح وہ کبھی اپنے حلم اور نرم مزاجی' ملائمت اور اوصاف تحمل سے دور نہیں ہوتا' اسی حوالے سے ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جو کچھ تم لوگوں کے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب علم ہے اور صاحب علم بھی۔" (۳۳-۵۱ جزوی):

اور وہ صاحب حلم اور درگزر کرنے والا کئی اور مقامات پر بھی اپنی بے پایاں برداشت اور تحمل کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے' اور اس ساری تحمل اور بردباری میں شان حلیمی خوب طرح سے اظہار پاتی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ تمہارے ہر طرح کے استفسارات پر بھی درگزر فرمانے والا ہے کیونکہ وہ صاحب غفران ہے اور صاحب حلم ہے۔" (۵-۱۰۱ جزوی):

قدردان اور بردبار

اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ بڑا ہی قدر دان بھی ہے۔ اور بردبار بھی ہے مختلف آیات میں صفت حلم کا برملا اظہار کیا گیا ہے تاکہ انسانوں پر ہر حوالے سے یہ واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی گنجائش' ڈھیل' درگزر' تحمل اور بردباری ہے اور اللہ تعالیٰ کئی حوالوں سے معافی اور درگزر کے دروازے کھلے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت حلم کے تحت اپنے بندوں کی گستاخیوں کو فراموش کرتا ہے اور حتی الامکان چشم پوشی سے کام لیتا ہے' یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے اور عذاب نازل کرنے میں بھی جلدی نہیں کرتا اور بہت زیادہ ڈھیل دیتا ہے۔

حلم اور شان غفاری

اللہ کے حلم اور شان غفاری کا انسانوں کو ہرگز غلط مطلب نہیں سمجھنا چاہیے اور ان اوصاف الٰہی کے سایوں میں بے

Marfat.com

محابا گناہوں اور گستاخیوں کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلیم ہی نہیں ہے بلکہ علیم بھی ہے' اور وہ نیتوں اور ارادوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

یہ اللہ الحلیم کے اس حلم اور اس کی شان غفاری ہے کہ تم اس کی جناب میں گستاخیوں پر گستاخیاں کیے جاتے ہو' اور اس پر طرح طرح کے بہتان تراشتے ہو اور پھر بھی وہ درگزر کیے چلا جاتا ہے۔ نہ رزق بند کرتا ہے' نہ اپنی نعمتوں سے محروم کرتا ہے اور نہ ہر گستاخ پر فوراً بجلی گرا دیتا ہے۔ پھر یہ بھی اس کی بردباری اور اس کی درگزر ہی کا ایک کرشمہ ہے کہ وہ افراد کو بھی اور قوموں کو بھی سمجھنے اور سنبھلنے کے لیے کافی مہلت دیتا ہے' انبیاء اور مصلحین اور مبلغین کو ان کی فہمائش اور رہنمائی کے لیے بار بار اٹھاتا رہتا ہے اور جو بھی اپنی غلطی کو محسوس کر کے سیدھا راستہ اختیار کر لے اللہ الحلیم جو غفار بھی ہے اس کی پچھلی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے۔

بحوالہ حلم' بردباری اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم صفت ہے۔ اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ بردبار لوگوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے اسے پسند بھی وہی لوگ ہیں' جو چھچھورے اور کم ظرف نہ ہوں بلکہ فراخ حوصلہ اور بردبار ہوں۔ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔ اپنی اس صفت حلیمی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ بڑا ہی نرم خو ہے' اس لیے وہ اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ سہولت فراہم کرتا ہے تاکہ وہ لوگ مشقت اور تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت حلم سراسر حلیمی والی ہے۔ یہ صفت انسانوں کے لیے بہت بڑی رحمت اور مہربانی ہے اور اس کی موجودگی میں بندے کے ساتھ اس کے پروردگار کی بے پناہ محبت کا اظہار فراواں ہوتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) یا حلیم کا ورد کرنا معمول بنانے والے لوگوں کے حوصلے اور ہمتیں اللہ تعالیٰ بلند کر دیتا ہے' ان کی درگزر اور تحمل میں بھی بجا طور پر اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر کوئی زمیندار کسی بھی مقدار میں پانی پر ایک ہزار بار دم کر کے اس پانی کو اپنے کھیتوں میں چھڑکا دے تو اللہ تعالیٰ فصلوں کو تمام آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہی

Marfat.com

پانی باغات کے کناروں پر بھی چھڑکا جا سکتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر روز نماز ظہر کے بعد ۹ مرتبہ "یا حلیم" پڑھنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے خلقت میں باوقار رکھتا ہے۔ اور شرمندگی سے بچائے رکھتا ہے۔

(۴) اگر یا حلیم کا تعویذ لکھ کر کسی بھی کھیت کے اندر دبا دیا جائے تو ایسے کھیت اور فصل کو اللہ تعالیٰ سماوی آفات سے بچائے رکھتا اور نقصان سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر روز نماز فجر کے بعد اکتالیس بار 'یا حلیم' کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں باعزت رکھتا ہے۔ اور اس کی خطاؤں سے بھی درگزر فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سرخروئی بھی بخشتا ہے۔

(۶) جو شخص ہر روز اس اسم مبارک کا کسی بھی تعداد میں ورد کرنا اپنا معمول بنا لے، اللہ تعالیٰ اس کی طبیعت نرم' مزاج حلیم اور نرم دلی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ ہر طرح کے سخت رویوں اور دوسروں کی عادات کو بخوبی برداشت کر لیتا ہے۔

(۷) جو شخص خلوص دل سے اس اسم حسنہ کا ورد کرنا اپنا شعار بنا لے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو لوگوں میں باعزت رکھتا ہے اور اسے ندامت اور ذلت سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص لوگوں میں شہرت' ناموری اور مقبولیت حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز اس اسم مبارک کا ورد کرتا رہے۔

(۹) اگر کسی بیمار کی بیماری بہت شدید ہو تو اس کو یا حلیم کا دم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ بیماری کی شدت میں کمی فرما دیتا ہے۔

(۱۰) ظالم' سخت مزاج اور بدمزاج حاکم اور افسر سے ملنے سے پہلے اگر کوئی شخص یا حلیم چند بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ایسے افسر کو نرم دل اور خوش مزاج بنا دیتا ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد اکتالیس بار یا سیّم کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اس سے وہ معرفت الٰہی اور کشف حق سے فیض ہونے لگتا ہے۔

(۱۲) اکثر یا حلیم کا ورد کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ متحمل مزاج متواضع' نرم طبع اور انکساری والا بنا دیتا ہے۔ اس سے ذہن کا خلل اور بدمزاجی بھی جاتی رہتی ہے۔

Marfat.com

الحمید

الحمید ——— یہ اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۶۲

عدد واحد ——— ۸

حمید-الحمید یہ صفت الٰہی مادہ "حمد" میں سے ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے سب سے زیادہ قابل حسد و ستائش۔ عربی زبان میں "حمد" کا مفہوم اور بھی وسیع اور گہرا اور مخصوص ہوتا ہے۔ کسی نہایت حسین' متناسب' نادر' منفعت بخش شاہکار کو دیکھ کر انسان کے دن میں جو جذبات تحسین پیدا ہوتے ہیں یعنی وہ جذبات تحسین و تبریک جو بے ساختہ ابھریں' ان جذبات کے اظہار نام حمد ہے۔ للٰذا اس سے اللہ کی حمد کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے۔

وہ لوگ جو اللہ کی حمد کرتے ہیں اس جماعت مومنین کو حامدون کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کا انداز ایسا ہے کہ ان میں گویا حمد و خداوندی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہ اللہ تو غنی حمید ہے' یعنی وہ اس قسم کا مستحق حمد ہے کہ وہ اس سے مستغنی ہے کہ

Marfat.com

انسان اس کی حمد کرے تو وہ سزاوار حمد قرار پائے۔

حمید کا مطلب ہوتا ہے 'حمد کیا ہوا' جس کی حمد کی جائے یعنی تعریف کیا ہوا۔

حمد' مدح اور شکر بقول امام راغب اصفہانی حمد کے معنی تعریف اور ثناء کے ہیں اور حمد مدح سے خاص ہے اور شکر سے عام ہے۔ کیونکہ مدح اس تعریف کو کہتے ہیں جو اوصاف اختیاری وغیر اختیاری دونوں پر ہو۔ کسی شخص کے حسن و جمال کی جو تعریف کی جائے وہ بھی مدح ہے' اور اس کی سخاوت و علم کی جو تعریف کی جائے وہ بھی مدح ہے۔ لیکن حمد اسی تعریف کو کہیں گے جو اوصاف اختیاری پر ہو چنانچہ سخاوت و علم کی تعریف کو حمد کہہ سکتے ہیں۔ حسن و جمال کی تعریف کو حمد نہ کہیں گے۔ اور شکر اس تعریف کو کہیں گے جو اوصاف اختیاری پر ہو اور اس میں نعمت کا مقابلہ بھی ملحوظ ہو۔ لہٰذا ہر شکر کو حمد کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ہر حمد کو شکر نہیں کہا جاسکتا' اور ہر حمد کو مدح کہا جاسکتا ہے لیکن ہر مدح کو حمد نہیں کہا جاسکتا۔"

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ "شکر زبان سے بھی ہو سکتا ہے' عمل سے بھی ہو سکتا ہے اور دل سے بھی۔ لہٰذا شکر ایک لحاظ سے حمد و مدح سے عام ہے اور دوسرے اعتبار سے خاص۔ چونکہ حمد (شکر باللسان) شکر کی دوسری صورتوں کے مقابلہ میں منعم کی نعمتوں کے اظہار کی زیادہ عام و سہل صورت ہے' اس لیے اسے راس الشکر قرار دیا گیا ہے۔

ایک حدیث شریف میں اس طرح سے ہے کہ "حمد بہترین شکر ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے شکر کا حق ادا نہیں کیا۔"

الحمد للہ ہر طرح کی حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔ "ہر طرح کی حمد اللہ ہی کے لیے ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں۔" (۱۶-۷۵ جزوی): اور اسی طرح "ارض و سموات میں دائمی حمد اسی کے لیے ہے۔" (۳۰-۱۸):اور پھر "حمد اس خدا کے لیے ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا اور جو اس کا خالق ہے۔" (۶-۱):

اور پھر مومن کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے کہ:

"ہماری آیات پر ایمان لانے والوں کی تو یہ کیفیت ہے کہ جب ان آیات بینات کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ بے اختیار سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جاتے ہیں اور تکبر کے قریب تک نہیں

Marfat.com

پھٹکتے۔" (۳۲-۱۵):

اللہ حمید مجید ہے

سورۃ ہود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کے حوالے سے اس طرح سے مذکور ہے کہ فرشتوں نے محترمہ سارہ سے کہا:

"کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہے۔ اے اہل خانہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور وہ ذات ہی حمد کے لائق ہے اور سب بزرگی بھی اسی کو سزاوار ہے۔" (۱۱-۷۳):

اور پھر اسی طرح قرآن مجید میں نزول قرآن کے حوالے سے فرمایا گیا ہے کہ یہ حکیم و حمید کی طرف سے نازل ہوا ہے۔"یہ تنزیلات اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو ہر حکمت کا سرچشمہ اور ہر حمد کا سزاوار ہے۔" (۴۱-۴۲ جزوی):

اللہ غنی حمید ہے

قرآن مجید میں اس مقامات پر اللہ تعالیٰ کی یہ صفت حمید مرکب صورت میں "غنی حمید" کے طور پر وارد ہوئی ہے۔ مثلاً ایک مقام پر اس انداز میں ارشاد الٰہی موجود ہے کہ:

"اور تمہیں اس بات کا بخوبی علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور (حمید یعنی) تمام خوبیوں کا مالک ہے۔" (۲-۲۶۷ جزوی)

اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"پس ہر آئینہ آسمانوں کی بلندیوں میں جو کچھ ہے اور زمین کی وسعتوں میں جو کچھ ہے' صرف اللہ تعالیٰ کا ہے' وہ غنی (بے نیاز) اور حمید (قابل ستائش) ہے۔" (۴-۱۳۱ جزوی):

شکر کرنے والے

قرآن مجید میں جناب لقمان کی حکمت و دانش کے حوالے سے اس طرح سے بتایا گیا ہے کہ:

"جو شخص شکر کرتا ہے اس کا اپنا ہی بھلا ہوتا ہے اور جس نے کفران نعمت کیا' تو تمام خوبیوں والا (حمید) اللہ تعالیٰ ہے' وہ تو اس سے بالکل بے نیاز ہے۔" (۳۱-۱۲ جزوی):

Marfat.com

اللہ غنی ہے اور حمید ہے سورۃ فاطر میں اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی یہ صفت آئی ہے کہ اللہ تو غنی ہے لیکن تم لوگ فقرا ہو۔

"اے بنی نوع انسان! (زندگی کی بے بضاعت شان و شوکت پر اتراؤ نہیں) تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے محتاج ہو اور وہ خالق کائنات غنی و بے احتیاج ہے اور حمید و سزاوار حمد ہے۔" (۳۵-۱۵)

بمقابلہ بخل اور روگردانی قرآن مجید میں بخیل لوگوں کے بخل کے حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفت کا یوں ذکر ہوتا ہے کہ:

"جو خود بھی بخیل ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا مشورہ دیتے ہیں' اور جو کوئی روگردانی اختیار کرتے ہیں' وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حمید ہے"۔ (۵۷-۲۴): اور اس طرح سے بھی ہے کہ:

"جو لوگ روگردانی کرتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں' اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز اور ستودہ صفات (حمید) ہے۔" (۶۴-۶ جزوی):

العزیز الحمید اللہ تبارک و تعالیٰ بے حد زبردست اور حمید ہے۔ اس حوالے سے سورۃ ابراہیم کی پہلی ہی آیت میں اس طرح سے فرمایا گیا ہے کہ:

"الر۔ اے رسول قرآن مجید ایک نور آفرین کتاب ہے' جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے' تاکہ تم انسانوں کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہدایت کی روشنیوں میں لاؤ۔ اس اللہ تعالیٰ کے راستے پر جو بڑا زبردست ہے اور بذات خود محمود ہے۔" (۱۴-۱):

قرآن مجید حمد و ثناء کی راہ سجھاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء میں تو ملائکہ بھی سدا سرگرم عمل رہتے ہیں اور ہر نبی مرسل حمد و ثناء کرتا رہا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو حامد یعنی سب سے زیادہ حمد کرنے والا کہا گیا ہے اور آپ کا نام احمد بھی اسی حمد و ثناء ہی کے حوالے سے ہے۔

اس پس منظر میں قرآن مجید بھی لوگوں کی اسی حمد و ثناء ہی کی جانب رہنمائی کرنے والی کتاب الٰہی ہے:

"جن لوگوں کو علم عطا کیا گیا ہے' وہ تم پر تنزیلات ربانی کو برحق مانتے ہیں اور

Marfat.com

یہ بھی کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ غالب اور سزاوار حمد و ثناء کی راہ دکھاتا ہے۔"(۳۴-۶):

عزیز و حمید پر ایمان لانے والے

مومن لوگوں کا سدا کا ہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کی حمد و ثناء میں مصروف رہتے ہیں' اور اسی لیے ان کی صفت حامدون ہوتی ہے۔ یعنی "مومن توبہ و انابت کرنے والے' عبادت الٰہی میں مستعد ہونے والے' اللہ تعالیٰ کی جناب میں ثنا خواں و مدحت سرا ہوتے ہیں۔" (۹-۱۱۲ جزوی): لیکن اللہ اور اللہ کے بندوں کے دشمنوں کو مومنین کی خوئے حمد و ثنائے الٰہی بالکل پسند نہیں ہوتی:

"اور انہیں مومنوں کی یہ بات بری لگتی تھی کہ وہ عزیز اور حمید اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے۔"(۸۵-۸)

اس صفت الٰہی کے حوالے سے مومن' ملائکہ اور انبیاء کرام تو کجا کائنات کی ہر شے اللہ الحمید کی حمد میں مصروف عمل رہتی ہے۔

اللہ ولی حمید ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ جو سزاوار حمد و ثناء ہے' وہ اپنے بندوں کے احوال سے باخبر ہوتا ہے اور ان کی ضروریات رزق سے بھی خوب واقف ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے فضل بے پایاں سے مانگنے سے بھی زیادہ دیتا ہے۔

"ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ مہتمم بالشان ذات ہے جو بلندیوں سے باران رحمت نازل کرتی ہے جبکہ لوگ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں' اور رحمت کا دامن اپنی مخلوق پر پھیلاتا ہے' وہی سزاوار حمد (حمید) اور کارساز مطلق ہے۔"(۴۲-۲۸):

حمد و ثناء کرتے ہوئے حاضر ہوں گے

قرآن مجید نے واضح انداز میں بتایا ہے کہ آخرت میں بھی لوگ اللہ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے ہی حاضر ہوں گے:

"جس روز مالک یوم الدین تمہیں اپنے حضور طلب کرے گا' تم اس روز اس کی بارگاہ میں اس کی حمد و ثناء کرتے ہوئے حاضر ہو جاؤ گے۔"(۱۷-۵۲ جزوی):

Marfat.com

اور اس کے بعد اہل جنت بھی سدا یہی کہیں گے کہ ہر طرح کی حمد و ثناء صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ "حمید" ہے' یعنی وہی سب سے زیادہ قابل تعریف ہے۔ اس اسم مبارک کا مسلسل ورد کرنے والے کو اللہ اپنا پسندیدہ بنا لیتا ہے' اور اس کے فواحش کو دور کر دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو کسی پیالے میں لکھ کر اس پیالے میں پانی پیئے تو اللہ تعالیٰ اسے نیک اور صالح بنا دیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص "یا حمید" کا ہر روز نوے بار ورد کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے نیک لوگوں میں شامل کر لیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص ہر روز نماز فجر کے بعد ایک سو بار یا حمید کا ورد کرنے کو اپنا معمول بنا لے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو نیک نظر بنا دے گا۔

(۵) یا حمید کا بکثرت ورد کرنے والا اللہ کا پسندیدہ اور نیکوکار بن جاتا ہے۔

(۶) اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرنے والا ہر طرح کی بد زبانی سے رک جاتا ہے۔

(۷) جو شخص اس اسم مبارک کو زیادہ پڑھے گا وہ کسی شخص کی برائی اور غیبت کو پسند نہیں کرے گا' بلکہ وہ تو اپنے دشمنوں کی تعریف کرنے میں بھی بخل سے کام نہیں لے گا۔

(۸) اگر کوئی غریب آدمی اپنے کسی ادنیٰ تحفہ پر سترہ مرتبہ یا حمید پڑھ کر دم کر دے تو اس تحفے کو بڑے سے بڑا اور امیر دولت مند بھی بخوشی قبول کرے گا۔

(۹) جو شخص صبح کی نماز کے بعد روزانہ ایک سو بار یا حمید کا ورد کرے گا دشمن بھی اس کے سامنے آئے گا تو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا' اور وہ برائی سے پیش نہیں آئے گا۔

(۱۰) یا حمید کا بکثرت ورد کرنے والا بہ توفیق ایزدی نیک نہاد' خوش خلق اور برائیوں سے نفرت کرنے والا بن جاتا ہے۔

Marfat.com

(۱۱) جو شخص ہر نماز کے بعد ایک سو بار اس اسم حسنہ کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے گا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں مقبول اور معزز بنا دے گا۔

(۱۲) اولاد کو نیک اور صاف او سعادت مند بنانے کے لیے ایک سو مرتبہ یا حمید لکھ کر وہ تعویز گھول کر بار بار افراد خانہ کو پلایا جائے۔ اولاد خوش کردار اور نیک بن جائے گی۔

Marfat.com

الحی

الحی ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۲۸

عدد واحد ——— ا

اس اسم مبارک کا مطلب ہوتا ہے زندہ' سدا رہنے والا' مدام زندگی والا' سب کو سنبھالنے والا' باعث حیات' موجب زیست۔

اسی سے انسانی زندگی ہے۔ قرآن مجید کی رو سے انسان کی موجودہ زندگی سلسلہ ارتقاء کی پہلی کڑی ہے۔ اس سطح پر اگر اس نے اپنے اندر آگے بڑھنے کی صلاحیت پیدا کر لی تو پھر یہ سلسلہ مرنے کے بعد بھی اگلی کڑی پر فائز ہونے کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

الله الحی القیوم ہے۔ پوری کائنات میں اسی حیی القیوم اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا نظام کار فرما ہے' اور اس کے سوا اس کائنات میں کوئی صاحب اقتدار نہیں ہے:

"(ارشاد ہوا) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' وہ (حی) ہمیشہ رہنے والا اور

Marfat.com

سب کو قائم کرنے والا (قیوم) ہے۔" (۲-۲۵۵ جزوی):

اس آیت مبارکہ میں حی و قیوم میں "حی" کے معنی زندہ کے ہیں اور قیوم کے معنی ہیں' وہ ذات جو خود اپنے بل پر قائم اور سب کو قائم رکھنے والی اور سب کو سنبھالنے والی ہو۔ ظاہر ہے کہ جو خود زندہ نہ ہو وہ تمام دنیا جہان کے لیے زندگی بخش کس طرح ہو سکتا ہے' اور جو خود اپنی ذات سے قائم نہ ہو' وہ آسمان و زمین کو قائم رکھنے والا کس طرح ہو سکتا ہے؟۔

پھر سورۃ آل عمران میں اس طرح سے بھی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ حی (از ازل تا ابد زندہ) ہے اور (کائنات ارضی و سماوی کا) قیوم (تھانے والا) ہے۔" (۳-۲):

اللہ۔ایک زندہ خدا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ایک زندہ خدا ہے۔ ایک زندہ خدا ہے تو ناگزیر ہے کہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے' سنتا ہے' ہماری دعائیں فریادیں اس تک پہنچتی ہیں۔ ہمارے اعمال و افعال اس کی نظر میں ہیں۔ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ ہماری دعائیں اپنی حکمت کے مطابق قبول فرماتا ہے اور ہمارے اعمال پر ایک دن وہ جزا اور سزا بھی دے گا۔

اہل کتاب "خداوند زندہ خدا" کی تعبیر سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ ان کے انبیاء کے صحیفوں میں بکثرت یہ تعبیر استعمال ہوئی ہے' جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت' اس کے علم اور اس کی غیرت کا اظہار ہوا ہے' بالعموم اس کے لیے "زندہ خداوند" ہی کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔

رب زندہ و پائندہ

وہ اللہ علام الغیوب سب کچھ جانتا ہے' جو اس کے سامنے ہے (عہد حاضر و مستقبل میں ہے) اور جو ان سے پیچھے گزشتہ اقوام و ملل کو پیش آیا اور پوری مخلوقات اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اور یوں بھی ارشاد ہے کہ:

"اور اس رب زندہ و پائندہ کے حضور ساری گردنیں خم ہوں گی۔ بے شک وہ نامراد رہے گا جو ظلم و جور کے گناہوں کے بوجھ سے گرانبار ہو گا۔" (۲۰-۱۱۱):

Marfat.com

وہ حی لایموت ہے

اس کے بعد اس حی القیوم کے بارے میں یوں بھی ہے وہ حی لایموت ہے۔ اس ضمن میں یوں ارشاد باری ہے کہ:

"اور توکل کرو' اس لایموت پر (وہ زندہ جسے موت ہے ہی نہیں) اور اس کی حمد و ثناء کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح خبردار ہے۔" (۲۵-۵۸):

اس آیت مبارکہ میں سبق یہ دیا جا رہا ہے کہ "اپنے خدائے حی لایموت پر بھروسہ رکھو' وہ زندہ خدا ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس پر بھروسہ کرنے والے کبھی محروم اور نامراد نہیں ہوتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح حصول صبر و توکل کا وسیلہ ہے۔ اور پھر اپنے ان مخالفین کا معاملہ اپنے رب کے حوالے کر دو۔ وہ ان کے تمام جرائم سے پوری طرح سے باخبر ہے اور جب وہ باخبر ہے تو ان کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جس کے یہ سزاوار ہیں"۔

تنہا صرف وہی زندہ ہے

اللہ تعالیٰ "الحی" ہے اور اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ صرف وہی زندہ ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری ہے کہ:

"(تنہا صرف وہی) زندہ ہے۔ اس معبود کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ دلوں میں عمیق جذبہ اطاعت اور مخلصانہ ذوق عبودیت کے ساتھ' صرف اسی کو پکارو' سب خوبیاں صرف اسی کو سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔" (۴۰-۶۵):

یعنی حقیقی زندہ اور زندگی بخش صرف وہی ہے' اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو' وہ جیسا کہ کئی دیگر مقامات پر بتایا گیا ہے کہ وہ زندگی سے محروم ہیں۔ "اموات غیر احیاء" زندگی سے محروم مردے ہیں' وہ نہ سنتے ہیں نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں۔ ان کو پکارنا بالکل لاحاصل ہے۔ تو اللہ ہی کو پکارو اور پورے اخلاص کے ساتھ اسی کی اطاعت کرو۔ اس لیے کہ شکر کا سزاوار اللہ ہی ہے جو تمام عالم کا رب ہے۔

زندگی عطا کرنے والا

اللہ تعالیٰ ہی درحقیقت الحی القیوم ہے۔ وہ زندہ ہے اور زندگی عطا کرنے والا ہے۔ اس کے سوا معبودان باطل کو ہرگز

Marfat.com

موت و حیات پر اختیار نہیں ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری ہے کہ:

" وہ تو خود مخلوق ہیں نہ صرف یہ کہ وہ اپنی ذات کے ضرر و منفعت پر قادر نہیں ہیں بلکہ موت ' حیات اور دوبارہ بھی اٹھنے پر بھی اختیار نہیں رکھتے۔" (۲۵-۳ جزوی):

ان معبودان باطل کے بر عکس اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ جو اپنے قانون کے مطابق زندگی دیتا ہے اور موت طاری کرتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک خوب صورت انداز اس طرح سے ہے کہ:

"کہہ دیجئے اے انسانو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرسل مبعوث ہوا ہوں' جس کی حاکمیت و حکومت آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں پر محیط ہے' اس اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندگی کی بہار آفرینیاں بھی اسی کے حیطہ اختیار میں ہیں اور موت کی خزاں گزیدگیاں طاری کرنے پر قدرت اسی کو حاصل ہے۔" (۷-۱۵۸ جزوی):

وہی زندگی اور موت دیتا ہے

سورۃ الدخان میں اللہ الحی کی اسی صفت کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس ضمن میں یوں ارشاد باری ہے کہ:

" اگر یقین کرو تو وہ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں اور اس کے مابین تمام مخلوقات کا پروردگار ہے' اور وہی پروردگار مطلق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا سزاوار نہیں۔ زندگی اسی کی عطا ہے' موت بھی وہی طاری کرتا ہے۔ وہ تم سب کا پروردگار ہے اور تمہارے پہلے آباو اجداد کا بھی۔" (۴۰:۷-۸)

اور پھر اس طرح سے بھی آیا ہے کہ:

"اور یہ کہ وہی موت وارد کرتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔" (۵۳-۴۴):

گویا اللہ تعالیٰ ہی موت دیتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے' تو جب کسی دوسرے کو نہ موت کے معاملے میں کوئی دخل' نہ زندگی کے معاملے میں کوئی اختیار' تو اس کے سوا کسی اور کوئی مولیٰ و مرجع بنانے کے کیا معنیٰ؟

اسی اختیار اور قانون فطرت کے مطابق اقوام کی موت اور حیات بھی آتی ہے' یعنی

Marfat.com

جس طرح اللہ افراد کی پیدائش اورپرورش اور موت پر قادر ہے۔ اسی طرح اقوام کی موت و حیات اللہ کے انہی محکم قوانین سے وابستہ ہے۔ جو قوم ان قوانین کے مطابق عمل کرتی ہے زندہ رہتی ہے اور جو ان کی خلاف ورزی کرتی ہے' تباہ ہو جاتی ہے۔ گویا ہر شے کو موت و حیات اللہ تعالیٰ کے قانون ہی کے مطابق ملتی ہے۔

الحی مردوں کو زندگی عطا کرتا ہے

اللہ الحی مردوں کو اپنے قانون کے مطابق زندگی عطا کرتا ہے "انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو زندہ کیسے قبر سے نکالا جاؤں گا۔ اس کے جواب میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہوتا ہے کہ:

"کیا انسان کو یہ یاد نہیں کہ ہم نے اسے پہلے پیدا کیا اور وہ اس سے قبل کچھ نہ تھا یعنی وہ لاشئی "تھا۔(۱۹-۸۷):

اس طرح سے بھی اس حی قیوم کا ارشاد ہے کہ:

"(یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق مطلق ہے) اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کر دینے پر قادر ہے اور اس کی قدرت کاملہ کا سکہ تمام اشیائے کائنات پر رواں ہے۔"(۲۲-۶):

اللہ تبارک و تعالیٰ کس طرح مردہ ہو جانے والوں کو زندہ کرے گا' اس سلسلے میں قرآن مجید میں متعدد آیات میں اس جانب واضح طور پر اشارہ کر دیا گیا ہے کہ

"ذرا اس رحمت مطلق کی رحمتوں کی نشانیوں کی طرف نظر اٹھاؤ' کہ وہ حی و قیوم غیر آباد اور ویران مردہ زمین کو کس طرح سرسبزی و شادابی سے زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ اسی طرح مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے۔ اس کی قدرت کاملہ تو تمام اشیائے کائنات پر محیط ہے۔"(۳۰-۵۰):

سورۃ یٰسٓ میں اس ضمن میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ: "بے شک ہم ہی مردوں کو آفرینش نو بخشتے ہیں اور ضبط تحریر میں لاتے ہیں ہر اس عمل کو جو وہ آگے بھیجتے ہیں۔"(۳۶-۱۲ جزوی): اور اس طرح سے بھی ارشاد ہے کہ:

"اس نے ہمارا مثل گھڑلیا اور اپنی پیدائش بھول بیٹھا۔ وہ کہنے لگا' جب ہڈیاں

Marfat.com

بوسیدہ ہو جائیں گی تو انہیں کون زندہ کرے گا- اے رسول کہہ دیجئے کہ وہی جس نے انہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا- اور وہ پورے نظام تخلیقات کا علیم و خبیر ہے-" (۳۶: ۷۸-۷۹):

قدرت کاملہ والا الحی

کیا ان کافروں اور نادانوں نے اللہ کے سوا اور کار ساز بنا رکھے ہیں- پس کار ساز تو اللہ ہی ہے اور وہی مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور اس کی قدرت کاملہ تمام اشیائے کائنات پر محیط ہے-" (۴۲-۹): اور وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے (۴۶-۳۳ جزوی):

اور پھر ایک دوسرے سوالیہ انداز میں پروردگار گویا استفسار کرتا ہے کہ:

"کیا وہ خلاق لایزال اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟" (۷۵-۴۰):

اللہ الحی کا نظام حیات و ممات

اس دنیا میں زندگی ملنے سے پہلے کا عرصہ پہلی موت' پھر زندگی پھر دنیا کی زندگی کا خاتمہ یعنی موت اور اس کے بعد دوسری زندگی' اسی حوالے سے ارشاد الٰہی ہے کہ "تم قانون خداوندی سے کیسے انکار کر سکتے ہو' تم مردہ تھے- اس نے زندگی عطا کی' پھر مر جاؤ گے اور اس کے بعد پھر زندگی ملے گی-" اور ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی دی- ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں-" (۴۰-۱۱ جزوی):

اور پھر یہ بھی ہے کہ موت کے بعد دنیا میں واپسی بھی نہیں ہو گی- اس ضمن میں سورہ المومنون میں اور سورہ المنفقون میں بھی ارشاد الٰہی ہے گویا اللہ الحی کی یہ صفت زندگی کی نمود اور زندگی کی روانی اور پھر حیات بعد الممات پر پوری طرح سے حاوی ہے- ہر طرح کی زندگی کا اظہار اسی "الحی" کی صفت کا مرہون منت ہے-

اعمال و فضائل

(۱) الحی سے مراد ہوتا ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ہر ایک کو زندگی بخشنے والا' یہ اسم حسنہ بعض والوں سے جلال بھی کہلاتا ہے' اس اسم مبارک کا جو سدا ورد کرتا ہے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس کی روحانی قوت میں بے پناہ اضافہ کر دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی بیمار شخص اس اسم مبارک "یا حی" کا ورد کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد صحت یاب فرمادیتا ہے۔

(۳) اگر کسی بیمار پر کوئی دوسرا شخص اس اسم الٰہی کا ورد کر کے خلوص دل کے ساتھ دم کرے تو وہ بیمار جلد ہی صحت یاب ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص ہرروز ستر بار اس اسم مبارک کو پڑھنا اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت عطا کرتا ہے۔

(۵) ہر مرض سے نجات حاصل کرنے کے لیے "یا حی حین الاحی فی دیمومته ملکه و بقائه یا حی یا حی یا حی" کا تعویز مریض کے گلے میں ڈال دینا بے موثر اور مفید ہوتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص "یاحی یا قیوم" کا بکثرت ورد کرے تو اس کا دل برے خیالات سے بچا رہتا ہے۔ اس کے دل میں نیک کاموں اور امور کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(۷) اس اسم یعنی "یا حی" کا ورد کرنے والا ہنگامی نقصان اور مالی خسارے سے اکثر بچا رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے بے شمار مصائب اور مشکلات سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

(۸) اگرکوئی شخص ہرنماز کے بعد گیارہ بار "یا حی" کا ورد کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بیماریوں اور حوادث سے بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

الخالق

الخالق	ــــــــــــ	اسم جمالی ہے۔
اعداد	ــــــــــــ	۷۳۱
عدد واحد	ــــــــــــ	۲

اس کائنات اور اس میں موجود ہر مرئی اور غیر مرئی شے کو تخلیق کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔

لفظ خالق کا مادہ (خ ل ق) ہے۔ اس مادہ کے بنیادی معنی کسی چیز کو بنانے یا کاٹنے کے لیے اسے ماپنا' اس کا اندازہ لگانا' اس کے تناسب اور توازن کو دیکھنا یا ایک چیز کو دوسری چیز سے بنانا کے ہوتے ہیں۔

خلق' خالق بدع اور فطر کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا یا پہلی بار پیدا کرنا' لہٰذا اس اعتبار سے خلق کے معنی ہوں گے مختلف عناصر کو نئی نئی ترکیبیں دے کر ان سے اور چیزیں پیدا کرتے چلے جانا۔ جیسے ہائیڈروجن اور آکسیجن کے ایک خاص تناسب سے پانی بن جاتا ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں بعض مقامات پر خلق کے لفظ کو پہلی بار پیدا کرنے کے معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ بعض صورتوں میں خالق اور فاطر کا مرادف معنوں میں بھی استعمال دکھائی دیتا ہے۔

فاطر (یا ان معنوں میں) خالق تو خدا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا' البتہ خدا کے بنائے ہوئے عناصر کو نئی نئی ترکیب دے کر ان سے اور چیزیں بنانے میں انسان بھی عمل تخلیق میں شریک ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ ہر اعتبار اور حوالے سے احسن الخالقین بھی کہلاتا ہے۔

مراحل تخلیق

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو وجود میں لاتا ہے وہی ہر چیز کا خاکہ تیار کرتا ہے' وہی پھر اس کو وجود بخشتا ہے' پھر وہی اس کی صورت گری کرتا اور نوک پلک سنوارتا ہے۔ تخلیق حق کی ہر شے کے وجود کے اندر یہی تین اولین مرحلے پیش آتے ہیں۔

پہلا مرحلہ اس کے ڈیزائن کا ہوتا ہے' جس کے لیے عربی میں لفظ خلق ہے۔

دوسرا مرحلہ اس کو وجود میں لانے کا ہے اس کے لیے لفظ ''برء'' ہے۔

تیسرا مرحلہ اس کی نوک پلک سنوارنے کا ہے اس کے لیے لفظ ''تصور' تصویر'' ہے۔''

خالق ہر تخلیق کا ابتدائی منصوبہ ساز ہے

سورۃ الحشر کی آیت نمبر۲۵ میں یوں مذکور ہے کہ : ''وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔'' (۵۹-۲۴ جزوی):

تفہیم القرآن میں اس آیت مبارکہ کی یوں شرح کی گئی ہے کہ

''پوری دنیا اور دنیا کی ہر چیز تخلیق کے ابتدائی منصوبے سے لے کر اپنی مخصوص صورت میں وجود پذیر ہونے تک بالکل اسی کی ساختہ پرداختہ ہے' کوئی چیز بھی خود بخود وجود میں آئی ہے نہ اتفاقاً پیدا ہو گئی ہے' نہ اس کی ساخت پرداخت میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر کوئی دخل ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے فعل تخلیق کو تین الگ مراتب میں بیان کیا گیا ہے جو یکے بعد دیگرے واقع ہوتے

Marfat.com

ہیں۔"

پہلا مرحلہ "خلق ہے جس کے معنی تقدیر یا منصوبہ سازی کے ہیں۔ پھر دوسرا مرتبہ "برء" ہے جس کے اصل معنی ہیں جدا کرنا' چاک کرنا' پھاڑ کر الگ کرنا'

خالق کے لیے باری کا لفظ اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سوچے ہوئے نقشے کو نافذ کرتا ہے اور اس چیز کو' جس کا نقشہ اس نے سوچا ہے' عدم سے نکال کر وجود میں لاتا ہے۔ پھر تیسرا مرتبہ تصویر ہے جس کے معنی ہیں' صورت بنانا' اور یہاں اس سے مراد ایک شے کو آخری مکمل صورت میں بنا دینا ہے۔ ان تینوں مراتب میں اللہ تعالیٰ کے کام اور انسانی کاموں کے درمیان سرے سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ انسان کا کوئی منصوبہ ایسا نہیں ہے جو سابق نمونوں سے ماخوذ نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ہر منصوبہ بے مثال اور اس کی اپنی ایجاد ہے۔

انسان جو کچھ بھی بناتا ہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ مادوں کو جوڑ جاڑ کر بناتا ہے' وہ شخص کسی چیز کو عدم سے وجود میں نہیں لاتا بلکہ جو کچھ موجود ہے اسے مختلف طریقوں سے ترتیب اور ترکیب دیتا ہے۔ بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور مادہ بھی بجائے خود اس کا پیدا کردہ ہے جس سے اس نے یہ دنیا بنائی ہے۔"

خالق ارض و سماء

قرآن مجید میں متعدد آیات مبارکہ میں بڑے ہی واضح اور کھلے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ سب زمین' آسمان اور ان کے مابین جو کچھ بھی ہے وہ اسی اللہ تبارک و تعالیٰ ہی نے خلق کیا ہے۔ ان کی حرکات و سکنات اور روانی اور وظائف و فرائض کو بھی اسی خالق کائنات ہی نے روانی اور دوام بخشا ہے۔ اس حوالے سے چند ایک آیات کا ترجمہ یوں ہے کہ: "زمین آسمان' ستارے انسان' سامان رزق سب اس کے پیدا کردہ ہیں۔" (۶:۹۶-۱۰۰)

اور پھر اس طرح سے بھی ارشاد باری موجود ہے کہ:

"ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیوں میں سے رات' دن' سورج اور چاند

Marfat.com

ہیں' تم سورج کے سامنے سر عبودیت جھکاؤ نہ چاند کے سامنے' اگرچہ سچے عابد ہو تو اس مہتمم بالشان اللہ جل جلالہ کے سامنے سجدہ کرو جس نے ان سب اجرام فلکی اور زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔"(۳۱-۳۷):

اللہ خالق کائنات ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ خلاق اکبر ہے۔ اسی نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کی تخلیق کی ہے اور اللہ نے تو "تخلیق کائنات کے وقت نہ کسی کو شاہد بنایا اور نہ ہی کسی سے مدد لی تھی۔"(۱۸-۵۱):

بلکہ اللہ تعالیٰ کے مخالفین اور مشرکین کو بھی یہ اعتراف ہے کہ خالق کائنات اللہ ہی ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کی تخلیق کس نے کی ہے اور شمس و قمر کو کس نے بنایا اور مسخر کر رکھا ہے اور تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔ وہ یقیناً جواب میں کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر یہ عالم برگشتگی میں کہاں بھٹکے جا رہے ہیں۔"(۲۹-۶۱)

آیات قرآنی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اسی قسم کی کائنات اور بھی پیدا کرسکتا ہے۔ یہ سب اس خلاق کائنات کے اختیار و قبضہ میں ہے۔

خالق کا انداز تخلیق

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے قانون مشیت کے مطابق تخلیق کرتا ہے اور اس کے تخلیق کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جب کسی شے کو تخلیق کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ارادے کے ساتھ ہی اس کی ابتدا ہو جاتی ہے' اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے کہ:

"وہ بدیع السمٰوات تو صاحب ارادہ مطلق ہے' یعنی وہ جب "کن" کہتا ہے تو تخلیق کی دنیائیں عالم وجود میں آ جاتی ہیں۔"(۲-۱۱۷):

اس کے علاوہ اللہ نے اپنے اسی انداز تخلیق یعنی کن فیکون کا اشارہ سورۃ الانعام' سورۃ النمل' سورۃ الصفت اور سورۃ المومن میں بھی کیا ہے کہ:

"وہ تو جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ اس کو کہ ہو جا' پس وہ ہو جاتی ہے۔)(۳۶-۸۲)

Marfat.com

"....جب وہ کوئی بھی تخلیقی عمل بروئے کار لانا چاہتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔" (۴۰-۶۸): اور مزید یوں بھی ارشاد ہے کہ:

"ارشاد ہوا کہ ہم جب ارادہ تخلیق کریں تو کہنا ہوتا ہے کہ ہو جا اور وہ چیز عالم وجود میں آ جاتی ہے۔(۱۶-۴۰):

"خلاق کائنات کی ذات وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر محکم (حق) کے ساتھ پیدا کیا' اس مالک تکوینیات کی یہ شان ہے کہ جس دن وہ کلمہ کن (ہو جا) کہے گا تو نشو و تخلیق کی تمام قوتیں بروئے کار آ جائیں گی۔" (۶-۷۳ جزوی):

اللہ مالک تکوینیات کی شان تخلیق اور انداز خلق ہے کہ وہ ہر شے کو اپنی قدرت و حکمت کے ساتھ وجود میں لایا ہے اور وہ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو بس فرما دیتا ہے کہ "کن" ہو جا اور وہ "فیکون" ہو جاتی ہے۔ گویا وہ فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ احسن الخالقین ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ اس قدرت و حکمت اور بے نیازی اور اختیار و ارادہ والا خالق ہے کہ اس کے معیار اور مقام تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا "وہ اللہ خالق بڑا ہی برکتوں والا اور بہترین تخلیق کار ہے۔" (۲۳-۱۵ جزوی)

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں اسرائیلیوں کے بتوں یعنی خود ساختہ خداؤں اور معبودوں کے مقابلے میں اللہ الخالق کے اختیار و ارادہ اور قدرت و حکمت اور احسن الخالقین ہونے کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ:

"تم بہترین کائناتی تخلیقات کے خلاق اعظم کو چھوڑتے ہو۔" (۳۵-۱۲۵):

اور پھر اسی احسن الخالقین نے ہر شے کو بہترین تناسب اور احسن انداز سے پیدا کیا ہے۔ اس سلسلے میں سورۃ السجدہ میں اس طرح سے ارشاد ہوا ہے کہ:

"اس معبود مطلق اور احسن الخالقین نے اپنی ہر مخلوق کو حسین ترین رعنائیوں سے مالا مال کیا ہے۔" (۳۲-۷ جزوی)۔

پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کی سلطنت آسمانوں اور زمین پر قائم ہے۔ اس نے کسی

Marfat.com

کو اپنا بیٹا نہیں بنایا' نہ اس کی سلطنت میں کوئی شریک ہے۔ اس نے ہر شے کو خلعت تخلیق اور زیور تجسیم سے نوازا اور پھر اس کی (تخلیق' تسویہ' تقدیر اور ہدایت) کا ایک اندازہ (پیمانہ قانون) مقرر کر دیا۔" (۲۵-۲)

یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ جو چیزوں کو پیدا کرتا ہے اور پھر ان کی ہدایت اور رہنمائی کے بھی انتظامات اور اہتمام کرتا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ "اللہ کے قانون تخلیق میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔" (۳۰-۳۰):

کائنات کی تخلیق بالحق ہے

خالق کائنات نے اس کائنات اور اس کے اندر جو کچھ بھی ہے اسے یوں ہی بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ اس لیے یہ کائنات یونہی اتفاقیہ طور پر وجود میں نہیں آگئی۔ اس کا ایک عظیم پروگرام ہے اور سلسلہ کائنات اس پروگرام کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہے۔ انسان بھی خدا کے تخلیقی پروگرام کی ایک کڑی ہے بلکہ یہ انسان ایک بڑی اہم کڑی ہے۔

کائنات کی تخلیق بالحق ہونے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے لیے بیشمار برکات و فوائد بھی ہیں اور اس کا حق ہونا سراسر انسان ہی کے لیے متعدد حوالوں سے مفید اور ضروری دکھائی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے سورج کو روشن و درخشندہ بنایا' چاند کو نورانی بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سالوں کا شمار حساب جان لو۔ یہ ساری تخلیقات الٰہی بالحق ہیں' وہ اللہ اپنی آیات یعنی نشانیوں کی تفصیل اہل علم کے لیے بیان کرتا ہے۔ (۱۰-۵)

تخلیق بہ تدبیر محکم

سورہ ابراہیم کی ایک آیت میں تو یہاں تک ارشاد موجود ہے کہ: "کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق بہ تدبیر محکم کی ہے اور اس کی مشیت ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق کو لے آئے۔ اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہیں ہے۔" (۱۴:۱۹-۲۰)

اسی طرح مزید سورۃ النمل سورۃ عنکبوت' سورۃ روم' سورۃ الزمر' سورۃ الدخان' سورۃ الاحقاف اور سورۃ التغابن میں بڑی ہی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کی بامقصد و بامصلحت تخلیق کی گئی ہے۔ یہ تخلیق کائنات بڑی متوازن اور مناسب انداز

Marfat.com

میں کی گئی ہے اور زمین اور سمٰوٰت کے درمیان میں جو کچھ ہے مبنی بر حق اور ایک مقررہ وقت تک ہے۔ تخلیق کائنات جواز اور ٹھوس بنیادوں پر کی گئی ہے سب کچھ اللہ نے ایک حقیقی مقصدیت کے تحت تخلیق کیا ہے' اور خاص تدبیر درست کے تحت معرض وجود میں لائے گئے ہیں۔ اور پھر یوں بھی کہ:

"اس خلاق لایزال نے آسمانوں اور زمین کو اپنی مصلحت سے ٹھیک اور صحیح اندازے سے زیور تخلیق سے آراستہ کیا' اور تمہاری صورت گری کی تو اس نفاست سے کہ تم حسین حسین پیکروں میں ڈھل گئے اور بالآخر تمہاری بازگشت بھی اسی کی طرف ہے۔" (۶۴-۳):

خالق حقیقی کا مقصد تخلیق کائنات

اللہ تبارک و تعالیٰ جو اس ساری کائنات کا خالق حقیقی ہے اس نے اس کائنات کو بالحق پیدا کرنے کا ایک مقصد یہ بھی بتایا ہے کہ یہ اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ انسان کے اعمال کے نتائج اللہ تبارک و تعالیٰ کے کائناتی قانون کے مطابق ٹھیک ٹھیک مرتب ہوتے رہیں۔ اس تناظر میں ارشاد باری یوں ہے کہ:

"تم سب کی اسی اللہ ہی کی طرف بازگشت ہے۔ وہ تو صادق الوعد ہے۔ بلاشبہ وہی پہلے مخلوق کو زیور تخلیق سے آراستہ کرتا ہے۔ پھر وہی دوبارہ زندگی دے گا' تاکہ اہل ایمان اور نیکوکاروں کو منصفانہ جزا دے۔" (۱۰-۴ جزوی):

مزید اسی ضمن میں اس طرح سے ہے کہ:

"... اور یہ عمل تخلیق اس لیے سرانجام پایا تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔" (۱۱-۷ جزوی)

پھر اس طرح سے بھی بڑے ہی واشگاف اور واضح الفاظ میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"ہم نے آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کو اور اس کے مابین جو کچھ ہے بے فائدہ و بے مقصد نہیں بنایا۔" (۳۸-۲۷ جزوی)

اور پھر سورۃ الجاثیہ میں اس امر کو بڑے ہی دو ٹوک انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ کائنات احسن الخالقین اور خلاق عظیم نے بالحق پیدا کی ہے۔ اور پھر اس کا مقد بھی بتا دیا ہے کہ:

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی تخلیق ایک مصلحت حقیقی کے تحت کی ہے۔ تاکہ ہر متنفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور ان پر ہرگز ظلم نہ کیا جائے گا۔" (۴۵-۲۲):

خالق کی عظیم تخلیق اس کائنات اور ارض و سما کو پیدا کرنے کے بعد اللہ خلاق و علیم نے انسان کی تخلیق بھی کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر غور و فکر کرنے والوں کو یہ باور کرایا ہے کہ ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

عصر حاضر کی جدید تحقیقات کے بعد حیاتیات کے ماہرین اس امر پر متفق ہیں کہ تمام حیاتیاتی عناصر کی بنیاد پانی ہے اور یہ بھی کہ پروٹو پلازم (یعنی مادہ اولیٰ یا اولیٰ مادہ حیات جسے "نخزمایہ" بھی کہتے ہیں) کا غالب حصہ پانی ہی ہے۔

"اسی حوالے سے ارشاد باری سورۃ النور میں یوں ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ ان میں سے وہ ہیں جو پیٹ کے بل رینگتے ہیں' ان میں سے وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور وہ جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ الخالق جس قسم کی مخلوق چاہتا ہے اس کی تخلیق کر لیتا ہے اور اس کا دست قدرت تو تمام اشیائے کائنات پر محیط ہے۔" (۲۴-۴۵):

تخلیق بشری کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے دو ٹوک الفاظ میں ارشاد فرما دیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات وہ ہے جس نے انسان کی تخلیق پانی سے کی۔ اور پھر اس سے تذکیر و تانیث کی رعایت سے نسب و صہر کے الگ الگ سلسلے قائم کیے۔" (۲۵-۵۴ جزوی)

اس کے بعد بطن مادر کے اندر پیدائش انسان اور اس کی تخلیق و تصویر کے مراحل اور ادوار کو جس وضاحت کے ساتھ قرآن مجید میں بتایا گیا ہے' اتنی تفصیلات کہیں اور موجود نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کو احسن تقویم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ "ہم نے انسان کی تخلیق بہترین انداز و ساخت پر کی ہے۔" (۹۵-۴)۔ اور "اس خلاق لایزال نے تمہاری صورت گری کی تو اس نفاست سے کہ تم حسین حسین پیکروں میں ڈھل گئے۔ اور پھر تمہاری بازگشت بھی اس کی طرف ہے۔" (۶۴-۴)

Marfat.com

اللہ ہی خالق ہے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بڑے ہی واضح الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ ہر شے کا خالق اللہ ہی ہے' اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔

وہ احسن الخالقین ہے اور وہی خلاق ازلی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آگے پیچھے' اوپر نیچے دن رات' موسم' جاندار' جمادات' حیات و ممات سب اس لیے تخلیق کیے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں پر غور و فکر کرے کیونکہ اللہ وحدہ پر ایمان لانے کے لیے یہی کافی ہیں۔

فضائل و اعمال

(۱) جو کوئی اسم الخالق پر مداومت کرے گا حق تعالیٰ اس کے لیے ایک ہزار فرشتہ پیدا کرے گا جو اس کے لیے قیامت تک عبادت اور دعا کرتا رہے گا۔

(۲) جو شخص "یاخالق" کا ورد اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ منور کر دیتا ہے۔

(۳) ہر رات اگر کوئی شخص اکتالیس بار یا خالق کا ورد کر کے سوئے تو اللہ تعالیٰ بد سگال لوگوں اور دشمنوں سے اسے بچائے رکھتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص ہمیشہ اپنے غصے پر قابو پانا چاہتا ہے تو چاہیے کہ وہ ہر روز ایک خاص مقدار میں اس اسم الٰہی ذکر ضرور کیا کرے۔

(۵) اگر کوئی شخص لڑائی کے وقت تین سو بار یا خالق پڑھے تو وہ بفضل تعالیٰ دشمن پر فتح اور غلبہ حاصل کرتا ہے

(۶) اس اسم مبارک کا اکثر ذکر کرنے والا کئی حوالوں سے توانا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قوت اور طاقت میں بھی اضافہ کر دیتا ہے۔

(۷) اگر کسی کو شدت کا بخار چڑھا ہو تو اسے چاہیے کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور بعد میں سات سو اکتیس بار "یاخالق" کا ورد کر کے دعا مانگے' اللہ تعالیٰ بخار سے شفا بخش دیتا ہے۔ اس سے دیگر کئی عوارض بھی جاتے رہتے ہیں۔

(۸) بے اولاد میاں بیوی دونوں اگر اس اسم مبارک کو اپنا معمول بنالیں تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے انہیں نیک اور صالح اولاد عطا کرتا ہے۔

(۹) اگر میاں بیوی ہر نماز کے بعد سات سو اکتیس بار "یاخالق" کا ورد کریں تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

انہیں اولاد نرینہ سے نوازتا ہے۔ عورت اس عمل کو حمل کے ابتدائی دنوں میں ضرور کرے تو اولاد خوب صورت بھی پیدا ہوتی ہے۔

(۱۴) دین و دنیا کی مشکلات میں اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ آسانی فرما دیتا ہے۔

(۱۵) اگر کوئی شخص نماز جمعہ کے بعد نماز عصر تک باوضو حالت میں اس اسم مبارک "یا خالق" کا وظیفہ کرے اور پھر دعا مانگے تو اسے اللہ کی معرفت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

(۱۶) بانجھ پن کے علاج کے لیے تین روز تک ہر روز روزہ رکھ کر اگر خاوند خود ہر نماز کے بعد سات سو اکتیس بار یا خالق پڑھ کر پانی پر دم کر کے تیسرے دن میاں بیوی اس پانی کو تھوڑا تھوڑا کر کے پی لیں تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی فرما دیتا ہے۔ بانجھ پن ختم ہو جاتا ہے۔ اسی عمل سے اسقاط حمل کے خطرات سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

(۱۷) اگر کوئی شخص نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیان "یاخالق" کا سات دن تک سات ہزار بار یومیہ ورد کر کے پانی دم کر لے تو اس طرح کا دم کیا ہوا پانی پینا بھی بانجھ پن کا علاج کرنے کے لیے شافی ہوتا ہے۔ یہ وظیفہ اور اسی طرح کا پانی اسقاط حمل سے حفاظت کے لیے مفید ہوتا ہے۔

(۱۸) اگر چھوٹی عمر کے بچے ضد کرتے ہوں تو انہیں ایک سو ایک بار یا خالق کا دم کیا ہوا پانی یا کوئی میٹھی چیز کھلاتے رہنے سے وہ ضد کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

Marfat.com

الخافض

الخافض ———— یہ اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۱۴۸۱

عدد واحد ———— ۵

الخافض۔ تہ و بالا کرنے والا

الخافض اللہ جل جلالہ کا ایک اسم جلالی ہے' اس کے عام اور معروف معنی ہوتے ہیں کہ ایسی ذات عالی جو دشمنوں کو پست اور ناکام کرنے والی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اپنے اور خلقت کے دشمنوں کو حسب حال پست کرتا ہے۔ الخافض نیچا دکھانے والا ہے۔ وہ لوگوں کے خود ساختہ غرور کو توڑ کر انہیں پست اور ادنیٰ کر دیتا ہے۔

سورۃ الواقعہ میں اس طرح سے آیا ہے کہ: "خافضة رافعة" اس پس منظر میں یوں بتایا گیا ہے کہ وہ قیامت جب وارد ہو گی تو اس سے سب تہ و بالا ہو جائیں گے۔ اس کا ترجمہ "گرانے والی اور اٹھانے والی" بھی کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ قیامت سب کچھ کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گی' نیچے

Marfat.com

کی چیزوں کو اوپر اور اوپر کی چیزوں کو نیچے کر دے گی۔

ایک اور مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گرے ہوئے لوگوں کو اٹھانے والی اور اٹھے ہوئے لوگوں کو گرانے والی ہو گی یعنی اللہ کے حکم سے آنے والی اس قیامت کے آنے پر انسانوں کے درمیان عزت و ذلت کا فیصلہ ایک دوسری ہی بنیاد پر ہو گا۔ جو دنیا میں بزعم خویش عزیت والے بنے پھرتے ہیں' وہ ذلیل ہو جائیں گے اور جنہیں جابر اور ظالم لوگوں نے ذلیل اور پست کر رکھا ہو گا وہ عزت پائیں گے۔

زیرو زبر کرنے والا

اس لفظ "خافضہ" ہی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت خافض کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یوں الخافض کو اسماء الحسنٰی میں شامل کیا ہوا ہے۔ اس صفت کے اعتبار سے اللہ الخافض سب کچھ کو زیرو زبر کر دینے والا بھی ہے۔ گویا یہ ایک انقلاب کی سی کیفیت ہو گی۔ کہ اس قیامت کے روز وہ لوگ جو دنیا میں اپنے کفر و الحاد اور شرک و تکبر کے باعث کمزور اور ناتواں لوگوں میں معزز اور بلند درجات و مراتب والے بنے ہوئے تھے' قیامت میں اللہ الخافض انہیں پست سے پست اور ذلیل سے ذلیل کر دے گا۔ اور اللہ ان لوگوں کے غرور اور گھمنڈ کو خاک میں ملا کر رکھ دے گا۔

قیامت تو وہ ہے جو آ کر رہے گی اور ضرور ہونے والی ہے۔ وہ واقع ہو کر رہے گی(۵۶-۱) اور اس کے واقع ہونے میں کسی شک و شبہ اور جھوٹ یا انکار کی کوئی گنجائش ہے ہی نہیں (۵۶-۲)

پھر اس وقت لوگوں کا فرق مراتب ظاہر ہو گا۔ گویا اللہ کی جانب سے وہ بعضوں کو پست کر دے گی اور پھر بعضوں کے درجے بلند کر دے گی۔

خافضۃ رافعۃ

سورۃ الواقعہ کے ان دو الفاظ یا آیت نمبر۳ کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ورود قیامت سے وہ تمام زندہ لوگ موت کی آغوش میں چلے جائیں گے' گویا وہ موت کی نیند سلا دیئے جائیں گے۔ اور پھر سب کو دوبارہ زندہ اٹھا دیا جائے گا۔ یہاں پر اسی روز قیامت ہی کے حوالے سے خافضہ اور رافعہ کا ایک اور طرح سے بھی عملی اظہار ہو سکتا ہے کہ نیک لوگ رافعہ کے زمرے میں ہوں گے اور بداعمال لوگ ابنوہ خافضہ میں ہوں گے!

Marfat.com

مزید اس کی وضاحت یوں بھی ہے کہ خافضۃ رافعۃ کے حوالے سے انسانوں کو باور کرایا گیا ہے کہ اس وہم میں نہ رہو کہ تم کو جو سربلندی حاصل ہے وہ ہمیشہ برقرار اور حاصل رہے گی اور جن کو حقیر و مبتذل گمان کر رہے ہو وہ اسی طرح حقیر و پست حال رہیں گے' بلکہ جب یہ واقع ہونے والی واقع ہو گی تو یہ آسمان اور زمین نئے نوامیس و قوانین کے ساتھ نمودار ہوں گے۔ آج عزت و شرف کے جو معیارات ہیں وہ یک قلم تبدیل ہو جائیں گے۔ اس دن تمام عزت و سرفرازی ایمان و عمل صالح کو حاصل ہو گی۔ وہ لوگ سر بلند و سرفراز ہوں گے جن کے پاس ایمان و عمل صالح کا سرمایہ ہو گا۔ اور وہ جن کے پاس یہ دولت نہیں ہو گی پست اور ذلیل ہوں گے۔

پست در پست "خافضۃ رافعۃ" کا ایک ترجمہ اس طرح سے بھی ہے کہ:

"جب واقع ہونے والی قیامت واقع ہو گی۔ جس کے وقوع پذیر ہونے میں کسی کذب کا شائبہ نہیں۔ تو وہ (پست کرداروں کو) پست کر دے گی اور (بلند کرداروں کو) بلند کر دے گی۔" (۵۶:۱-۳)

لفظ "خافض" کا مادہ "خفض" ہے۔ اس کے معنی کسی کو ذلیل و خوار رکھنا کے بھی ہوتے ہیں' اور اس اعتبار سے الخافض متکبرین کو پست و خوار کرنے والا ہے۔ "الخافض" خفض سے اسم فاعل ہے۔

الخافض پستیاں پیدا کرنے والا سائنس اور ماہرین کونیات بتاتے ہیں کہ پوری کائنات پستیوں اور بلندیوں سے بھری ہوئی ہے اور پھر خوب صورتی کی بات یہ ہے کہ ہر مقام پر بلندیاں بھی ہیں اور پستیاں بھی۔ یہ پستیاں اور بلندیاں خود ہماری اپنی زمین پر بھی موجود ہیں۔ اور بلندیوں کے ساتھ ساتھ ہم سمندروں کی گہرائیوں میں عمیق اور گہری پستیاں بھی دیکھتے ہیں۔ بلکہ ماہرین نے بتایا ہے کہ اگر سطح سمندر کو زمین کی سطح کا ایک معیار مان لیا جائے تو اس خطہ ارض پر اس سطح کے مطابق پستیاں بہت زیادہ اور گہری ہیں جبکہ زمین کی بلندیاں پستیوں کی گہرائی کے مقابلے میں تھوڑی بلند ہیں۔ اور پھر اس خطہ ارض پر زندگی کا ظہور اور روانی سب انہی پستیوں اور بلندیوں ہی کی بدولت ہے۔ اور یہ ساری پستیاں بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کی

Marfat.com

ہیں۔

الخافض جھکا دینے والا

قرآن مجید میں سورۃ الحجر‘ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الشعرا میں تین مقامات پر لفظ ”واخفض“ استعمال ہوا ہے۔ یہاں پر اس لفظ کے معنی ”جھکا دو“ یا مروت و تواضع کے لیے ”جھکاؤ دو“ کے طور پر آئے ہیں۔ گویا ”الخافض“ کے ایک واضح معنی وہ ہستی کہ جو جھکا دیتی ہے بھی ہوتے ہیں۔ گویا الخافض متکبرین اور گھمنڈ کے مارے ہوئے لوگوں کو جھکا لیتا ہے اور انہیں جھکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

اللہ الخافض وہ ہے جو کافروں‘ مشرکین اور منکرین کو اپنے نزدیک پست اور ناقدر کر دیتا ہے۔ انہیں قعر مزلت میں گرا دیتا ہے۔

یوں بھی ہے کہ ”خفض و خافض و غائط پست زمین کو بھی کہا جاتا ہے“ اس اعتبار سے یوں بھی کہا جا سکتا ہے اللہ الخافض نے بلندیوں کے مقابلے میں پستیاں اور نشیب بھی پیدا کیے اور یہ بلندیاں اور پستیاں مادی بھی ہیں اور روحانی بھی ہیں۔ مادی پستیوں پر جس قدر بھی غور و خوض کریں تو ہمیں ان میں بھی قدرت کی لاتعداد مخلوقات اور صناعیاں دکھائی دیتی ہے ان مخلوقات اور صناعیاں کو زیر زمیں اور زمین کی پرتوں کے اندر معدنیات‘ گیسوں اور دیگر عناصر کی صورت میں دیکھا اور جانچا جا سکتا ہے۔ اور پھر سمندروں کی گہرائیوں اور پستیوں میں قدرت کاملہ نے پانی کے بوجھ اور دباؤ کے حوالے سے کس قدر رنگا رنگ‘ نادر و نایاب اور عجوبہ سے عجوبہ جاندار اور مخلوقات پیدا کر رکھی ہیں۔ یہ سب اسی اللہ الخافض ہی کے کرشمات ہیں۔

پستی اور بلندی کا امتیاز

سورۃ الواقعہ کہ جس میں الفاظ ”خافضۃ اور رافعۃ“ استعمال ہوا ہے‘ اس کی شرح اور تفسیر میں یوں بھی بتایا گیا ہے کہ ایک یقینی چیز جس کے وقوع میں کوئی جھوٹ نہیں۔ ”وہ پستی و بلندی کے امتیاز کے بغیر زمین پر زلزلہ بپا کر کے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گی۔ اس کے بعد انسان اپنے اعمال کے اعتبار سے تین طبقوں میں تقسیم ہو جائیں گے یعنی السابقون الاولون اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ گویا حضور نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر سبقت لے جانے والے‘ نیک اعمال والے اور برے اعمال والے۔

اس طرح سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ الخافض جو سب کو زیر و زبر اور تہ و بالا کر

Marfat.com

دے گا' وہی ان لوگوں میں سے پستی والوں کو پست مقامات میں دھکیل دے گا- اور پھر جنہیں وہ رافعۃ کے تحت عزو شرف بخشے گا انہیں جنت کی گوناں گوں نعمتوں سے نوازے گا-

اعمال و فضائل

(۱) الخافض کا ذکر کرنے والا اپنی ہر طرح کی مشکلات اور دشمنوں پر قابو پالیتا ہے-

(۲) اگر کوئی شخص تین روزے رکھے اور چوتھے روز ستر ہزار "یاخافض" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے دشمنوں کو زیر اور پست کر دیتا ہے-

(۳) اگر کوئی حاکم' افسر یا حکمران یا سردار ظالم اور سخت مزاج ہو تو اس کے سامنے جانے سے پہلے گیارہ بار یا خافض کا ورد کر لینا چاہیے- اس طرح سے وہ بد مزاج سردار یا حاکم نرم مزاج ہو جاتا ہے-

(۴) اگر کوئی شخص ہر روز یا خافض کا ذکر کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ اس شخص کو لوگوں کی نظر میں معزز' معتبر اور مقبول بنا دیتا ہے- لوگوں پر اس کا رعب اور دبدبہ بھی بڑھ جاتا ہے-

(۶) یا خافض کا ورد کرنے والا ہر قسم کے مالی اور جانی نقصان سے محفوظ رہتا ہے-

(۶) یا خافض کا مدام ذکر کرنے والا دشمن کے شر اور جن بھوت اور آسیب سے بچا رہتا ہے-

(۷) متکبر اور مغرور آدمی کے سامنے جانے سے پہلے چند بار "خافض" کا ذکر کر لیا جائے تو اس شخص کا مزاج اور سلوک برا نہیں ہوتا-

Marfat.com

الخبیر

الخبیر ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۸۱۲

عدد واحد ——— ۲

خوب خبردار

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک بہت بڑی اور اہم صفت خبیر بھی ہے۔ اسی حوالے اللہ جل شانہ "الخبیر" ہے۔ وہ سب کچھ جاننے بوجھنے والا ہے۔ وہ ہر ایک سے اچھی طرح سے واقف ہے۔ سب کچھ اس کے علم اور خبر میں ہے۔ وہ ہر شے سے کلی طور پر واقف ہے۔ کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں جہاں جہاں جو جو کچھ ہے سب کی خبر اس خالق کائنات کو ہے۔

اللہ الخبیر سے بڑھ کر اور کوئی بڑا خبردار اور جاننے والا اور صاحب خبر کوئی نہیں ہے۔ وہی ہر ایک خبر رکھنے والا ہے۔ وہ سب کچھ جاننے والا' ہر شے سے واقف اور آگاہ ہے۔

الخبیر

الخبیر' بنیادی طور پر خبر سے صفت مشبہ ہے۔ یہ واحد مذکر کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس کے معنی خبر رکھنے والے کے ہوتے ہیں۔ بعض حوالوں سے خبردار' نگہبان

Marfat.com

اور دانا کے بھی ہوتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے خبیر خبر دینے والے کو بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ الخبیر' سے یہ مراد ہوتا ہے کہ وہ الخبیر دنیا کے حالات' مصالح اور ضروریات سے کما حقہ اور اچھی طرح سے باخبر ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ اس نے اپنی خدائی کا کام کس طرح سے کرنا ہے۔ اللہ الخبیر اپنی بنائی ہوئی اس کائنات کے ایک ایک گوشے اور ایک ایک کونے' اس کی پہنائیوں اس کی وسعتوں اور اس کے اندر رواں دواں نظاموں سے بھی بخوبی واقف اور باخبر ہے۔ اس کائنات کی ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی شے اور اس کی ضروریات اور احتیاجات اللہ الخبیر کے علم و آگہی میں ہیں۔ پوری کائنات میں کہاں کچھ' کیا کچھ ہو رہا یا رونما ہو رہا ہے یا جو کچھ تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں' وہ سب منشائے ایزدی کے تحت ہیں اور ان سب کی اللہ تعالیٰ کو خوب خبر ہے۔

انسان تیسری ہزاروی میں داخل ہونے کے باوجود اور اپنے جدید سائنسی آلات و ایجادات کی موجودگی میں حتمی طور پر کچھ بتانے کے قابل نہیں ہو سکا کہ یہ کائنات کس قدر وسیع و عریض ہے۔ اکیسویں صدی کے شروع ہی کی تحقیقات کے قیاسات سے معلوم ہوا ہے کہ اس کائنات میں بعض کہکشائیں ایسی بھی ہیں کہ جو ہمارے اس خطہ ارض سے کروڑوں نوری سال کے فاصلے پر ہیں۔ اور اللہ الخبیر تو وہ ہے جو اس قدر عظیم اور عظیم اور انسان ادراک و تعقل سے بھی وسیع و عریض کائنات کی ادنیٰ سے ادنیٰ تفصیلات سے بھی باخبر اور خوب واقف ہے۔ کیونکہ یہ سب اسی اللہ نے تخلیق کیا ہے۔

اس سارے نہایت عظیم الشان تناظر میں انسان جو کچھ بھی کرتا ہے یا جو کچھ بھی سوچتا ہے' یا جو کچھ بھی اس کی نیت اور ارادہ ہے' اللہ تعالیٰ ہر امر سے واقف اور باخبر ہے۔ انسان اگر کچھ ظاہری طور پر یا پوشیدہ اور مخفی انداز میں' تنہائی میں' یا اندھیرے اجالے میں کہیں بھی کچھ کرتا ہے' سوچتا ہے' گمان کرتا ہے' سب سے اللہ تعالیٰ اچھی طرح سے واقف ہوتا ہے۔ انسان جہاں' جو کچھ اور جس طرح سے بھی کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے باخبر رہتا ہے۔

خبیر ایک جامع صفت ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت "خبیر" قرآن مجید میں متعدد سورتوں میں چوالیس بار آئی ہے۔ اس صفت کا بنیادی خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم جو سب پر مکمل طور محیط ہے کوئی عمل و اشارہ'

Marfat.com

سوچ، گمان اس اللہ الخبیر کے احاطہ خبر و علم سے باہر نہیں۔

تعملون خبیر

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت مجرد خبیر کے طور پر بھی آئی ہے اور کئی مقامات پر لطیف کے ساتھ، اور بصیر، حکیم کے ساتھ بھی وارد ہوئی ہے۔ اس صفت کا دیگر صفات الٰہی کے ساتھ لانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ یہ صفت زیادہ موثر اور موکد یعنی تاکید کے ساتھ ظاہر اور واضح ہو۔

"تعملون خبیر" سے متعدد آیات میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے تمام اعمال و افعال اور ان کے ظاہری و خفیہ ارادوں سے بھی واقف اور باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بالخصوص انسان کی معاشرتی، سماجی اور ازدواجی زندگی کے حوالے سے آئی ہے۔ لہٰذا ان خاص تناظر میں اس صفت کا وارد کرنا اس امر کی جانب توجہ مبذول کراتا ہے کہ اللہ الخبیر معاشرتی بے راہ رویوں، بد اعمالیوں بد عہدیوں اور ناانصافیوں کو ختم کرنے پر زور دیتا ہے۔ اور انہیں ختم کرنے کے لیے انسانوں پر یہ واضح کرتا ہے کہ تم کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے مکمل طور پر باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کاموں اور تمام امور سے خوب واقف ہے۔" (۲-۲۳۴ جزوی): اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"اور اللہ تعالیٰ کا علم و خبر تمہارے تمام اعمال پر محیط ہے۔" (۲-۲۷۱ جزوی):

"اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔" (۳-۱۵۳)

اور پھر اسی طرح کے ایک اور تناظر میں یوں ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"اور آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کی پوری میراث اللہ تعالیٰ کی ہے، اور اللہ تعالیٰ تمام اعمال سے خوب طرح سے باخبر ہے۔" (۳-۱۸۰ جزوی):

اللہ الخبیر سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔ اور اللہ لوگوں کے اعمال و افعال سے بھی آگاہ اور واقف ہے لیکن اس ساری صورت حال کے باوجود

"پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر امتنان فرمایا، لہٰذا کسی بھی عمل سے پہلے تم تحقیق کر لیا کرو۔ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔" (۴-۹۴):

Marfat.com

بحوالہ حسن معاشرت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی اس صفت کو لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے بیان کیا کہ وہ اسی اللہ الخبیر سے ڈرتے ہوئے حسن معاشرت کی خاطر ظلم و زیادتی اور باہمی ناانصافیوں' بد عہدیوں اور سماجی کج رویوں سے بچے رہیں۔ اسی سلسلے میں انسانی عام روش کا ذکر بھی کیا ہے اور اللہ نے اپنی صفت خبیر کو بھی ظاہر کردیا ہے کہ:

"اور حسن معاشرت کے لیے صلح بہتر ہے اور اکثر طبقوں کا رجحان عمومی تو بخل ہی کی طرف ہوتا ہے (لیکن اس کے باوجود) اگر تم احسان کرو اور تقویٰ اختیار کرو (تو بہرصورت تم سب کے لیے بہتر ہوتا ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہاری اس نیکی سے خوب باخبر ہے۔" (۴-۱۲۸):

ضابطہ حیات اور قوانین الٰہیہ

اللہ الخبیر جو سب کچھ جانتا ہے اور ہر ایک کی اسے خبر ہوتی ہے' اس نے انسان کو یوں بے ضابطہ نہیں چھوڑا ہوا۔ بلکہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے انسانوں کو اس قسم کا ضابطہ حیات دے کر اپنی نعمتوں کو سب کے لیے عام کردیا ہے۔ لیکن یہ نعمتیں یوں ہی نہیں مل جائیں گی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے اس عہد و پیمان کو یاد رکھے جس نے انسان کو پروردگار کے ساتھ مربوط و مستحکم کر رکھا ہے۔ اور وہ عہد جس کی رو سے انسان کا فریضہ ہے کہ وہ نظام خداوندی کے احکام کو سنے اور ان کی باہوش انداز میں اطاعت کرے اور یوں اپنی زندگی کو قوانین الٰہیہ سے ہم آہنگ رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے اندر کی باتیں بھی جانتا ہے' اور وہ علیم بذات الصدور ہے۔(۶-۷):

اور پھر اس نظام کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ تم دنیا میں عدل و انصاف کے محافظ اور نگران بن کر عدل کرو۔(۴-۱۳۵) اس حد تک محافظ اور نگران کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرسکے کہ تم اس پر عدل نہ کرو(۵-۲) ہمیشہ عدل کرو اور دوست' دشمن ہر ایک سے عدل کرو۔ یہ روش تمہیں اس معیار زندگی کے قریب کرلے آئے گی جس تک پروردگار تمہیں لانا چاہتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ اس روش کی پابندی کرو' یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے اچھی طرح سے باخبر ہے(۶-۸)

Marfat.com

ہر بات سے باخبر

لوگوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ "اگر تجھے کوئی تکلیف و گزند پہنچے تو اس تو اس قادر مطلق کے سوا اسے کوئی دور نہیں کر سکتا- اور اس کے دست قدرت میں ہر وہ چیز ہے جو تمہاری سود و بہود کا باعث بن سکتی ہے- اور اسے کوئی روک نہیں سکتا' اور وہ ہر شے پر قادر ہے؟"

"اس کے قوانین کی زد سے کوئی شخص باہر نہیں جا سکتا وہ سب پر غالب ہے لیکن اس کا یہ غلبہ استبداد اور دھاندلی کا نہیں- وہ ہر بات سے باخبر ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے-" (۶:۱۷-۱۸):

اسی طرح مزید اس انداز میں بھی اللہ کی اس صفت خبیر کو بیان کیا گیا ہے کہ:

"کائنات ہستی کی حاکمیت اعلیٰ صرف اسی کی ہے- وہ حکیم و خبیر ہے-(دانندہ احوال نہان و آشکار ہے)-" (۳-۷):

زیرک اور خبردار

انسان کا سارا علم محسوسات کے حوالے سے ہے اور محسوسات ہی کی حد تک ہے بلکہ محسوسات کی حدود کے اندر بھی محدود اور پابند ہے- اس کی نگاہیں غیر محدود و غیر محسوس ذات خداوندی کی کنہ و حقیقت تک پہنچ ہی نہیں سکتیں- اس کے بر عکس علم خداوندی' تمام نگاہوں کو محیط ہے- وہ ایسا لطیف ہے کہ محسوسات کے دائرے میں آ ہی نہیں سکتا- اس کے ساتھ ایسا خبیر کہ تمام اشیائے کائنات کے احوال و کوائف سے واقف ہے-

"انسانی چشمان ظاہر اس کا ادراک و تماشا نہیں کر سکتیں اور اسے انسانوں کی آنکھوں کی نارسائی کا بھی پورا پورا ادراک ہے اور وہ باریک سے باریک نقطے کو سمجھتا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی خبر رکھتا ہے-" (۶-۱۰۳):

جسے تم چھپاتے ہو اللہ الخبیر اسے جانتا ہے

اللہ الخبیر وہ ذات بابرکات ہے کہ جس پر وہ تمام امور مطلع اور ظاہر ہوتے ہیں کہ جنہیں انسان سب کے سامنے کرتے ہوئے چھپانے کی کوشش کرتا ہے- اور پھر اللہ الخبیر تو آنکھوں کی خیانیوں سے بھی باخبر رہتا ہے- آنکھیں اور نگاہیں تو وہ کھڑکیاں ہیں کہ جن سے انسان کے دل میں چور داخل ہوتے ہیں اور معاشرہ میں بے حیائی کے راستے کھلتے ہیں- اسی نگاہوں کی پاکیزگی کے حوالے سے اس اللہ الخبیر کا ایک

Marfat.com

ارشاد یوں ہے کہ:

"اے رسول! یہ حکم سنا دیں کہ مومنین اپنی نگاہوں کو آوارہ اور بے باک نہ ہونے دیں (تاکہ ان کی اپنی عفت داغدار نہ ہو) یہی ان کے لیے پاکیزگی حیات کا راز ہے۔ اللہ تعالیٰ (تمام لوگوں کی) روزہ مرہ کی سرگرمیوں سے پوری طرح سے باخبر ہے۔" (۲۹-۳۰):

اور اس طرح سے بھی ارشاد باری ہے کہ:

"(اے مخاطب!)" تو پہاڑوں کو جمے ہوئے دیکھ رہا ہے' یہ بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس اللہ تعالیٰ کی کمال صفت کاری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا رکھا ہے۔ (یہ سب کچھ اللہ کے قانون مکافات کے مطابق ہو گا) اور اسی حوالے سے وہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو' اور تمہارے ان اعمال کا نتیجہ کیا ہو گا۔" (۲۷-۸۸): اور پھر ارشاد باری اس طرح سے بھی ہے کہ: "تم سب کی میری ہی جانب بازگشت ہے۔ پھر میں تمہیں تمہارے کاموں کے بارے میں بتا دوں گا کہ تم کیا کرتے رہے۔" (۳۱-۱۵) اور مزید یہ کہ "وہ تو بڑا ہی باریک بین ہے اور ادنیٰ سے ادنیٰ جزئیات سے بھی باخبر ہے۔" (۳۱-۱۶ جزوی):

بندوں کے کاموں پر خبیر

اللہ تبارک و تعالیٰ صاحب علم ہے اور اسی طرح صاحب خبر بھی وہ اپنے بندوں کے کاموں' امور اور اعمال و افعال کی خوب خبر رکھتا ہے۔ یہی نہیں "بلکہ اللہ تعالیٰ تو ان تمام اعمال سے پوری طرح باخبر ہے اور لوگوں کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا و سزا بھی دے گی۔" (۱۱-۱۱۱ جزوی):

"اللہ الخبیر' ہر ایک کی سعی و عمل سے باخبر ہے' اور ہر ایک کی طلب و جستجو پر بھی اس کا نگاہ باریک بیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے قانون و قاعدے کے مطابق جسے چاہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ دستی کا شکار کر دیتا ہے۔" (۱۷-۳۰):

وہ گناہوں کو بھی جانتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے جرائم اور گناہوں سے بھی پوری طرح سے واقف رہتا ہے۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ کسی کا کوئی عمل اس کی نگاہوں سے اور اوجھل نہیں رہ سکتا' اور پھر اس طرح

Marfat.com

سے بھی ارشاد باری ہے:

"تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے اور وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔" (۱۷-۱۷ جزوی):

یوں بھی اسی پس منظر میں آیا ہے کہ:

"بلاشبہ وہ (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں کے کاموں سے باخبر ہے اور ان پر نگران بھی ہے۔" (۱۷-۹۶):

"(اے لوگو) توکل اختیار کرو' اس حی لایموت پر اور اس کی حمد و ثناء کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح سے باخبر ہے۔" (۲۵-۵۸):

علیم اور خبیر بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم و خبر کی تمام وسعتوں پر محیط ہے۔ اور اسی طرح اس اللہ الخبیر کے ہر وعدہ سچا اور حق ہے:

"اللہ تعالیٰ نے جزائے حسنہ کا وعدہ ہر ایک سے کیا ہے اور وہ تمہارے اعمال سے پوری طرح سے باخبر ہے۔" (۵۷-۱۰ جزوی):

قرآن مجید میں متعدد بار اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی واشگاف الفاظ میں بندوں کو یہ احساس "دلایا ہے کہ" تم جو کچھ بھی کرتے ہو مجھے اس کی ساری خبر ہے۔ تمہارا کوئی عمل اور کام میرے دائرہ علم و خبر سے ہرگز باہر نہیں ہے۔" اور پھر ایک حتمی انداز میں یہاں تک بھی ارشاد فرما دیا ہے کہ:

"(سن لو) اللہ تعالیٰ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا' جب اس کی مقررہ مدت آ پہنچتی ہے' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح خبردار اور آگاہ ہے۔" (۶۳-۱۱):

"اور کبھی نہ بھولو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے۔" (۶۴-۸) اور "وہ تو بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔" (۶۷-۱۴): اور آخرالآخر وہ اللہ الخبیر "اس روز بھی ان کے حال سے پورا پورا باخبر ہو گا۔" (۱۰۰-۱۱):

اللہ کو سب خبر ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے الخبیر ہونے کے تناظر میں سورہ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے آیا ہے کہ:

Marfat.com

"اس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے' وہی بارش برساتا ہے' وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے' کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل کیا کمائی کرنے والا ہے' اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آنی ہے' اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔" (۳۱-۳۴):

اس ساری صورت حال میں یہ جان لینا چاہیے کہ جن معاملات سے انسان کی قریب ترین دلچسپیاں وابستہ ہیں' انسان ان کے متعلق بھی کوئی علم نہیں رکھتا۔ پھر بھلا یہ جاننا اس کے لیے کیسے ممکن ہے کہ ساری دنیا کے انجام کا وقت کب آئے گا۔ تمہاری خوشحالی و بدحالی کا بڑا انحصار بارش پر ہے۔ مگر اس کا سررشتہ بالکل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب جہاں جتنی چاہتا ہے برساتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ انسان قطعاً نہیں جانتا کہ کہاں کس وقت کتنی بارش ہو گی' اور کون سی زمین اس سے محروم رہ جائے گی' یا کس زمین پر الٹی نقصان دہ ہو جائے گی۔

پھر انسان سے ایک دوسرے انداز میں یوں بھی کہا گیا ہے کہ تمہاری اپنی بیویوں کے پیٹ میں تمہارے اپنے نطفے سے حمل قرار پاتا ہے جس سے تمہاری نسل کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔ مگر تم نہیں جانتے کہ کیا چیز اس پیٹ میں پرورش پا رہی ہے اور کس شکل میں کن بھلائیوں یا برائیوں کو لیے ہوئے وہ برآمد ہو گی۔ تم کو یہ تک پتہ نہیں ہے کہ کل تمہارے ساتھ کیا پیش آنا ہے۔

ہر علم ہر خبر اللہ کے پاس ہے

انسان کیا کچھ کرے گا کیا کچھ کر رہا ہے اور اس کا انجام اور نتیجہ کیا نکلے گا' یہ سب کچھ بھی صرف اور صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اور انسان ہرگز یہ نہیں جانتا کہ ایک اچانک حادثہ انسان کی تقدیر ہی بدل کر رکھ سکتا ہے۔ مگر انسان کو ایک منٹ پہلے اس کی ہرگز خبر نہیں ہوتی۔ انسان کو یہ بھی علم اور خبر نہیں ہوتی کہ اس کی زندگی کا کہاں خاتمہ ہو گا۔ اور کس طرح سے ہو گا۔ یہ ساری معلومات اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی پاس رکھی ہوئی ہیں۔ اور ان میں سے کسی کا علم بھی انسان کو ہرگز نہیں دیا گیا۔ ان میں سے ایک ایک چیز ایسی ہے' جسے انسان بالکل نہیں جانتا۔ اگر انسان کو ان امور کا پہلے علم ہو جائے تو اس کے لیے ضرور کوئی پیش بندی کر سکے۔ لیکن چونکہ انسان ان امور سے بے خبر ہوتا ہے' اس لیے اس کے لیے کوئی چارہ

Marfat.com

نہیں ہوتا' ان معاملات میں اللہ ہی کی تدبیر اور اسی کی قضا پر بھروسہ کرے۔ اسی طرح اس دنیا کے اختتام کی ساعت کے معاملے میں بھی اللہ ہی کے فیصلے پر اعتماد کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس کا علم بھی نہ کسی کو دیا گیا ہے اور نہ دیا جا سکتا ہے۔ "اللہ تبارک و تعالیٰ لطیف بھی ہے اور خبیر بھی۔ یعنی اللہ مخفی سے مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے' اور اسے ہر بات اور عمل و فعل اور امر کی بخوبی خبر ہے۔" (۳۴-۳۵):

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تعالیٰ کے اس اسم مبارک الخبیر کو کئی حوالوں سے جلالی بھی کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے "یا خبیر" کا ورد کرنے سے بندہ دونوں جمالی اور جلالی اوصاف اور صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص نفس امارہ کے ہاتھوں تنگ ہو تو اسے اس اسم مبارک کا روزانہ ورد کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ نفس امارہ پر غالب آ سکتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص "یا خبیر اخبرنی" کے ورد کے ساتھ استخارہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے نیک و بد کی آگاہی کا اشارہ بخش دیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی بری عادت میں پھنس چکا ہو اور اس سے خلق خدا تنگ ہو تو اسے چاہیے کہ "یا خبیر" کا ورد کرنا شروع کرے۔ گیارہ دن تک مسلسل یہ ورد کرنا بندے کو اس علت بد اور خصلت ناشائستہ سے نجات بخش دیتا ہے۔

(۵) اس اسم مبارک کا اکثر ورد اور وظیفہ کرنے والا وساوس شیطانی' برے خیالات' فاسد سوچوں سے بچا رہتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص ہر روز نماز مغرب کے بعد ایک سو ایک بار "یا خبیر" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ بعض صورتوں میں اس پر کئی اسرار پوشیدہ بھی ظاہر کر دیتا ہے۔

(۷) مشکلات اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس اسم مبارک کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد تین سو بار "یا خبیر" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کے خیالات کو پاکیزگی بخشتا ہے۔ اور برے خیالات سے مدام بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

(۹) اگر کوئی شخص نماز تہجد کے بعد فجر کی نماز تک "یاخبیر" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ اسے صاحب کشف بنا دیتا ہے۔

(۱۰) ہر مشکل کے حل کے لیے "یاخبیر" کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

Marfat.com

ذوالجلال والاکرام

ذوالجلال والاکرام ----- اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۱۰۹۴

عدد واحد ———— 5

جلال ذوالجلال والاکرام کا مطلب ہوتا ہے' بزرگی والا اور عزت والا' جاہ و جلال والا' جاہ و حشم اور جلالت والا' جلال بھرا۔ بے پناہ شان و شوکت' رعب دبدبہ اور جلالی قوتوں والا' بے حد جلیل القدر' بہت ہی عظمت' غضب اور جلال والا' ایسا بڑا اور جلیل کہ کوئی اس کا ہم سر نہ ہو سکے۔ کوئی اس کے جلال' رعب اور دبدبے کو برداشت نہ کر سکے۔

اکرام پھر دوسرا حصہ اس اسم مبارک کا "اکرام" ہے۔ یعنی عطا اور کرم والا' بے پناہ توقیر عزت' برتری بزرگی' وقار اور تکریم و تقدیس والا اکرم کے معنی بزرگی اور عزت اور عظمت کے ہوتے ہیں۔ بزرگی' توقیر' بخشش' عطا اعزاز' سخاوت والا بھی اس کے معنی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

لفظ جلال کے معنی عظیم القدر کے ہوتے ہیں۔ یعنی مرتبہ کی بے پناہ بڑائی۔ اس میں انتہا درجے کی بڑائی اور عظمت ہوتی ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا وصف اور صفت کے طور پر شمار کیا جاتا ہے۔ گویا یہ لفظ صرف اللہ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے' کسی غیر کے لیے یہ استعمال نہیں ہوتا۔

"ذوالجلال والاکرام" سورہ الرحمٰن میں دوبار استعمال ہوا ہے۔ ان دونوں لفظوں کا مطلب یہی ہے کہ وہی اپنی ذات میں باعظمت ہے اور اسی وجہ سے وہی سب کی تعظیم و تکریم کا حقیقی سزاوار ہے۔ کوئی اور ان اوصاف میں اس کا شریک نہیں ہے۔

"ذوالجلال والاکرام" میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اپنے اندر یہ معنی بھی رکھتی ہے کہ وہ اللہ ایسی ذات ہے جو بڑی ہی خیروبرکت والی ہے اور اس لیے اس کی یہ تمام برکتیں لازماً ظاہر ہو کر رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ صاحب عزت و تکریم

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے' وہی گرامی قدر عرش کا مالک ہے اور وہی پروردگار ہے۔ اور اس ضمن میں یوں موجود ہے کہ "دراصل جو شخص بھی بارگاہ حمدیت میں شکر ادا کرتا ہے' وہ اپنے فائدے کے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے' تو میرا پروردگار اس سے بے نیاز ہے اور وہ بڑا ہی (کریم) بزرگی والا ہے۔" (۲۷-۴۰ جزوی): اور اسی طرح سے یوں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اکرم ہے۔ "پڑھو کہ پروردگار عالم بڑا کریم ہے۔" (۹۶-۳):

ذوالجلال والاکرام

اس ضمن میں سورۃ الرحمٰن میں یوں وارد ہوا ہے کہ:

"بقا ہے تو صرف تیرے پروردگار کی ذات لافانی کو ہے۔ جو صاحب جلال ہے جو صاحب اکرام ہے۔" (۵۵-۲۷):

ہر طرح کی عزت اور تکریم و اکرام صرف اللہ کی لیے ہے۔ ایک بار پھر اسی سورت میں آخری آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہ صفت وارد ہوئی ہے:

"صاحب جلال و ذی الاکرام رب العزت کا نام بڑا ہی بابرکت ہے۔" (۵۵-۷۸)

سورۃ الرحمٰن میں جن نعمتوں اور خوشگوار امور کی نوید اور خوش خبری سنائی گئی ہے' وہ نظام ربوبیت کے خوشگوار اور حیات بخش نتائج کی ایک ہلکی سی جھلک' جو تمہارے

Marfat.com

نشوونما دینے والے کے قوانین کے اتباع سے متشکل ہو گا' اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔ وہ نشوونما دینے والا جس کی ربوبیت بڑی بلند پایہ اور ہر قسم کی خوشحالیوں کی ضامن ہے۔

اعمال وفضائل

(۱) اس اسم مبارک ذوالجلال والاکرام کو ہی بعض حوالوں سے اسم اعظم قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے اس اسم الٰہی کا ورد کرنا بے حد باعث برکت اور موجب رحمت ہوتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ایک سو بار "یا ذوالجلال والاکرام بیدک الخیر و هو علی کل شئی قدیر۔" پڑھ کر پانی پر دم کر دے تو اس پانی کے پینے سے بیمار اور مریض تندرست ہو جاتے ہیں۔

(۳) جو شخص اکثر اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے سدا خوشحال' کامیاب اور خلقت میں صاحب عزت بنائے رکھتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص ہر روز اس اسم حق کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے اور اس کے ذریعہ معاش کی بجا طور پر حفاظت فرماتا ہے۔

(۶) یا ذوالجلال والاکرام کا ورد کرنے والا بفضل تعالیٰ اسرار غیبی کا بھی مشاہدہ کرنے کے لائق ہو جاتا ہے اور وہ سدا محویت حق میں ہی سکون محسوس کرتا ہے۔

(۷) اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی نظروں سے گر گئی ہو' اسے چاہیے کہ وہ عورت ہر روز ایک ہزار بار اس اسم حق کا ورد کر کے دعا کرے' اکیس روز تک یہ عمل کرنے سے وہ عورت دوبارہ خاوند کی نظروں میں باعزت ہو جائے گی۔

(۸) اس اسم مبارک کا ورد کرنا مقدمہ وغیرہ میں کامیابی اور فتح حاصل کرنے کے لیے بے حد مفید ہوتا ہے۔

(۹) اگر کمزور اور کند ذہن والے لوگ اس اسم مبارک کا ورد کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے ذہن اور حافظے کو بہتر کر دیتا ہے۔

(۱۰) کوئی خاص منصب یا عہدہ حاصل کرنے کے لیے اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا

Marfat.com

ورد کرے تو اللہ اسے کامیابی بخشتا ہے۔ ایسے شخص کو صاحب عزت بھی بنا دیتا ہے۔

(ii) اس اسم مبارک کا جو شخص بکثرت ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبولیت بخشتا ہے' مایوسیوں سے بچائے رکھتا اور مرادیں پوری کرتا ہے۔

Marfat.com

الرافع

الرافع ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۳۵۱

عدد واحد ——— ۹

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک اسم مبارک "الرافع" وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بلندیاں اور مراتب بخشتا ہے۔ لوگوں کے درجات اور مناصب میں بجا طور پر ایزاد و اضافہ کرتا ہے۔

الرافع وہ صفت رحمانی ہے جس سے اللہ رفعت' بلندی' برتری' اور اوج اور عروج عطا فرماتا ہے۔یا عظمت ترفیع اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔

بنیادی طوی پر "الرافع" کا مادہ" "رفع" ہے' جس کے معانی بلند کرنا' اونچا کرنا' رفعت و منزلت بخشنا۔ درجات و مراتب میں بلندی کرنا' شان و شوکت اور رعب داب میں اضافہ کرنا ہوتے ہیں۔

الرافع کے معانی اٹھا لینے والے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس سے بلندی بخشنے والا۔

Marfat.com

بلندیوں سے ہمکنار کرنے والا' بلندیوں پر لے جانے والا' بلندیوں اور اونچائیوں پر لے جانے والا کے معنی بھی لیے جاتے ہیں- اس سے مراد وہ ذات بھی ہوتی ہے جو کسی کو اٹھاتی ہے' بلندی پر لے جاتی ہے' اوپر لے آتی ہے- اوپر اٹھاتی ہے' عز و شرف کو اور شان و شوکت کو بڑھاتی ہے- یا یہ بھی کہ الرافع اور الرافعۃ وہ ہوتا ہے جو نیچے سے اوپر لے جائے' ارذل کو بھی اعلیٰ اور رفیع الشان اور رفیع الدرجات بنا دے-

اللہ تعالیٰ رفیع الدرجات ہے

سورہ المومن کی آیت نمبر۱۵ میں اللہ تعالیٰ کی شان میں یوں بھی آیا ہے کہ "وہ رفیع الدرجات اور عرش کا مالک ہے-" اس رفیع الدرجات کی شرح اور تفسیر اس طرح سے ہے کہ اللہ الرافع وہ ہے کہ جس کا مقام و مرتبہ تمام موجودات میں سے بدرجہا بلند ہے' کوئی ہستی جو اس کائنات میں موجود ہے' خواہ وہ کوئی فرشتہ ہو- یا کوئی نبی ہو' یا کوئی ولی ہو یا کوئی اور مخلوق' اس کا مقام دوسری مخلوقات کے مقابلے میں چاہے کتنا ہی ارفع و اشرف ہو' مگر اللہ تعالیٰ کے بلند ترین مقام سے اس کے قریب ہونے تک کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا' کجا کہ خدائی صفات و اختیارات میں اس کے شریک ہونے کا گمان کیا جا سکے-

یہاں پر رفیع الدرجات کے ساتھ ہی "ذوالعرش" بھی فرمایا گیا ہے- اور وہ عرش الٰہی بھی تو ایک نہایت عظیم الشان مقام لامکاں ہے- گویا یہ عرش مادیات و فلکیات کے حدود سے بالا تر منزل اور مقام لا مقام ولا مکاں ہے' جہاں پر کوئی نہیں پہنچ سکتا- گویا اس طرح سے بھی اللہ کے رفیع الدرجات ہونے کا احساس ہوتا ہے-

الرافع وہ ہوتا ہے کہ جو خود بھی رفعت والا اور بلند و بالا ہو اور دوسروں کو بھی یہی صفات بخشتا ہے' اللہ تعالیٰ کا رفیع الشان اور رفیع الدرجات ہونا یہی ہے کہ وہ خود تو درجات عالی اور بالا و برتر مقام پر ہے ہی لیکن وہ اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے اس کو بلند مقام و مرتبہ عطا فرما دیتا ہے- شان میں اضافہ فرما دیتا ہے- مناصب کو اونچا فرما دیتا ہے-

الرافع وہ ہے جو اپنے بندوں کو درجات عالی عطا فرماتا ہے- رفعت اوصاف و اعمال پر لے جاتا ہے اور انہیں کردار و شخصیت میں بھی پروقار' معتبر' معزز اور مشرف بنا دیتا ہے-

Marfat.com

رفعہ اللہ قرآن مجید میں سورۃ النساء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لوگوں کی کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے اور دو ٹوک انداز میں فرما دیا ہے کہ "فی الواقع صورت حال یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو انہیں قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان لوگوں کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس سلسلے میں اختلاف کیا ہے' وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں' ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے- وہ تو محض گمان ہی کی پیروی ہے- انہوں نے مسیحؑ کو یقین کے ساتھ قتل نہیں کیا- "بل رفعہ اللہ الیہ" بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا"-

اسی صورت حال کو ایک اور انداز میں بھی قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ:

"اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام! میں تم پر وفات طاری کرنے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں(یا میں تیرے درجات بلند کروں گا) اور تمہیں کافرانہ ماحول کی ناپاکیزگیوں اور الزام تراشیوں سے پاک کرنے والا ہوں' اور تمہارے متبعین کو کافروں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں اور پھر تم سب کو میری جانب بازگشت ہے- اور میں تمہارے مختلف فیہ مسائل میں فیصلہ کروں گا-"(۳-۵۵):

سورہ آل عمران کی آیت نمبر۵۵ کے علاوہ سورۃ النساء میں "بل رفعہ اللہ الیہ" استعمال ہوا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں واضح یہ کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کس طرح ہوئی۔ قرآن مجید نے بڑی تاکید اور شدت کے ساتھ ان لوگوں کی تردید کی ہے جو ان کے قتل یا ان کی سولی کے مدعی تھے- اگر آپ علیہ السلام کی موت واقع ہوئی ہوتی تو اس موقع پر قرآن صاف صاف یوں کہتا کہ نہ ان کو قتل کیا گیا اور نہ ان کو سولی دی گئی بلکہ اللہ نے ان کو وفات دی' لیکن قرآن نے نہ صرف یہ کہا نہیں بلکہ توفیٰ کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا- صرف رفعہ اللہ الیہ کا لفظ استعمال کیا ہے- ہر صاحب ذوق اندازہ کر سکتا ہے کہ قتل اور سولی کی نفی کے بعد اس رفع سے موت مراد لینے کی کس حد تک گنجائش ہے-

اس "بل رفعہ اللہ الیہ" سے مجرد ترقی درجات و مراتب لینا عربیت کے خلاف ہے۔ عزیز و حکیم کی صفات کے حوالے سے مقصود یہاں یہ ہے کہ خدا جب کسی کام کو کرنا چاہے تو وہ اپنے ارادے پر غالب ہے اس کے لیے کوئی بھی راہ بند نہیں ہے تو وہ جہاں

Marfat.com

سے چاہے اپنی تدبیر و حکمت سے راہ کھول لیتا ہے۔

قرآن میں قتل اور سولی کی نفی کے بعد جس چیز کا اثبات کیا ہے وہ صرف اٹھا لیے جانے کا ہے۔ "بل رفعه الله الیه" (بلکہ اللہ نے اس کو اپنی! جانب اٹھالیا) یہ اس بات کا نہایت واضح قرینہ ہے کہ قرآن مجید نے یہ توفی کی اصل شکل بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی جانب اٹھالیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے حوالے سے "رافع" کے یہ بھی معنی ہیں کہ "الرافع" وہ خدا ہے جو بندوں کو عزت و اکرام کے ساتھ اپنی جانب اٹھالیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی وضاحت کے حوالے سے "الرافع" کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ اپنے خاص بندوں کو اپنا قرب عطا فرمانے والا ہے۔

الرافع کے کئی معنی ہیں

پہلے الرافع کے جو معانی بیان گئے ہیں ان کے ساتھ الرافع کے یہ معنی بھی ہیں کہ مومنین کو سعید بنا کر اور اپنے اولیاء کو قرب عطا کرنے والا۔ لسان العرب میں یہی ہے کہ بلندی درجات اور قرب عطا کرنے والا۔ اس اعتبار سے قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی بندوں کے حوالے سے رفع کا لفظ استعمال ہوا ہے' اس کے معنی صرف قرب الٰہی کے ہیں' جنہیں تصوف والے معرفت کہتے ہیں اور اس معرفت کا مادہ بھی "رفع" ہی ہے۔

اس "رفع" کے دیگر معانی میں اللہ تعالیٰ حضور مراتب اور درجات بلندی ہے۔ اس میں دنیاوی عزت اور مکرمت کا مقام بھی ہے اور ان میں سے اچھے ذکر ثنائے بلند میں بھی رفع ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا انسان کو رفع کرنا صرف ایک معنی یعنی بلندی درجات میں آتا ہے اور کبھی دوسرے معنی میں نہیں آیا۔(بحوالہ بیان القرآن)

عرب صرف و نحو کے حوالے سے ایک معنی "رفع" کے یہ ہیں کہ کسی کو کسی کے قریب کرنا۔ درجہ اور بلندی کو بلند کرنا' قدر و منزل کا بلند ہونا۔

رافع۔ رفع

قرآن مجید میں دیگر متعدد مقامات پر "رفع" جس جس طرح سے آیا ہے ان کا ذکر اس مقصد کے لیے کیا جاتا ہے تاکہ "الرافع" کے تمامتر معانی سامنے آسکیں اور اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا بھرپور انداز میں شعور و ادراک ہو سکے۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۶۳ میں اس طرح سے ہے:

Marfat.com

"(اور میثاق جبل بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے (احکام تورات کی تعمیل کا عہد) اقرار لیا اور طور کی (پرہیبت بلندیاں تم پر) کھڑی کر دیں (احکام عشرہ عطا ہوئے اور بلند و بالا پہاڑوں سے گھرے ہوئے اس ماحول کو برق و رعد سے اور بھی پرہیبت بنا دیا گیا تاکہ لوگوں میں خشیت الٰہی پیدا ہو) (اور تمہیں تاکید کروں کہ) پوری قوت عمل سے ان احکام کو نافذ کر دو۔ ان کے تذکار (تبلیغ) میں لگ جاؤ تاکہ تقویٰ شعاری تمہاری زندگیوں کا امتیاز بن جائے۔" (۲۔۶۳):

اسی سورت میں اور اسی تناظر اور پس منظر میں ایک بار اس طرح سے ارشاد باری ہوا ہے کہ اور اس میں "ورفعنا" کی تفسیر موجود ہے کہ:

"اور پھر وہ وقت یا کرو۔ جب ہم نے تم سے میثاق (عہد) لیا' طور کی پرہیبت بلندیاں تمہارے اوپر مسلط کر دیں اور حکم دیا کہ پوری قوت سے ان احکام کو نافذ کر دو اور ان کی تعلیمات کو توجہ سے سنو (آویزہ گوش بنا لو) (اور منکرین) نے کہا ہم نے احکام الٰہی سن لیے لیکن مانیں گے نہیں۔" (۲۔۹۳):

درجات بلند کرنے والا

سورۃ الانعام میں بڑے ہی خوب صورت قرآن کے اپنے انداز و اسلوب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

"اور یہ ہمارا طریق استدلال ہے جو ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم کے مقابلے میں دیا اور اسے بحث میں برتری ملی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجات بلند کر دیتے ہیں۔ بے شک تیرا پروردگار حکمت والا اور علم والا ہے۔" (۶:۸۳):

مزید اس طرح سے بھی ہے کہ:

"وہ ذات والا صفات وہی ہے جس نے کائنات و ارضی میں تمہیں اپنی نیابت کے خصوصی اختیارات سے سرفراز فرمایا اور (مسابقت فی الخیرات کے سبب) تم میں بعض انسانوں کے درجات بلند کر دیئے تاکہ (جو نعمتیں تمہیں عطا کی گئیں ہیں' ان میں تمہیں آزمائے وہ رب ذوالجلال نافرمانوں کو سزا دینے میں دیر نہیں کرتا اور (فرماں برداری کے لیے) وہ صاحب ذات یگانہ و بے ہمتا) صاحب غفران و رحمت ہے۔" (۶۔۱۶۵):

Marfat.com

سورہ یوسف میں بھی ایک خاص پس منظر میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا بڑے واضح انداز میں اظہار ہوا ہے کہ:

"...... ہم درجات بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں۔ وہ ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے (بالائے ہر خداوند دانش دانا ہے)' (۱۲-۷۶" جزوی):

راست باز اور بلند مرتبہ

قرآن مجید میں اسی طرح سے درجات اور مراتب بلند کرنے کے حوالے سے ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"اے رسول اس کتاب میں ادریس علیہ السلام کا ذکر کیجئے۔ وہ راست باز نبی تھا۔ ہم نے اس کے مراتب بہت بلند کیے۔" (۱۹:۵۶-۵۷):

توریت کے عنوک یہودیوں کا بتانا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام علم نجوم' حساب' خیاطی' فن تحریر و کتابت کے موجد اور بلند مرتبہ نبی تھے۔

الرافع بلند سے بلند درجات والا

قرآن مجید ہی سورۃ المومن میں اللہ تعالیٰ رفیع الدرجات کی شان کے ساتھ اظہار پاتے ہیں۔
اس سلسلے میں ارشاد باری اس طرح سے ہوتا ہے کہ:

"وہ اللہ بلند سے بلند درجات و مراتب پر فائز ہے۔ کائنات ہستی کے عرش قدرت و حاکمیت کا وہی مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے برگزیدگی کے باوصف اپنے امر سے اسرار وحی القا کرتا ہے' تاکہ اسے روز حشر کی حاضری و جوابدہی پر متنبہ کر دے۔" (۴۰-۱۵):

درجات اعلیٰ اور علم

قرآن مجید میں ایک اور حوالے سے اس طرح سے بھی مذکور ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے اہل ایمان ہیں' اور جنہیں علم کی نعمت عظیم عطا ہوئی ہے' ان کے درجات بلند کرے گا۔" (۵۸-۱۱ جزوی):

درجات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

سورۃ الم نشرح' میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی عنایات اور مہربانیوں کا ذکر فرمایا اور پھر یوں تحسین و تائید کی ہے کہ:

"اور ہم نے تیرے تذکار (مقدس) کو (کائنات ارض و سما میں) بلند کر دیا

Marfat.com

ہے۔(۴-۹۴)":

اعمال و فضائل

(۱) "یارافع" کا ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ صاحب عزو شرف اور خلق میں ہر دلعزیز بنا دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو ایک سو بار دوپہر کو یا آدھی رات کے وقت پڑھے تو اس سے وہ شخص لوگوں کی نظروں میں مقبول ہو جاتا ہے۔ لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

(۳) یا رافع کا اکثر ذکر کرنے والا بارعب ہو کر لوگوں پر چھا جانے والی شخصیت بن جاتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص مقروض ہو اور اسے قرضے کی ادائیگی میں مشکل محسوس ہو رہی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس اسم حسنہ کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے۔ انشاء اللہ قدرت اس کے قرضے کی ادائیگی کی کوئی سبیل پیدا کر دے گی' یوں وہ شخص جلد ہی اپنا قرضہ ادا کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

(۵) جو شخص مغرب کی نماز کے بعد ہر روز اکتالیس بار اس اسم مبارک کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے متمول اور خوشحال بنا دیتا ہے۔

(۶) لوگوں کی نظروں میں معزز اور محترم ہونے اور بلند مرتبہ حاصل کرنے کے لیے اگر کوئی شخص ہر روز باوضو ہو کر چالیس بار یا رافع باقاعدہ پڑھ کر دعا کرے' تو اللہ اسے عزو شرف بخش دیتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نیک مقاصد کے حصول میں کامیاب کرتا ہے۔

(۷) ہر روز اگر کوئی یا رافع کا ذکر کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق روزی میں اضافہ کر دیتا ہے اور اسے ہر طرح کی محتاجی سے آزاد کر دیتا ہے۔

Marfat.com

الرحمٰن

الرحمٰن ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۲۹۸

عدد واحد ——— ا

اسم صفت "اللہ" اسم ذات کے بعد باقی تمام اسماء صفاتی ہیں۔ بلکہ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ اسم اللہ ذات کو ایک سمندر کی حیثیت حاصل ہے اور باقی سارے صفاتی اسماء کو نہروں یا دریاؤں کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ ان تمام صفاتی اسماء الحسنی کا منبع بھی اسم ذات اللہ ہے۔ اور ان کا دہانہ اور سمندر سے ہمکنار ہونے کا سا مقام اور اختتام بھی اسم ذات اللہ ہی ہے۔

رحمٰن وہ ذات باری ہے کہ جس کا رحم بہت ہی بڑا ہے۔ یہاں تک کہ یہ انسان کی پیدائش سے پہلے وہ اس انسان کے لیے سامان زیست مہیا کر دیتا ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں اللہ کے اسم ذات کے بعد اس کے دو صفاتی اسماء الرحمٰن اور الرحیم بھی آئے ہیں اور یہ دونوں لفظ رحم سے مشتق مبالغہ کے صیغے ہیں۔ یعنی

Marfat.com

ایک فعلان کے وزن پر اور دوسرا فعیل کے وزن پر۔ فعلان کا مبالغہ امتلا اور غلبہ کے لیے ہوتا ہے یعنی صفت کی زیادتی کے لیے۔ فعلان سے بھرپور ہونا اور مکمل طور پر پر ہونا کے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

نہایت مہربان

اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے پاک اور منزہ اور عظمت و شان والا ہے۔ اس کی کسی بھی کیفیت یا صفت کو مکمل طور پر کسی بھی طرح سے بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسے کسی مخلوق سے تو تشبیہ دی ہی نہیں جا سکتی۔ کسی مخلوق یعنی اس کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کے نہ تو وہ مماثل ہے اور نہ اس جیسا ہے۔ وہ ان سب کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ جب کسی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے کن اور وہ شے بتدریج فیکون ہو کر پیدا ہو جاتی ہے۔

الرحمٰن سب سے زیادہ مہربانی اور رحم کرنے والا' نہایت زیادہ شفقت فرمانے والا ہوتا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے۔ بعض حوالوں سے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کی یہ صفت مومن اور کافر دونوں پر حاوی ہے۔ گویا "الرحمٰن" ہر انسان کو بلا لحاظ مذہب و ملت اور رنگ و نسل اس کی پیدائش سے بھی پہلے اس کے لیے سامان زیست مہیا کرتا ہے۔

رحمٰن رحمت ہے

رحمٰن اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے ساتھ اس کی صفت رحمت ہے۔ یہ اس عطیہ کو کہتے ہیں جو کسی کی کمی پوری کرنے کے لیے ضرورت کے تقاضا کے مطابق دیا جائے۔ اس میں لطافت اور لچک کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ یعنی وہ سامان نشوونما جو انسانوں کو خدا کی طرف سے بلامزدو معاوضہ ملتا ہے۔ چونکہ انسانی نشوونما میں' جسمانی نشوونما اور اس کی ذات کی نشوونما دونوں شامل ہیں' اس لیے رحمٰن کی رحمت میں بھی ہر دو قسم کا سامان شامل ہو گا۔

اللہ کی صفت رحیم و رحمٰن دونوں میں رحمت خداوندی شامل ہوتی ہے۔ گویا رحم کے معنی عمومی حالت میں مسلسل سامان نشوونما بہم پہنچانے والا۔ اور رحمٰن کے معنی ہیں ہنگامی ضرورت کے وقت شدت اور غلبہ کے ساتھ سامان نشوونما عطا کرنے والا۔

ایک حدیث شریف میں اللہ کے بارے میں یوں بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ دنیا کا رحمٰن اور آخرت کا رحیم ہے کیونکہ رحمٰن نے انسان کی پیدائش سے پہلے محض اپنے رحم سے

Marfat.com

اس کے لیے سارے سامان پیدا کیے۔ گویا ابتدا میں جو سامان انسان کے لیے مہیا کرتا ہے وہ رحمٰن ہے اور ان سامانوں سے فائدہ اٹھانے پر جب انسان کوشش صرف کرتا ہے تو اس کا نتیجہ دینے والا رحیم ہے۔

رحمانیت و رحیمیت چونکہ رحمٰن اور رحیم کا مادہ ایک ہی ہے "رح م" اس لیے یہ دونوں لفظ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں "اللہ" کے بعد سب سے زیادہ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں بے حد اہم اور قابل غور ہیں۔ اور یہ دونوں صفات خداوندی بڑے تواتر اور اتصال کے ساتھ متعدد مقامات پر باہم مشترک ہی استعمال ہوئی ہیں۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" جو بذات خود ایک مستقل آیت ہے' جو سوائے سورۃ توبہ (یا براۃ) کے سب سورتوں کے ابتدا میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں صفات اور اسماء الحسنیٰ یعنی رحمٰن اور رحیم کو نہایت ہی مستحسن انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اللہ کی صفت رحمانیت وہ ہے جو ہر شے کو اس کے اپنے کمال تک پہنچنے کے لیے ضروری اسباب اس کے وجود میں آنے سے پہلے مہیا فرماتی ہے۔ رحمٰن اور رحیم قرآن مجید میں اس کثرت سے استعمال ہوئے ہیں کہ بعض مفسرین ان دونوں اسماء الحسنیٰ کو بھی صفات ذاتیہ میں شمار کرتے ہیں۔

صفت رحمانیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا بدل رحم کرتا ہے۔ اللہ کی اس صفت سے کفار کا عقیدہ رد ایک کھلے انداز میں باطل ہو کر رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا رحم بلا بدل نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ کی رحمانیت تو یہی چاہتی ہے کہ خدا کا رحم انسانوں پر بلا بدل پہنچتا رہے اور وہ اللہ کی رحمتوں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہیں۔

نظام عالم کا مدار اگر صفات الٰہی کے حوالے سے بنظر غائر دیکھیں تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تمام نظام عالم رحمانیت اور رحیمیت ہی پر مدار کرتا ہے۔

بندے کے لیے تمام سامانوں کا مہیا ہونا یہی سلسلہ نظام عالم ہے جس پر کل کاروبار کا مدار ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس قدر سامان زندگی ہمیں دیئے ہیں' جیسے ہوا' پانی' آگ اور سورج وغیرہ ایسا ہی اس کے قوانین یہ سب کچھ صفت رحمانیت ہی کا ظہور ہے' اور جب ان چیزوں کو ہم اپنے کام میں لاتے ہیں تو ان سے نتائج کا پیدا ہونا صفت رحیمیت کا ظہور

Marfat.com

ہے۔

نظام روحانی میں رحمانیت

جس طرح سارے نظام عالم پر رحمانیت اور رحیمیت کارفرما ہے۔ اسی طرح نظام روحانی پر بھی رحمانیت اور رحیمیت ہی کار فرما ہے۔ ہماری جسمانی زندگی کے سلسلہ میں یہی دو صفات اصلی کام کرنے والی ہیں۔ اس طرح یہی حالت ہماری روحانی بقا کی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ صفت رحمانیت کے تقاضا سے ہمیں اپنی طرف سے قانون اور شرائع انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے عطا فرماتا ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ الرحمٰن کا یوں آغاز ہوتا ہے کہ الرحمٰن علم القرآن (وہ ذات جس نے اپنی رحمت کی وسعت میں ہر شے کو سمو لیا ہے۔ یہی وہ ذات ہے یعنی) رحمٰن نے قرآن مجید کی تعلیم فرمائی۔ اس طرح جب شرائع اور ان قوانین کو ہم اپنے عمل میں لاتے تو رحمٰن ہی ان پر نتائج مترتب فرماتا ہے۔ پس نظام جسمانی اور نظام روحانی دونوں کا قیام انہی دو صفات سے ہے۔ اور قرآنی حوالے سے حیات بعد الموت بھی رحمانی صفت کے باعث ہے۔ اس سلسلے میں یوں ارشاد ہے کہ "بعث بعد الموت رحمٰن" ہی کے وعدے کے مطابق ہے۔" (۳۶-۵۲)

اسم اعظم۔ اسم معظم

سورۃ فاتحہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا خلاصہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی چار اہم ترین صفات ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کا ذکر موجود ہے۔ اسی حوالے سے بعض لوگوں نے اللہ، رحمٰن اور رحیم کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔ پھر اسی طرح بعض مفسر رحمٰن کو اسم معظم قرار دیتے ہیں۔

رحمٰن۔ اللہ کی تعریف ہے

رحمٰن اصل میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بحوالہ رحمت بیان کرنے والا اسم مبارک ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لہٰذا یہ بڑے مبالغے کا صیغہ ہے۔ چونکہ اللہ کی مہربانی اور رحمت اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے۔ اس قدر وسیع ہے کہ اس کے لیے بڑے سے بڑا مبالغہ کا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا۔ لہٰذا اس کی فراوانی کا حق ادا کرنے کے لیے پھر رحیم کا لفظ بھی استعمال کرنا پڑا ہے۔

ویسے بھی انسان کا یہ خاصہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو مبالغہ کے صیغوں میں اس کو بیان کرتا ہے۔

Marfat.com

رحمٰن رحمت ہے سورۃ الرحمٰن کا آغاز اس اسم مبارک "الرحمٰن" سے ہوتا ہے۔ گویا قرآن کی تعلیم کرنے والا معلم خود خدائے رحمٰن ہے۔ گویا یہ تعلیم نبی کی طبعزاد نہیں ہے تو پھر اللہ کا اسم ذات چھوڑ کر کوئی اور اسم صفت استعمال کرنے کی حاجت نہ تھی اور پھر اگر اسم صفت ہی استعمال کرنا ہوتا تو محض اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے اسمائے الٰہیہ میں سے کوئی بھی اسم اختیار کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جب یہ کہنے کی بجائے کہ اللہ نے یا خالق نے یا رزاق نے یہ تعلیم دی ہے۔ فرمایا یہ گیا کہ اس قرآن کی تعلیم رحمٰن نے دی ہے تو اس سے خود بخود یہ مضمون نکل آیا کہ بندوں کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کا نازل کیا جانا سراسر اللہ کی رحمت ہے۔ بحوالہ رحمٰن اللہ چونکہ اپنی مخلوق پر بے انتہا مہربان ہے۔ اس لیے اس نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ انسان کو تاریکی میں بھٹکتا چھوڑ دے' اور اس کی رحمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ یہ قرآن بھیج کر وہ علم عطا فرمائے جس پر دنیا میں انسان کی راست روی اور آخرت میں انسان کی فلاح کا انحصار ہو۔ بہرصورت اللہ کی طرف سے قرآن کی اس تعلیم کا نازل ہونا محض اس کی رحمانیت ہی کا تقاضا نہیں ہے بلکہ اس کے خالق ہونے کا فطری تقاضا بھی ہے۔

رحمٰن لطف و کرم ھوالرحمٰن کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ اللہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف و کرم سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی عمل کی پاداش میں ان کے لیے سامان راحت میسر کرتا ہے' جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لیے بنا دیا۔ اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے اور اس کام کے لحاظ سے اللہ رحمٰن کہلاتا ہے۔

رحمانیت کے حوالہ سے قرآن کریم کا بھیجا جانا ایک صفت رحمانی ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ظاہری نعمتوں کے لیے ہر قسم کے سامان دنیا میں پیدا کر رکھے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ انسان ہیں جو ان سامانوں سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دکھ اٹھاتے اور دوسرے جو ان سامانوں سے کام لیتے ہیں اور راحت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی باطنی نعمت کا سامان قرآن کریم میں دنیا کو دے دیا ہے۔ پھر ایک وہ لوگ ہیں جو قرآن سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں روحانی طور پر

Marfat.com

اور آخرت میں کھلے طور پر دکھ اٹھاتے ہیں اور مومن جو ان سامانوں کو کام میں لاتے ہیں' وہ دنیا میں روحانی طور پر اور آخرت میں کھلے طور پر جنت حاصل کرتے ہیں۔

اللہ کہو یا رحمٰن کہو قرآن مجید میں اس طرح سے ایک خاص تناظر میں ذکر ہوتا ہے کہ: "اے رسول! ان سے کہہ دیجئے کہ اس خلاق کائنات کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو' کوئی سا نام لے کر پکارو۔ جتنے بھی اسمائے حسنیٰ (یعنی حسین و جمیل نام) ہیں سب اسی کے ہیں۔" (۱۷-۱۱۰):

اللہ کی صفت رحمانیت میں تمام مذاہب باطلہ نے ٹھوکر کھائی ہے۔ عرب کے بت پرست اور مشرکین اور عیسائی بھی صفت رحمانیت یعنی رحم بلا بدل کو نہ مانتے تھے۔ عرب "اللہ" کے لفظ سے آشنا تھے کیونکہ یہ لفظ پروردگار عالم کے لیے بطور اسم ذات کے قدیم سے مستعمل رہا ہے۔ لیکن عرب مشرکین اللہ کے دوسرے صفاتی ناموں سے آشنا نہ تھے۔ جن کا قرآن مجید نے اللہ کی صفتوں کے لیے اعلان کیا تھا' عرب مشرکین ان اوصافی اور صفاتی ناموں کو نہیں جانتے تھے کہ انہیں بھی اللہ کے لیے بولا جا سکتا ہے۔

پس جب "الرحمٰن" "رحمٰن" جیسے اسماء سنتے تو متعجب ہوتے اور طرح طرح کے اعتراضات کرتے۔ قرآن کہتا ہے تم اسے کہہ کر پکارو' جس نام سے بھی پکارو' پکار اسی کے لیے ہے۔ اور ناموں کے تعدد سے حقیقت متعدد نہیں ہو جا سکتی۔ اس کا نام ایک ہی نہیں' اس کے بہت سے نام ہیں لیکن جتنے نام ہیں' حسن و خوبی کے نام ہیں کیونکہ وہ اللہ سر تا سر حسن و کمال اور کبریائی و جلال ہے۔ تم ان ناموں میں سے کوئی نام بھی لو تمہارا مقصود و مطلوب وہی ہو گا۔

تفاسیر میں اسی حوالے سے حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ "یا اللہ" "یا رحمٰن" کہہ کر دعا کرتے تھے' تو مشرکوں نے کہا ہمیں دو خدا پکارنے سے روکتے ہیں اور آپ دو خداؤں کو پکارتے ہیں۔ گویا اسی پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ ایک ہی ذات واحد کے اسماء ہیں۔ یعنی اس کی مختلف صفات کے لحاظ سے اس کے نام ہیں۔ اور اصل میں یہاں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور خضوع و خشوع سے اور اپنے آپ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ماتحت لانے سے انسان اپنے کمال کو حال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب صفات ہی لامحالہ خوبصورت ہیں۔ جس صفت کو انسان اپنے اندر لینے کی

Marfat.com

کوشش کرے اسی سے اس کے اندر حسن پیدا ہوگا۔

عبادالرحمٰن کون ہیں؟

عبادالرحمٰن یعنی اللہ کے بندے کون ہوتے ہیں۔ اس بارے میں "(ارشاد ہوا) یہ عبادالرحمٰن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور اس شخص کو ناقتل نہیں کرتے جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ یہ بندے (عبادالرحمٰن) ارتکاب زنا بھی نہیں کرتے۔ اور جو کوئی ایسے (اعمال زشت) میں مبتلا ہو گیا' روز حشر اسے دوگنا عذاب ہو گا' اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر اسی عذاب کا شکار رہے گا۔(۲۵: ۶۸-۶۹)

مزید یوں ارشاد باری ہے کہ "عبادالرحمٰن وہ لوگ ہیں جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے: اور جب کہیں بے ہودہ اور لغو ماحول سے گزرتے ہیں تو باوقار طریق سے بزرگانہ گزر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں آیات الٰہی کا درس موعظت دیا جاتا ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے (بلکہ سمع و بصر کی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ان پر غور کرتے ہیں) اور عبادالرحمٰن وہ لوگ ہیں جو بارگاہ ربوبیت میں دست بہ دعا ہوتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیویوں اور بچوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کی پیشوائی کا منصب عنایت فرما۔" (۲۵: ۷۲-۷۴)):

اور پھر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں یعنی عبادالرحمٰن کی صفات کا احاطہ ہے کہ "اللہ الرحمٰن کی رحمانیت کبریٰ کی لذت عبودیت میں سرشار تو وہ بندگان معقول ہیں جو زمین پر عجز و انکسار سے چلتے ہیں۔ جب ان سے بے سمجھ لوگ ناسمجھی کی بات کرتے ہیں تو ان کی طرف سے سلامتی ہی کی دعا ہوتی ہے۔ ان کی راتیں اپنے رب کے حضور سجود و قیام میں بسر ہوتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں' جو بارگاہ ربوبیت میں درخواست گزار ہوتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹائے رکھ' بے شک دوزخ کا عذاب بڑا ہی تکلیف والا ہے۔ وہ تو بہت بری قرار گاہ اور بدترین قیامگاہ ہے عبادالرحمٰن وہ ہیں جب مال خرچ کرنا ہوتا ہے تو وہ اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ نہ تو اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی (بخل) سے کام لیتے ہیں۔ (۲۵: ۶۳ - ۶۷)

رب رحمٰن ہے

رحمٰن اپنے بندوں پر کسی بھی امتیاز کے بغیر رحمت کرتا رہتا ہے۔ رحمٰن کا رحمت کرنا اور رحمت کرتے رہنا ایک ازلی اور امری خاصہ

Marfat.com

ہے گویا رحمت کرنا رحمٰن کا منصب ہے۔

رب وہ ہوتا ہے جو کسی بھی شے کو اس کے نقطہ آغاز سے بتدریج نشوونما دیتے ہوئے تکمیل تک پہنچاتا ہے اور یہی اللہ کی ربوبیت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے کہ "تمہارا رب رحمٰن ہے"۔ (۲۰-۹۰):

اور پھر کفار اور مشرکین کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت، مہربانی، شفقت، رحم مدام اور بندوں کی بخشش فرمانے والے اللہ کے بارے میں فرمایا کہ "ہمارا رب رحمٰن ہے۔" (۲۱:۱۱۲)

اپنے بندوں کے ساتھ اسی مہربانیوں والے رحمٰن نے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے (۹:۶۱)
کئی مقامات پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قریب اور اپنی جانب بلانے کے لیے اپنی اسی رحمانی صفت کو سامنے لا کر بلایا ہے: کہ "اے لوگو! رحمٰن کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ اور تو دریافت کر دیکھ (اے رسول ﷺ) تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے گئے کیا ہم نے (کبھی ایسا ہوا) رحمٰن کے سوا کسی خود ساختہ معبود کی عبادت کے لیے کہا ہو (مقرر کیا ہو)" (۴۳:۴۵) اور اے لوگو اس حقیقت کو بھی جان لو کہ "رحمٰن کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" (۶۷:۲۰)۔

اللہ الرحمٰن اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام رحمٰن ہر جگہ پر اور ہر وقت اس دنیا میں اور آنے والی دنیا میں سدا رحمتیں ہی نچھاور کرنے والا ہے۔ اپنے نیک بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسی رحمانی اسم مبارک سے فرمایا ہے کہ "رحمٰن (ہی نے اپنے نیک بندوں کے ساتھ) جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔" (۱۹:۶۱)۔ اور پھر یہ بھی کہ وہی رحمٰن ہی اپنی رحمت کے ساتھ مخلوق کو تحفظ کی رحمت میں لیے ہوئے ہیں۔ ارشاد باری اس طرح سے ہوتا ہے کہ "اے رسول ﷺ! ان سے پوچھئے رحمٰن مطلق کے سوا دن رات تمہاری حفاظت کون کرتا ہے۔ دراصل یہ لوگ اپنے پروردگار کے ذکر سے روگردانی کرنے والے ہیں۔" (۲۱-۴۲):

اللہ الرحمٰن کی رحمانیت اور رحمتوں کی فراوانی اس قدر زیادہ اور لا محدود ہے کہ کائنات کی ہر شے رحمٰن ہی کی عبد ہے۔ ارشاد باری اسی طرح سے ہوتا ہے کہ "آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں جس قدر بھی (مرئی وغیر مرئی مخلوقات ہیں) سب کی

Marfat.com

سب اپنی اپنی گردنوں میں اس رحمانیت عظمٰی) کی عبدیت کا قلاوہ ڈالے اس کے حضور پیش ہوں گی۔" (۱۹: ۹۳)

رحمٰن کے وعدے سچے ہیں- اور رحمٰن تولوگوں کو نیکیوں کی جانب مائل کرنے کے لیے رحمانیت کے تحت مہلت کا وقفہ بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اسی رحمٰن کا یہ بھی وعدہ ان کے استقبال کو روشن' منور اور امن و سکون والا اور باہمی معاشرتی انس و موانست والا بنانے کی بشارت بھی سناتا ہے- اس ضمن میں فرمان باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ: "بلاشبہ صاحب ایمان اور نیکوکار مسلمانوں کے لیے وہ ذات رحمٰن و رحیم (انعام خصوصی کے طور پر) عنقریب لوگوں(عوام) کے دلوں میں جذبات دوست داری و مودت پیدا کر دے گی۔" (۱۹:۹۶)

اعمال و فضائل

(۱) رحمٰن چونکہ منبع رحمت اور مہربانی اور شفقت حق کا اسم جمالی ہے اس اعتبار سے اس کا وظیفہ اللہ کی رحمتوں اور مہربانیوں میں اضافے کا موجب بنتا ہے۔

(۲) اگر "الرحمٰن" یا "رحمٰن" کو ۲۹۸ بار پڑھ کر پانی پر دم کر دیں تو وہ پانی ہر مرض اور عارضے سے نجات کا باعث بنتا ہے لیکن اس پانی کو خلوص نیت اور تیقن کے ساتھ ہر روز ایک ایک گھونٹ کر کے پینا چاہیے۔

(۳) یا رحمٰن کا وظیفہ کرنے والے شخص کا دل نرم ہو گا' اور اس کے سلوک اور رویے سے لوگوں کو امن و سکون اور مہربانی میسر آئے گی۔

(۴) اگر کوئی شخص یا رحمٰن کا نقش لکھ کر اپنے پاس مستقل طور پر رکھے تو وہ لوگوں کے برے سلوک اور درشت رویے سے بچا رہے گا۔

(۵) اگر کوئی شخص ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک ہر روز صبح کی نماز کے بعد ۲۹۸ بار یا رحمٰن کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو بڑی سے بڑی مصیبت سے بچا لیتا ہے' اور مشکلات بھی حل کر دیتا ہے۔

(۶) ہر نماز کے بعد ایک سو بار یا رحمٰن کا ورد کرنے سے ذہانت اور یاد داشت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

(۷) صبح کی نماز باجماعت کے بعد ہر روز ۲۹۸ بار یا رحمٰن کا ورد کر کے دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ بندے کے سامان نشوونما اور رزق روزی میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اس ورد کو اگر معمول بنا لیا جائے تو اس کی اور بھی برکات و فیوض جاری رہتے ہیں۔

(۸) حاملہ عورتیں اگر ہر روز ایک سو بار یا رحمٰن کا ورد کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے حمل کی حفاظت فرماتا ہے اور صالح اولاد عطا فرماتا ہے۔

(۹) حمل کے آخری قریباً ایک سو دنوں میں اگر حاملہ عورت ہر روز "یا رحمٰن" کا ایک اسم مبارک کسی کاغذ پر لکھا ہوا منہ نہار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کے کھا لے' تو اللہ تعالیٰ اولاد نرینہ عطا فرماتا ہے اور وہ اولاد نیک اور سعادت مند ہوتی ہے۔

(۱۰) ہر نماز کے بعد یا رحمٰن کا ورد ایک سو ایک مرتبہ کرنے سے نسیان کا عارضہ ختم ہو جاتا ہے اور حافظے کو بھی تقویت ملتی ہے۔

(۱۱) کھیتوں میں بہتر فصل پیدا کرنے کے لیے اور فصلوں اور باغات کی حفاظت کے لیے یا رحمٰن کا دم کیا ہوا پانی چھڑکانے اور درختوں کی جڑوں میں ڈالنے سے مطلوبہ نتائج حاصل ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) اس اسم مبارک سے دم کیے ہوئے پانی کو آنکھوں میں لگانے سے آشوب چشم کا عارضہ جاتا رہتا ہے۔ اس طرح کا پانی پینے سے رعشہ کا مرض بھی بدستور دور ہو جاتا ہے۔

(۱۳) ہر بیماری کی شدت کو کم کرنے کے لیے یا رحمٰن کا دم کیا ہوا پانی بار بار ایک ایک گھونٹ پینے سے ضرور افاقہ ہو جاتا ہے

(۱۴) اس اسم مبارک کو ایک سو ایک بار کسی کاغذ پر لکھ کر اسے پانی میں یا عرق گلاب میں ڈال کر ہر روز دو گھونٹ پینے سے دائمی بخار جاتا رہتا ہے۔ اس سے پیٹ کی کئی بیماریاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

(۱۵) لفظ الرحمٰن یا یا رحمٰن کو لکھ کر اگر مدنظر رکھیں تو اس سے مزاج اور طبیعت میں نرمی اور متانت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱۶) عامل اور نمازی شخص بیمار بچوں کو یا رحمٰن یا رحمٰن پڑھ کر پھونک مارے اور

Marfat.com

اس عمل کو تین بار دہرائے اللہ تعالیٰ اس بچے کو شفا عطا کر دیتا ہے۔

(۱۷) اگر کوئی شخص بے ہوش ہو گیا ہو تو اس کے سرہانے بیٹھ کر کوئی نمازی اور باعمل شخص ایک سو بار یا رحمٰن پڑھ کر پھونکیں مارے اور دم کیا ہوا پانی اس کے منہ میں ڈالے اور چھینٹا دے تو بفضل تعالیٰ وہ بے ہوش جلد ہی ہوش میں آ جائے گا۔

(۱۸) مکانات اور عمارتوں کی پیشانی پر جلی حروف میں یا رحمٰن لکھنے سے وہ مکانات اور عمارتیں ہر طرح کی سماوی آفات اور دیگر حادثات سے بچی رہتی ہیں۔

(۱۹) یا رحمٰن کا وظیفہ دل سے غفلت کو دور کر دیتا' قلب کو منور کرتا اور نسیان و قساوت دور کر دیتا ہے۔

(۲۰) بھولی ہوئی چیزوں کو یاد کرنے کے لیے گیارہ بار یا رحمٰن پڑھ کر اپنے سینے پر پھونک مار لیں تو بار بار کے اس عمل سے مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲۱) سخت حاکموں اور افسروں سے ملاقات سے پہلے اسم صفاتی یا رحمٰن کو گیارہ بار پڑھ لینے سے ان کا مزاج اور رویہ نرم اور معتدل ہو جاتا ہے۔

(۲۲) یا رحمٰن کا متواتر وظیفہ کرنے سے گم شدہ چیزیں بھی دوبارہ مل جاتی ہیں۔

Marfat.com

الرحیم

الرحیم ———— اسم جمالی ہے۔

اعداد ———— ۲۵۸

عدد واحد ———— ۶

عظیم صفت رحیم۔ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت عظیم صفت ربوبیت ہے۔ بنیادی طور پر یہ صفت بھی رحمت، مہربانی، شفقت اور رحیمیت بھری ہے۔ الرحیم بھی اصل میں "رح م" ہی سے بنا ہے۔ اس اسم مبارک کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عمومی حالات میں مسلسل سامان نشوونما بہم پہنچاتے رہنا۔

اللہ تعالیٰ کے دونوں اسماء الحسنیٰ رحمٰن اور رحیم اساسی طور پر رحمت والے ہیں اور رحمت کے معانی یہ ہوتے ہیں کہ وہ عطیہ یا انعام جو کسی کے ظاہر و باطن کی کمی کو پورا کر دے اور ضرورت کے مطابق عطا کرے۔ اسی سے لفظ "رحیم" ہے رحم مادر میں جس انداز سے جنین کی پرورش ہوتی ہے۔ وہ اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے مرد اور عورت کے جرثومات تولید سے رحم میں نطفہ قرار پاتا ہے۔ اس ممزوج، مخلوط نطفہ کے

Marfat.com

اندر ایک جیتے جاگتے انسانی بچے کی ممکنات پوشیدہ ہوتی ہیں- وہاں ان مضمرات کو مشہود کرنے کے لیے جس انداز سے سامان نشوونما ملتا ہے' وہ ارباب فکر و نظر کو محوحیرت کر دیتا ہے- اس مقام پر اور اس حالت میں سب کچھ بلا مزد و معاوضہ ملتا ہے' اور سب کچھ بچے کے پیدا ہو جانے کے بعد کی حالت سے بالکل مختلف انداز میں ملتا ہے- اور پھر رحم مادر میں اتنی لوچ اور لچک' لطافت اور رافت ہوتی ہے کہ جنین کی حرکت کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتا- یہ ہے خدا کی رحمت کی کار فرمائیوں کا ایک کرشمہ جو اللہ کی شان رحیمی کو واضح کرتی ہے-

مسلسل سامان رحمت

عربی زبان کا لفظ "رحیم" فعیل کے وزن پر ہے- اس کے معنی یہ ہیں کہ اس صفت کا ظہور شدت کے ساتھ التزاماً' بتدریج' مسلسل ہوتا چلا جاتا ہے- گویا یہ ثابت ہوتا ہے کہ' اشیائے کائنات کو ان کی نشوونما کے لیے جو سامان رحمت ملتا ہے- اس کی عمومی شکل تو یہی ہے کہ وہ التزاماً مسلسل کڑی در کڑی ملتا چلا جاتا ہے' اس کے لیے قرآن مجید نے خدا کو "الرحیم" کہہ کر پکارا ہے-

الرحیم باعث تخلیق انسانی

تخلیق انسانی کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ مادہ کا ہوتا ہے کیونکہ یہ تخلیق اسی سے ہوئی ہے- پھر رحم مادر میں حمل قرار پایا تو نطفہ تولید نے نظام الٰہی کے مطابق نشوونما پانا شروع کیا- پہلے اس نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کی' پھر وہ گوشت کا ایک لوتھڑا سا بن گیا' پھر اس میں ہڈیوں کا ڈھانچہ ابھرا- پھر ان ہڈیوں پر گوشت کی تہہ چڑھا دی گئی یہاں تک کا طریق تولید و نشوونما عام حیوانوں اور انسانوں کے جنین کی صورت میں یکساں ہوتا ہے اور بتدریج عمل میں آتا ہے- یہ سب کچھ خدا کی صفت رحیمیت کی رو سے ہوتا ہے-

اس کے بعد انسان اور حیوان میں ایک ایسا بنیادی فرق پیدا ہوتا ہے جو سابقہ کڑیوں کے ارتقا کا طبعی نتیجہ نہیں ہوتا' وہاں یک لخت ایک تبدیلی ظہور میں آتی ہے- اس کے متعلق قرآن مجید نے کہا کہ "ثم انشانه خلقًا آخر-" یعنی پھر خدا نے اسے ایک نئی قسم کی مخلوق بنا دیا (۲۳:۱۲-۱۴) یہ فجائی ارتقاء کا نتیجہ ہے- اس خلق جدید کی رو سے انسان کو اس کی ذات عطا کر دی جاتی ہے' جس کی بنیادی خصوصیت اختیار و ارادہ ہے اور جس کی

Marfat.com

نشوونما سے یہ مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ پھر اس رحیم اور رحیمیت کے تسلسل کے بعد اس فجائی ارتقاء کے لیے رحمٰن (اور رحیمیت) کا لفظ آیا ہے۔ یہاں پر آپ نے رحیمی اور رحمانی کو کس طرح مربوط پایا۔

رحم اور رحیمیت

اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت رحیمیت میں ''رحم'' کا کامل مفہوم شامل ہے اور قرآن مجید نے اس ''رحم'' کے ہمیں بڑے ہی جامع معانی بتائے ہیں' ان معانی تک دنیا کے رائج مفہوم اور معانی ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ قرآنی تصور رحم جو خدا کی صفت رحیمیت سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ گویا اس میں عدل بھی رہتا ہے اور رحم بھی۔

انسانی زندگی انسان کی فطرت کے باعث انسانی لغزشوں کو اپنے ساتھ لیے ہوئے چلتی ہے۔ لیکن انسانی لغزشوں سے پیدا ہونے والے نقصانات کی تلافی کے لیے بھی قادر مطلق نے واضح راہیں رکھی ہوئی ہیں۔ یوں تلافی مافات اور باز آفرینی ہوتی رہتی ہے۔ ضابطہ حیات میں اس طرح کے قوانین کا رکھ دینا قرآنی اصطلاح میں خدا کا رحم کہلاتا ہے اور پھر خدا انہی معنوں میں ''رحیم'' ہے۔

رحیم۔ بار بار رحم کرنے والا

بعض مفسرین نے ''الرحیم'' کا ترجمہ بحوالہ رحمت فراواں بار بار رحم کرنے والا کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی چار سب سے بڑی اور ایسی اہم صفات ہیں کہ ان کا تعلق انسان کی ظاہری و باطنی زندگی براہ راست ہوتا ہے۔ وہ چاروں صفات الٰہی ربوبیت و رحمانیت' رحیمیت اور مالکیت ہیں۔ ان میں سے رحمانیت اور رحیمیت پر سارا نظام عالم قائم دائم اور جاری و ساری ہے' اور اگر غور کیا جائے تو سامانوں کا مہیا ہونا اور جب ان سامانوں کو کام میں لایا جائے تو اس پر اجر کا مرتب ہونا یہی سلسلہ نظام عالم ہے جس پر کل کاروبار حیات و کائنات کا مدار ہے۔

اس حوالے سے جس طرح پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس قدر سامان زندگی دیئے ہیں جیسے ہوا' پانی آگ' سورج' روشنی اور وہ سیارہ کہ جس پر ہم آباد ہیں' یہ سب اس کے قوانین ہیں کہ جن سے صفت رحمانیت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور پھر جب انسان ان کو اپنے کام میں لا کر استعمال کرتا ہے تو ان سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں

Marfat.com

وہ صفت رحیمیت کا ظہور ہے۔ یہی صورت حال انسان کے روحانی نظام میں بھی کارفر ہے۔ وہاں پر بھی رحمانیت کے ساتھ رحیمیت بطور ایزاد و تکرار کے موجود ہے۔

اس حوالے سے یوں بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ رحیم وہ ذات ہے جس کا رحم بار بار عود کر آتا ہے۔ اور اللہ کی یہ صفت اس شخص کے فعل پر ظہور پذیر ہوتی ہے کہ اور پھر ہر فعل پر بار بار ظہور پذیر ہوتی ہے۔ جس پر رحم کیا گیا ہے۔

رحمٰن اور رحیم

ایک حدیث نبوی میں اس طرح سے آتا ہے کہ "دنیا کا رحمٰن آخرت کا رحیم ہے۔" گویا اسی حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ایک محبوب دعا یہی رہی ہے کہ "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة۔" حسنات دنیا کو فراہم کرتے رہنا رحمانیت ہے اور پھر حسنات آخرت کا فراہم کرنا صفت رحیمیت ہو گا۔

یوں بھی ہے کہ اللہ الرحمٰن نے انسان کی پیدائش سے پہلے محض اپنے رحم سے اس کے لیے سارے سامان پیدا کیے اور رب الرحیم نے انسان کے صالح اعمال پر جزا دینے کے رحیمیت بھرے سامان مہیا کیے ہیں۔ اسے آسان لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ابتدا میں جو سامان انسان کے لیے مہیا کرتا ہے وہ رحمٰن ہے اور ان سامانوں سے فائدہ اٹھانے پر جب انسان کوشش صرف کرتا ہے تو اس کا نتیجہ دینے والا رحیم ہے۔

صفت رحیمیت

بندے اور دیگر تمام مخلوقات کے لیے زمین' پانی' آگ' سورج اور روشنی وغیرہ کا پیدا کرنا صفت رحمانیت کا تقاضا ہوا۔ پھر انسان نے زمین میں ہل چلا کر پانی دے کر ایک دانہ کو سپرد خدا کر کے اس رحمانیت بھری ذات بابرکات کے حوالے کر دیا اور پھر اس رحیم نے ایک دانہ کا سو دانہ بنا لیا۔ یہ سارا عمل تقاضائے رحیمیت سے وقوع پذیر ہوا۔ اسی طرح شرائع کا دینا' نبوت کا عطا کرنا' صفت رحمانیت کا تقاضا ہے۔ اور پھر ان شرائع پر عمل کر کے فلاح حاصل کرنا صفت رحیمیت کے ماتحت ہے۔

بحوالہ قرآن مجید یہ بھی ثابت ہے کہ "رحمٰن" ہرگز کسی غیر اللہ پر نہیں بولا جاتا کیونکہ یہ صفت رحمٰن صرف اللہ ہی سے مخصوص ہے کسی غیر پر نہیں بولا جاتا۔ البتہ یہ رحیم پر بولا جاتا ہے۔

Marfat.com

رحیم نیک تر جزا دینے والا وہ اللہ جو انسانوں کو ان کے نیک اعمال کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ لہٰذا اس لحاظ سے اللہ کی یہ صفت رحیم کہلاتی ہے۔ اسی کو رحیمیت بھی کہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بھی شخص کی کسی بھی سطح کی محنت کسی بھی رخ میں' یعنی تعمیری یا تخریبی کی جائے سب ضرور نتیجہ خیز کرتا ہے۔

رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کی وہ دو صفتیں ہیں کہ ان میں رحمت کے تمام حالات موجود رہتے ہیں' ان دونوں کو یکجا طور پر صرف اللہ ہی کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے اللہ کے سوا کسی اور رحمٰن یا رحیم کہنا بالکل درست نہیں ہے۔ ان کے اندر اللہ کی عظمت' رحمت اور وحدانیت کے مکمل معانی بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان کے تمام مفاہیم تمام حالات اور وسعتوں کو اللہ تعالیٰ نے رحمٰن اور رحیم ہی میں سمو رکھا ہے۔ قرآن کے سائے میں رحمٰن اور رحیم میں (یعنی دونوں صفات) ملکہ رحمت کے تمام معانی' تمام وسعتوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔

رحیم۔ رحمٰن "رحیم" اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے کہ جس کا ذکر قرآن مجید کی مستقل آیت کہ (جس کے بعد قرآن کی ہر سورت شروع ہوتی ہے' سوائے سورۃ توبہ کے) یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں بھی ایک حسین ترین انداز اور پیرائے میں کیا گیا ہے۔ یہاں بھی اللہ کے رحیم اور رحمٰن ہونے کا بار بار اعادہ ہوتا ہے اور اللہ تو وہی ہے کہ جو ان عظیم صفات والا ہے۔

قرآن مجید میں بحوالہ عبادت الٰہی یوں ارشاد ہوتا ہے کہ "(اے بنی نوع انسان) تمہارا معبود تو معبود واحد ہی ہے اور اس رحمانیت اور رحیمیت کے مظہراتم کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔" (۲-۱۶۳):

اور پھر اسی رحمانیت اور رحیمیت کے حوالے سے اسی تسلسل میں بتایا گیا ہے کہ کیا یہ سب اللہ کی رحیمیت نہیں ہے کہ اس نے انسان کو کیا کچھ بخشا ہے۔ ارشاد یوں ہوتا ہے کہ "یہ آسمان اور زمین کی (رنگا رنگ) تخلیق (کی اعجوبہ زائیاں) یہ (سلسلہ) روز شب (اور یہ احوال و ظروف نا ہتنوع) اختلاف اور یہ انسان کے لیے منفعت اندوز (اسباب معیشت مہیا کرنے والے) جہاز جو بپھرے ہوئے سمندروں میں رواں دواں ہیں۔ یہ آسمانی

Marfat.com

خوشگواریوں کا پیامی آب باراں' جو زمین مردہ کو زندگی بخشتا ہے اور وسیع زمین میں پھیلے ہوئے قسم قسم کے جانور (چرند' پرند' درند) یہ ہواؤں (اور موسموں کا ایک خاص طریق سے ہیر پھیر یہ آسمانوں اور زمین کے مابین ابرہائے (فیل ہائے بے زنجیر!) کی تسخیر اہل دانش کے لیے اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیاں ہیں (یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحیمیت ہی کا ظہور ہے۔ جو ہر طرف بکھری ہوئی ہیں)" (۲-۱۶۴):

الرحمٰن الرحیم صفات باری تعالیٰ "الرحمٰن الرحیم" تو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں رکھنے کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ پروردگار اپنے بندوں کی زبان سے یہ ادا کروانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو پروگرام بندے کو دیا ہے' اس میں اللہ کی صفت رحمانیت اور رحیمیت کا ظہور ہو تو اس سے وہ سامان نشوونما کا وہ سب سامان اور اشیاء ہوں گی جو انسان کی طبعی زندگی اور انسانی ذات کی نشوونما کے لیے ضروری تھیں۔

"پھر جب یہ الفاظ انسان کی زبان سے کہے جاتے ہیں تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے بندے کے پیش نظر جو پروردگار ہے' اور وہ جس پروگرام کو اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی ان صفات رحمانیت اور رحیمیت کا ظہور عام ہو جائے۔ یعنی وہ نظام قائم ہو جائے جس میں تمام انسانوں کو ان کی طبیعی زندگی کی نشوونما کا سامان میسر آ جائے' اور ان کی ذات کی صلاحیتوں کی نشوونما بھی ہو جائے۔"

اس ساری صورت حال اور پروگرام کو اللہ تبارک و تعالیٰ خوب جانتا ہے اور (اللہ جل جلالہ و عم نوالہ و عز برہانہ) کی ذات (مجتمع الصفات) وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا علم (بے نہایت) تمام نہاں و آشکار پر محیط ہے۔ وہ بے حد مہربان (یعنی رحمٰن) اور بار بار رحم کرنے والا (یعنی رحیم) ہے۔(۵۹-۲۲):

اللہ تعالیٰ انسانوں کو کسی طرح کے منشور حیات اور آئین زیست کے بغیر نہیں رکھنا چاہتا تھا' اسی لیے اس نے اپنی خاص رحمت اور مہربانی کے ساتھ منشور حیات یعنی قرآن مجید بندوں کو دیا۔ اس حوالے سے واضح طور پر اسی قرآن مجید ہی میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ "یہ کتاب (مقدس) بڑے ہی مہربان (رحمٰن) اور نہایت رحم والے "رحیم" اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔" (۴۱-۲)

Marfat.com

گویا یہاں پر یہ واضح کرنا بھی مقصود تھا کہ یہ کتاب الٰہی بھی انسانوں کے لیے سراسر رحمت ہے اور ظہور رحمانیت اور رحیمیت ہے۔

صاحب غفران رحیم

اللہ تبارک کی رحمت بحوالہ رحیمیت اور کئی حوالوں سے بھی کار فرما ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان سے جب کوئی برا کام سرزد ہو جاتا ہے تو پھر اس احساس کے بعد یہ احساس بیدار ہو کہ مجھے اس نقصان سے بچانے کے لیے ضروری اقدامات کرنے چاہیں تو پھر بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے بخشش دیتا ہے۔ یہی صاحب غفران ہوتا ہے اور اس غفران کا تعلق بھی اس رحمان کی رحیمیت سے ہے۔ اور بخشا بذات خود ایک بہت بڑا رحم کرنا ہے۔

اس سلسلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے یوں فرماتا ہے کہ "اے رسول! میرے بندوں کو خبر کر دو کہ میں اللہ صاحب غفران' صاحب رحمت ہوں۔" (۱۵-۴۹):

اسی طرح مزید ارشاد باری ہے کہ "وہ (ذات (والا صفات) وہی ہے جس نے (کائنات ارضی میں تمہیں اپنی نیابت کے خصوصی اختیارات سے سرفراز فرمایا اور (مسابقت فی الخیرات کے سبب) تم میں بعض انسانوں کے درجات بلند کر دیئے تاکہ جو نعمتیں تمہیں عطا کی گئی ہیں ان میں تمہیں آزمائے وہ رب ذوالجلال نافرمانوں کو سزا دینے میں دیر نہیں کرتا اور (فرماں برداری کے لیے) وہ صاحب ذات یگانہ و بے ہمتا صاحب غفران و رحمت ہے۔" (۶-۱۶۵)

ارحم الراحمین

اللہ تعالیٰ اپنی شان رحیمیت کے باعث سب سے زیادہ رحم اور مہربانی کرنے والا ہے۔ وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اس کا رحم سب سے بڑا رحم ہوتا ہے' وہ سب سے زیادہ اور بے شمار رحم کرنے والا ہے۔

اس سلسلے میں قرآن مجید ہی ہمیں بتاتا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ ہی بہتر محافظ ہے اور وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" (۱۲-۶۴) مزید اسی سورۃ یوسف میں پھر اسی صفت رحیمیت کا اعادہ کیا گیا ہے کہ "اللہ سرچشمہ غفران و رحمت' سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" (۱۲-۹۲)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی عظیم صفت رحیمیت بعض اوقات خود لوگوں کو اپنی جانب لوگوں کی بھلائی اور بہتری کے لیے بلاتی ہے' اس ضمن میں قرآن مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کی صورت حال بیان کی گئی ہے کہ "(ارشاد ہوا کہ ایوب علیہ السلام (کو بھی ہم نے مدد دی) جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے میرے پالنہار مجھے مرض لاحق ہو گیا ہے (دکھ لگ گیا ہے) تو رحم فرما کہ تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کی تکلیف (بیماری) دور کر دی۔" (سورہ الانبیاء: ۲۱: ۸۳-۸۴)

خیرالراحمین رحمٰن اور رحیم اللہ کی صفت رحمانیت اور رحیمیت کا دریا رحمت اس قدر فراوانی کے ساتھ کناروں سے باہر بہہ رہا ہے کہ اللہ کی اس صفت کو کہ وہ سب رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے' اسے کافر' مشرک اور انکار و تکذیب اور ٹھٹھہ کرنے والے لوگ بھی مانتے اور جانتے ہیں۔ اس صورت کو قرآن مجید نے اپنے خاص انداز و اسلوب میں یوں سمویا ہے کہ "تم وہی ہو نہ' کہ جب میرے بندوں کی ایک جماعت یہ دعا کرتی تھی کہ اے ہمارے پروردگار ہم تجھ پر ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں اپنے دامان غفران و رحمت میں لے لے اور ہم پر رحم فرما کہ تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔" تو تم نے اس کا مذاق اڑایا اور تم تضحیک کرتے رہے' اور تم مجھے فراموش کر بیٹھے۔" (۲۳:۱۰۹-۱۱۰)

اسی سورۃ میں اللہ تبارک و تعالیٰ خود بحوالہ نبی اکرم اپنے لوگوں کی اس طرح سے تعلیم کرتا ہے کہ "اے رسول برحق دعا کیجئے اے میرے پروردگار تو مجھے اپنے دامن غفران میں چھپا لے' تو اپنے سایہ رحمت و احسان میں ڈھانپ لے اور تو سارے رحم کرنے والوں سے سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ (۲۳-۱۱۸)

تواب الرحیم اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی صفت توبہ قبول کرنے والے کی بھی اسی لیے وہ تواب بھی ہے۔ اور اسی توبہ قبول کرنے والی صفت رحیمیت کو بھی رحمت ہی قرار دیا گیا ہے۔ اس کی چند ایک قرآن مثالیں یوں پیش ہیں کہ: "اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے (طور سے واپسی پر) اپنی قوم سے کہا اے قوم تم نے میری عدم موجودگی میں) گئو سالہ کو اپنا معبود بنا لیا لہٰذا تم نے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا۔ پر (اب) اپنے پیدا کرنے والے کے حضور توبہ کرو اور اپنی جانوں کو مار ڈالو (خواہشات نفسانی

Marfat.com

کا قلع قمع کر دو) پھر تمہارا اللہ مہربانی کے ساتھ تم پر متوجہ ہوا۔ بلاشبہ وہ (معاف کرنے والا) توبہ قبول کرنے والا بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔" (۲-۵۴)

پھر اس طرح سے بھی اسی صفت رحیمیت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام طریق عبادات حج کے بارے میں اپنے پروردگار سے عرض گزار ہوتے ہیں کہ "---------- اے اللہ ہماری ہدایت و رہنمائی فرما۔ مہربانی سے ہم پر اپنی توجہ فرما۔ بے شک تیری ذات تواب الرحیم (یعنی توبہ پذیرندہ) اور مہربان ہے۔" (۲-۱۲۸)

روفٌ رحیم

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے صفت رحیمیت ہی سے بے حد شفیق اور بہت رحیم ہے۔ اس ضمن میں بھی قرآن کریم یوں بتاتا ہے کہ "........... اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی (عظمت ایمانی کی) تذلیل نہیں کرے گا (یا ضائع نہیں کرے گا) ہر آئینہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے شفیق و رحیم ہے۔" (۲-۱۴۳)

اسی شفقت اور رحیمیت کو پھر ایک اور طرح سے بھی قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کرہ ارضی کی سب چیزیں ' بحر میں اس کے حکم سے چلنے والی کشتیاں اور جہاز تمہارے تابع کر دیئے ہیں اور وہ آسمان (بے ستون) کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔" (۲۲-۶۵)

ایک اور پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی صفت کو یوں اجاگر کیا ہے کہ "اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی ' اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت و رحمت فراواں تمہارے شامل حال نہ ہوتی (تو بڑے برے نتائج برآمد ہوتے)" (۲۴-۲۰)

بہرصورت قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت رحیم رحیمیت مجرد حالتوں میں اور پھر دیگر رحیمیت بھری صفات رحمانی کے ساتھ مرکب حالتوں میں بھی متعدد بار اظہار پاتی ہے۔ ان تمام صفات الٰہیہ سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے اپنے دامان رحمت کو کئی طرح سے اور کئی حوالوں سے کشادہ اور وسیع کر رکھا ہے جس کی بدولت وہ اپنے بندوں کو فراوانی کے ساتھ آغوش رحمت میں لے کر رحیمی اور رحیمیت سے نوازتا چلا جاتا ہے۔

Marfat.com

فضائل و اعمال

(۱) اسم رحیم کا ورد کرنا ہر حوالے سے اور ہر اعتبار سے باعث رحمت اور موجب برکت ہے۔

(۲) جو شخص "یا رحیم" پانچ سو بار پڑھ کر کے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے مال متاع سے نوازتا ہے اور ساری خلق ایسے شخص پر مہربان ہو جاتی ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص اکتالیس روز تک ہر روز اکتالیس بار کسی بھی وقت "یا رحمٰن یا رحیم" کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجتیں پوری کر دیتا ہے۔

(۴) اگر اس اسم مبارک کو ہر نماز کے بعد ایک سو بار پڑھیں تو اس سے ہر شخص اس کا دوست، مونس، غم خوار اور مہربان ساتھی بن جاتا ہے۔

(۵) میاں بیوی میں کسی وجہ سے ناراضگی یا شکر رنجی ہو گئی ہو تو اس اسم الٰہی کو ۱۰۱ مرتبہ پڑھ کر خاوند کھانے پینے کی چیز پر دم کر دے تو یہ باہمی ناراضگی دور ہو جاتی ہے۔

(۶) کسی میٹھی چیز پر ۲۵۸ بار یا رحیم پڑھ کر دم کریں اور وہ چیز کسی سخت گیر اور درشت لہجے والے شخص کو بھی کھلا دیں تو نرم خو اور مہربان ہو جاتا ہے۔

(۷) اولاد اور والدین کی باہمی شفقت اور موانست کے لیے یا رحیم کا ورد اور وظیفہ بڑا ہی مفید اور موثر ہوتا ہے۔ اس سے باہمی محبت اور الفت بڑھتی ہے۔

(۸) یا رحیم کا ورد یادداشت کو توانا کرتا اور مرض نسیان کو ختم کرتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو ہر روز ایک خاص مقدار میں پڑھنا اپنا معمول بنا لے تو انشاء اللہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو گا۔

(۱۰) دشمنوں کو زیر کرنے کے لیے ہر روز "یا رحمٰن یا رحیم" کو ہر نماز کے بعد اکیس بار اکیس دن تک پڑھنا مفید اور موثر ثابت ہوتا ہے۔

(۱۱) دوسرے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے کی خاطر لوگوں کی جانب مخاطب ہو کر دل ہی دل میں یا رحیم کا ورد کیا جائے تو یہ عمل لازمی اپنا اثر دکھاتا ہے۔

(۱۲) اگر کوئی شخص ہر روز "یا رحیم" کا ۲۵۸ بار ورد کرے تو اللہ اس کی کئی جسمانی اور روحانی بیماریاں ختم کر دیتا ہے۔

Marfat.com

(۱۳) یا رحمٰن یا رحیم کا دم کیا ہوا پانی مریضوں کو پلانے سے مرض کی شدت میں کمی آتی ہے اور بتدریج وہ مرض جاتا رہتا ہے۔

(۱۴) کسی بھی مشکل میں پھنسا ہوا شخص اگر خلوص نیت کے ساتھ ایک سو ایک بار اس اسم جمالی یا رحیم کا ورد کرے تو اللہ رحمٰن و رحیم اس مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔

(۱۵) یا رحیم کا وظیفہ کافر اور غیر مسلم لوگوں کو بھی مسلمانوں اور صاحب ایمان ہی کی طرح فائدے پہنچاتا ہے۔

(۱۶) بے جا اسیر ہونے والے لوگوں اور ناجائز طور پر قید و بند میں پڑے ہوئے قیدیوں کے لیے ایک لاکھ اکیس ہزار بار یا رحمٰن و یا رحیم کا اجتماعی طور پر وظیفہ اور ورد کر کے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے قیدی کو جلد ہی آزاد کرا دیتا ہے۔

(۱۷) ہر طرح کے ناجائز مقدمات اور بے جا تہمتوں سے بھی اس اسم مبارک کے ورد سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

الرزّاق

الرزاق	————	اسم جمالی ہے۔
اعداد	————	۳۰۸
عدد واحد	————	۲

رزق اور رزاق

"رزق" سے رزق اور "رزاق" ہیں۔ رزق ایک بڑا جامع لفظ ہے۔ اسے آسان مفہوم کے طور پر "سامان زیست" کی اصطلاح سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی ہر وہ شے جس سے انسان کی زندگی برقرار رہے اور اس کی نشوونما ہوتی رہے۔

رزاق اللہ تبارک و تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ اس لفظ کے بنیادی معنی بہت زیادہ رزق دینے والا' بہت زیادہ سامان زیست فراہم کرنے والا' بہت زیادہ روزی دینے والا' خوب روزی دینے والا' تمام اقسام و انواع کی مخلوقات کو ان کی ضرورت اور حالات کے مطابق سامان زیست فراہم کرنے والا۔ "الرزاق" کے مزید معانی درج ذیل ہو سکتے ہیں:

(ا) اپنی تمام مخلوقات کی ضروریات رزق پوری کرنے والا۔

Marfat.com

(۲) اچھے سے اچھا رزق دینے والا۔
(۳) سامان مرزوقات کی وافر فراہمی کرنے والا۔
(۴) ہر ذی روح کو اس کے حسب حال سامان زیست فراہم کرنے والا۔
(۵) بلا امتیاز ہر ایک کو رزق دینے والا۔
(۶) سب کے لیے رزق فراواں پیدا کرنے والا۔
(۷) بغیر حد و حساب کے اسباب فراہمی رزق اور رزق دینے والا۔
(۸) سب سے بڑا روزی رساں۔
(۹) ہر جاندار کو پیدا کرنے کے ساتھ ہی اس کا رزق دینے والا بلکہ شکم مادر کے اندر بھی ہر جاندار کو اپنے خاص نظام کے تحت رزق دینے والا۔

اللہ ہی سب کا رازق ہے

یہ اس خالق و مالک اور رازق و رزاق کی صفت بلکہ عادت ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرتا ہے اسے رزق بھی مہیا کرتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ ہی کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں خلعت تخلیق سے نوازا پھر تمہارے لیے مرزوقات حیات بہم پہنچائیں۔" (۳۰-۴۰ جزوی)

"رزق تو ہم تمہیں دیتے ہیں۔" (۲۰ ۔ ۱۳۲ جزوی)

"یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بڑا روزی رساں ہے اور توانا اور زور آور ہے۔" (۵۱-۵۸)

پوری کائنات کے اندر کوئی بھی ایسا ذی روح نہیں ہے جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہ لے رکھی ہو۔

"رواں دواں حیوانات ارضی میں کوئی ایسا جاندار نہیں ہے' جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر نہ ہو۔ وہ علام الغیوب ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہو گا اور اسے بعد وفات سپرد کہاں کیا جانا ہے۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں درج ہے۔" (۱۱-۶)

بے حساب رزق

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے اختیار و قدرت میں ہے کہ وہ اپنی مخلوقات کو بے حساب اور بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے کہ مرزوقات بے حساب عنایت فرما دیتا ہے۔" (۲-۲۱۲)

Marfat.com

جزوی)۔

"یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے مرزوقات حیات بے حساب دے دیتا ہے۔" (۲۴-۳۸)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے کہ وہ کسی کے لیے رزق بے حساب کر دے اور کسی پر اس کی تنگی کر دے۔

"اور اللہ تعالیٰ رزق ووسائل حیات میں تنگی کرتا ہے اور وہی اس میں وسعت اور کسائش پیدا کرتا ہے اور تم سب کی باز گشت اسی کی طرف ہے۔" (۲-۲۴۵):

"اللہ تعالیٰ رزاق و ذوالقوت المتین ہے' جس کی روزی چاہے فراخ کر دے' جس کی چاہے تنگ کر دے۔" (۱۳-۲۶ جزوی):

حضور نبی اکرم ﷺ کو بذریعہ قرآن مجید فرمایا گیا کہ اے پیغمبر تم اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دو اور کہو! اے سارے ملکوں کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے' تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ (ہر طرح کی) بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ تو ہی جاندار کو بے جان میں سے نکالتا ہے اور تو ہی بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ (۳:۲۶-۲۷)

"اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے رزق بے حساب دیتا ہے۔" (۲۴-۳۸ جزوی)

رزاق زمین و آسمان سے رزق دیتا ہے

اللہ الرزاق جو سب کا رازق ہے وہ زمین و آسمان سے حسب ضرورت اور حسب حال رزق پیدا کرتا' پہنچاتا اور فراہم کرتا ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر موجود ہے:۔

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا' آسمان کی چھت بنائی' اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا۔" (۲-۲۲ جزوی):

Marfat.com

لوگوں کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک اور انداز میں اور خاص چیلنج کے سے اسلوب میں استفسار کیا ہے کہ:

”ان سے پوچھو‘ کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟(۱۰-۳۱ جزوی):

”وہی تو اللہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا‘ پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔“(۱۴-۳۲ جزوی):

ایک بار پھر قرآن مجید میں اپنے ایک خاص احساس دلانے کے انداز میں فرمایا گیا ہے کہ ”بھلا کون خلقت کو پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے‘ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔“ (۲۷-۶۴ جزوی):

اللہ الرزاق اور رازق ازلی نے ایک نہایت موثر اور خوب صورت انداز میں گویا حتمی طور پر فرمایا گیا ہے کہ:

”لوگو خدا کے تم پر احسانات ہیں‘ ان کو یاد کرو‘ کیا خدا کے سوا کوئی اور خالق اور رازق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بھکے پھر رہے ہو۔“(۲۵-۳):

ان آیات مبارکہ کے علاوہ بھی سورۃ المومن اور سورۃ الذاریت میں بھی بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے رزق کو اللہ الرزاق زمین اور آسمانوں سے فراہم کرتا ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اللہ کا رزق بندوں کے لیے اللہ کی مشیت اور مرضی ہی کے مطابق ہے۔

اللہ خیرالرازقین ہے

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آپ کو ”خیرالرازقین“ کہا ہے یعنی سب سے بہتر رزق دینے والا‘ یا بہتر انداز میں رزق دینے والا‘ یا رزق کو بلحاظ رزق‘ غذا اور غذائیت کے اعتبار سے بھی بہتر اور عمدہ رزق دینے والا اللہ ہی ہے۔

خیر سے مراد ہوتا ہے کہ عمدہ‘ اچھا‘ بہتر‘ بھلائی والا‘ خیرو برکت والا‘ خیرو عافیت والا اور سلامتی اور توانائی والا۔ اللہ تعالیٰ کے خیرالرزاقین ہونے سے یہ بھی مراد ہے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ رزق بھی اس طرح کا فراہم کرتا ہے کہ جو ہر اعتبار سے بہتر اور خیر ہوتا ہے۔ اس رزق کے اندر غذائی توانائیاں بھی موجود ہوتی ہیں اور رزق خیر کی سب سے بڑی خوبی اور وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ رزق با آسانی ہضم ہو کر جزو جان بھی بن جاتا ہے۔

یہ خیرالرازقین کی بہتر اور خیر رزق دینے ہی کی دلیل ہے کہ انسانوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ جو رزق اپنی دیگر مخلوقات کو دیتا ہے۔ وہ گویا ایک طرح سے ساختہ دست قدرت ہوتا ہے۔ اس کے اندر صفائی' ستھرائی اور پاکی بھی ہوتی ہے اس رزق کو اللہ تعالیٰ اپنے ایک خاص نظام کے تحت دیگر الائشوں اور مسموم اور ضرر رساں امور اور اثرات سے بچا کر محفوظ و مامون رکھتا ہے۔ اور پھر اسی طرح کا رزق براہ راست انسانوں کے علاوہ دوسری تمام مخلوقات کی غذا بنتا اور ان کے لیے باعث منفعت موجب توانائی و صحت بنتا رہتا ہے۔

خیرالرازقین کس طرح سے رزق خیر فراہم کرتا ہے اور رزق کے پوشیدہ خزانوں' رحمتوں' غذائی اوصاف و اثرات کو محفوظ رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی متعدد قرآنی حوالوں سے اشارات ملتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس قدرت کے ساتھ پھلوں کو' جوز کو اور بیجوں کو ان کے خولوں' پردوں اور چھلکوں کے اندر تازہ بہ تازہ غذائیت اور توانائی سے بھرپور' جزو جاں بن کر ہضم ہو جانے والے بناتا ہے۔

خیرالرازقین اپنی تمام مخلوقات کو نافع' بہتر' خیر' فلاح بخش' نشوونما دینے والا' جانفزا اور حیات افروز رزق فراہم کرتا رہتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ الرزاق' کا رزق خیر اس کی مخلوقات تک پہنچتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ انسانوں کے لیے تو سب سے زیادہ "خیرالرازقین" اس اعتبار سے بھی ہے کہ ایک تو وہ اپنے بندوں کو سمندروں اور دریاؤں میں سے تازہ بہ تازہ اور توانائی بخش رزق دیتا ہے۔

خیرالرازقین کا رزق خیر

خیرالرازقین کے رزق خیر کی خوبی یہ ہوتی ہے وہ رزق انسانی لقمہ بن کر حلق میں اترنے تک تازہ بہ تازہ رہتا ہے۔ اس رزق کو تازہ اور اچھا رکھنے کے لیے قدرت کے اپنے خاص انتظامات ہوتے ہیں۔ پھر خیرالرازقین کی فراہم کردہ خوراک اور رزق انسان کے قریباً تمام حواس کی

Marfat.com

تسکین و تشفی بھی کرتا ہے۔ یعنی اس قدرتی رزق کی خوش کن خوشبو بھی ہوتی ہے۔ اس کا آنکھوں کو بھلا لگنے والا رنگ یا کئی رنگ اشتہا انگیز صورت اور ساخت اور پھر سب سے بڑھ کر دہن پسند لذت اور ذائقہ بھی ہوتا ہے۔

قدرت کی فراہم کردہ وہ خوراک اور رزق جو جاندار اپنی مادہ کے تھنوں سے اور انسانی بچے اپنی ماں کی چھاتیوں سے براہ راست حاصل کرتے ہیں۔ یعنی منبع رزق سے بلاواسطہ دہن طلب تک جو رزق پہنچتا ہے' وہ تو ہر طرح کے جراثیموں اور وائرس وغیرہ کے حملوں سے بھی قدرتی طور پر محفوظ اور مامون ہوتا ہے۔ اس رزق الٰہی کی ایک خاص حدت اور درجہ حرارت بھی ہوتا ہے اور وہی رزق خالص مکمل غذا ہوتا ہے۔

اس سارے تناظر میں دیکھیں تو کس خوب صورتی کے ساتھ واضح ہوتا ہے کہ وہ اللہ الرزاق ہی ہے کہ جو خیرالرازقین ہے اور پھر اللہ جو رزق انسانوں کو سامان زیست کے طور پر دیتا ہے' انسان انہیں اللہ ہی کے دیئے ہوئے ادراک و شعور اور کسب ہنر سے مزید لذیذ' مقوی اور غذائیت سے بھرپور بناتا چلا جاتا ہے۔ یہ ساری مہربانیاں اور عنایات بھی اس خیرالرازقین ہی کی ہیں اور ارشادات الٰہی کے مطابق سب حق اور سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیرالرازقین ہے۔

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔" (۲۲-۵۸ جزوی):

رزاق کی جانب سے اجرت

سورۃ المومنون میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کو بہتر اور احسن رزق دینے کے حوالے سے یہاں تک فرما دیا ہے کہ رزق تو رزاق کی جانب سے بندے کے لیے اس کی بہترین اجرت ہے:

"(ارشاد ہوا کہ) اے رسول ﷺ کیا تم ان سے (اپنی رسالت) کی کوئی اجرت مانگ رہے ہو؟ (کہ نیکی سے یہ لوگ یوں بدک رہے ہیں) تمہارے لیے تمہارے پروردگار کا عنایت اور عطا کردہ صلہ بہترین ہے' وہ تو مرزوقات حیات کا سب سے بڑا اور بہترین عطا کنندہ ہے۔" (۲۳-۷۲):

"اے رسول ﷺ کہہ دیجئے میرا پروردگار ہی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رزق میں فراخی عطا کر دیتا ہے اور جیسے چاہتا ہے کمی کر دیتا ہے۔ تم جو اس کی راہ میں انفاق کرتے ہو وہی اس کا معاوضہ (صلہ) اور جزا دیتا ہے اور وہ اللہ

Marfat.com

بہترین روزی رساں (خیرالرازقین) ہے۔" (۳۴-۳۹):

قرآن مجید نے عربوں کی زمانہ جاہلیت کی ایک عادت کو بھی ریکارڈ کیا ہے اور حضور نبی اکرم کے حوصلے اور ظرف کا بھی اقرار کیا ہے اور پھر ایک نئے انداز و اسلوب میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خیرالرازقین ہے:۔

"اے رسول! جب یہ لوگ (بعض لوگ) تجارت یا لہو لعب (کے میلے ہنگامے) دیکھتے ہیں تو ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو (بعض مجالس میں) تنہا کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ اے نبی! انہیں کہہ دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ لہو و لعب اور تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے اچھا اور بہتر روزی رساں ہے۔" (۶۲-۱۱):

اسی طرح کے ایک اور تاریخی تناظر اور پس منظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ رب العزت میں ایک دعا ہے' ہم خود بھی اس دعا میں شامل ہوتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ:

"ہمیں (اے ہمارے رزاق رب) رزق وافر عطا فرما کہ تو (خیرالرازقین) بہت اور بہتر رزق عطا کرنے والا ہے۔" (۵-۱۱۴ جزوی):

قرآن مجید میں اللہ الرزاق کے رزق اور اس سے متعلقہ الفاظ مرزوقات ایک سو سے زیادہ بار استعمال ہوئے ہیں۔ ان سب میں اللہ الرازق اور اللہ الرزاق ہی کی عظمت کا اظہار ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رزق کی بست و کشاد خدا کے قوانین کے مطابق ہوتی ہے' یعنی انسانی حساب سے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب کا رزاق ہے۔ گویا اس نے سامان رزق پیدا کر رکھا ہے۔ خدا کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جس نے سامان رزق پیدا کر رکھا ہو۔ اور پھر رزق کی تنگی تو خدا کا عذاب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو انسانوں کے لیے باعزت مرزوقات حیات مہیا کر رکھے ہیں۔

رزاق کا رزق معمولی شے نہیں ہے

رزاق کا رزق وہ ہے کہ جس پر زندگی کا دارو مدار ہے۔ رزق وہ ہے جو وجہ پرورش ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے رزق تو ہر طرح کا سامان زیست ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی

Marfat.com

رو سے انسانی زندگی، اس کے طبعی جسم تک محدود نہیں۔ اس کے علاوہ انسانی ذات بھی ہے، جس کی نشوونما بہت ضروری ہے۔ اس لیے قرآن کریم کی رو سے رزق میں وہ تمام شامل ہو گا جو انسانی جسم کی پرورش اور اس کی ذات کی نشوونما کے لیے ضروری ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے رزق حسنہ اور رزق خیر بھی میسر آتا ہے اور یہ سب اللہ الرزاق اپنی صفت رزاقیت کے سایوں میں فراہم کرتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) "یا رزاق" کا ورد وظیفہ ہر حال میں انسانوں کے لیے مرزوقات حیات میں ایزاد و اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ہر رات اور ہر صبح اپنے گھر کے چاروں کونوں پر کھڑا ہو کر دس دس بار یارزاق پڑھ کر دعا کرے تو ایسے گھر پر اللہ تعالیٰ کبھی مفلسی وارد نہیں ہونے دیتا۔ سدا رزق روزی میں برکت ہی رکھتا ہے۔ اس گھر کو کسی کا محتاج ہونے سے بھی بچاتا ہے۔ ایسے گھر کے لوگوں کے لیے اللہ الرزاق رزق کو وسیع کر دیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر روز نماز فجر کے بعد دس بار "یا رزاق" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر کبھی رزق کی تنگی نہیں آنے دیتا۔ اس کے کاروبار اور کمائی میں برکت ڈال دیتا ہے۔

(۴) اگر کسی شخص کا روزگار خطرے میں ہو یا اس کی ملازمت اور نوکری جانے کا ڈر ہو تو ایسے شخص کو چاہیے کہ مسلسل تین روزے رکھے اور ہر روزہ رکھنے کے بعد صبح کی نماز سے فارغ ہو کر دس ہزار بار "یا رزاق" کا ورد کرے۔ اور پھر اللہ سے حسب دستور دعا مانگے۔ انشاء اللہ اللہ دعا قبول کرتا ہے۔ اور روزگار بھی محفوظ رہتا ہے۔

(۵) ملازمت میں ترقی کے لیے ہر روز اس اسم مبارک کا ورد کرنا موثر اور مفید ہوتا ہے۔

(۶) تمام کاروباری معاملات کو احسن طریق اور خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لیے "یارزاق" کا ورد کرنا بے حد مفید اور منفعت بخش ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۷) اگر کوئی شخص ہر کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ ساتھ چند بار یا رزاق بھی پڑھ لے تو ایسا کھایا ہوا رزق باعث فساد و فتور نہیں بنتا۔ بلکہ وہ صحت اور تندرستی کی نوید بن جاتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص اس اسم حسنہ کو ہر روز تین سو آٹھ بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے کبھی مفلس، غریب اور محتاج نہیں کرتا۔

(۹) ہر طرح کی جائز حاجات کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرنے کے لیے اپنی دعاؤں میں ''یا رزاق'' کا ورد بھی شامل کرلیں تو اللہ تعالیٰ مقبولیت فرماتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص ''یا خیرالرازقین'' کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر کبھی رزق روزی کی تنگی نہیں آنے دیتا ہے۔

(۱۱) روٹی کھانے سے پہلے یا رزاق پڑھنا غذا کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

Marfat.com

الرشید

الرشید	ــــــــــ	اسم جمالی ہے۔
اعداد	ــــــــــ	۵۱۴
عدد واحد	ــــــــــ	۱

"الرشید" اللہ تبارک و تعالیٰ کا توصیفی اسم مبارک ہے اس کے معنی ہیں۔ اپنے بندوں کو رشدو و ہدایت بخشنے والا۔ اس صفت کا مطلب نیک' سب سے بھلا اور سب سے اچھا بھی ہوتا ہے۔ جو راہ راست پر ہوتا ہے وہ بھی رشید ہوتا ہے۔ اسی طرح ہادی رہنما اور اندازہ کرنے میں جو بڑا ہی صحیح اور ماہر ہو وہ بھی رشید کہلاتا ہے۔ ہر کام کو جو صحیح طور پر انجام دیتا ہے اسے بھی رشید کہا جاتا ہے۔

"رشید" اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ میں سے ہے۔ اس لفظ کا اصل مادہ (رشد) ہے "رشید" بحوالہ رشاد صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔ جب یہ لفظ اللہ کے علاوہ لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں ہدایت یافتہ نیک' تربیت و تعلیم یافتہ پرہیز گار بہادر اور فرمانبردار' لیکن اللہ کے لیے جب یہ صفت استعمال ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے رشدو

Marfat.com

ہدایت کی نعمت سے فیض یاب کرنے والا۔

رشد۔الرشید رشید یا الرشید لفظ "رشد" سے ہے۔ اور یہ رشد قرآن کی ایک جامع اصطلاح ہے۔ اس کے معنی ایسی صلاحیت ہے جس سے انسان معاملات کا صحیح حل باآسانی معلوم کر لے یا راست اور صحیح راستہ پالے۔ اسی طرح صحیح راستہ کی جہت سے رشد دراصل غیی "یعنی گمراہی کے مقابلہ میں آتا ہے۔ اس رشد کے معنی صحیح راستہ پر پختگی سے چلتے رہنے کے بھی ہوتے ہیں۔

اسی حوالے سے رشید "الرشید" صحیح راستہ بتانے والا اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں مرشد کے عمومی معنی بھی یہی ہوتے ہیں کہ ایسا ہادی کہ جو راستہ بتانے والا اور راہ راست کی طرف لانے والا ہوتا ہے۔ اور چونکہ ہر طرح کی ہدایت تو انسان کو بذریعہ (وحی) قرآن مجید بندے کو اللہ ہی کی جانب سے ملتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہی صحیح معنوں میں الرشید اور مرشد ہوتا ہے۔

"یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے وہ جسے رہنمائی دے وہ ہدایت پاتا ہے اور جسے اس کی شامت اعمال کے سبب اللہ تعالیٰ راہ راست سے ہٹا دے اس کے لئے کوئی دوست اور رہنما (یعنی اولیاء مرشد) نہیں ہے۔" (۱۸-۱۷ جزوی):

رشید کیا ہے؟ رشد تو الرشید کی فراہم کی ہوئی رشد و ہدایت اور رہنمائی ہے۔ اس ضمن میں ایک ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"دین اسلام کے قبول میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ گمراہی اور ہدایت کے مابین واضح خط امتیاز کھینچا جا چکا ہے۔ جس خوش قسمت انسان نے طاغوتی نظام حیات سے منہ موڑ کر ایمانیات الیہ کی راہ اختیار کی ہے اسے (ناقابل شکست و ناقابل تنسیخ) ٹھوس دستاویز میسر آگئی ہے۔ (یعنی مستحکم نظام حیات مل گیا ہے)۔ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے اور علیم بھی۔" (۲-۲۵۶):

اور اسی طرح رشد و ہدائت کی راہ وہی ہوتی ہے جو اللہ الرشید کی طرف سے ملتی ہے (۱۸-۲۴): اور اسی طرح وہ (قرآن) رشد و ہدایت کی طرف رہبری کرتا ہے (۷۲-۲): اور پھر اسی رشد و ہدایت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے لفظ راشدین استعمال کیا ہے کہ "ہدایت یافتہ لوگوں کا گروہ یہی ہے۔" (۴۹-۷ جزوی):

Marfat.com

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو قوانین خداوندی کے سامنے جھک جانے والے ہیں انہی کو صحیح راستہ مل سکتا ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری یوں ہوا ہے کہ:

"جو کوئی فرمانبردار ہو گیا' تو اس نے ہدایت کی راہ ڈھونڈلی۔" (۷۲-۱۴ جزوی):

رجل رشید حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ "کیا تم میں کوئی رجل رشید یعنی شریف آدمی نہیں ہے۔" (۱۱-۷۸):

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی نازیبا حرکات اور عادات شنیعہ پر اللہ کا خوف بھی یاد دلایا اور آخر میں "الیس منکم رجل رشید" کہہ کر گویا پوری طرح ان پر حجت تمام کردی۔ اس لیے کہ کسی کے اندر اگر رائی برابر بھی حق کی حمیت و حمایت کا احساس ہوتا تو اس فقرے کے بعد تو اس کو ضرور حرکت میں آجانا تھا لیکن اس کے بعد بھی جب کوئی ضمیر بیدار نہ ہوا تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ کسی کے اندر حس انسانیت و شرافت سرے سے باقی ہی نہیں رہ گئی تھی۔

اسی سورۃ ہود میں دو اور مقامات پر لفظ "رشید" استعمال ہوا ہے۔ یعنی فرعون کے احکام رشید نہیں ہے۔

"اگرچہ فرعون کا حکم مبنی بر راستی (یعنی رشید) نہیں تھا لیکن (اس کے) لوگوں نے اسی کی اتباع کی۔" (۱۱-۹۷ جزوی):

اور مزید یوں بھی آیا ہے کہ قوم مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ تو ہی سب سے بڑا رشید رہ گیا ہے۔ اس صورت کو قرآن مجید میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ:

"(اہل مدین) نے کہا کہ اے شعیب! کیا تیرا نظام عبادات تجھ سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو ترک کر دیں جنہیں ہمارے اباؤ اجداد سالہا سال سے پوجتے رہے ہیں۔ نیز یہ کہ ہم (ماپ تول اور نفع خوری میں) حسب منشا جو کچھ من مانی کرتے ہیں' اسے چھوڑ دیں بلاشبہ تو ہی تو سب سے بڑا بردبار اور صحیح راہ پر چلنے والا رہ گیا ہے۔" (۱۱-۸۶ جزوی):

سبیل الرشاد اللہ الرشید کی رشد و ہدایت ہی بہرصورت ہر دور کے انسانوں کے لیے باعث فلاح اور حیات افروز ہوتی ہے۔ اس ضمن میں دربار فرعونی اور قوم فرعون کے ایک مرد مومن نے اپنی قوم سے کہا:

Marfat.com

"اے میری قوم! میری پیروی کرو تو میں تمہیں نیکی کی راہ بتاؤں گا۔"(۴۰-۳۸)):

اور یہی نہیں بلکہ اسی مرد مومن نے یوں بھی کہا تھا کہ "اے میری قوم آج اس ملک میں تمہاری ہی فرماں روائی ہے اور روئے زمین میں تمہارا غلبہ ہے۔ لیکن سوچو اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر نازل ہوا تو اس کی سزا سے بچانے والا ہمارا مددگار کون ہوگا۔ یہیں پر فرعون نے بے محل مداخلت کر کے ایک ہوشیار اور چالاک سیاسی لیڈر کی طرح اپنی نیک نیتی اور اصابت رائے اور مصلحت اندیشی کی دھونس جمانے کی کوشش کی۔ لیکن اس موقع پر اسی مرد مومن نے الرشید کی دی ہوئی رشد و ہدایت اور بصیرت سے لوگوں کو دوبارہ آگاہ کیا کہ اگر موسیٰ کو گزند پہنچانے کی کوشش کی گئی تو اس پر آپ لوگوں پر بھی پچھلی قوموں کی طرح عذاب الٰہی آ دھمکے گا۔ اور اس مرد مومن کا یہ سبیل الرشاد اور نیکی کی راہ کی طرف رہنمائی تھی۔

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص "یا رشید" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے' اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو سدا راہ راست پر رکھتا ہے اور اس کا کاروبار میں خیر و برکت فرماتا ہے۔

(۲) اگر کسی شخص کو کسی مسئلے کے حل کی کوئی تدبیر نہ مل رہی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نماز مغرب کے بعد ایک ہزار بار "یا رشید" کا ورد کر کے پروردگار سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور کوئی نہ کوئی حل سوجھا دیتا ہے۔

(۳) "یا رشید" کا مدام ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ تمام مشکلات کو آسان کر دیتا ہے۔

(۴) اگر کسی غم یا مشکل میں گرفتار شخص اس اسم مبارک کا روزانہ تین ہزار بار ورد کر کے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات اور غم درد دور فرما دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص باقاعدہ ہر روز "یا رشید" کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مہمات کو کامیاب کرتا ہے اور کاروبار میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی بخشتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص کسی نشے وغیرہ کی لعنت کا شکار ہو چکا ہو ایسے عادی شخص کو ۵۱۴ بار یا رشید کا ورد کر کے پانی دم کر کے چالیس روز تک پلائیں تو اس اسم مبارک کی

Marfat.com

برکت سے اللہ تعالیٰ نشے کی عادت سے نجات بخش دیتا ہے۔

(۷) کاروبار کی ترقی رزق روزی میں وسعت اور معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے اس اسم مبارک کو ۷۰ ابار روزانہ پڑھنا مفید موثر اور باعث خیرو برکت ہوتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے اس اسم مبارک کا اکتالیس بار ورد کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کام کو باآسانی اور رکاوٹوں کے بغیر تکمیل تک پہنچا دیتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص "یا رشید" کا ایک ہزار بار ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبولیت بخشتا ہے۔

(۱۰) مہم جوئی کے شائقین افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی مہمات کے دوران میں "یا رشید" کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیں' اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتا چلا جاتا ہے اور ایسے مہم جو افراد راہوں سے بھٹکتے بھی نہیں۔

(۱۱) جن لوگوں کی یاد داشت کمزور ہو انہیں چاہیے کہ ہر نماز کے بعد ۱۲۱ بار اس اسم الٰہی کا ورد کر کے اللہ سے دعا کریں انشاء اللہ چند ہی دنوں میں قوت حافظہ بہتر ہو جاتی ہے۔

(۱۲) جو شخص اکثر اس اسم مبارک کا ورد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں ہردلعزیز اور باوقار بنائے رکھتا ہے اور اس کے تادیر اقبال بلند رکھا ہے۔

(۱۳) اگر کوئی شخص صبح کی نماز کے بعد اور پھر عشاء کی نماز کے بعد سو سو بار یا رشید کا ذکر کرنا اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادات اور رات دن کے اعمال کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتا ہے۔

(۱۴) "یا رشید" کا جو شخص ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیک خصلت راست گو اور پاک باطن بنا دیتا ہے۔

Marfat.com

الرقیب

الرقیب ــــــــــ اسم جمالی ہے۔

اعداد ــــــــــ ۳۱۲

عدد واحد ــــــــــ ٦

رقیب ' الرقیب اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک جمالی صفت ہے۔ اس کے معنی نگہبان اور منتظر کے ہوتے ہیں۔ راہ دیکھنے والا بھی اسکے معانی میں شامل ہے۔ یہ لفظ رقیب "رقب" سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔ اس کا مطلب نگاہ رکھنے والا کے بھی ہیں۔ نگرانی کرنے والا بھی رقیب ہی ہوتا ہے۔

عربی زبان میں "رقبہ" گردن کو کہتے ہیں اور اس لفظ کے معنی حفاظت کے بھی ہوتے ہیں۔ اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت رقیب ہے جس کے معنی حافظ اور نگہبان کے لیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اللہ تارک و تعالیٰ کی صفت کے طور پر تین بار آیا ہے۔ سورۃ النساء کی پہلی ہی آیت میں اس طرح سے مذکور ہے کہ:

Marfat.com

"اے انسانو! اپنے پروردگار کی راہ تقویٰ اختیار کرو' جس نے نفس واحد (ایک روح جان یا ذات سے) تمہاری تخلیق کی۔ پھر اس کا زوج بنایا۔ پھر زوجین سے ایک کثیر تعداد مردوں اور عورتوں کی پیدا کی اور اسے زمین کی وسعتوں میں پھیلا دیا۔ اور تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو' اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس کے بارے میں تم پوچھتے رہتے ہو کہ اس کے حقوق کیا ہیں اور ارحام (صلہ رحمی) کے تقاضے کیا ہیں۔ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان (رقیب) ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔" (۴-۱)"

اس آیت مبارکہ میں بتایا یہ گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بڑا زور آور ہے' اس کی مخلوق میں جو دھاندلی مچائے' معاملات میں نا انصافی کرے گا۔ وہ اللہ کے قہر و غضب سے نہیں بچ سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی نگرانی کر رہا ہے۔

اللہ ہر شے پر نگہبان ہے

سورۃ الاحزاب میں ایک حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے بارے میں احکامات دیئے اور پھر آخر میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران (رقیب) ہے۔" (۳۳-۵۲ جزوی):

"وکان اللہ علی کل شیئی رقیبا" سے ظاہر ہے کہ بطور تذکیر و تنبیہ ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مخاطب یہاں حضور پاک ہیں۔ اس سے پہلے کی آیت میں اسی نوع کی تذکیر ازواج مطہرات کو بھی کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں ہر ایک جواب دہ ہے یعنی ہر ایک مسئول ہے۔ جو جتنا ہی بڑا ہے اتنا ہی زیادہ مسئول ہے۔ اسی وجہ سے ہر ایک کے لیے ضروری ہوا کہ خدا کے مواخذہ سے پہلے اپنا محاسبہ کرتا رہے اور یہ اس یقین کے ساتھ محاسبہ کرتا رہے کہ اس کی زندگی کا کوئی گوشہ بھی اللہ کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ یعنی اللہ الرقیب ہر شخص پر نگران ہے اور نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

نگران و نگہبان

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول عیسیٰؑ سے پوچھے گا تمہارے بعد تمہارے نام لیواؤں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو معبود بنا کر' خدائی کا درجہ دے دیا تھا۔ تو اس کے جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ تیری ذات اس سے بلند ہے کہ تیرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا جائے۔ مجھے بھلا کب زیب دیتا تھا کہ میں

Marfat.com

ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق حاصل نہیں تھا:۔

"تو تو ہر سربستہ راز اور مستقبل میں واقع ہونے والے حوادث تک سے واقف اس لیے اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو وہ تجھ سے کیسے چھپی رہ سکتی تھی،

میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، یعنی یہ کہ تم اللہ کی عبودیت اختیار کرو جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور میرا بھی۔ میں جب تک ان میں رہا ان کا نگران رہا (کہ وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں) لیکن جب تو نے مجھے وفات دے دی تو میری نگرانی ختم ہو گئی اس کے بعد تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ انہی کا کیا تو تو کائنات کی ہر شے کا نگران و نگہبان ہے۔"۔(۵:۱۱۷-۱۱۸)

ان آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی مستقل طور پر نگرانی اور نگہبانی کر رہا ہے اور اللہ کے لیے یہ نگرانی اور حفاظت کرنا کسی بھی حوالے سے مشکل نہیں ہے۔

اگرچہ اللہ تبارک و تعالیٰ پوری کائنات کا نگران، نگہبان اور محافظ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ خاص صفت "رقیب" قرآن مجید میں بالخصوص معاشرتی اور ازدواجی تناظر میں آئی ہے۔ گویا اس سے انسانی زندگی میں اور عائلی زندگی میں حسن و توازن کا تقاضا کیا گیا ہے۔ اور انسان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ہر طرح کے اعمال و افعال پر نگران اور نگہبان ہے۔ اس نے بندے کے افعال پر ہمہ وقت حفاظتی نظر رکھی ہوئی ہے۔ اس لیے بندے کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اپنے اللہ کو اپنے قریب اور اس قدر نگران و نگہبان سمجھے کہ جس طرح سے کوئی رقیب اس پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک "یارقیب" کا جو شخص سے اکثر ورد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سدا اسے اپنے حفظ و امان میں رکھتا ہے۔

Marfat.com

(۲) جو شخص اپنے اہل و عیال اور مال و متاع پر سات مرتبہ روزانہ یا رقیب پڑھ کر حفاظت کے نقطہ نظر سے دم کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر سدا اپنی نگرانی اور محافظت رکھتا ہے۔

(۳) اگر کوئی زمیندار اور کسان چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی فصلوں اور کھیتوں کی پیداوار کی حفاظت کرے اور فصل کو بہتر پیدا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی فصلوں کے چاروں کناروں پر کھڑا ہو کر سترہ سترہ بار یا رقیب پڑھ کر دل میں اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے۔ باغات کی حفاظت کے لیے بھی یہی عمل مفید ہوتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں گاہے گاہے اس اسم مبارک کا ورد کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے سفر کے مصائب اور حادثے وغیرہ سے بچائے رکھتا ہے۔

(۵) اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا نہ مل رہی ہو تو اسے چاہیے کہ چند دن تک ہر نماز کے بعد ایک سو ستر بار یا رقیب کا ورد کرے تو انشاء اللہ جلد ہی وہ چیز مل جائے گی یا اسے یاد آ جائے گی کہ وہ چیز کہاں ہے۔

(۶) ایسے زخم جو دیر سے درست نہ ہوئے ہوں یا ناسور بن چکے ہوں' ان پر یا رقیب کا دم کیا ہوا پانی لگانے سے اللہ جلد شفا بخش دیتا ہے۔ اسی طرح اگر تین سو بار یہ اسم مبارک پڑھ کر زخم پر دم کیا جائے اور پھونک ماری جائے تو بھی بتدریج زخم درست ہو جاتا ہے۔

(۷) ہر طرح کے شیطانی وساوس سے بچنے کے لیے "یا رقیب" کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہر روز رات سونے سے پہلے اور دن کا آغاز کرنے کے ساتھ ایک سو بار اس اسم حسنہ کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ہر طرح کے وساوس اور خدشات دور فرما دیتا ہے اور اس کے دل میں پاکیزہ خیالات پیدا کر دیتا ہے۔

(۸) اگر کسی شخص سے کسی طاقت ور یا غاصب شخص نے کوئی چیز جبراً چھین لی ہو تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ اس اسم الٰہی کا اٹھتے بیٹھتے ذکر کرتا رہے' انشاء اللہ تعالیٰ چند دن تک وہ چیز اسے واپس مل جائے گی۔

(۹) جو شخص یا رقیب کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعضا و جوارح کی

Marfat.com

حفاظت فرماتا ہے اور اسے خیالات باطلہ اور بری باتوں سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص کسی لمبے سفر پر جا رہا ہو یا زیادہ مدت کے لیے گھر سے باہر جا رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ تمام اہل خانہ کو ایک جگہ پر جمع کر کے سب کے ساتھ سات بار یا رقیب کا ورد کر کے پروردگار سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس گھر پر سلامتی اور نگہبانی رکھتا ہے اور اس پورے گھر کو مصائب اور حوادث سے بچائے رکھتا ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص ہر رات کو سونے سے پہلے اپنے گھر کے دروازوں کو اندر سے مقفل کر کے سات بار یا رقیب پڑھے تو ایسے گھر میں کوئی چور یا اور شخص کسی بری نیت سے ہرگز داخل نہیں ہو سکے گا۔

Marfat.com

الرؤف

الرؤف ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۲۸۶

عدد واحد ——— ۷

رؤف۔ الرؤف

اس صفت الٰہی اور اسم مبارک کا بنیادی مطلب ہے‘ نہایت مہربان‘ بے حد مہربانی کرنے والا۔ رؤف کے معنی میں اشد درجہ کی رحمت پائی جاتی ہے جو اپنے الطاف کے ساتھ خود ہی اپنے بندوں پر مہربانی کرتا ہے۔ اور لفظ رافتہ سے مشتق ہے۔ رافتہ کے مطلب ہوتا ہے رحمت سے زیادہ خاص اور رفت والی شے۔ رافتہ کا مطلب ہے مہربان ہونا‘ مہربانی کرنا‘ نرمی و مہربانی برتنا‘ مدد کرنا اور نرمی اور مہربانی سے پیش آنا۔ ”رؤف“ کے معنی بے تحاشا مہربانی اور بہت زیادہ نرمی کرنے والا ہوتا ہے۔

”رؤف“ رافت سے ہے۔ اس کے اندر دفع شر غالب ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ رحمت اور مہربانیوں والا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تخریبی قوتوں سے بھی

Marfat.com

بچائے رکھتا ہے اور اپنی مہربانیوں سے ہر طرح کا سامان نشوونما بھی بدستور فراہم کرتا چلا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت دس بار آئی ہے۔

رؤف رحیم اللہ تبارک و تعالیٰ ہر آئینہ اپنے بندوں کے لیے رؤف رحیم یعنی نہایت شفیق اور رحیم ہے(۲-۱۴۳ جزوی)

بے حد شفیق اور اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرتا بلکہ انہیں عظمت ایمانی بخشے رکھتا ہے۔ اللہ جل شانہ بہر صورت اپنے نیک بندوں کے ساتھ بے حد شفقت اور رحم کے ساتھ پیش آتا ہے اور وہ اپنے بندوں کی نیکیوں کی بجاطور پر قدر کرتا ہے۔ اسی ضمن میں ارشاد ہے کہ:

"اور لوگوں میں ایسا نیک شخص بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور خوشنودی میں اپنی جان تک کا سودا کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے ایسے نیک بندوں کے ساتھ بڑا ہی شفقت کرنے والا ہے۔"(۲-۲۰۷ جزوی):

وہ بندوں پر مہربان ہے اپنے نیک بندوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت اور شفقت اور رافت ہر سطح اور ہر مقام بندے کے شامل حال رہتی ہے۔

اس حوالے سے یوں ارشاد الٰہی آیا ہے کہ:

"جس دن یعنی روز قیامت ہر شخص اپنے اعمال خیر اور اعمال سوء اپنے سامنے حاضر و موجود پائے گا' تو وہ آرزو کرے گا کہ اے کاش اس میں اور برائی میں بڑی دوری حائل ہو جاتی اور وہ اس کے عواقب بد سے بچ جاتا' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے قہر و غضب سے ڈراتا ہے تاکہ تم برائی سے محترز رہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔"(۳-۳۰):

اللہ رؤف رحیم ہے انسانوں کے احوال و واقعات میں بھی سراسر پروردگار کی رحمت اور شفقت شامل رہتی ہے' اور پھر اللہ تعالیٰ تو اپنے نیک بندوں کو رافت اور مہربانی سے کبھی محروم نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے بندوں کے مفادات اور بھلائیوں کی بہتر طور پر مہربانی کے ساتھ حفاظت کرتا ہے۔ ایک مقام پر یوں ارشاد باری ہوا کہ:

Marfat.com

"اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت و رحمت فراواں تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو (بعض واقعات کے بڑے برے نتائج برآمد ہوتے)" (۲۴-۲۰)

شفیق اور مہربان

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی رحمت و شفقت کو کئی حوالوں سے اپنے بندوں پر سایہ فگن رکھا ہوا ہے۔ سورہ الحج میں اس طرح سے ارشاد ہوتا ہے کہ:

"کیا تو نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کرہ ارضی کی سب چیزیں' بحر میں اس کے حکم سے چلنے والی کشتیاں اور جہاز تمہارے تابع کر دیئے ہیں' اور وہ آسمان بے ستون کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔" (۲۲-۶۵):

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت رؤف کو ایک اور بڑے ہی رافت بھرے انداز میں بیان کیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لیے کس کس طرح سے اپنے قاعدے اور قانون کے مطابق رحمتیں کرتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ماسبق پر بذریعہ وحی روشن دلائل بھیجے اور ان پر لوگوں کو غور و فکر کے لیے کہا۔ لیکن لوگوں نے ان پر متانت اور سنجیدگی سے توجہ نہ دی' لیکن اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو ان لوگوں کو زمین میں دھنسا دیتا یا ان پر ایسا عذاب نازل کر دیتا کہ جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہوتا' اور جیتے' جاگتے' چلتے پھرتے انہیں اپنی گرفت میں لے لیتا اور وہ کسی بھی صورت نہ بچ سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مبتلائے خوف رکھ کر معاشرے کو ان کی برائیوں اور فساد کاریوں سے بچائے رکھا: "کیونکہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے لیے شفیق بھی ہے اور رحیم بھی۔" (۱۶:۴۷):

اس کے علاوہ پھر ایک اور انداز میں اللہ تعالیٰ کی اسی صفت رؤف کا اظہار ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے گھوڑے' خچر اور گدھے بار برداری کے لیے اور پھر بعض حوالوں سے سواری اور شان و زیبائش کے لیے پیدا کیے اور انسانوں کی منفعت کی اور بھی لاتعداد چیزیں اس اللہ نے پیدا کیں کہ جن کا احاطہ انسانوں کا محدود علم کر ہی نہیں سکتا۔ اور یہ سب اس لیے ہے کہ "بے شک تمہارا پروردگار (جس نے تمہیں آسانیاں مہیا کی ہیں) بڑا ہی شفیق اور رحیم ہے۔" (۱۶-۷)

Marfat.com

الرؤف کی مہربانیاں اللہ تعالیٰ کی لاتعداد اور متعدد عنایات اور مہربانیاں اس کے بندوں کے لیے موجود ہیں۔

"ارشاد ہوا' اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتی ہے تاکہ تمہیں کفرو طغیان کے اندھیروں سے نکال کر نور ایمان کے اجالوں میں لے آئے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر بے حد شفیق اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔" (۵۷-۹):

اسی مد میں قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے حوالے سے بتایا ہے کہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مہاجرین و انصار پر التفات کریمانہ فرمائی جنہوں نے اس کی بڑے نامساعد حالات میں اتباع کی اور ایسا وقت بھی آیا کہ بعض کے دل قریب قریب ڈگمگا گئے تھے' پھر اس کا کرم شامل حال ہوا ہے۔ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ رؤف ہے اور رحیم بھی۔" (۹-۱۱۷):

انہی مہاجرین ہی کی شان کے حوالے سے ایک اور ارشاد باری یوں بھی آیا ہے کہ:

"اور اس مال میں حصہ ہے ان کا بھی جو مہاجرین کے بعد آئے اور دعا مانگا کرتے ہیں' کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما دے جو ہم سے سابق الایمان ہیں۔ اور اہل ایمان کے بارے میں ہمارے سینوں میں کینہ پیدا نہ ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار بے شک تو بڑا شفیق اور رحم والا ہے۔" (۵۹-۱۰):

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر حوالے سے اپنے بندوں کے لیے مہربان' شفیق ' رؤف اور رحیم ہے اور بلاشبہ وہ رؤف و رحیم سدا اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اعمال و فضائل

(ا) اللہ تبارک و تعالیٰ نہایت ہی مہربان اور بے حد شفیق ہے اور وہ نہایت نرمی کے ساتھ ان موانع کو دور کرنے والا ہے جو کسی کی نشوونما کے راستے میں حائل ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرتا ہے تو اللہ اس کے دل میں

Marfat.com

بھی مہربانی اور شفقت کے جذبات فراواں پیدا کر دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص "یا رؤف" کا دس بار ذکر کر کے مظلوم کے بارے میں سفارش کرے تو مظلوم کو ظالم ضرور چھوڑ دیتا ہے۔

(۳) جو شخص اس اسم مبارک کا مدام ذکر کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نرم کر دیتا ہے اور اسے ہر طرح کی تکلیف اور گزند سے بچائے رکھتا ہے۔

(۴) یا رؤف کے ورد سے اللہ تعالیٰ سدا رحمتوں اور برکتوں کا نزول فرمایا ہے۔

(۵) اگر کسی شخص کا مزاج خراب ہو اور وہ خود اپنے مزاج کو درست کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اکیس دن تک ہر روز تین سو بار صبح اور تین سو بار شام کو پڑھ کر دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مزاج درست فرما دیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی نئی نویلی دلہن خاوند کے گھر میں پہلے دن قدم رکھنے سے پہلے خاوند کے سامنے سات بار "یا رؤف" پڑھ لے تو انشاء اللہ خاوند ساری عمر بیوی پر مہربان رہے گا۔

(۷) اگر کوئی شخص اپنے سابقہ گناہوں پر پشیمان ہو اور مغفرت چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد چالیس بار یا "رؤف" کا ورد کرے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

(۸) جو شخص بکثرت یا رؤف کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص سے لوگوں کی محبت بڑھا دیتا ہے اور اس پر لوگوں کو مہربان کر دیتا ہے۔

Marfat.com

السلام

السلام ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۳۱

عدد واحد ——— ۵

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی صفت اور اسم مبارک "السلام" کے حوالے سے سلامتی بخشنے والا اور سکون و سکینت کا موجب ہے۔ وہی سلامتی اور سکون کا منبع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لیے اور ہر حوالے سے باعث امن و سلامتی ہے۔

السلام (سلام) ایک بڑا ہی وسیع المعانی لفظ اور اللہ تعالیٰ صفت ہے۔ اس میں سلامتی سے لے کر تکمیل ذات تک تمام گوشے آ جاتے ہیں۔ اللہ کی یہ صفت السلام بھی بڑی ہی جامعیت بھری ہے۔ اس صفت کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سلامتی کا ضامن ہے' اور انسانی ذات کو نشوونما دے کر تکمیل تک پہنچانے والا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اکتالیس بار آیا ہے۔

سلامتی عطا کرنے والا | السلام' سلام اصل میں مادہ "س ل م" ہی سے بنے ہیں۔

Marfat.com

اپنے معانی کے اعتبار سے یہ مادہ بڑا جامع اور بوقلموں مفاہیم رکھتا ہے۔ اس سے جو الفاظ بنتے ہیں وہ بھی وسیع المعانی ہیں۔ بنیادی طور پر اس مادہ کی مختلف شکلوں سے حسب ذیل معانی مرتب ہوتے ہیں:

(۱) ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک اور صاف ہو جانا۔ اس طرح مکمل ہو جانا کہ اس میں کوئی کمی باقی نہ رہے۔

(۲) ہر قسم کے خطرات' آفات و حوادث سے محفوظ رہنا' سلامتی حاصل کرنا اور دوسروں کو سلامتی دینا۔

(۳) ان ذرائع کا فراہم کرنا کہ جن سے کوئی شخص نہایت حفاظت اور اطمینان سے بلندیوں تک پہنچ جائے۔

(۴) حسن و خوشنمائی

(۵) اعتدال اور توازن کی راہیں فراہم کرنا کہ جن پر چل کر انسان لغویت اور بے ہودگی سے بچا رہے۔

(۶) اطاعت' انقیاد' سپردگی اور سر تسلیم خم کر دینے کے لیے با حفاظت اور سلامتی بھرے مواقع فراہم کرنا۔

اعتدال و توازن جان لینا چاہیے کہ "کائنات میں ہر شے قوانین خداوندی کے سامنے سجدہ ریز ہے' وہ ان قوانین کی پوری پوری اطاعت کرتی ہے۔ اس سے ہر شے نشوونما پاتی ہوئی اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتی ہے۔ یعنی جو کچھ اس نے بننا ہوتا ہے وہ بن جاتی ہے۔ اور نظام کائنات نہایت امن اور سلامتی اور اعتدال و توازن کے ساتھ قائم ہے۔ اس روش اور طریق کو جس پر یہ کائنات چل رہی ہے اسلام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کو چلانے والا "السلام" ہے۔

السلام کے معنی سلامتی' دعا سلام' امان' سکون' اطمینان' سکینت تسکین' اعتدال و توازن' حسن و خوش نمائی' راحت و سکون' آزادی سرور اور فرحت و مسرت کے بھی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ "السلام" یعنی اللہ تو وہ ہے کہ جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے۔ بلکہ وہ تو دوسروں کو بڑی ہی فراخ دلی کے ساتھ سلامتی دینے والا ہے۔

Marfat.com

الدین اور السلام جس طرح کائنات کی ہر شے کے لیے قوانین خداوندی متعین ہیں' اسی طرح انسانی زندگی کے لیے بھی قوانین عطا کیے گئے ہیں۔ اس ضابطہ قوانین کو "الدین" کہا گیا ہے اور اس "الدین" کو جو ضابطہ قوانین دینے والا ہے وہ "السلام" ہے اور جس ضابطہ قوانین کو انسان اختیار کرتا ہے اسے "الاسلام" کہا جاتا ہے' جو اس طریق اور ضابطہ قوانین کو اختیار کرتے ہیں وہ "مسلم" کہلاتے ہیں۔ اس طرح جو قوانین خداوندی کی اطاعت سے اپنی نشوونما کیے جاتے ہیں وہ اس طرح خود بھی امن و سلامتی میں رہتے ہیں اور ساری دنیا کو بھی امن و سلامتی کی ضمانت دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ سلامتی دینے والا سورہ الحشر میں اللہ تعالیٰ کے اسی صفاتی نام "السلام" کا اس طرح سے ذکر ملتا ہے کہ:

> "وہی اللہ ہے جس کے سوا عبادت کا کوئی سزاوار نہیں' وہ شہنشاہ ہے' وہ (سب سے زیادہ) پاک اور مقدس اور تقدس و تقدیس والا ہے۔ وہ (سب سے زیادہ) سلامتی دینے والا' باعث سلامتی اور موجب سکون و اطمینان بننے والا ہے' وہ سب سے بڑا محافظ ہے "القائم علی الناس" وہ غالب علی کل غالب ہے' وہ بڑا صاحب جبروت ہے' بڑا صاحب کبریائی ہے اور (مشرکوں کی منسوب کردہ ہر آلائش شرک سے) پاک و منزہ ہے' وہی اللہ ہے۔" (۵۹-۲۳)

امن و سلامتی کا رب "سلام" تو امن و سلامتی کا وہ رب ہے جو موت کے اسباب سے بھری ہوئی دنیا میں بھی انسانوں کو اپنی سلامتی اور پناہ میں رکھتا ہے۔ یہ اللہ ہی ہے کہ جو ہر حال میں اور ہر مقام پر اپنے وعدہ سلامتی پر قائم ہے اور اس کی سلامتی ہر شخص تک پہنچ کر رہتی ہے۔

یہ دنیا دریاؤں' صحراؤں جنگلوں' پہاڑوں اور میدانوں کی مختلف مخلوقات کہ جو انسان اور اس کے اسباب زیست کے لیے ضرر رساں ہے' ان سب کی موجودگی میں سے بھی اللہ بحوالہ "السلام" سلامتی' سکون اور پناہ بخشتا ہے۔ وہ نہ صرف سلامتی بخشتا ہے بلکہ وہ تمام اسباب و ذرائع فراہم کرتا ہے کہ جن کے باوصف انسانی نشوونما اور ارتقا اور ترقی کا عمل جاری رہتا ہے۔

اس دنیا میں خارج سے اور کائنات اصغر و کائنات اکبر سے کئی طرح کی مہلک اور

Marfat.com

نقصان دہ ریز یعنی لہریں بدستور زمین تک پہنچتی رہتی ہیں اور کائنات کی ہر تہدیم اور شکست و ریخت' روشنیوں' اندھیروں' پر ہول سیاہ خلاؤں سے مختلف قسم کی تابکاری اور ریز اس انسان کو ایک لمحہ میں ختم کر کے رکھ سکتی ہیں۔ لیکن ان سب سے اپنی مخلوقات کو اور انسانوں کو صرف اللہ ہی اپنی صفت السلام سے بچاتا ہے اور سلامتی میں رکھتا ہے۔

انسان اور دیگر ارضی مخلوقات کے لیے جو مرئی اور غیر مرئی خطرات' گیسوں اور مختلف وائرسوں کے جو سیلاب اور طوفان ہیں' ان سے بھی اللہ ہی بچاتا اور سلامتی بخشتا ہے۔

صفت السلام کے اندر اللہ کی سلامتی اس کی مخلوقات کے لیے یوں لازمی' لابدی اور ناگزیر ہے کہ ہر طرح کی آفات و آلام' بیماریوں عوارض اور سرکشیوں' انسان کی اپنی تخریب کاریوں' تباہیوں' کوتاہیوں اور بد اندیشیوں کے نتائج میں جنم لینے والے اعمال و افعال کے منفی اور غیر تعمیری اثرات سے ہمیں سب کو امن و سلامتی کا رب ہی بچاتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی یہ سلامتی اس قدر یقینی اور لازمی ہوتی ہے کہ انسان ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے بے خبر اور اسلامتی کے سایوں سے اپنے آپ کو محروم محسوس نہیں کر سکتا۔

لازوال سلامتی

اللہ تعالیٰ جہاں خالق کائنات' مدبر کائنات' آمرو حاکم' غالب' سب پر نگہبان اور اپنا ہر حکم پر زور انداز میں نافذ کرنے والا ہے' وہاں اللہ تعالیٰ سلام اور السلام بھی ہے۔ اصل میں لفظ السلام کے معنی سلامتی کے ہیں۔ کسی کو سلیم یا سالم کہنے کے بجائے سلامتی کہنے سے خود بخود مبالغہ کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کو حسین کہنے کے بجائے حسن کہا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ سراپا حسن ہے۔

اللہ تعالیٰ کو السلام کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سراسر سلامتی ہے۔ اس کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ کوئی آفت' یا کمزوری یا خامی اس کو لاحق ہو' یا کبھی اس کے کمال پر زوال آئے۔

بندے کے لیے سلامتی کی راہیں

اللہ تعالیٰ خود منبع امن و سلامتی ہے' اور وہ سب کے لیے موجب سلامتی ہے۔ انسانوں کے لیے وہ ذات باری سلامتی اور سکون ہی کی راہوں کا تعین کرتی ہے۔ اسی حوالے سے

Marfat.com

ارشاد الٰہی یوں ہوتا ہے کہ:

"اے اہل کتاب! ہمارا رسول تمہارے پاس آگیا ہے' جو کتاب الٰہی کی ان باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے۔ اور وہ بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے' اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے۔ اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔" (۵:۱۵-۱۶)

اس آیت مبارکہ میں "سلامتی" سے مراد غلط بینی' غلط اندیشی' اور غلط کاری سے بچنا اور اس کے نتائج سے محفوظ رہنا ہے۔ جو شخص اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی زندگی سے روشنی حاصل کرتا ہے اسے فکر و عمل کے چوراہے پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح ان غلطیوں سے محفوظ رہے۔

دارالسلام- سلامتی کا گھر

صفت "السلام" سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سلامتی کے ساتھ ساتھ اس دنیا کے امن و سکون کے بعد آخرت کے امن و سکون اور سلامتی کی راہیں بھی سوجھاتا ہے۔ فرمان حق اس طرح سے ہے کہ جو لوگ نصیحت کو قبول کرتے ہیں اور صراط مستقیم اختیار کرتے ہیں۔" (ان کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا سرپرست ہے۔ اس صحیح طرز عمل کی وجہ سے جو انہوں نے اختیار کیا" (۶-۱۲۷)

اس کے بعد ایک بار پھر بڑے ہی واشگاف الفاظ میں امن و سلامتی کا رب اپنے بندوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ "(تم اس ناپائیدار زندگی کے فریب میں مبتلا ہو رہے ہو) اور اللہ تمہیں "دارالسلام" کی طرف دعوت دے رہا ہے۔" (۱۰-۲۵):

"دارالسلام" یعنی سلامتی کا گھر سلام کا بنایا ہوا وہ ہے جو جنت ہے۔ اس دارالسلام میں انسان ہر آفت' مصیبت اور تکلیف سے محفوظ اور ہر خرابی سے مامون ہو گا۔ اور اس دارالسلام میں مومن اور متقی لوگ بے خوف و خطر سلامتی کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔

Marfat.com

سلامتی اور برکات

اللہ تعالیٰ اپنی جمالی صفت "سلام" کو عام کرتا رہتا ہے' اسی لیے یہ رحمت بھی ہے۔ باعث برکات و فیوض بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور برکات اس صورت میں اور بھی نعمت اور رحمت بن جاتی ہیں کہ جب بندے کے سامنے ان دیکھے سفر اور نادیدہ منزلیں ہوں' اسی حوالے سے ارشاد باری حضرت نوح علیہ السلام سے یوں ہوتا ہے کہ' حکم ہوا۔

"اے نوح! اتر جا' ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جن کو ہم کچھ مدت سامان زندگی بخشیں گے' پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔" (۱۱۔ ۴۸)

بندوں کے لیے اللہ کا سلام

قرآن مجید میں کئی مقامات پر کئی حوالوں سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ چونکہ خود بھی سلام اور سلامتی والا ہے' اس لیے وہ سلامتی ہی تقسیم کرتا اور اسی کی ارزانی و فراوانی کرتا ہے۔ اسی حوالے سے اللہ نے متعدد مقامات پر پیغمبران عظام کو' اہل جنت کو اور اپنے دوستوں اور جنتیوں کو اپنا سلام پہنچایا ہے۔ اللہ کے اس سلام پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو سلیوٹ نہیں مارتا اور اس کو عام لوگوں کی طرح محض لفظی سلام ہی نہیں کہتا بلکہ اللہ کے سلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کے لیے سلامتی' سکون امن' رحمت اور برکات و فیوض کے در وا کر دیئے ہیں اور اس کو یہ مقام و مرتبہ بخش دیا ہے کہ وہ ہر پریشانی' مصیبت اور تنگی ترشی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اللہ کی طرف سے بندے کے لیے یہی سلام اور سلامتی ہے' اور پھر اللہ کا یہ سلام دائمی ہے' یعنی اللہ کی جانب سے مدام سلامتی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) ہر شام سونے سے پہلے اگر کوئی شخص ۱۳۱ بار "یا سلام" کا ورد کرنے کو اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ کی سلامتی اس کے لیے مدام رہتی ہے۔

(۲) اگر کوئی عامل اور نیک شخص ایک سو ساٹھ بار "یا سلام" پڑھ کر کسی بھی مریض کو دم کر دے تو اللہ اسے شفا بخشتا ہے۔ اسی طرح "یا سلام" کے وظیفہ سے دم کیا ہوا

Marfat.com

پانی بھی شفا بخش ہوتا ہے۔

(۳) ہر روز جو شخص صبح کی نماز کے بعد ایک ہزار بار "یا سلام" کا ورد کرے گا وہ عمر بھر اندھا، اپاہج، لاچار یا عاجز نہیں ہوگا۔

(۴) کسی شدید بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ تین ہزار بار یا سلام کا ورد کر کے مریض کو پھونک ماری جائے اور پانی بھی دم کیا جائے۔ یہ دم کیا ہوا پانی مریض کو پلایا جائے۔ اس عمل کو تین سے سات روز تک دہرایا جائے۔ انشاء اللہ مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔

(۵) یا سلام کا وظیفہ اختیار کرنے والا شخص آفات، بلاؤں اور سماوی آفات سے بھی محفوظ اور مامون رہتا ہے۔

(۶) یا سلام کا بنایا ہوا تعویز کہ جس پر یہ اسم مبارک پچیس خانوں میں لکھا ہوا ہو۔ اپنے ساتھ رکھنے سے بندہ کئی بیماریوں اور روحانی عوارض سے بچا رہتا ہے۔ وہ شخص سدا اللہ کی حفاظت اور سلامتی میں رہتا ہے۔

(۷) کسی بے ہوش ہو جانے والے شخص کو ہوش میں لانے کے لیے اگر کوئی بھی نمازی شخص "یا رحمٰن یا سلام" تین سو بار پڑھ کر پھونکیں مارے تو انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا اور بے ہوش وبخیر وعافیت ہوش میں آجائے گا۔

(۸) مرض ام الصبیان میں بچے چھوٹی عمر ہی میں مر جاتے ہیں۔ اس مرض میں مبتلا عورت کو چاہیے کہ وہ حمل قرار پانے سے بچے کو دودھ پلانے کے دور تک ہر روز "سلام قولا من رب الرحیم" کا ورد جاری رکھے۔ ہر روز اس آیت مبارکہ کو سات سے گیارہ بار پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے شفا بخش دیتا ہے اور بچے طبعی عمر تک زندہ رہتے ہیں۔

(۹) ہر روز ورد یا سلام کو اختیار کرنے والا خوف، خطرات اور شیطانی و نفسانی وساوس سے بچا رہتا ہے۔ اس کا ورد کرنے کا سب سے مناسب وقت سونے سے پہلے کا ہے۔

(۱۰) دشمن کے مقابلے میں بہادری، ثابت قدمی، استحکام حاصل کرنے کے لیے دشمن کو دیکھ کر دل کے اندر یا سلام کا ورد کرنا چاہیے۔

Marfat.com

(۱۱) بے خوابی اور بے چینی کی صورت میں ایک سو گیارہ بار اس اسم مبارک کو (یا سلام) پڑھیں۔ انشاء اللہ مفید اور موثر ثابت ہوگا۔

(۱۲) سوتے میں جو بچے ڈر جاتے ہوں انہیں اکیس بار یا سلام پڑھ کر پھونک ماریں ' تو بچے کا ڈرنا رک جاتا ہے۔

(۱۳) سر درد اور آدھے سر کے درد کے مریض کا ماتھا پکڑ کر یا سلامؐ کا دم کرنا مفید اور موثر ہوتا ہے اور درد جاتا رہتا ہے۔

Marfat.com

السمیع

السمیع	ــــــــــ	یہ جمالی اسم ہے۔
اعداد	ــــــــــ	۱۸۰
عدد واحد	ــــــــــ	۹

السمیع اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانوے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے اور اس صفت کا قرآن مجید میں انچاس بار ذکر ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ خفی سے' خفی ہلکی سے ہلکی اور بلند سے بلند آواز کو بخوبی سنتا ہے' وہ ان باتوں اور خیالات کو بھی سن لیتا جو انسان اپنے دل کے اندر زبان اور لفظوں کے بغیر سوچتا ہے' یا گمان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قدر عظیم سننے والا ہے کہ پوری نوع انسانی بھی مل کر اس قدر سمیع نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہر خیر' شر' حق اور باطل سب کو سننے والا ہے۔

اللہ السمیع سب کی باتیں سنتا ہے۔ سب موافقین کی اور مخالفین کی ساری باتیں سنتا ہے۔ ہر طرح کی وہ علم و آگہی یا خبر جو بذریعہ سماعت یا سماعت کے دیگر جلی یا خفی حوالوں سے ہے' وہ سب اللہ السمیع بخوبی سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مبہم واضح' مربوط یا غیر مربوط' کسی

Marfat.com

بھی زبان یا بولی کی باتیں سن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سماعت لفظوں سے ماورا اور جملوں سے بالا بحوالہ نیت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی سرگوشی' بات چیت کا اشارہ کنایا سب بخوبی سنتا اور سمجھتا ہے۔ اللہ دوستوں' دشمنوں سب کی باتوں کو خوب سنتا اور جانتا ہے۔ کوئی بات خواہ زور سے کہی جائے خواہ چپکے چپکے کانا پھوسی کے انداز میں' وہ سب سنتا ہے بلکہ خوب سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان' حیوان پرند چرند' آبی یا تری کی مخلوقات حشرات یا جراثیموں' زمین کے اندر تہوں میں چھپی ہوئی مخلوقات اور عمیق اور اندھیرے سمندروں کے اندر کی مخلوقات سب کی خفی سے خفی اور ہلکی آواز بھی سن لیتا ہے۔

السمیع سب کچھ سنتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی کے حوالے جو بھی صفات ہیں وہ سب غایب درجہ زیادہ ہیں۔ سب صفات اپنے انتہائی عروج پر ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع بھی اپنے انتہا پر ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی بات یا آواز سے بہرہ نہیں ہے۔ وہ سب کچھ سنتا ہے۔ وہ سب کچھ بیک وقت سنتا ہے' بیک وقت جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سننا کوئی محض اندھا دھند نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہر شنیدہ اور سماعت کردہ امر' بات' آواز اور خیال پر توجہ بھی فرماتا ہے۔ کسی بھی صدا کو اللہ تعالیٰ ان سنا نہیں چھوڑتا۔

اللہ السمیع

اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ ذات باری ہے کہ جو سب سے زیادہ سننے والی ہے اسے کچھ خفی سے خفی اور مدھم سے مدھم اور مبہم سے مبہم بھی سننے اور سمجھنے میں نہ مشکل پیش آتی ہے اور نہ دقت ہوتی ہے۔

السمیع کا اصل مادہ "سمع" ہے جس کے معنی ہوتے ہیں سننا۔ بعض حوالوں سے قوت سماعت بھی اس کا مطلب ہوتا ہے۔ سمیع اسی لفظ سمع سے بنا ہے۔ لغوی معنے سننے والا کے ہیں۔ یہ سمع سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔

سننے والا اور سنانے والا

سمیع کے معنی سنانے والے کی بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح سے "السمیع" بیک وقت سننے والا بھی ہے۔ اور سنانے والا بھی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات میں سے ہے' اس کے معروف معنی ہر چیز کا جاننے والا اور سننے والا کے بھی ہیں۔

Marfat.com

بنیادی طور پر سمع وہ قوت ہوتی ہے جس سے سنا جاتا ہے اور سمع بیک وقت سننے کا عمل اور فعل بھی ہے۔

بحوالہ تاج العروس اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں یہ جو سمیع ہے وہ بمعنی سامع ہے۔ یعنی سننے والا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا سننا اس سے پاک ہے کہ وہ انسان کی طرح کان کا اس سننے کے لیے محتاج ہو۔ یہی بات اللہ تبارک و تعالیٰ کی دیگر صفات میں بھی ہے' اس کا بصیر ہونا آنکھ کا محتاج نہیں' اس کا ظاہر ہونا کسی وجود ظاہری کا محتاج نہیں۔ اور اس اللہ کا گواہ اور شاہد و شہید ہونا کسی بھی طرح ظاہری جسم و وجود کے ہونے کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام صفات اللہ تعالیٰ کی خلق کردہ مخلوقات کی طرح حواس و جوارح کی نہ تو پابند ہیں اور نہ ان میں مقید ہو کر کسی کی محتاج ہیں۔

سمیع خوب سنتا ہے

اللہ السمیع سب سے زیادہ سنتا ہے' سب سے بہتر سنتا ہے' وہ بلا تکان سنتا رہتا ہے۔ اپنی مخلوقات میں سے کسی ایک کو اور سب کو بیک سننے میں اسے نہ تو کوئی دقت ہوتی ہے اور نہ کوئی حجاب اور واسطہ اس کی سماعت میں حارج اور حائل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندں کو بڑی ہی استقامت اور بڑی ہی توجہ کے ساتھ سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سننا اسی لیے محض سننا ہی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس سماعت کے حسب حال اپنی مرضی اور ارادے سے کام اور کارروائی بھی کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ جنہیں سنتا ہے ان کی نیتوں ان کے ارادوں اور ان کے عزائم سے بھی باخبر ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو کوئی برتاؤ' سلوک' کارگزاری' بندوبست یا اہتمام کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ وہ سب کچھ اپنے قانون اور ضابطہ اور سنت کے مطابق بہت ہی آسانی کے ساتھ کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دشمنوں کی چالوں اور ان کی نیتوں کی بھی خبر اور علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تدبیروں اور خفیہ صلاح مشوروں اور سرگوشیوں سے کی گئی سازشوں سے بھی واقف ہوتا ہے۔

گویا اس حوالے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سب کچھ اللہ کے علم میں رہتا ہے۔ وہ انسانوں کو انسانوں ہی کے تفہیمی انداز میں بتاتا ہے کہ وہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ اس لیے لوگوں کو کسی قسم کا خدشہ یا عدم توجہی کا احساس نہیں ہونا چاہیے۔

Marfat.com

وہ اللہ کہ جو جانتا بھی اور خوب سنتا بھی ہے' اس کا پھر لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اللہ السمیع لوگوں کی پکار پر حسب حال اور حسب منشا کارروائی برتاؤ اور جوابی سلوک اور عمل بھی کرتا ہے۔

ﷲ اللہ تعالیٰ اس طرح کا سمیع و علیم ہے کہ اس کی کوئی بات کوئی فعل یا کوئی امر بے خبری پر مبنی نہیں ہوتا' اس لیے اس کے ہاں کسی خطا یا نا انصافی کا شائبہ اور امکان بھی نہیں ہے۔

اللہ کا سمع و علم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت "السمیع" کا انچاس بار ذکر ہوا ہے بلکہ بعض سورتوں میں خاص صورت حال میں دو دو تین تین آیات کے بعد تواتر سے یہ صفت اظہار پاتی ہے۔

اس لیے بار بار اس صفت کے آنے اور لانے سے یہ مقصد ہے کہ اللہ کسی بات یا امر کو ان سنا نہیں رہنے دیتا۔ اسی طرح وہ کسی بھی بات' سازش' سوچ ارادے یا سرگوشی یا خیال سے بے خبر نہیں ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ السمیع اپنے بندوں کی دعائیں اور فریادیں ہروقت سنتا اور ان کی ضرورتیں اور حاجتیں ہر لمحہ جانتا ہے۔

اللہ السمیع کا نظام اور قانون اندھے کی لاٹھی کی طرح نہیں ہے بلکہ تمام تر اللہ تعالیٰ کے اوصاف سمع و علم پر مبنی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ اور ہروقت ہر چیز کو برابر دیکھتا سنتا اور جانتا رہتا ہے۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اللہ کی ہر کارروائی' ہر سلوک' ہر برتاؤ سب اللہ کے بے خطا سمع و علم پر مبنی ہوتا ہے۔

اللہ اس طرح کا سب سے بڑا' سب سے زیادہ سمیع و علیم ہے کہ اس سے کوئی راز اور بھید کسی کا مخفی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے' جہاں جہاں بھی جو کچھ وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے' ہوا ہے یا جو ہوگا وہ سب اللہ کے سمع و علم پر مبنی ہے اور پھر جو کچھ معاملہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کرے گا وہ بھی اس کے سمع و علم پر ہی مبنی ہوگا۔ اور ہاں اللہ کا سمع اور اللہ کا علم سب سے راست' سچا اور حق ہوتا ہے۔ اس کے اندر کوئی شک و شبہ کی ملاوٹ نہیں پائی جاتی۔

سب کو سننا اللہ کے لیے آسان ہے

انسانوں اور اپنی دیگر مخلوقات کو ان کی اپنی اپنی خاص زبان اور انداز میں سننے کے لیے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا سمع ذرا برابر بھی الجھن یا رکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔ وہ اللہ ہمہ وقت ہمہ اطراف اور ہمہ انداز سنتا رہتا ہے۔ کوئی سننے والا اللہ تعالیٰ السمیع کی صفت سمع کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ کوئی دوسرا اللہ تعالیٰ کی سی توجہ کے ساتھ کسی کو سننے کا یارا' حوصلہ اور ہمت ہی نہیں رکھتا۔ اللہ سے زیادہ اور بڑھ کر کوئی اور سننے والا "سمیع" ہو ہی نہیں سکتا اور ہر ایک کو سننے کے بعد اس پر کارروائی کرنے میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اور مستعد اور فعال نہیں ہے۔

اللہ السمیع اللہ السمیع کا سمع و علم اس قدر حاوی اور محیط ہے کہ وہ انسان کی سوچوں' خیالات اور آرزوؤں کو بھی جان لیتا ہے اور سن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ الفاظ و اصوات کے قالب کے بغیر بھی سب کچھ سن لیتا ہے۔ یہ اس لیے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو "انسان کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔" (۵۰-۱۶ جزوی):

اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ تو خود بھی اپنی جان سے اتنا قریب نہیں ہے' اس کا خالق و مالک اللہ اس کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بندے کی وریدوں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔ اس کی روح سے بھی جان سے بھی قریب۔ انسان کی حیات سے بھی قریب ہے۔ انسان کی نظر اس کی بصر یعنی آنکھ سے اتنی قریب نہیں جتنا اللہ اس کے قریب ہے۔ اس کا لعاب دہن اس کی زبان اور ذائقے سے اتنا قریب نہیں جتنا قریب اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے ذہن سے اس کی سوچ اور فکر سے بھی زیادہ قریب ہے۔ انسانی خون کے اندر جتنی قریب حدت ہے اللہ تو انسان سے اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ پھر ایسی صورت میں کسی بھی حالت میں کسی حالت کو سننا اس سمیع کے لیے کیسے محو ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سننے سے کیسے دور رہ سکتا ہے۔

اللہ سمیع الدعا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں چند بار اللہ کی صفت سمیع کے ساتھ دعاؤں کے سننے کا ذکر آیا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اللہ السمیع صرف دعاؤں کو سنتا ہی نہیں بلکہ انہیں قبول بھی فرماتا ہے۔ قرآن مجید نے حضرت ذکریا علیہ السلام کی ایک دعا کو اس طرح سے ریکارڈ کیا ہے کہ:

"ذکریا نے (بارگاہ صمدیت میں) دعا کی کہ اے پروردگار مجھے اپنی جناب سے پاکیزگی حیات کی حامل نسل مرحمت فرما۔ ہر آئینہ تو دعاؤں کو سننے اور قبول

Marfat.com

کرنے والا ہے۔" (۳-۳۸): اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبولیت بخشی۔

اسی طرح کی ایک دعا کی قبولیت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شکرانہ اور اظہار تشکر بھی اور باری تعالیٰ کا سمیع الدعا ہونا اس طرح سے قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

"اس ذات الٰہی کو تمام تعریفیں سزاوار ہیں جس مبداء کائنات نے پیرانہ سالی میں مجھے اسماعیل اور اسحاق جیسے فرزندان صالح عطا کیے' یقیناً میرا رب دعائیں سننے والا ہے۔" (۱۴-۳۹):

اللہ سمیع و بصیر ہے

قرآن مجید میں سات بار اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع ایک دوسری صفت رحمانی "بصیر" کے ساتھ بھی آئی ہے۔ "بصیر" کے معنی ضمناً یوں بتائے جاسکتے ہیں کہ ہر بات کو دیکھنے والا۔ ہر بات اور عمل کا علم رکھنے والا اور "اللہ کی دیکھنے اور سننے کی شان عجیب ہے"۔ (۱۸-۲۶) گویا اپنی اس شان میں اللہ تعالیٰ بہتر سننے والا دیکھنے والا ہے۔

انسان کی عملی زندگی اور اسلامی معاشرے کی تعمیر و ترقی کے حوالے سے ایک آیت مبارکہ میں اللہ کے سمیع و بصیر ہونے کی صفات کو اس طرح بتایا گیا ہے کہ:

"مومنو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جن جن کی امانتیں (حقوق و فرائض) تمہارے ذمہ ہیں انہیں ادا کرو اور جب تمہیں حکم بتایا جائے تو فریقین میں عدل کے ساتھ فیصلہ کرو' تمہیں اللہ تعالیٰ نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے اور بصیر بھی۔" (۴-۵۸):

پھر اسی طرح اللہ جو خبیر و بصیر اور سمیع و علیم بھی ہے وہ اپنے پروگرام کے نفاذ اور تبلیغ و ترویج کی خاطر کس طرح اپنے سمع و بصر کی صفات کو بروئے کار لاتا ہے۔ اللہ سمعی و بصری توفیقات اور سمیع و علیم بھی ہے۔ اس حوالے سے چند ایک آیات کا ترجمہ یوں ہے:

"اور پھر اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے (یعنی تعمیر کر رہے تھے) اور ان کی زبانوں پر یہ دعا جاری تھی کہ: اے ہمارے پروردگار (ہماری یہ خدمت قبول فرما) ہر آئینہ تو ہماری دعائیں سننے والا ہے اور ہمارے خلوص نیت کو جاننے والا ہے۔" (۲-۱۲۷):

Marfat.com

اللہ سمیع و علیم ہی اپنے بندوں کو دشمنوں کی ایذا رسانیوں اور ان کے شر سے بچانے والا ہوتا ہے اور سب اللہ کے احاطہ سمع و بصر میں ہوتا ہے کون سچائی پر ہے اور کون سچائی سے دور ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری ہے کہ:

"ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو' اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے اور علیم بھی۔" (۲-۲۴۴):

قرآن مجید میں متواتر دو آئتوں میں ایک تسلسل کے ساتھ صفات باری تعالیٰ سمیع و بصیر آئی ہیں۔ پہلی آیت میں اس طرح سے آیا ہے کہ:

"اللہ نے آدم' نوح' آل ابراہیم اور آل عمران کو اہل عالم کی رہنمائی کے لیے منتخب کر لیا' یہ ایک دوسرے کی ذریت ہیں اور اللہ سمیع و علیم ہے۔" (۳: ۳۳-۳۴):

"وہ وقت یاد کرو جب عمران کی بیوی نے دعا کی کہ اے میرے رب جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں نے اس کو ہر چیز سے چھڑا کر تیرے لیے خاص کیا' سو تو اس کو میری طرف سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے جو سننے والا جاننے والا ہے۔" (۳-۳۵)

اللہ تعالیٰ کے سوا لوگوں نے جن معبودوں کو اختیار کر رکھا ہے' ان معبودوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے اور پھر جو لوگ ان کی پوجا کرتے ہیں وہ کسی معیار و مرتبہ کے نہیں ہیں اور نہ انہیں ان باطل معبودوں سے کچھ حاصل ہوتا ہے اور نہ کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ معبودان باطل تو خود بے بس اور ناکارہ ہوتے ہیں' لیکن خالق حقیقی اور معبود حق تو دانا بینا اور سننے اور جاننے والا ہوتا ہے۔ اس تناظر میں ایک ارشاد ہے:-

"ان سے پوچھیے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان (جھوٹے معبودوں) کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ تمہارے نفع پر کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ نقصان پر اور اللہ تعالیٰ کو تمہاری سب باتیں سنتا اور جانتا ہے۔" (۵-۷۶):

اور مزید اس طرح سے ہے کہ اللہ تو وہ ہے جو:

"سلسلہ روز و شب میں زندگی کرنے والی ساری مخلوق اسی کی ہے اور وہ (خود)

Marfat.com

سمیع ہے اور علیم ہے۔"(۶-۱۳):

اللہ السمیع کے کلمات صدق و عدل

قرآن مجید میں "سمیع و علیم" کی صفات الٰہی متعدد مقامات پر مختلف حوالوں سے وارد ہوئی ہیں مثلاً

"یہ تنزیلات الٰہی تیرے رب کے کلمات صدق و عدل ہیں جو پایہ تکمیل تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کا کوئی مبدل نہیں ہے وہ سمیع ہے اور علیم بھی (ان کلمات میں کمی ممکن ہی نہیں ہے۔)"(۶-۱۵۵):

جنگ بدر کے حوالے سے سمیع کا وعدہ

سورہ الانفال میں جنگ بدر کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ اور مسلمانوں کو کس طرح فتح و نصرت دی اور پھر اپنے سمیع اور علیم ہونے کو واضح فرمایا کہ:

"اے رسول تم نے (کافروں کو) قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا اور جب تم نے (تیر کنکریاں) پھینکیں تو تم نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں تاکہ وہ اہل ایمان کو ابتلائے حسنہ میں آزمائے بلاشبہ وہ (ذات عظیم) سمیع ہے اور علیم ہے۔"(۸-۱۸):

"ایک اور حوالے سے اس طرح سے بھی مذکور ہے کہ:"

"اللہ تعالیٰ کا امر اٹل ہے اور اٹل تھا' (جو غلبہ اسلام پر منتج ہوا) تاکہ جو ہلاک ہوا تمام حجت پر کھلی دلیل کے ساتھ ہلاک اور جو زندہ رہے وہ اتمام حجت پر کھلی دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سمیع اور علیم ہے۔"(۶-۴۴)

پھر اسی سورۃ میں غزوات و محاربات کے حوالے سے امن و صلح کے بارے میں بھی رہنمائی فرمائی گئی کہ:

"اے رسول اگر کفار صلح کے لیے سلسلہ جنبانی کریں تو تم بھی اس خصوص میں مثبت رویہ اختیار کرو' اور اللہ جل جلالہ پر بھروسہ کرو جو سمیع بھی ہے اور علیم بھی۔"(۸-۶۱)

خلاصتہ ""یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کی صفت سمیع متعدد حوالوں سے قرآن مجید میں آئی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت جلالت باخبر ہونے' ہر شے عمل اور کام کو

Marfat.com

دیکھنے پر قدرت اور اختیار رکھنے والا' سب کچھ جاننے والا بینا اور شنوا ہے۔ اس پوری کائنات کی ہر مدہم سے مدھم اور خفی سے خفی بات کو بھی وہ پوری توجہ کے ساتھ سنتا اور اس پر حسب منشا کارروائی بھی کرتا ہے۔ ایک ارشاد اس طرح سے ہے کہ:

"رسول نے کہا میرا پروردگار آسمان کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کی ساری باتیں سنتا ہے وہ بلاشبہ سمیع اور علیم ہے۔" (۲۱-۴):

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ اسم مبارک "سمیع" بے حد برکات و فیوض کا حامل ہے۔ اس اسم حسنہ کا ورد کر کے اگر کوئی دعا مانگے تو اللہ ایسی دعاؤں کو جلد شرف قبولیت بخشتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص جمعرات کو نماز چاشت کے بعد "یا سمیع" کو پانچ سو بار پڑھ کر دعا کرے تو اللہ ایسی دعا کو جلد قبول فرمالیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر روز "یا سمیع" کا ایک سو بار ورد کرنا اپنا معمول بنالے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ مجیب الدعوات بنا دیتا ہے۔

(۴) ہر طرح کی مصیبتوں سے محفوظ رہنے کے لیے "یا سمیع" کو ہر نماز کے بعد گیارہ بار پڑھنا بے حد مفید اور باعث برکت ہوتا ہے۔ ایسا شخص سدا اللہ السمیع کی حفاظت میں رہتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص جمعرات کے دن نماز ظہر کے بعد یکسوئی کے ساتھ ایک سو بار ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی ہر نیک خواہش پوری کر دیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص یا سمیع" کا ورد کرنا اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی دعاؤں کو قبولیت بخشتا ہے۔

(۷) اگر کسی شخص کے کان میں درد ہو یا کان کے اندر زخم ہو گیا ہو تو ایسے شخص کے کان میں یا سمیع پڑھ کر پھونک ماریں تو اللہ بتدریج شفا بخش دیتا ہے۔

(۸) اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرنے والا لوگوں کی نظر میں مقبول اور ہر دلعزیز ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

(۹) اگر کوئی شخص مشکل امور اور مہمات میں پھنس گیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ مشکل کے وقت ساٹھ سو بار یا سمیع کا ورد کر کے پروردگار سے دعا کر کے اس کام کا آغاز انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی حاصل کرے گا۔

(۱۰) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو ہر سات چند بار پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک مارے تو اللہ تعالیٰ اسے بیماریوں سے بچائے رکھتا ہے اور اس کی سماعت میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ سماعت کو بحال بھی رکھتا ہے۔

(۱۱) ہر فرض نماز کے بعد گیارہ بار "یا سمیع" پڑھنے والا شخص ساری عمر بہرہ ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔

Marfat.com

الشکور

الشکور ——— ایک اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۵۲۶

عدد واحد ——— ۴

شکور کے معنی شکر گزار ہونے کے ہوتے ہیں' لیکن جب یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتی ہے تو اس کے معنی سب سے بڑا قدر شناس 'قدر دان' سب سے بڑا شکر گزار کے ہوتے ہیں۔ یہ لفظ "شکر" سے باب نصر سے مصدر ہے اور شکر سے مبالغہ واحد ہے۔ اس اعتبار سے اس کے معانی احسان ماننے والا اور شکر کو قبول کرنے والا بھی ہیں۔

الشکور وہ ہوتا ہے جو بے حد قدر دان ہو' اور چھوٹی سی نیکی پر بھی بہت زیادہ ثواب دینے والا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ شکور بھی ہے اور شاکر بھی۔ اس طرح سے شاکر کے بھی وہی معانی ہوتے ہیں جو شکور کے ہیں۔ یوں سب سے بڑا شکر گزار بہت شکر کرنے والا بھی وہی ہے۔

شکر' شاکر' شکور (ش-ک-ر) "شکر" کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کا بھرپور ہو جانا۔

Marfat.com

لبالب بھر جانا اور یوں اس کا نمایاں اور ظاہر ہو جانا۔ ان بنیادی اور اساسی معانی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے شکور اور شاکر ہونے کے معنی ہوں گے انسانی اعمال میں بھرپور نتائج پیدا کرنے والا۔ اور اسی طرح سعی مشکور کے معنی ہوں گے وہ کوشش جو بھرپور نتائج پیدا کر دے' اور پھر انسان کی طرف سے شکر نعمت کے معنی ہوں گے' خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو چھپا کر نہ رکھنا بلکہ اس طور کھلے کھلے رکھنا کہ ان سے ہر ایک متمتع ہو سکے۔

"شکر" کا لفظ "کفر" کے مقابلہ میں آتا ہے۔ کفر کے معنی ہیں کسی چیز کو چھپا کر رکھنا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سدا شکر' ہی ادا کرنا چاہیے۔ جس مقصد کے لیے خدا نے یہ نعمتیں دی ہیں' انہیں اسی مقصد کے لیے صرف کرنا بندے کا عمل شکر ہے۔

اس پس منظر میں "شکر" کے معنی ہوں گے صحیح قاعدے اور قانون کے مطابق اس طرح محنت کرنا کہ اس سے بھرپور نتائج پیدا ہوں' اور اس طرح اپنی محنت کے ماحصل کو (نیز جو کچھ خدا کی طرف سے وہبی طور پر ملے اسے) اس طرح اور نمایاں طور پر کھلا رکھنا کہ اس سے سب لوگ فیض یاب ہوں۔ اس سے خود انسانی صلاحیتوں کی بھی پوری پوری نشوونما ہوتی جاتی ہے۔ یہ اپنی ذات کے لیے "شکر" ہے۔

مومن کی شان اور شکر

مومنین کسی کی مدد کر کے نہ تو اس پر بار بار اپنا احسان جتاتے ہیں کہ اس کی عزت نفس ہی مجروح ہوتی رہے اور نہ وہ کسی طرح کے شکریئے اور اظہار تشکر ہی کے متمنی بھی نہیں ہوتے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری ہے کہ:

> "اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں وہ مسکین' یتیم اور اسیر کی ضروریات طعام (و زیست) پوری کرتے ہیں۔ (ارشاد ہوا کہ) انہیں ضروریات طعام مہیا کر کے وہ انہیں کہتے ہیں کہ ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خاص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں۔ تم سے نہ جزا کی طلب کریں گے نہ شکر گزاری کی۔"۔(۷۶: ۷-۸):

اسی پس منظر میں اپنے بندوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک بڑا ہی واضح ارشاد اس طرح سے ہے کہ اہل ایمان کو صرف ایک خدا کے قوانین کی اطاعت کرنی چاہیے تاکہ ان کے اعمال بھرپور نتائج سے ہمکنار ہوتے چلے جائیں۔

Marfat.com

"پس تم صرف اور صرف اللہ کی عبادت کرو' اور اس کی ان گنت نعمتوں پر شکر گزاری کرنے والے بنو۔"(۳۹-۶۶):

بحوالہ شکر' شکور کی شان

اللہ تبارک و تعالیٰ جو سب سے بڑا قدر دان اور شکر قبول کرنے والا ہے۔ اسے بندوں کے شکر یا کفر سے کوئی فرق نہیں پڑتا' البتہ وہ جو کچھ چاہتا ہے صرف اور صرف انسانوں ہی کی بہتری اور بھلائی کے لیے چاہتا ہے۔

"اگر تم اس کا کفر کرو تو تم سے وہ بے نیاز ہے۔ لیکن وہ اپنے بندوں کے لیے کفرو جحود ناپسند کرتا ہے۔ اگر تم اس کی نعمتوں کا شکر کرو تو وہ اسے تمہاری بہتری اور بھلائی کے لیے پسند کرتا ہے۔"(۳۹-۷ جزوی):

اور پھر اسی ذیل میں یوں بھی ہے کہ:

"دراصل جو شخص بھی بارگاہ صمدیت میں شکر ادا کرتا ہے' وہ اپنے فائدے کے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز اور بزرگی والا ہے۔"(۲۷-۴۰)۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ بھی چاہتا ہے کہ بندگان خدا شکر گزار بنیں نہ کہ کفر اور کفران نعمت کرنے والے۔ اسی پس منظر میں یہ آیات مبارکہ آئی ہے کہ:

"فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولاتکفرون"۔

"پس تم میری نعمتوں کا تذکرہ کرتے رہو۔ میں تمہیں تمہاری خیر خواہی کی نعمتوں میں نعمتیں بڑھاتا رہوں گا' تم میری نعمتوں کا صحیح استعمال یعنی شکر کرو اور ان کا غلط استعمال یعنی کفر نہ کرو۔"(۲-۱۵۲):

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا جو لوگ شکر کرتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ بے شمار نوازشات' نعمتیں اور عنایات ہوتی ہیں' اور اللہ تعالیٰ بہرصورت شکر کرنے والوں کو خوب بدلہ دیتا ہے۔

"اور اللہ تعالیٰ شاکروں کو بلاتاخیر اجر دے گا (اور اجر دیتا ہے)"(۳-۱۴۴):

اسی سورت آل عمران میں شاکرین ہی کی تحسین و تبریک کے حوالے سے مزید اس

Marfat.com

طرح سے ایک تکرار کے سے انداز میں آیا ہے کہ:

"یہ کسی کا مقدور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر جائے۔ موت کا وقت تو اس (خالق موت و حیات) نے لکھ رکھا ہے' جو کوئی دنیا میں اپنے اعمال کی جزا چاہے گا اسے ہم دنیا میں دیں گے اور جو آخرت میں چاہے گا اسے آخرت میں اجر عطا کیا جائے گا اور ہم شاکروں کو بلاتا خیر اجر حسنہ دیں گے۔" (۳-۱۴۵):

بندے کی شکر گزاری

قرآن مجید میں شکر گزاری کے حوالے سے متعدد آیات موجود ہیں' اور اسی طرح شکر گزار لوگوں کے بارے میں اور اس شکر گزاری کے احسن نتائج کے ضمن میں قرآن مجید میں کم و بیش چالیس مقامات پر ذکر موجود ہے لیکن اس سارے ذکر اذکار میں باور یہی کرایا گیا ہے کہ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے تو اللہ الشکور چونکہ بے حد قدر دان اور قدر شناس ہے' وہ ان کے شکر کا بڑا ہی قابل ستائش اجر اور بدلہ دیتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں اس امر کی جانب بھی توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ اکثر لوگ اللہ کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے۔ لیکن اس ساری صورت حال کے باوجود اللہ لوگوں کے شکر کی بھرپور طور پر قدر دانی کرتا ہے اور ان پر اپنی رحمتوں اور نعمتوں میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

شکور قبول کرنے والا ہے

شکر کا لفظ صلوٰۃ یا توبہ کے الفاظ کی طرح ان الفاظ میں سے ہے جن کے معنی میں نسبت کی تبدیلی سے فرق ہو جاتا ہے۔ جب بندے کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے تو اس کے معنی شکر گزاری کے ہوتے ہیں' لیکن جب اسی کی نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کے معنی قبول کرنے کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے شکور قبول کرنے والا اور شاکر بھی ہر طرح کے شکر کو قبولیت فرمانے والا ہوتا ہے۔

اللہ شاکر علیم ہے

مناسک حج کے حوالے سے انسان کو جو ظاہری طور پر چند ایک دشواریاں برداشت کرنا پڑتی ہیں' اللہ تعالیٰ کو ان کا کلی طور پر احساس ہے اور لوگوں کے اس جہد کو اور سعی کو بہر صورت بہ نظر استحسان دیکھتا ہے' اسی پس منظر میں ایک ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

Marfat.com

"یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے' اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں ہے کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کر لے اور جو خوش دلی سے اور برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا- اللہ کو اس کا علم ہے اور اس کی قدر کرنے والا ہے-" (۲-۱۵۸)

گویا اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کے خوش دلی سے کیے ہوئے نیک کاموں اور پر خلوص سعی کو سعی مشکور کا درجہ عطا کرتا ہے اور یوں وہ سعی اللہ تعالیٰ کے قانون و قاعدے کے مطابق بھرپور اور شایان شان نتائج سے ہمکنار ہوتی ہے اوریوں ان پر اللہ تعالیٰ کا بے حد قدر شناس اور قدر دان ہونا بھی بہرصورت اثر انداز ہوتا ہے۔

اللہ قدر دان ہے سورۃ النساء میں اللہ الشکور کا ایک ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ تمہیں خواہ مخواہ سزا دے۔ اگر تم شکر گزار بندے ہو تو اور شکر کرتے رہو تو اور ایمان کی روشنی پر چلی اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے-اور وہ سب کے حال سے خوب واقف ہے-" (۴-۱۴۶)

اس آیت مبارکہ میں لفظ "شاکر" استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ "قدر دان" کیا گیا ہے۔ شکر جب اللہ کی طرف سے بندے کی جانب ہو تو معنی "اعتراف خدمت" یا قدر دانی کے ہوں گے۔ اور جب بندے کی طرف سے اللہ کی جانب ہو تو معنی "اعتراف خدمت" یا قدر دانی کے ہوں گے۔ اور جب بندے کی طرف سے اللہ کی جانب ہو تو اس کو اعتراف نعمت یا احسان مندی کے معنی میں لیا جائے گا- اللہ کی طرف سے بندوں کا شکریہ ادا کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نا قدر شناس نہیں ہے- جتنی اور جیسی خدمات بھی بندے اس کی راہ میں بجالائیں' اللہ کے ہاں ان کی قدر کی جاتی ہے۔ کسی کی خدمات صلہ و انعام سے محروم نہیں رہتیں' بلکہ وہ نہایت فیاضی کے ساتھ ہر شخص کو اس کی خدمت سے زیادہ صلہ دیتا ہے۔ بندوں کا حال تو یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے کیا اس کی قدر کم کرتے ہیں اور جو کچھ نہ کیا اس پر گرفت کرنے میں بڑی سختی دکھاتے ہیں- لیکن اللہ کا حال یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے نہیں کیا ہے' اس پر محاسبہ کرنے میں وہ بہت نرمی اور چشم پوشی سے کام لیتا ہے اور جو کچھ کیا ہے' اس کی قدر اس کے مرتبے سے بڑھ کر کرتا ہے۔"

Marfat.com

شکر سچے ایمان کا سرچشمہ ہے

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے کہ اگر تم شکر گزار بنو گے اور ایمان اختیار کرو گے تو اللہ بڑا ہی قدر دان ہے۔ اور ہر ایک کے اعمال و ایمان سے اچھی طرح سے واقف اور باخبر ہے۔

فلسفہ دین کے اعتبار سے شکر ہی دراصل سچے ایمان کا سرچشمہ ہے' نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ بعض مرتبہ نسبت کے بدل جانے سے الفاظ کے معنی بدل جاتے ہیں' چنانچہ جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ شکر کی نسبت جب خدا سے ہو گی تو اس کے معنی قبول کرنے کے ہوتے ہیں اور جب یہ نسبت اللہ کے بندوں کی طرف ہو گی تو اس صورت میں اس کے معنی شکر گزاری کے ہوں گے۔

قدر دانی والا اللہ

سورۃ التغابن میں اسی حوالے سے ایک آیت مبارکہ میں آیا ہے کہ "اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو تو وہ تمہارے لیے مضاعت دو گنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان اور صاحب علم ہے۔" (۶۴-۱۷):

اس آیت مبارکہ میں لفظ "شکورٌ حلیم" کے معنی قدر دانی کے ساتھ قبول کرنے والے کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیکیوں کا بڑا ہی قدر دان اور ان کی بڑی پذیرائی فرمانے والا ہے۔ اگرچہ وہ غنی و حمید ہے' اس کے بندے اس کے حضور میں جو نذرانے پیش کرتے ہیں' اسی کے دیئے ہوئے ہیں اور اسی کے دیئے ہوئے مال میں سے پیش کرتے ہیں' لیکن وہ ان کو حقیر نہیں خیال کرتا بلکہ وہ ان کو قدر کے ساتھ قبول کرتا ہے اور ان کو پروان چڑھاتا ہے اور ساتھ ہی وہ حلیم ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنے بندوں کے ساتھ نہایت فیاضانہ معاملہ کرتا ہے۔ اگر وہ بڑی برائیوں سے بچنے والے ہوتے ہیں' تو ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے وہ چشم پوشی فرماتا ہے۔"

مخلص اہل ایمان کے ساتھ اللہ کا معاملہ

اللہ تبارک و تعالیٰ جو شکر کرنے والوں کا قدر دان ہے اہل دل اہل ایمان کے ساتھ خاص معاملہ ہوتا ہے۔ مخلص اہل ایمان کے ساتھ اللہ کا معاملہ ان تنگ دل کا سا نہیں ہوتا جو بات بات پر کرخت اور سخت دل ہو جاتا ہے۔ اور ایک ذرا سی خطا پر اپنے ملازم کی ساری خدمتوں اور وفاداریوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو بڑا ہی

Marfat.com

فیاض اور کریم آقا ہے جو اپنے بندوں پر سدا مہربان ہے۔ اس لیے جو بندہ اس اللہ الشکور و شاکر کا وفادار بن جاتا ہے اللہ اس کی خطاؤں پر چشم پوشی سے کام لیتا ہے اور جو کچھ بھی خدمت اس سے بن آتی ہے اسی پر اس کی قدر فرماتا ہے۔ اس طرح کے اپنے بندوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ:

"وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عمیق جذبہ تشکرو امتنان میں ڈوب کر کہیں گے' تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے جس کے کرم بے نہایت نے ہمارا حزن و ملال دور فرما دیا' یقیناً ہمارا پروردگار "غفور' شکور" یعنی مطلق صاحب غفران اور نہایت قدر دان ہے۔" (۳۵-۳۴)

شکور' اجر کا بدلہ دینے والا

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اشیائے کائنات میں اختلاف ان چیزوں کا خود پیدا کردہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اختلاف نظام فطرت کا خود پیدا کردہ ہے۔ جس کے سامنے وہ ساری اشیاء خود مجبور ہیں' ان انسانوں کا اختلاف ان کا اپنا خود پیدا کردہ ہے۔ اس لیے اس کی ساری ذمے داری ان پر خود عاید ہوتی ہے اور جو انسان جس روش کو اختیار کرتا ہے' اس کے مطابق ہی اس کا نتیجہ اس کے سامنے آ جاتا ہے۔ اس لیے جو لوگ قانون خداوندی کا اتباع کرتے ہیں' نظام صلوٰۃ کا نفاذ اور قیام عمل میں لاتے ہیں اور جو کچھ خدا نے انہیں دیا ہے خواہ ان کی مضمر صلاحیتیں ہوں یا محنت کا ماحصل' اسے وہ نوع انسانی کی نشوونما کے لیے کھلا رکھتے ہیں' اور سب کے سامنے اور عندالطلب پوشیدہ بھی' یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی تجارت کرتے ہیں کہ جس میں کبھی خسارہ نہیں ہو سکتا (۹-۱۱۱)' (۶۱-۱۰)' (۶۲-۱۱):

مزید وضاحت اور اللہ کی قدر دانی کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ:

"جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں' نماز برپا کرتے ہیں' اور مرزوقات الٰہی میں سے پوشیدہ اور ظاہر انفاق کرتے ہیں وہ ایک ایسی تجارت کرتے ہیں اور ایسی سوداگری کے امیدوار ہیں جس میں قطعاً خسارہ نہیں۔ اور انہوں نے یہ تجارت اس لیے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا اجر پورا پورا دے' اپنے فضل بے نہایت سے اس میں اضافہ کرے۔ بے شک وہ صاحب غفران اور سب

Marfat.com

سے بڑا قدر دان ہے۔" (۳۵: ۲۹-۳۰):

اور پھر اسی حوالے سے سورۃ الشوریٰ میں بھی ایک آیت مبارکہ میں اسی امر کا اعادہ ہوا ہے کہ:

"جو کوئی نیکی کرتا ہے تو ہم اس کے لیے خوبی بڑھاتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ صاحب غفران اور بہت بڑا قدر دان ہے۔" (۴۲-۲۳ جزوی):

اللہ الشکور تو وہ ہے کہ جو لوگوں کے عمل کی تھوڑی پونجی کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے' اور اس تھوڑی متاع اور پونجی کو اس قدر عزت بخشتا ہے کہ اسی کے بدلے میں جنت دے دے گا۔

اللہ شکورٌ حلیم ہے

اسی اعتبار سے اللہ تبارک و تعالیٰ شکور حلیم ہے کہ وہ لوگوں کے معمولی عمل اور نیکی کی بھی قدر دانی فرماتا ہے۔

اور اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ جو کوئی بھی نیک کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا اجر بہت اچھا عطا فرماتا ہے۔ اور عطا فرمائے گا' اللہ تعالیٰ مہربان' حلیم اور اچھے کاموں کی تحسین و تبریک اور قدر دانی کرنے والا ہے۔ اور شاکرٌ حلیم تو وہ اللہ ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور حق کو خوب مانتا اور اس کی قدر کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان معنوں میں شکور حلیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کے نیک اعمال اور ارادوں کو نشوونما کی توانائیاں بخشتا ہے۔ ان کی ہمت افزائی کر کے قدر دانی کرتا ہے۔ اپنے حضور تھوڑی نیکی کو بھی بہت قدر و منزلت بخشتا ہے۔ اسی لیے پیغمبران اسلاف نے بھی اللہ سے ہمیشہ یہی دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا بننے اور رہنے کی توفیق دے۔ انہوں نے شکر کرنے کو عبادات کا ایک اہم جزو سمجھا ہے۔

اور انسان نے سدا ہی اس حقیقت کو جان لیا ہے کہ جو لوگ اور اقوام شکر کرتی رہی ہیں اور شکر کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو سدا مشکور فرماتا رہا ہے اور مشکور فرماتا رہے گا' یہی اللہ الشکور و شاکر کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہرصورت خود شکور اور شاکر ہے اور شکر کرنے والے شاکرین کو پسند فرماتا ہے اور ان کی قدر افزائی فرماتا اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص اسم مبارک "یا شکور" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی رحمتوں اور نعمتوں میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص اکتالیس بار "یا شکور" کا پانی پر دم کر کے اس پانی کو آنکھوں اور سینے پر لگائے تو اللہ اسے ہر طرح کی بیماری سے شفا بخشتا ہے۔ دم کیے ہوئے اس پانی کو پینے سے بھی شفا ملتی ہے۔

(۳) اگر کسی شخص کے دل پر بار ہو اور اسے اس سے دقت محسوس ہو اس اسم مبارک کا اکتالیس بار ورد کر کے پانی دم کر لیا جائے اور پھر اس پانی سے بار بار سینے کو تر کیا جائے۔ یقیناً پانی پینا بھی باعث شفا ہوتا ہے۔

(۴) اگر کسی بچے یا شے کو نظر بد ہو گئی ہو تو اس کے اثرات سے بچنے کے لیے اکتالیس بار "یا شکور" سے دم کیا ہوا پانی اسے پلایا جائے اور اس پر اسی پانے کی چھینٹے ڈالے جائیں تو اللہ اسے شفایاب رکھتا ہے اور نظر بد کے برے اثر سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص چالیس دن تک ہر روز پانچ دس بار یا شکور کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے غیب سے غنی کر دیتا ہے اور اس کو پریشانیوں سے بھی نجات بخشتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا تین ہزار بار ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو اسے اللہ تعالیٰ خلق میں باعزت بنا دیتا ہے۔ اس کے لیے آخرت میں بھی بڑا مرتبہ ہوتا ہے۔

(۷) اس اسم مبارک کا جو شخص اکثر ورد کرتا رہے اللہ تعالیٰ سدا اس کی بینائی اور بصارت کو محفوظ رکھتا ہے' ایسا شخص آنکھوں کی بیماریوں سے بھی بچا رہتا ہے۔ اسی ورد سے آنکھوں کی جملہ بیماریاں جاتی رہتی ہیں۔

(۸) جو شخص باوضو ہو کر خلوص دل کے ساتھ اکثر "یا شکور" کا ورد کرتا رہے تو اللہ ایسے شخص کو اپنا مقبول بنا لیتا ہے اور اس کی دعاؤں کو بھی منظور کر لیتا ہے۔

Marfat.com

(۹) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد تین سو بار اس اسم حسنہ کا ورد کر کے پروردگار سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صاحب کشف بنا دیتا ہے۔ یوں وہ شخص لوگوں کے لیے باعث رحمت و برکت بن جاتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص مالی پریشانیوں میں گھرا ہوا ہو تو اسے چاہیے کہ اس اسم "یا شکور" کو بکثرت پڑھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کے احوال بہتر فرما دیتا ہے۔ اس عمل سے قلبی و روحانی سکون بھی میسر آتا ہے۔

(۱۱) دل سے فاسد خیالات اور شیطانی وساوس سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھی "یا شکور" کا ورد کرنا بے حد مفید ہوتا ہے۔

(۱۲) اس اسم مبارک کا جو شخص اکثر ورد کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کی معمولی اور چھوٹی نیکیوں کو بھی زیادہ قدر و منزلت بخشتا ہے۔

Marfat.com

الشہید

الشہید ——— یہ اسم جمالی ہے۔

عدد ——— ۳۱۹

عدد واحد ——— ۴

شہید' الشہید کے معنی ہوتے ہیں گواہ 'شاہد' حق کی گواہی دینے والا' پوری پوری اور سچی گواہی دینے والا۔ حاضر اور گواہ۔

لفظ شہید کا مادہ (ش ہ د) ہے۔ اس کے بنیادی معنی حاضر ہونا یا موجود ہونا ہیں۔ اس طرح شہید گواہی دینے والا ہوتا ہے۔ یعنی وہ جو آنکھوں سے دیکھے اور پھر سب کچھ بتائے۔ نیز اس کے معنی ہوں گے محسوس طور پر سامنے آ جانے والے امور۔ بعض لوگ بتاتے ہیں کہ شہید کے معنی فیصلہ کرنے والے کے بھی ہیں اور انہی معانی میں لفظ شاہد بھی آتا ہے۔

الشہید کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ بندہ کے ظاہر و باطن پر حاضر اور مطلع۔ شہید ہر جگہ موجود اور حاضر ہوتا ہے وہی واقف آگاہ۔

Marfat.com

ہمارے یہاں مقتولین فی سبیل اللہ کے لیے شہید کا لفظ آتا ہے لیکن قرآن کریم میں ان لوگوں کو مقتولین فی سبیل اللہ ہی کہا گیا ہے۔ البتہ جنگ کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے شہدا لینا چاہتا ہے۔ اس کے معنی عام طور پر گواہ ہی کے ہیں۔

ایمانیات کے مشاہد

سورہ آل عمران میں بڑے ہی واضح انداز میں فرمایا گیا ہے کہ یہ غزوہ احد کے پس منظر میں ہے کہ: غزوہ احد میں مسلمان اعداء میں محصور ہو گئے تو اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ نے گڑا گڑا کر دعا کی "اے مولا اس شہر میں اس گروہ کے سوا تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے' اس پر طمانیت قلب کے لیے اس آیت کا نزول ہوا کہ دیکھو ہمت نہ ہارو' حزن و ملال کو راہ نہ دو۔ اگر تم مومن صادق ہو تو غلبہ و نصرت تمہاری تقدیر ہے۔(۱۳۰):

پھر یوں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ:

"اگر تمہیں ہزیمت ہوئی ہے تو ایسی ہزیمت تمہارے مخالفوں کو بھی ہوئی ہے(فتح و شکست کے واقعات تو تاریخ انسانی کا حصہ ہیں') اور یہ ایام ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں(یعنی تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ تم میں قوی الایمان لوگوں کو متمیز کر دے اور تم میں ایمانیات کے مشاہد بنا دے (اور بات واضح ہو جائے کہ)اللہ تعالیٰ ناانصافوں اور (متجاوز عن الحدود لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔"(۳-۱۴۰):

شہید۔ شہادت

الشہید کی صفت کے حوالے سے ہی شہادت ہوتی ہے اور اسی سے شاہد ہے۔ قرآن مجید نے لفظ (ش ہ د) شہد سے بننے والے الفاظ کم و بیش دو سو مقامات پر بطور شاہد' شہادت شہود' مشہود' اور شہید کے استعمال کیے ہیں۔

ان میں گواہوں کے طور پر' حاضر گواہوں کے طور پر سچی بات کرنے والوں کے طور پر اور معاملات قرض اور یتیموں کے مال کے حوالے سے بھی گواہوں اور شاہدوں کی ضرورت کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ اسی طرح معاملات وصیت میں بھی شہادتوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

بحوالہ مکافات عمل انسان کو خود اس کے اعمال و افعال پر شاہد قرار دے کر اسی کی اپنی شہادت کا احساس دلایا گیا ہے۔ پھر اسی طرح تہمت کے ثبوت کے لیے چار گواہوں اور

Marfat.com

شہادتوں اور بعض جرائم پر بھی گواہوں کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کیا گیا ہے۔

اور پھر اس طرح سے بھی فرمایا گیا کہ وہ جو مومن ہوتے ہیں وہ کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتے' اور مومن تو اپنی شہادت پر قائم رہنے والے ہوتے ہیں۔

پھر اس کے قرآن مجید منزل من اللہ ہونے پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی شہادت کا ذکر ہے۔

"ولیکن اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ اس نے تیری طرف تنزیلات اپنے لامتناہی علم سے کی ہیں اور فرشتے بھی اس پر گواہ ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی شہادت کے لیے کافی ہے۔"(۴-۱۶۶):

اس کے علاوہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ معبودان باطل ہرگز تخلیق ارض و سما کے وقت گواہ نہیں تھے۔(۲-۲۸۲):

شہید' شہدا' شاہد' شہود' مشہود یہ ساری صورتیں بھی اللہ الشہید ہی کی پیدا کردہ ہیں' اور ان سب کے اندر شہادت' گواہی اور نگرانی کا پرتو ہے۔ امت مسلمہ کو شہدا علی الناس یعنی اقوام عالم کے اعمال و کردار کی نگران اور ان پر رسول کو شہید کہا گیا ہے۔(۲-۱۴۳)-(۲۲-۷۸):

رسول اللہ ﷺ کو شاہد بنا کر بھیجا گیا ہے۔"اے نبی ہم نے تمہیں عالم انسانی کے لیے لافانی صداقتوں پر شاہد بنا کر بھیجا ہے۔"(۳۳-۴۵): اور اسی طرح ہر امت میں ایک شہید' اور پھر رسول اللہ ان سب پر شہید ہیں۔(۴۱-۴):

اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ "مشرک تو اپنے شرک پر اپنے خلاف آپ شاہد ہیں۔"(۵-۸۳):

ایمان والے شہید ہیں قرآن مجید نے اہل ایمان کو صدیق اور شہدا کہا ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے کہ:

"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی پروردگار کے نزدیک صدیقین اور شہدا ہیں۔"(۵۷-۱۹ جزوی):

اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کو انبیاء' صدیقین اور شہدا کی معیت نصیب ہوگی(۴:۶۹):اور پھر "قیامت میں نبی اور شہدا

Marfat.com

لائے جائیں گے۔"(۳۹-۶۹):

اس طرح سے بھی کہ:

"اس شخص کے لیے بڑی عبرت و موعظت ہے جس کے پاس قلب سلیم ہے یا جو حضور قلب سے آیات بینات کی طرف متوجہ ہوتا ہے"(۵۰-۳۷):

اور پھر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر امت میں ایک شہید' اور رسول اللہ ان سب پر شہید ہیں' اور رسول تو شاہد ہیں۔

اللہ شہید

اللہ تعالیٰ نے خود اور اس کے فرشتوں نے اس بات پر شہادت دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو معبود بننے کی مستحق ہو اور اہل علم بھی سچائی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی معبود نہیں ہے۔(۳-۱۸):

مزید اس طرح سے ہے کہ:

"اے میرے نبی اہل کتاب سے کہہ دیں کہ نبی آخرالزماں کی آمد کی جو پیشگوئیاں صحائف تورات میں بیان ہوئی ہیں تم ان کا انکار کیوں کرتے ہو۔ تمہاری یہ ساری حرکتیں اللہ کے علم میں ہیں۔ یعنی اللہ ان پر شہید ہے۔۔" (۳۔ ۹۸):

قرآن مجید میں مزید قریباً دس بار اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مختلف حوالوں سے شہید قرار دیا ہے۔

عالم غیب والشہادۃ

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر شاہد اور گواہ ہے(۴-۳۳ جزوی):

"وہی پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا (عالم غیب والشہادۃ) ہے۔"(۶-۷۴ جزوی):

اور پھر اسی حوالے سے یوں بھی آیا ہے کہ "اور ابھی خدا اور اس کا رسول تمہارے عملوں کو اور دیکھیں گے' پھر تم غائب و حاضر کے جاننے والے خدائے واحد کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جو عمل تم کر رہے ہو وہ عالم غیب والشہادہ کے علم میں ہیں۔ وہ سب تمہیں بتا دے گا۔"(۹-۹۴):

Marfat.com

"وہ دانائے نہاں و آشکار ہے۔ سب سے بزرگ اور عالی رتبہ ہے۔" (۱۳-۹):

"اور وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور مشرک جو اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اس کی شان اس سے بلند ہے۔" (۲۳-۹۲):

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کے عالم غیب والشہادہ کے طور پر وضاحت ملتی ہے۔

وہ ہر شے پر گواہ ہے جس دن اللہ ان سب کو جلد اٹھائے گا تو جو کام وہ کرتے رہے ان کو جتائے گا' خدا کو سب معلوم اور یاد ہے اور یہ ان کو بھول گئے ہیں اور "واللہ علی کل شیئی شہید" اللہ تعالیٰ ہر شے پر شہید (گواہ) ہے۔" (۵۸-۶):

اور پھر قرآن مجید کے بارے میں یوں ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے' یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا' قرآن حق ہے کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز پر شہید یعنی خبردار ہے۔" (۴۱-۵۳)

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا بکثرت ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت اور نگہبانی کرتا رہتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ہر روز صبح کے وقت اکیس مرتبہ "یا شہید" کا ورد آسمان کی جانب پیشانی کر کے پڑھے' تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی اولاد کو تابعدار اور فرمانبردار بنا دیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد کثرت کے ساتھ "یا شہید" کا ورد کرے' اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے قلب کو روشن کر دیتا ہے اور اسے ظاہری و باطنی خرابیوں اور خباثتوں سے بچائے رکھتا ہے۔ اس کا دل سدا نیکی کی طرف مائل رہتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ مشکلات اور مصائب سے

Marfat.com

بچائے رکھتا ہے۔

(۵) اگر کسی شخص کی اولاد نافرمان ہو کر برائی کی راہ پر چل کھڑی تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز فجر کی نماز کے بعد پانی دم کر کے اولاد کو پلائے' اس صورت میں ہر روز اکیس بار یا شہید کا ورد تیس دن تک کرے' انشاء اللہ اولاد نیک اور فرمانبردار بن جائے گی۔

(۶) جو شخص اس اسم الٰہی کا مدام ذکر کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ریا کاری سے بچائے رکھتا ہے۔

(۷) اگر کوئی مریض شدت مرض کے باعث بے ہوش ہو چکا ہو تو ایسے مریض کے سرہانے کھڑے ہو کر ایک سو ایک مرتبہ یا شہید پڑھ کر اسے دم کیا جائے۔ اس سے تھوڑی دیر کے بعد وہ مریض ہوش میں آ جائے گا۔

Marfat.com

الصبور

الصبور	————	اسم جلالی ہے۔
اعداد	————	۲۹۸
عدد واحد	————	۰۱

"الصبور" کا لفظ اگرچہ قرآن مجید میں نہیں آیا لیکن اپنی صفت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ صبور ہے اور وہ اپنے بندوں کو صبر و استقامت بخشنے والا ہے۔

صبور اور الصبور اسم مبالغہ ہے۔ اس کا مطلب بہت زیادہ صبر کرنے والا' بے حد در گزر کرنے والا اور گناہ گاروں پر نرمی کرنے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح صبور' متحمل' صابر' گناہگاروں کا مواخذہ نہ کرنے والا بلکہ انہیں بخش دینے پر قادر کہ جو گرفت میں جلدی نہ کرے۔

صبر اور صبور صبور اصل میں (ص ب ر) سے بنا ہے اور اس صبر کے معنی ہوتے ہیں سختی اور تکلیف میں روکے رکھنا۔ اصطلاح شریعت میں صبر کہتے ہیں عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہے ان پر نفس کو جمائے رکھنا اور جن سے منع کرتی

Marfat.com

ہے ان سے باز رکھنا۔

صبر کو اس کے مواقع استعمال کے لحاظ سے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یعنی مصیبت کے موقع پر صبر کو "صبر" ہی کہتے ہیں۔ جنگ کے موقع پر صبر کو "شجاعت" کہتے ہیں۔ سخت مصیبت کے وقت صبر کو "رحب الصدور" یعنی کشادہ دلی یا اطمینان قلب کہتے ہیں بات کو چھپانے کے موقع پر صبر کو کتمان یعنی راز داری بھی کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں ان تمام مواقع کے لیے لفظ صبر ہی استعمال کیا گیا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں روزہ کو بھی صبر ہی کہا گیا ہے۔

لیکن ہمارے ہاں صبر کے جو عام معنی لیے جاتے ہیں وہ یہ ہوتے ہیں کہ مصیبتیں اتنی بڑھ جائیں اور اتنی سخت ہو جائیں کہ ان کا کوئی علاج نہ ہو سکے تو انتہائی مایوسی کے عالم میں بے دست و پا ہو کر بیٹھ جانا اور کچھ نہ کرنا' حتیٰ کہ زبان سے شکوہ تک نہ کرنا کو صبر کہا جاتا ہے۔

لیکن عربی زبان میں اور قرآن مجید کی بصیرت کی رو سے اس لفظ صبر کے معنی ہوتے ہیں مطلوبہ شے کے حصول کے لیے برابر مصروف کار رہنا۔ لہٰذا یوں اس کے بنیادی معنوں میں استقامت' ثابت قدمی' استقلال اور مسلسل جدوجہد بھی داخل ہے۔

صابر صبار (اور صبور) وہ ہے جو نہایت ہمت' استقلال ثابت قدمی اور حوصلہ کے ساتھ ہر مخالفت کا مقابلہ کرے' کبھی جی نہ ہارے' مایوس نہ ہو' جلد بازی سے کام نہ لے۔ جذبات میں اشتعال نہ پیدا ہونے دے اور اپنی تگ و تاز میں برابر آگے بڑھتا چلا جائے۔ اور یہ مومن کی ایک بہت بڑی صفت ہوتی ہے' جو اللہ الصبور ودیعت فرماتا ہے۔

صابرین کون ہیں الصبور نے جن لوگوں کو صابرین بنایا ہے ان کے اوصاف اور صفات کو قرآن مجید نے یوں ظاہر کیا ہے:۔

"اے اہل ایمان ہر آئینہ (زندگی کی اقدار عالیہ کے تحفظ کے لیے) تمہیں خوف' گرسنگی' نقصان مال' اتلاف جان' ضیاع ثمرات (و محنت) جیسی کڑی آزمائشوں میں ڈالیں گے۔ اہل صبر و تقویٰ کے لیے بشارت ہو کہ وہ فائز المرام ہیں (ان کا معمول حیات ہے کہ) جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے پیکر) یہی کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کا مال ہیں اور ہماری باز گشت

Marfat.com

بھی اس کی طرف ہے۔ پس وہ گروہ (مصطفیٰ) ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود اور رحمتیں ہیں (آفرین ایزدی برستی ہے اور ان پر اللہ کی رحمتوں کا گھنیرا سایہ ہے) اور دراصل یہی لوگ راہ یافتگان ہیں"(۲:۱۵۵-۱۵۷)

قرآن مجید نے نظم و ضبط قائم رکھنے والوں کو بھی صابرین کہا ہے(۲-۲۴۹)اسی طرح یوں بھی آیا ہے کہ اللہ کے بندے صابرین' صادقین اور قانتین ہوتے ہیں:

"یہ لوگ ہیں جو مصائب میں صبر کرتے ہیں۔ سچ کا پرچم ہمیشہ تھامے رکھتے ہیں۔ عبادات کے سوزوگداز کا پیکر ہیں۔ ضرورت مند انسانوں کی اعانت میں انفاق کرتے ہیں۔ اور نوائے صبح گاہی میں استغفار کرتے ہیں۔"(۳-۱۷):

اور اسی طرح مومن مردوں اور عورتوں کی ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ صابر ہوتے ہیں' نظام فطرت پر غور و فکر کرتے ہیں' اور صبار و شکور ہوتے ہیں اور وہ صبر اور صلواۃ کے ساتھ استعانت حاصل کرتے ہیں۔

الصبور۔ صابرین کے ساتھ ہے۔ وہ اللہ الصبور کہ جو اپنے بندوں کو صبر کرنے کی نعمت اور دولت بخشتا ہے سدا انہی کے ساتھ ہوتا ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔"(۲-۲۴۹ جزوی):

ایک اور جگہ پر یوں بھی ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"اگر تم (صابر) ثابت قدم ایک سو افراد ہوں گے تو دو سو پر بھاری ہوں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ (صابرین) یعنی ثابت قدم قوم کا مددگار ہے۔"(۸-۶۶):

ان کے علاوہ قرآن مجید میں صبر کے حوالے سے اس طرح سے بھی بتایا گیا ہے کہ صبر اور تقویٰ کرنے والوں کے لیے اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے (۱۲-۹۰):اور "صبر کا بدلہ جنت ہے"۔(۷۶-۱۲):

صبر عزم الامور میں سے ہے بحوالہ صبر و استقامت قرآن مجید میں اس طرح سے بھی ارشاد ہوتا ہے کہ:

"اگر تم ابتلائے جسمانی و روحانی میں شیوہ صبر اختیار کرو اور تقویٰ شعار بن جاؤ

Marfat.com

تو یہ اولوالعزم لوگوں کا کام ہے۔(۳-۱۸۶ جزوی):
اور یوں بھی ارشاد باری ہوتا ہے کہ:
"اور جو کچھ بھی تبلیغ واعلائے کلمۃ الحق میں ابتلا آئے اس پر صبر و ثبات کا دامن ہاتھ سے نہ دو یہ امور مظہر عزیمت انسانی ہیں۔"۔(۴۱-۱۷): پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:
"اور جو کوئی صبر کرے اور درگزر سے کام لے تو یہ اولوالعزمی اور بڑی ہمت کا کام ہے۔"(۴۲-۴۳)
یہ اللہ الصبور کی شان کریمی ہے کہ سب سے بڑا صبر کرنے والا ہے۔ گناہگاروں ' خطاکاروں اور سرکشوں کو سزا دینے میں تحمل اور صبر سے کام لیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے بندوں کو بھی صبر کی دولت اور نعمت عطا فرماتا ہے اور پھر اپنے بندوں سے ضبط و صبر کا تقاضا کرتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) "الصبور" ایک بابرکت اسم گرامی ہے' اس کے باعث اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم اور درگزر اور تحمل فرماتا ہے۔

(۲) جو شخص "یا صبور" کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضبط و صبر کی نعمت عطا فرماتا ہے اور اس کی قوت صبر و ضبط میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۳) اگر کسی کو کوئی رنج یا درد یا مشقت پیش آئے تو اس اسم مبارک کو ایک ہزار تین بار پڑھ کر اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر' سکون' اور اطمینان بخش دیتا ہے اور ہر طرح کے خوف و ہراس سے اسے نجات بخشتا ہے۔

(۴) اگر کوئی ہر روز "یا صبور" کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے حاسدوں اور دشمنوں کے شر اور گزند سے محفوظ رکھتا ہے

(۵) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے حکام اور منصب داروں کے سامنے عزت نصیب کرتا ہے۔

(۶) جو شخص بکثرت "یا صبور" کا ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نہایت حلیم' نہایت بردبار' برداشت کرنے والا اور ہر مصیبت میں صبر کرنے والا بنا دیتا ہے۔

Marfat.com

(۷) اگر کسی شخص سے اس کا آجر یا آقا یا بڑا حاکم خفا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ آدھی رات کے وقت یا دوپہر کے وقت ہر روز گیارہ سو بار سات دن تک پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے احوال بہتر کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حاکم اور منصب دار کی ناراضگی کو بھی دور کر دیتا ہے۔

(۸) اگر کسی عورت کا خاوند کسی وجہ سے خفا ہو گیا ہو تو اس عورت کو چاہیے کہ وہ آدھی رات کے وقت گیارہ سو بار "یا صبور" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے۔ سات روز تک اس عمل کو جاری رکھنے سے خاوند کی ناراضگی اور غصہ جاتا رہے گا اور وہ بیوی کے ساتھ بہتر سلوک کرنے لگے گا۔

(۹) اگر کسی کا کوئی نہایت پیارا رشتہ دار فوت ہو گیا ہو اور اس کی یاد ستاتی ہو' تو اس اسم مبارک کا ورد کرنا باعث سکون اور صبر کا موجب بنتا ہے۔ اس ورد کو کئی دن تک جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اس حالت میں "یا صبور" کا دم کیا ہوا پانی پینا یا پلانا بھی موجب صبر و قرار ہوتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص ہر روز تین سو بار "یا صبور" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل اور غم سے نجات بخشتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اسے تسکین خاطر بھی عطا کرتا ہے۔

(۱۱) یا صبور کے ورد سے ہر طرح کی پریشانی' خوف و ہراس اور قلبی بے سکونی سے نجات مل جاتی ہے۔

(۱۲) اگر کسی شخص کی صحت دن بدن کمزور ہو رہی ہو اس اسم مبارک کے روزانہ ورد سے وہ صحت درست ہونے لگتی ہے۔

Marfat.com

الصمد

الصمد ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۳۴

عدد واحد ——— 8

صمد۔ الصمد صمد کے معنی ہوتے ہیں بے نیاز' شان بے نیازی والا' وہ جس کی طرف مہتم بالشان کاموں میں رجوع کریں۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک ایسا نام ہے جس کے دیگر معانی بلند مرتبہ 'بے نیاز ہمیشہ رہنے والا' وہ جو بھوکا پیاسا نہ ہو۔

صمد وہ ہوتا ہے جو ہر اعتبار اور حوالے سے لاثانی ہو۔ جو ابتدا سے ابد تک رہنے والا' لافانی ہو' سب سے بے نیاز ہو' برعکس سب اسی کے محتاج ہوں۔ اس کی شان صمدیت سب سے بلند و بالا ہو۔ اللہ کی صمدیت یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہو لیکن ہر ایک اسی کا محتاج ہو۔ یہ عظیم الشان صفت صمدیت صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی میں ہے۔ اور کوئی اس صفت کا نہ تو حامل ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی میں یہ صفت ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

صمد صمد کے بنیادی معنی ہیں بلند چٹان - اس کے بعد اس کے معنی ایسی ہستی کے بھی آئے ہیں جس سے کوئی مستغنی نہ ہو سکے اور ہر شخص جس ہستی کی طرف اپنی ضرورت کے لیے رجوع کرے- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت صرف ایک ہی بار سورہ اخلاص میں آئی ہے- اس کے سوا یہ لفظ اور کہیں نہیں آیا- اس اعتبار سے صمدیت ایک عظیم خصوصیت ہے اور صفات خداوندی کو اپنے اندر منعکس کرنے والی قوم' اگر صمد بن جائے تو اس کا مقابلہ دنیا کی اور کوئی قوم نہ کر سکے-

صمد- صمدالیہ کے معنی ہیں قصدہ اس نے قصد کیا اور الصمد وہ ہے کہ حاجات کے وقت اس کا قصد کیا جائے یا وہ سید مطاع جس کے سوائے کسی امر کا فیصلہ نہ ہو یا وہ کہ اس نے سب کو پیدا کیا ہے اور کوئی چیز اس سے مستغنی نہیں-

صمد ایک محافظ چٹان لفظ صمد اصل میں اس بڑی چٹان کے لیے آتا ہے جس کی دشمن کے حملہ کے وقت پناہ پکڑتے ہیں- یہیں سے قوم کے سردار کو جو قوم کا پشت پناہ اور سب کا مرجع ہو صمد کہنے لگے- زبور اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کو بکثرت چٹان اور مدد کی چٹان کہا گیا ہے-

اللہ الصمد جس طرح غنی کے بعد قرآن میں حمید کی صفت اللہ تعالیٰ کے لیے بطور بدرقہ آئی ہے' اسی طرح یہاں "احد" کے بعد "صمد" کی صفت بطور بدرقہ ہے- احد کے بعد صمد سورۃ اخلاص میں اللہ کی صفت آئی ہے- اس سے یاد دہانی فرمائی تاکہ لفظ احد سے خدا کی یکتائی و بے ہمگی کا جو تصور سامنے آتا ہے اس سے مغلوب ہو کر کوئی اللہ تعالیٰ کو ایک بالکل الگ تھلگ اور خاموش علۃ العلل نہ سمجھ بیٹھے- اس لیے اس کے ساتھ ہی اللہ الصمد بھی آیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ سب سے الگ' بے نیاز بے ہمہ ہے مگر وہ سب کی خبر گیری اور دست گیری کرنے والا ہے- اور وہی سب کے لیے پناہ کی چٹان بھی ہے وہی سب کا ماویٰ و مرجع بھی ہے اور وہی اپنے بندوں کی فریاد سنتا ہے اور ان کی فریاد رسی کرتا ہے-

سورۃ اخلاص اللہ الصمد کے یہ معنی ہوئے کہ:

"وہ خدا خود مکتفی ہے' اور باقی سب' اپنی زندگی' اپنی بقا' اپنی نشوونما اور اپنی تکمیل کے لیے اس کے محتاج ہیں- وہ ایک بلند و بالا مستحکم چٹان کی طرح ہے جو

Marfat.com

خود ہر قسم کے خطرات سے محفوظ ہے' اور سیلاب سے بچنے کے لیے ہر ایک اس کی طرف پناہ کے لیے جاتا ہے۔"(۲-۱۱۲):

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ بے پرواہ ہے وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن سب اس کے محتاج ہیں۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ خلق سے بے نیاز ہو جائے اور نیاز مندوں کی کار سازی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔

(۲) اگر کوئی شخص کچھ رات رہے صبح کے وقت یا آدھی رات کے وقت سجدہ میں سر رکھ کر ایک سو پندرہ بار "یا صمد" کا ورد کرے تو اللہ اسے حال و قال یعنی کردار و گفتار میں سچا بنادے گا۔

(۳) جو شخص اس اسمِ مبارک کا بکثرت ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں اور ظالموں سے بچائے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے رزق روزی میں اضافہ فرمادیتا ہے۔ اور مفلسی کے مصائب سے بچائے رکھتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص "اللہ الصمد" کا ہر روز گیارہ ہزار بار ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صاحب کشف بنا دیتا ہے اور اسے عالی مقام بھی عطا کرتا ہے۔

(۵) جو شخص ہر روز ایک ہزار تین بار یا صمد کا ورد کرنا اپنا معمول بنالے تو ایسا شخص کبھی تنگ دست' مفلس اور بے روزگار نہیں ہوتا۔

(۶) اگر کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو یا کسی ظالم کے پنجے میں پھنس چکا ہو' اسے چاہیے کہ وہ یا صمد کا ورد کرتا رہے' انشاء اللہ جلد نجات پا جاتا ہے۔

(۷) رزق روزی میں برکت کے لیے اور کاروبار میں خیروبرکت اور ترقی کی خاطر یا صمد کا ورد کرنا بے حد موثر اور مفید ہوتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص نماز تہجد ادا کرنے کے بعد ایک سو اکیس بار روزانہ "یا صمد" کو پڑھنا اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی تمام مرادیں پوری فرما دیتا ہے۔

(۹) یا صمد کا جو شخص اکثر ورد کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے نیکی کی جانب مائل رکھے گا۔

(۱۰) "یا صمد" کا مدام ذکر کرنے والا سدا اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہے اور ہر طرح کی مشکلات اور پریشانیوں اور مسائل سے بچا رہتا ہے۔

Marfat.com

الضار

الضار ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۱۰۱

عدد ——— ۳

اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفت کا مطلب ہے نقصان پہنچانے والا' ضرر پہنچانے والا' نقصان سے دو چار کر دینے والا' ظالموں' سرکشوں اور مشرکوں کے غرور اور گھمنڈ کو توڑ دینے والا۔ ظالموں کو قرار واقعی حسب موقع عبرت ناک سزا دینے والا۔

"الضار" اصل میں "النافع" کے متضاد صفت الٰہی ہے جس کا مطلب ہوتا ہے نقصان اور ضرر پہنچانے کی قدرت وافر رکھنے والا۔ بگاڑ کر رکھ دینے والا' نقصان وہ تباہی کا باعث بننے والا۔ گھاٹا' تنگی اور سختی لانے والا۔ اس لفظ "الضار" کے جامع معنی بہ حالت جری ضرر پہنچانے والا کے سب سے عام ہیں۔

قرآن مجید میں نفع اور نقصان بڑے وسیع معنوں میں آئے ہیں۔ اس میں انسان کی طبعی زندگی جو سرا سر مادی ہوتی ہے۔ مضرت اور منفعت پر مدار کرنے والی ہے۔ یہ نفع اور

Marfat.com

نقصان اپنی حیثیت میں اضافی ہوتا ہے اسی حوالے سے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بتایا گیا ہے کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ یہ نفع یا نقصان قانون مشیت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق سب کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ گویا کسی بھی انسانی ذات کو کوئی دوسرا شخص نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا بجز اس کے وہ سب اللہ کے قانون مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ جو قانون مشیت کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کے لیے نقصان اور ضرر ہی ہے۔ انسان انسانوں کو جو ضرر اور تکلیف پہنچاتے ہیں وہ قانون عدل کے تحت آتی ہے اور ناحق نقصان پہنچانے والا بہر صورت مجرم ہوتا ہے اور بحوالہ عدل و انصاف سزا کا مستوجب ٹھہرتا ہے۔

انسانی نفع نقصان

قرآن مجید کی تعلیمات کے حوالے سے جو لوگ قوانین الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہیں ان کے لیے منفعت ہوتی ہے' وہ ضرر اور نقصان سے بچے رہتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ جب غلط اعمال کا نتیجہ سامنے آجائے تو پھر کوئی شے نفع نہیں دے سکتی۔ اسی حوالے سے ہے کہ "اس دن کسی کو بیوی بچے کچھ فائدہ نہیں دے سکیں گے۔"

اس طرح سے بھی ارشاد باری ہے کہ "اس دن کسی کی شفاعت فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی۔" (۲-۱۲۳)

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگ دوسرے کو بھی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس ضمن میں ارشاد باری اس طرح سے آیا ہے کہ یہ ظالم لوگ جب اپنے رب کے حضور حاضر کیے جائیں گے تو یہ ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہے ہوں گے (۳۴-۳۱ جزوی) اور:

"متکبرین انہیں کہیں گے کہ ہم نے تمہیں راہ ہدایت سے روکا تھا' لیکن تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی ہدایت آئی اور تم نے انکار کیا تو مجرم تم ہی ہوئے۔" (۳۴-۳۲):

حالانکہ اصل صورت حال تو یہ ہے کہ "جو شے' جو نظریہ' جو نظام' جو عمل' عالمگیر انسانیت کے لیے نفع بخش ہو' وہی باقی رہ سکتا ہے۔"

اس کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس نے پانی سے ندیاں نالے اپنے

Marfat.com

اپنے اندازے کے مطابق بہنے لگے۔ آب رواں کی سطح پر سیلاب سے پھولی ہوئی جھاگ پیدا ہوئی' اور جس چیز کو وہ زیور یا کسی چیز کے بنانے کے لیے تپاتے ہیں اس پر بھی ایسی ہی جھاگ آ جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ جھاگ تو سوکھ کر ناکارہ ہو جاتی ہے اور جس چیز سے عالم انسانیت کو منفعت پہنچانا ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رکھی جاتی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتے ہیں۔" (۱۳-۱۷):

نفع نقصان کا اختیار اللہ کے سوا کسی کو نہیں

بلکہ انسانی زندگی کے اندر اگر کوئی کسی بھی' حوالے سے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے سوا انسان کے نفع یا نقصان کا کسی اور کو اختیار حاصل ہے تو سمجھنا گویا شرک ہوتا ہے "حالانکہ وہ لوگ نہ تمہارے نفع پر کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ نقصان پر۔" (۵-۶۷ جزوی)۔

اور اس طرح سے بھی ہے کہ

"کہہ دیجئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہماری نفع رسانی پر قادر ہیں اور نہ ضرر رسانی پر۔" (۶ (۷۱ جزوی) اور پھر یوں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ آیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مت پکارو۔ اس کے سوا نہ تو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔" (۱۰-۱۰۶ جزوی)

اللہ کو کوئی نہیں روک سکتا

اگر خدا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اس ضمن میں اس طرح سے قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک صالح شخص یوں کہتا ہے کہ:

"اور میرے پاس کیا عذر ہے کہ میں اس ذات ذوالجلال کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب کی بازگشت ہے۔ کیا میں اس پاک پروردگار کے سوا اور معبود بنا لوں' کہ اگر مجھے خدائے رحمٰن تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو اس کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے اور وہ مجھے عذاب الٰہی کی گرفت سے بچا سکیں۔" (۳۶: ۲۲-۲۳):

Marfat.com

اور پھر سورہ الزمر میں بھی اسی طرح سے آیا ہے کہ:

"کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن خود ساختہ معبودوں کو پکارتے ہو' اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف یا نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس تکلیف یا نقصان کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر وہ مجھ پر اپنی رحمتیں نازل کرنا چاہے تو کیا وہ اسے روک سکتے ہیں کہہ دیجئے میرا اللہ میرے لیے کافی ہے۔ اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں"۔ (۳۹-۳۸):

اسی طرح کا مضمون سورۃ الفتح کی آیت نمبر۱۱ میں بھی وارد ہوا ہے۔ اس طرح قرآن مجید میں جا بجا آیا ہے کہ اگر خدا نقصان کو روک لے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اگر اللہ نفع کے دروازے کھول دے تو انہیں کوئی بند نہیں کر سکتا۔

اللہ الضار ہے

ہر طرح کی ضرر اور نقصان اسی اللہ الضار ہی کے قاعدہ اور قانون کے مطابق پہنچتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک ارشاد یوں ہے کہ:

"اگر تجھے کوئی تکلیف و گزند پہنچے تو اس قادر مطلق کے سوا اسے کوئی دور نہیں کر سکتا' اور اس کے دست قدرت میں ہر وہ چیز ہے جو تیری سود و بہبود کا باعث بن سکتی ہے' اسے کوئی روک نہیں سکتا' اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔" (۶-۱۷):

اور پھر اس طرح سے بھی آیا ہے کہ "اور ہم نے جب بھی کسی قریہ میں کوئی نبی بھیجا تو نہ ماننے والوں کو سختیوں اور نقصانات میں مبتلا کر دیا تاکہ ان لوگوں میں عجز و تضرع پیدا ہو۔" (۷-۹۴)

انسان کی سوچ کا رخ

اگرچہ ہر طرح کے نفع اور نقصان پر اللہ تعالیٰ ہی قادر مختار ہے لیکن اس کے باوجود انسان کی سوچ کا رخ اور ہی طرف ہوتا ہے۔ اس صورت حال کو قرآن مجید میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ:

"جب کسی انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بے چینی کے عالم میں پہلو پہلو' بیٹھے بیٹھے' کھڑے کھڑے ہمیں پکارتا ہے۔ جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں (تو وہ رویہ تبدیل کر دیتا ہے) گویا اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا' اسی طرح از حد گزرگان کو اپنے اعمال بڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔" (۱۰-۱۲):

Marfat.com

اللہ ہی ضرر دور کر سکتا ہے

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی "الضار" ہے اور پھر وہی ہر طرح کی ضرر کو دور بھی کر سکتا ہے۔ اسی سلسلے میں ارشاد باری ہے کہ:

"اگر قدرت کی طرف سے تجھے کوئی گزند پہنچے' تو اس قادر مطلق اللہ کے سوا اور کوئی اسے دور نہیں کر سکتا۔ اور اسی طرح اگر وہ تجھے بھلائی پہنچانا چاہے تو اس فضل و کرم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔" (۱۰-۱۰۴ جزوی):

اس کے علاوہ یوں بھی ارشاد باری ہوتا ہے کہ "جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کی جانب رجوع ہو کر دعا کرتے ہیں۔" (۳۰-۳۳ جزوی)

یوں بھی کہ "جب انسان کو کوئی گزند پہنچتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوا اسے پکارتا ہے اور جب وہ اسے اپنی طرف سے نعمت سے نواز دیتا ہے تو اس مصیبت اور برے وقت کو بھول جاتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کو مدد کے لیے پکارتا ہے۔" (۳۹-۸ جزوی)

اور پھر بڑے ہی واضح انداز میں اس طرح سے بھی ارشاد ہوتا ہے کہ:

"تم میں کون صاحب اختیار ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانا چاہے تو اس میں وہ کچھ دخل دے سکے' بلکہ اللہ تعالیٰ تو تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔" (۴۸-۱۱ جزوی)

تاریخ عالم کا جائزہ لیں تو ہمیں بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ الضار نے اپنے قاعدے اور قانون کے مطابق کس طرح سے ظالموں' سرکشوں' مشرکوں اور بے راہ روی اختیار کرنے والوں کو بحوالہ ضرر و نقصان کیسے کیسے اور کس کس طرح کی اذیت ناک سزائیں دیں' ظالموں کے ظلم کو روکنے کے لیے کیسے جکڑ کی تہس نہس کیا اور پھر انہی لوگوں کو بقا بخشی کہ جو اللہ کے قانون مشیت کے مطابق باعث ضرر نہیں تھے بلکہ دوسروں اور کائنات کے نظام کے لیے باعث فلاح اور نافع تھے' اور یہی اس اللہ الضار کا قانون ہے' جس کے تحت کائنات کا سارا نظام جاری و ساری ہے۔ اللہ الضار نے اس دنیا کے متکبروں' خود ساختہ خداؤں' انسانیت کے دشمنوں اور ظلم و استبدار کے پروردہ اکابروں

Marfat.com

یعنی فرعونوں' شدادوں' ہامانوں' قارونوں اور ابوجہلوں کو کس کس طرح سے اپنی اس صفت انصار کے حوالے سے نیست و نابود کیا۔

اعمال و فضائل

(۱) "الضار" اپنی صفت میں ضرر پہنچانے والا ہے۔ اور اس صفت کے باوصف وہ دشمنوں کو اپنے خاص قاعدہ قانون کے مطابق ضرور ضرر پہنچاتا ہے۔

(۲) اگر کسی شخص کو بارگاہ الٰہی میں کوئی مقام یا حال میسر نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر جمعہ کی رات اس اسم مبارک کو ایک سو بار پڑھ کر اللہ سے دعا کرے' تو اللہ تعالیٰ اسے ثابتی عطا فرماتا ہے۔ اور اپنی جناب میں قبول فرماتا ہے۔

(۳) جو شخص "الضار" کا ورد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے میں اضافہ فرما دیتا ہے اور ظاہری کمالات کو بھی فروغ عطا فرماتا ہے۔

(۴) "یا ضار" کا اکثر ورد کرنے والا سدا دوسرے انسانوں کے لیے مفید اور نافع ہی بنا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی ضرر رسانیوں سے بچائے رکھتا ہے۔ ایسا شخص اپنی زبان یا ہاتھ سے دوسروں کو ہرگز کوئی نقصان یا ضرر نہیں پہنچاتا۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر روز اس اسم مبارک کو پڑھ کر اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی مشکلات' پریشانیوں' آفات اور مصیبتوں سے بچائے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہر طرح کے نقصان سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

(۷) "یاضار" کا ذکر کرنے والا بفضل تعالیٰ ہر طرح کے نقصان اور ضرر سے بچا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو سدا اپنی حفظ و امان میں رکھتا ہے اور اسے کوئی شخص نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرے تو وہ ناکام رہتا ہے۔

(۸) جو کوئی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا خواہش مند ہو' اسے چاہیے کہ ہر روز نماز عشاء کے بعد ۱۲۱ بار اس اسم مبارک کو پڑھ کر عجز و انکساری کے ساتھ دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر علم و حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

(۹) گھر بار' مال دولت' اجناس' اور باغات و کھیتوں کی حفاظت کی خاطر اس اسم مبارک سے دم کیا ہوا پانی اطراف میں چھڑکنا مفید ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے اہل و عیال کی

Marfat.com

بھی اللہ تعالیٰ سدا حفاظت فرماتا ہے۔

(۱۰) کسی بھی طرح سے وارد ہونے والی اضطرابی حالت کو دور کرنے کی خاطر "یاضار" کا ورد بے حد موثر اور مفید ہوتا ہے' اس کے ورد سے **اضطرابی** حالت موقوف ہو جاتی ہے۔

(۱۱) نفس امارہ اور شیطان کے وسوسوں سے آزادی حاصل کرنے کے لیے کسی نقش میں نو بار "یا ضار" لکھ کر اپنے پاس رکھیں۔ اور گاہے گاہے اس اسم مبارک کا ورد بھی کریں' نفس امارہ اور شیطانی وساوس سے چھٹکارہ مل جاتا ہے۔

(۱۲) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے وہ اللہ کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کے نقصان اور ضرر سے بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

الظَّاهِرُ

الظاہر ———— اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۱۱۰۶

اعداد ———— ۸

ظاہر الظاہر اللہ تبارک و تعالیٰ بحوالہ اپنی صفات' آشکار اور ظاہر ہے۔ یا وہ اپنی منصوعات کے اعتبار سے ظاہر ہے' جو دلالت کرتی ہیں اس کی صفات پر۔ اس کا مطلب کھلا اور واضح بھی ہوتا ہے۔ یہ اسم فاعل ہے ظہور سے اور واحد مذکر۔ اس کے مزید معانی میں کھلا ہوا' عیاں غالب اور واضح کے بھی ہوتے ہیں۔

ھوالظاہر و الباطن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کائنات میں جو کچھ محسوس طور پر ہمیں نظر آتا ہے وہ بھی خدا ہے اور جو کچھ چھپا ہوا ہے وہ بھی خدا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ جب انسان کی نگہ بصیرت اشیائے کائنات (مظاہر فطرت) پر غور کرتی ہے تو وہ ان اشیاء کے خالق کے متعلق اندازہ کر سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے تخلیقی مظاہر کی رو سے پہچانا جاتا ہے' اس اعتبار سے وہ الظاہر

Marfat.com

ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس طرح کا ظاہر ہے کہ انسانی آنکھ (بصیرت) اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔

ظاہر اور انسانی بصیرت کا ادراک

اگرچہ اللہ تعالیٰ کو اس کی تخلیقات اور مظاہر کی رو سے پہچانا جاتا ہے لیکن انسانی بصیرت یعنی آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں یوں ارشاد باری ہے کہ:

"تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ان اوصاف سے متصف ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' تمام اشیائے کائنات اسی کی تخلیق ہیں۔ پس تم سب اسی کی عبادت کرو اور وہی سب چیزوں کا کارساز ہے۔ انسانی چشمان ظاہر اس کا ادراک و تماشا نہیں کر سکتیں' اور اسے انسانوں کی آنکھوں کی نارسائی کا پورا پورا ادراک ہے۔ اور وہ باریک سے باریک نقطے کو سمجھتا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کی خبر رکھتا ہے۔" (۶:۱۰۲-۱۰۳)

اللہ الظاہر کی پہچان بحوالہ اس کی نشانیاں

اللہ الظاہر پر ایمان لانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی متعدد نشانیاں موجود ہیں۔ یعنی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اتنی حکمتوں سے معمور دنیا نہ آپ سے آپ وجود میں آئی ہے' نہ کسی اندھی بہری قوت کا کرشمہ ہے۔ بلکہ اس کے ذرے ذرے کے اندر بے پایاں قدرت اور بے نہایت حکمت کی نشانیاں زبانِ حال سے شہادت دے رہی ہیں کہ یہ ایک قادر و قیوم اور ایک علیم و حکیم کی بنائی ہوئی دنیا ہے۔

دوسری یہ کہ آسمان و زمین ابر و ہوا' سورج اور چاند' نور و ظلمت' سردی اور گرمی' بہار اور خزاں ہر چیز پر تنہا اسی قادر و قیوم کی حکمرانی ہے۔ اس لیے کہ ہر چیز اپنے وجود' اپنے نشوونما اور اپنے بلوغ و کمال میں تمام عناصر کائنات کی ایک خاص تناسب کے ساتھ خدمات حاصل کرتی ہے جو اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ایک ہی بالا تر ارادہ تمام کائنات پر حاوی ہو اور وہ اپنے محیط کل علم و حکمت کے تحت ان تمام عناصر مختلفہ کے اندر ربط و ہم آہنگی پیدا کرے اور ان کو کائنات کے مجموعی مقصد کے لیے استعمال کرے۔

تیسری چیز یہ سمجھ میں آتی ہے کہ قدرت کے علم اور حکمت سے معمور کائنات اپنے

Marfat.com

ہر گوشے سے پکار پکار کر شہادت دے رہی ہے کہ یہ کسی کھلنڈرے کا کھیل تماشا نہیں ہے جو محض اس نے اپنا جی بہلانے کے لیے بنایا ہو' جس کے اندر نیکی اور بدی' خیر اور شر' عدل اور ظلم کا کوئی امتیاز نہ ہو- اس علم اور اس حکمت کا لازمی تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا آئے جس میں اس کے خالق و مالک کا کامل عدل' اور اس کی کامل رحمت ظاہر ہو-

چوتھی چیز یہ سامنے آتی ہے کہ رب کریم نے (اس دنیا کے اندر) رب کریم و رحیم نے ہمارے لیے بغیر ہمارے کسی استحقاق کے' محض اپنے فضل و رحمت سے جو نعمتیں اور لذتیں مہیا فرمائی ہیں اور جن سے ہم متمتع ہو رہے ہیں' یہ ہمارے رب کی شکر گزاری اور اسی کی عبادت و اطاعت کا حق واجب کرتی ہیں' جس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ایک دن ایسا آئے جس میں اس حق کی بابت ہم سے باز پرس ہو' اور جس نے یہ حق ادا کیا ہو وہ انعام پائے اور جس نے ناشکری کی ہو اس کی سزا بھگتے-

پانچویں حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ جس پروردگار نے انسان کو بہتر بہتر سے گرد و پیش مہیا کیا اور بھوک دی تو غذا دی' پیاس دی تو پانی کے دریا بہا دیئے' ذائقہ بخشا تو ذوق کی ضیافت کے بنت نئے سامان کیے' ذوق النظر بخشا تو کائنات کے گوشے گوشے کو اپنی قدرت کی نیرنگیوں کی جلوہ بنا دیا- گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کی مادی اور روحانی ہر طرح کی ضرورتوں کو بجا طور پر ملحوظ خاطر رکھا ہے-

گویا یہ سب اللہ الظاہر کی وہ نشانیاں ہیں کہ جن کے ذریعے سے بندہ اپنے اللہ کو پہنچانتا ہے- بندے کو جان لینا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ظاہر کی تمام نعمتیں انسان کی طبعی زندگی سے متعلق ہیں اور پھر باطن کی نعمتوں سے مراد وہ مستقل اقدار ہیں جو وحی کی رو سے عطا ہوئی ہیں اور جن کی رو سے انسانی ذات کی نشو و نما ہوتی ہے-

ظاہر سے مراد مرئی ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ جو خود ظاہر بھی ہے اور باطن بھی' اس نے انسان کو ظاہر و باطن کی نعمتوں سے نواز رکھا ہے- اس کے بعد قرآن مجید میں چند ایک اور مقامات پر بھی ظاہر اور باطن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں- یعنی سورۃ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"(تقویٰ کی روح یہ ہے کہ) ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہ چھوڑ دو-" (۶-۱۲۰ جزوی):

Marfat.com

اور پھر اس طرح سے بھی آیا ہے کہ:

"فواحش علانیہ اور فواحش پوشیدہ کے مقاربات سے بچو۔"(۶-۱۵۱ جزوی):

اسی ضمن میں یوں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:"اے رسول! کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ظاہری اور باطنی تمام کارہائے ناشائستہ حرام کر دیئے ہیں۔۔"۷(۳۳ جزوی):

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص اسم مبارک "یا ظاہر" کو نماز اشراق کے بعد پانچ سو بار پڑھ کر دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو مزید روشن اور منور کر دیتا ہے' اور اس کی بینائی میں بھی اضافہ کر دیتا ہے۔

(۲) اس اسم مبارک کا مسلسل ورد کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو سماوی آفات' بلاؤں اور مصائب سے بچائے رکھتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص سرمے پر گیارہ بار "یاظاہر" پڑھ کر آنکھوں میں سرمہ لگائے تو وہ ہر طرح کی آنکھوں کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور لوگوں میں سے مقبولیت اور محبوبیت حاصل کرتا ہے۔

(۴) جو شخص اس اسم مبارک کو اکثر پڑھتا رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو آشوب چشم سے بچائے رکھتا اور بینائی کی بھی حفاظت کرتا ہے۔

(۵) یا ظاہر کا جو شخص بکثرت ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اندر ایک نور پیدا کر دیتا ہے اور اسے ظاہری اوصاف سے بھی مرصع کیے رکھتا ہے۔

(۶) دل کو ہر طرح کے خوف سے محفوظ رکھنے کے لیے "یاظاہر" کا ورد بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے اگر ہر نماز کے بعد یہ اسم الٰہی پڑھا جائے تو دل کو بجا طور پر تقویت میسر آتی ہے۔

(۷) ہر قسم کی مشکلات کا بہترین حل نکالنے اور دشمن کو زیر کرنے کے لیے نماز فجر کے بعد گیارہ سو بار "یا ظاہر" کو پڑھ دعا کی جائے تو ہر مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اور دشمن بھی زیر ہو کر رہتا ہے۔

(۸) جس مکان یا عمارت کی پیشانی پر یا دیوار پر اس اسم مبارک کو لکھا جائے اسے زلزلہ'

Marfat.com

آفات اور سیلاب اور برساتیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔

(۹) بارش کے طوفان کو روکنے کے لیے یا ظاہر کا بکثرت ورد کر کے دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے۔

Marfat.com

العدل

العدل	———	ایک اسم جمالی ہے۔
اعداد	———	۱۰۴
عدد واحد	———	۵

عدل اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک صفاتی اسم مبارک ہے۔ یہ "العدل" اپنے معنی میں عدل و انصاف قائم رکھنے والا عادل ہے۔ عدل اللہ تعالیٰ ایک ایسا نام ہے کہ جس کی بدولت اس پوری کائنات میں انصاف' نیاؤ' برابری اور مساوات کا نظام قائم اور جاری و ساری ہے۔

عدل کا معنی انصاف ہے جو جور کی ضد ہے۔ عدل والے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا چال چلن ٹھیک ہو اور گواہی کے لائق ہوں۔

عدل کے بنیادی معنی دونوں اطراف کا برابر ہونا یا کرنا ہیں' یعنی افراط و تفریط نہ ہو۔ ٹھیک ٹھیک توازن و تناسب کے لیے بھی یہی لفظ عدل ہی استعمال ہوتا ہے۔ عدل کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس عادل کے قائم کردہ نظام عدل کے تحت انسان کے اعمال' اخلاق و

Marfat.com

معاملات نچے تلے ہوں اور ان میں افراط و تفریط نہ ہو بلکہ بحوالہ اعتدال وہ معتدل ہوں اور انصاف کی میزان میں پورے اترتے ہوں۔

عدل توازن ہے

عدل تو العدل کا قائم کردہ وہ توازن ہے جس کی بدولت کارخانہ قدرت رواں دواں ہے۔ اس نظام کے تحت کسی کی محنت کا ٹھیک ٹھیک (محنت کے برابر) معاوضہ دینا عدل ہے۔ اسی طرح حق دار کو اس کا حق پہنچا دینا بھی عدل ہے۔

توازن کی نسبت سے قرآن مجید نے نظام عدل کو میزان کہہ کر پکارا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ کائنات کا یہ عظیم نظام میزان کی رو سے قائم ہے' اس لیے انسانوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے معاشرہ میں نظام عدل سے میزان کو برقرار رکھیں۔

عدل و انصاف کے لیے قرآن کریم میں دوسرا لفظ قسط بھی آیا ہے اور قسطاس ترازو کو کہتے ہیں' اگرچہ عدل اور قسط کے الفاظ مرادف المعنی ہیں لیکن ان میں جو باریک سا فرق ہے' اسے یوں سمجھیں کہ عدل کے معنی ہیں دو آدمیوں میں برابر کا سلوک کرنا' اور قسط کے معنی ہوں کے کسی کے حقوق و واجبات کو پورا پورا ادا کرنا' یعنی عدل میں دوسرے کے ساتھ تقابل ہوتا ہے اور قسط میں تقابل کا سوال نہیں ہوتا۔

عدل کے ساتھ فیصلہ کرو

کسی بھی طرح کا فیصلہ کرنے کے لیے نظام عدل کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہوتا ہے اور نظام عدل تو وہ ہوتا ہے کہ اس سے تعمیر معاشرہ ہوتی ہے اور نظام خداوندی کو بھی تقویت ملتی ہے۔ اسی حوالے سے ایک واضح ارشاد اس طرح سے ہے کہ:

> "مومنو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جن جن کی امانتیں (حقوق و فرائض) تمہارے ذمے ہیں انہیں ادا کرو اور جب تمہیں حکم بنایا جائے تو فریقین میں عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ دیکھو تمہیں اللہ تعالیٰ نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے اور بصیر بھی۔" (۴-۵۸):

اس نظام کے قیام اور استحکام کے لیے ضروری ہے کہ یہ عظیم ذمہ داریاں انہی کے سپرد کی جائیں جو ان سے صحیح طرح سے عہدہ برا ہونے کے اچھی طرح اہل ہوں' انہیں نا اہلوں کے سپرد نہ کرو' یہ ذمہ داریاں درحقیقت نظام خداوندی کی امانتیں ہیں' جن میں کبھی

Marfat.com

خیانت نہیں ہونی چاہیے- اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب لوگوں کے معاملات میں فیصلہ دو تو یہ فیصلہ عدل کے مطابق ہونا چاہیے جو عدالتی نظام یا فیصلہ کرنے کی مشینری عدل پر قائم نہیں ہوتی تباہ ہو کر رہتی ہے- اور یہ بڑی اہم بات کہی گئی ہے- اور حکومت کو سرانجام دیتے وقت ہمیشہ اس حقیقت کو سامنے رکھو کہ جب کوئی اور سننے والا نہ ہو' اس وقت بھی ایک سننے والا' اور جب کوئی دیکھنے والا نہ ہو' اس وقت بھی ایک دیکھنے والا(اللہ) موجود ہوتا ہے-

عدل کے علمبردار

قرآن مجید میں اللہ یہ چاہتا ہے کہ "اے ایمان والو! تم قوام بالقسط یعنی عدل کے علمبردار اور نفاذ کار ہو جاؤ اور اللہ کے سچی گواہی دو- اگرچہ اس سے تمہیں اور تمہارے والدین اور قرابت داروں کو ضرر ہی کیوں نہ پہنچے- اگر کوئی تونگر ہے یا محتاج دونوں کا اللہ تعالیٰ خیر خواہ ہے- پس اپنی خواہش نفسانی کی اتباع نہ کرو کہ انصاف سے دستکش ہو جاؤ- اور اگر شہادت میں الٹ پھیر کرو گے تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے-" (۴-۱۳۵)

اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں اگر کسی کو اقتدار بخشتا ہے تو اس پر اولین ذمہ داری جو عاید ہوتی ہے وہ یہی کہ عدل و انصاف سے کام لیں- عدل کا مطلب یہ ہے کہ قانون کی نگاہ میں اپنا پرایا' امیر غریب' شریف و وضیع' کالے اور گورے کا کوئی فرق نہ ہو' انصاف کسی تقاضائے قرابت داری سے متاثر نہ ہو- اور انصاف خریدنی اور فروختنی چیز نہ بننے پائے- اس میں کسی جنبہ داری' کسی عصبیت' کسی سہل انگاری کو راہ نہ ملے- کسی دباؤ کسی زور اثر اور کسی خوف و طمع کو اس پر اثر انداز ہونے کا موقع نہ ملے- ہر حال میں عدل پر قائم رہنا ہی ضروری ہے' خواہ اس کی زد میں اپنے آئیں یا کوئی اور-

اور اس حقیقت کو بھی جان لینا چاہیے کہ العدل(عادل) جن کو بھی اس زمین میں اقتدار بخشتا ہے' اسی عدل ہی کے لیے بخشتا ہے- لہٰذا اسی لیے سب سے بڑی ذمہ داری اسی چیز کے لیے ہے-

عدل اور تقویٰ

عدل دوست اور دشمن کے ساتھ ایک طرح کا ہونا ضروری ہے- اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ عدل کو اس اللہ ہی کے لیے قائم کرنا چاہیے جو خود بھی عدل ہے اور عادل بھی- اسی حوالے سے ایک ارشاد باری اس طرح

Marfat.com

سے ہے کہ:

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے انصاف کی گواہی پر قائم ہو جاؤ' عدل و انصاف کا معیار شہادت بن کر جیو۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم راہ عدل سے انحراف اختیار کر لو۔ انصاف پر جمے رہو۔ انصاف ہی تقویٰ تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ ہے تقویٰ اختیار کرو۔ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح سے باخبر ہے۔" (۵-۸)

عدل عمرانی ضرورت ہے

العدل(عادل) بحوالہ عدل یہی چاہتا ہے کہ انسان اپنی عمرانی ضروریات کے حوالے سے بھی عدل ہی سے کام لے اور عدل یہ ہے کہ جس کا جو حق واجب ہم پر عاید ہوتا ہے' ہم بے کم و کاست اس کو ادا کریں' خواہ صاحب حق کمزور ہو یا طاقت ور اور خواہ ہم کو مبغوض ہو یا محبوب۔ اس کے بعد "احسان" عدل سے ایک زائد شے ہے۔ قرابت مند بہر صورت عدل و احسان کے حق دار ہوتے ہی ہیں لیکن بربنائے قرابت مزید انفاق کے مستحق بھی ہوتے ہیں۔ احسان صرف حق کی ادائیگی ہی کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ مزید براں یہ تقاضا بھی کرتا ہے کہ دوسرے کے ساتھ ہمارا معاملہ کریمانہ اور فیاضانہ ہو۔

اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ عدل عمرانی' نیکوکاری اور رشتہ داروں کی اقتصادی اعانت کا حکم دیتا ہے۔" (۱۶-۹۰):

اور احسان کے بارے میں یوں ہے کہ احسان تو نیکوکاری ہے' جس میں دوسرے کو اس کے حق سے بھی زیادہ دینا ہوتا ہے اور خود اپنے حق سے بھی کم لینا ہے۔ اور انسانی طبائع کے حوالے سے یہ ایک بہت بڑا کام ہے' اسی لیے اس کے نتائج بڑے ہی تعمیری اور خوشگوار ہوتے ہیں اور اللہ کے ہاں بھی اجر عظیم ہے۔

عدل و انصاف

عدل کرنا معاشرتی' عمرانی اور اسلامی زندگی کا ایک وہ اہم اور لابدی امری تقاضا ہے کہ جس کے بارے میں اللہ العدل نے رسول اکرم ﷺ سے بھی فرمایا کہ لوگوں میں بلاتمیز عدل کرو۔ اس سلسلے میں ارشاد باری ہوا کہ:

"اے رسول ﷺ! تم اسی دین برحق کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہو۔

Marfat.com

احکام الٰہی پر استقامت سے جمے رہو۔ اور ان کفار کی مخالفتوں اور خواہشات کا اتباع نہ کرو۔ اور برملا اعلان کر دو کہ میں صدق دل سے تنزیلات ربانی پر ایمان لایا ہوں' جو اس کتاب میں ہیں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم میں انصاف کروں۔ اللہ ہمارا پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔" (۴۲-۱۵):

زندگی کے ہر شعبے میں عدل

اللہ العدل تو اس عدل کے نظام کو زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی لیے اسلام اور اسلامی تعلیمات میں بحوالہ تائید قرآنی دشمن کے ساتھ بھی عدل کرنے کا حکم ہے۔ عام بات چیت اور گفتگو میں بھی عدل و انصاف کی تلقین کی گئی ہے بلکہ عین عملی زندگی کے پیش نظریوں بھی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"اور ماپ تول کا کاروبار انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ اور جب کہیں قول فیصل دینا ہو تو عدل کا دامن ہاتھ سے نہ دو' خواہ وہ قرابت دار کے بارے میں ہو۔" (۶-۱۵۲):

عدل وہ ایک ہمہ پہلو اور زندگی کے تمام شعبوں پر اثر انداز ہونے والی سچائی اور امر ہے کہ اس کے بغیر ایک قدم اٹھانا بھی مشکل ہو جائے لیکن اسی عدل و انصاف کو اختیار کر کے انسان کی زندگی میں آسانیاں حسن اور توانائیاں اور سلیقہ زیست و پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ایک مربوط معاشرتی زندگی کا قیام عمل میں آتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حوالے سے تمام اہل ایمان سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ:

"لین دین کے معاملات کرو تو ایسی باتیں لکھ لیا کرو۔ کاتب العدل کو چاہیے کہ وہ بھی عدل ہی کے ساتھ دستاویز تحریر کرے۔ (اسی عدل کے لیے) شہادت کا نظام بھی نافذ کرو۔ اور شک و شبہ کو دور کرو۔ اگر کسی معاملے میں شک و شبہ ہو' تو پھر بااختیار عادل کی موجودگی میں شہادتوں سے بھی کام لیا جائے۔"

(مفہوم' آیت نمبر ۲۸۲۔ سورہ البقرہ):

اس سے مزید آگے بڑھ کر اللہ العدل چاہتا ہے کہ متحارب فریقین میں عدل کے ساتھ صلح کراؤ۔ عدل کرتے وقت انسانی جذبات کا ہرگز اتباع نہ کرو کہ یہ عدل کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں اور الحق کے مطابق عدل کرنا ہی صحیح عدل کہلاتا ہے۔ اسی طرح

Marfat.com

معاملات قصاص میں بھی عدل کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح جرائم کی سزا میں بھی عدل کیا جائے کسی پر ناحق زیادتی نہ کی جائے۔ اور ہر طرح کا فیصلہ عدل ہی کے ساتھ کیا جائے۔

اسی عدل اور نظام عدل ہی کے باعث انسانی زندگی میں حسن زیست اور اعتدال پیدا ہوتا ہے۔

کلمات صدق و عدل

عدل وہ احسن ترین اصول حیات ہے کہ جس سے انسانی زندگی بھی حسنات اور خیرات سے معمور ہو جاتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق میں بھی اعتدال اور عدل کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور اسے صحیح صحیح توازن عطا کیا ہے۔ اور زندگی کے اعتدال سے ہٹ جانے والوں کے لیے تباہی اور بربادی ہوتی ہے۔ ایسی اعتدال کی راہ سے ہٹی ہوئی اقوام ہی ۔عدلون ہوتی ہیں اور انہی کے اندر کج فہم لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن ان سب لوگوں کے لیے تنزیلات ربانی کی تعلیمات واضح اور مفصل اور برحق موجود ہیں، جن میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

اور:

"یہ تنزیلات الٰہی تیرے رب کے کلمات صدق و عدل ہیں، جو پایہ تکمیل تک پہنچ چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کا کوئی مبدل نہیں ہے۔ وہ سمیع ہے اور علیم بھی۔" (۶-۱۱۵):

کلمات صدق و عدل کی تکمیل کو بحال اور برقرار رکھنے کے لیے عدل و انصاف کو زندگی کے ہر شعبے میں جاری و ساری اور نافذ رکھنا بے حد ضروری اور اہم ہوتا ہے۔ لہٰذا انصاف اور عدل کے حوالے سے جو بھی ذمہ داری جس شخص پر عاید ہوتی ہے اسے بحسن و خوبی نبھانا بڑا ضروری ہے۔ ناپ تول میں انصاف کرنا اس طرح سے ہر شخص کی ذمے داری ہے، لہٰذا چاہیے کہ وہ اس ذمہ داری کا احساس کرے اور اپنے حصے کا عدل و انصاف ضرور اختیار کرے۔ پھر اس کے بعد عام زندگی کی بات چیت میں بھی عدل و انصاف ضروری ہے۔ زندگی میں انصاف اور عدل کی روش پر چلنا اور دیگر اقوام عالم کے لیے انصاف کا علمبردار ہونا اس حوالے سے مسلمانان عالم کی گویا ایک اضافی ذمہ داری ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے کہ جب بندہ ظلم کے خاتمہ کے لیے عدل

Marfat.com

اور راستی کو اختیار کرے اور یہ بھی ضروری ہے کہ عدل کو اپنے قیام کے لیے جس سہارے کی ضرورت ہوتی ہے مومن ہی اس کا معاون اور سہارا بنے۔

اعمال و فضائل

(۱) العدل، اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت عدل و انصاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انتہا درجے کا عدل و انصاف کرنے والا ہے۔ اس لیے جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا، اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام امور اور معاملات میں اسے نا انصافی سے بچائے رکھتا ہے۔

(۲) بتایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس اسم الٰہی کو روٹی کے بیس لقموں پر پڑھ کر روٹی کھا لے تو اللہ العدل اسے کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرماتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص نماز مغرب کے بعد ایک ہزار بار یا عدل کا ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہر طرح کی زمینی و آسمانی بلاؤں اور ابتلاؤں اور آفات سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص بروز جمعہ کھانا کھاتے وقت کھانے پر بیس بار یا عدل پڑھ کر کھانا کھائے تو وہ شخص خلق میں مقبول اور ہر دلعزیز بن جاتا ہے، لوگ اس کی فرمانبرداری بھی قبول کر لیتے ہیں۔

(۵) العدل بعض حوالوں سے اسم جلالی ہے۔ اس لیے اس کے ورد فراواں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خلقت میں عزت اور وقار بخشتا ہے اور انہیں صاحب عدل و انصاف بھی بنا دیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص ہر روز ایک سو ایک بار "یا عدل" کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ظلم و ستم اور زیادتی اور نا انصافی کرنے سے بچائے رکھتا ہے۔

(۷) اگر ہر سخت مزاج، درشت انداز اور سخت طبع حاکم یا افسر سے ملاقات سے پہلے کوئی شخص چند بار "یا عدل" پڑھ لے تو وہ حاکم یا افسر نرم دل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا انداز اور رویہ مہذب ہو جاتا ہے۔

(۸) اگر کسی مقدمہ یا کیس میں کسی حاکم یا منصف دار سے ناانصافی ہو جانے کا خدشہ اور

Marfat.com

اندیشہ ہو تو چاہیے کہ تین ہزار بار اس اسم حسنہ کا ورد کر کے دعا مانگی جائے۔ انشاء اللہ نا انصافی نہیں ہو گی۔ اس عمل کو مقدمہ ختم ہونے تک مسلسل جاری رکھا جا سکتا ہے۔

(۹) کسی بھی ظالم کے ظلم اور زیادتی سے بچنے کے لیے "یا عدل" کا ورد کرنا بے حد ضروری اور موثر ہوتا ہے۔

(۱۰) وہ لوگ جو بکثرت یا عدل کا ورد وظیفہ کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ اور نیکیوں کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص ہر روز بعد نماز عشاء پانچ سو بار "یاعدل" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے چشم خلائق میں معزز و مکرم و محترم بنا دیتا ہے۔ ایسا شخص ہر محفل اور مجلس میں عزت حاصل کرتا ہے۔

(۱۲) اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرنا ذاکر کو دشمن کی شرارتوں اور بدسگالیوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۱۳) مظلوم لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ظلم و زیادتی سے بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

العزیز

العزیز ——— ایک جمالی اسم ہے۔

اعداد ——— ۹۴

عدد واحد ——— ۴

العزیز اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے' بنیادی طور پر جس کے معنی عزو شرف اور جاہ و حشم کے ہیں۔ یہ وہ عزو شرف ہے کہ جس میں عظیم رفعتیں موجود ہیں۔ اس عزت کے اندر زبردست وقار' دبدبہ اور بزرگی بھی ہے۔

"العزیز" میں بے پناہ شان و شوکت' وجاہت و حشمت بھی ہوتی ہے۔

العزیز ایک ایسا جامع لفظ اور اللہ جل شانہ' کی وہ جلالی صفت ہے کہ اس کے اندر جلالت بھی کارفرما ہے۔ نہایت بلند و بالا رتبہ اور مرتبہ خدائی بھی ہے' بے پناہ شان عظیم اور منصب عظمت اور بے انتہا شان غضب کا بھی یہ لفظ حامل ہے۔

لفظ عزیز' کے اندر جو رحمانی رعب داب' مرعوب کن دبدبہ اللہ تعالیٰ کی اس شان عزوجاہ میں دھاک اور دہشت بھی حسب ضرورت جلوہ نما ہوتی ہے۔ اس رعب داب کی

Marfat.com

موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی جلالت اور عزوجاہ میں ایک خاص طرح کا حسن قوت اور جمالی توانائی بھی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ برہانہ' کی اس عزت و حشمت میں شوکت شرف بھی ہے' اور اظہار قوت و جلالت بھی ہے۔

العزیز کی وہ زبردست قوت ہے کہ جو کسی بھی طرح سے زیر نہیں کی جاسکتی اور اس ہستی پر کوئی بڑے سے بڑا قوت والا بھی غالب نہیں آ سکتا۔ العزیز وہ ذات باری ہے کہ اس پر کوئی فائق ہو ہی نہیں سکتا۔ اس اعتبار سے العزیز وہ قوت بے پناہ ہے کہ جسے کسی بھی طرح سے اور کسی بھی وقت تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔ گویا بحوالہ "العزیز" اللہ ایک ناقال تسخیر ہستی ہے۔

عزت اور بزرگی

العزیز وہ عظیم ذات اور شرف و شوکت والی ہستی ہے کہ کوئی اس کی ہم سری نہیں کر سکتا۔ العزیز کے متعدد معانی ہیں لیکن یہ تمام معانی بہرصورت عزوجاہ کے ساتھ ہیں۔ ان تمام معانی میں بزرگی اور شان و شوکت بھی مدام برقرار رہتی ہے۔

اللہ قوی عزیز ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صفاتی اسم مبارک عزیز کو اس کی تفہیم مزید اور تنقیذ عظیم کے لیے کئی مرکب صورتوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ اپنی قوت اور عظمت کا بھی اظہار کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک خاص پس منظر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنا اظہار قوت فرمایا ہے کہ جو لوگ خلق خدا کو توحید کی طرف بلانے اور دین حق کو قائم کرنے اور شر کی جگہ خیر کو فروغ دینے کی سعی و جہد کرتے ہیں' وہ دراصل اللہ کے مددگار ہیں۔ "اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔" (۲۲-۴۰ جزوی)

وہ لوگ جو باطل معبودوں کو پکارتے ہیں' ان کی اس روش بندگی اور خوئے عبادت نے اس طرح کے باطل پرست لوگوں کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر بے حد ارزل اور ادنیٰ کر رکھا ہے کہ وہ اپنی پرواز تخیل کے باوجود بھی اپنے پروردگا حقیقی کا صحیح طور پر تصور و تعقل ہی نہیں کر سکتے۔ گویا ایسے باطن پرست گمراہ لوگوں کے احاطہ تصور میں بھی اللہ نہیں آ سکتا۔ اس صورت حال کو قرآن مجید نے یوں ریکارڈ کیا ہے کہ: "ان لوگوں نے اللہ

Marfat.com

(تبارک و تعالیٰ جل شانہ عزبرہانہ) کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ (قوی عزیز) قوت اور عزت والا ہے۔" (۲۲-۷۴ جزوی)

عزیز الحکیم اللہ تعالیٰ وہ عزیز الحکیم ہے کہ وہ کائنات کی تمام حقیقتوں کو خوب جاننے والا ہے' اسی لیے تو ارشاد باری ہے کہ "زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہی تو ہے جو تمہارے ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے' بناتا ہے' اس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔" (۳: ۵-۶)

بے پایاں قوت و حکمت والا العزیز ایک ایسی صفت باری تعالیٰ ہے کہ اس کے اندر رسائی سے بالاتر اور دست رسی سے مافوق ہونے کا مفہوم بھی ہے اور غالب اور قوی بھی۔ یعنی اس پر کوئی حاوی نہیں ہو سکتا' اور وہ سب کو شکست دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ عزیز ہے اس وجہ سے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو انسان بھی اسی طرح مجبورانہ اپنے رب کی بندگی اور تسبیح کرتا جس طرح ساری کائنات کر رہی ہے لیکن وہ اللہ تو حکیم بھی ہے۔ اس وجہ سے اس نے یہ چاہا کہ وہ انسان کو اختیار دے کر آزمائے کہ وہ یہ شرف پا کر اپنے رب کا حق پہچانتا ہے یا شیطان کا مرید بن جاتا ہے۔

اس طرح سے وہ لوگ جو شرف انسانیت کا صحیح حق ادا کرتے ہیں' ان کے بارے میں اسی رب عزیز الحکیم نے فرمایا ہے کہ: "اور (اس شرف سے فیض یاب ہونے والے) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے معاون کار ہیں۔ یہ دونوں اسی رفاقت اور دوستی میں نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں' عبادت اور معاشیات کا نظام برپا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے سامنے سر اطاعت خم کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ اپنی رحمتوں کے سایہ عاطفت میں رکھے گا' اور یہ سب اس کی قوت و حکمت سے ہو گا۔" (۹-۷۱):

اللہ تبارک و تعالیٰ چونکہ عزیز اور حکیم ہے' اس کی قدرت اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا ہر معاملہ عدل اور رحمت پر مبنی ہو' یہی عزیز و حکیم کا منشا ہے۔

عزیز الرحیم تاریخی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت سلطنت روم پر عیسائی قیصر ہرقل کی حکومت تھی لہٰذا اسی دور میں ایران کے خسرو ثانی

Marfat.com

اور رومیوں کی جنگ ہوئی اس دور میں ان عیسائیوں کے اندر کئی عقائد و اعمال میں بہت سی خوبیاں بھی پیدا ہو چکی تھیں۔ اس لیے وہ قوم اپنے عقائد و نظریات اور فکرو فلسفہ کے اعتبار سے اسلام کے زیادہ قریب تھی' اس لیے مسلمانوں کی ہمدردیاں دوسروں کے مقابلے میں ان کے ساتھ زیادہ تھیں۔ اسی ربط و واسطے کے باعث کفار مکہ کی ہمدردیاں اور وابستگیاں زیادہ تر ایرانیوں کے ساتھ تھیں' اسی پس منظر میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی جانب خوش خبری سنا دی گئی تھی "رومی قریب کے علاقے میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنی مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر اندر غالب آ جائیں گے۔" یہ ساری نوید مکی سورۃ الروم میں اللہ نے سنائی تھی۔ "پہلے بھی ماضی میں ان سوانح و واقعات پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے اور آئندہ بھی جب غلبہ حاصل ہو گا۔ تو مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فتح پر خوش ہوں گے وہ غالب اور رحم والا اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔" (۳۰-۵)

اس سورت میں اللہ کی صفت عزیز و رحیم زیادہ نکھر کر سامنے آتی ہے کہ "پہلی صورت میں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ غلبہ جو ان کو حاصل ہو گا اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہو گا' اس لیے کہ اللہ ہی جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

غالب و مقتدر اللہ

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت تمام تر حق و عدل پر مبنی ہے' اس وجہ سے انہی کی مدد فرماتا ہے جو اس کے عدل و حکمت کی رو سے اس کی مدد کے سزاوار ہوتے ہیں۔ عزیز و حکیم کا حوالہ صفات کے لیے یہاں اس کی مشیت کی نوعیت کے اظہار کے لیے ہے کہ وہ غالب و مقتدر ہے۔ اس وجہ سے اس کی مشیت میں کوئی مزاحم تو نہیں ہو سکتا لیکن ساتھ ہی وہ رحیم بھی ہے۔ اس وجہ سے اس کا ہر ارادہ عدل و رحمت پر مبنی ہوتا ہے وہ اپنی مشیت کے زور میں یہ نہیں کرتا کہ قوموں کو قوموں سے ٹکرا کر ان کے فساد فی الارض کا تماشا دیکھے۔

عزیز صاحب غلبہ عظمیٰ

سورہ یٰسٓ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ عزبرہانہ نے عظمت قرآن کے حوالے سے بھی اپنی صفات حسنہ کو ظاہر کیا ہے۔ آیت نمبر۵ اس طرح سے ہے کہ "تنزیل العزیز الرحیم۔"

اس سے پہلے کی آیات میں بھی قرآن مجید کی فضیلت اور رسول اکرم ﷺ کی

Marfat.com

رسالت کی تصدیق کے ساتھ ساتھ عظمت قرآنی ہی کا ذکر ہے کہ "قسم ہے قرآن کی جو چشمہ ہدایت و حکمت ہے۔ اے محمد ﷺ! بے شک تم مرسلین سے ہو۔ اور تم سیدھی راہ پر ہو اور یہ قرآن مجید کی راہ ہدایت اس صاحب غلبہ عظمیٰ و صاحب رحمت کاملہ کی تنزیل ہے۔"

تنزیل کے معنی کسی چیز کو درجہ بدرجہ نہایت اہتمام کے ساتھ اتارنے کی بھی ہوتے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس قرآن کو خدائے عزیز و رحیم نے نہایت اہتمام و تدریج کے ساتھ اتارا ہے کہ لوگ اس پر غور کریں اس کو سمجھیں اور اس سے رہنمائی حاصل کریں۔

یہاں اللہ کی دو صفات کا حوالہ ہے ایک "عزیز" اور دوسری "رحیم" گویا ایک صفت انداز کے لیے ہے اور دوسری بشارت کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر لوگ اس کی تکذیب کریں گے تو خدائے عزیز و مقتدر لازماً سرکشوں کو سزا دے گا۔ لیکن وہ رحیم بھی ہے کہ اس نے یہ کتاب انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھجی ہے۔

یوں بھی ہے کہ تنزیل کی نصب مدح پر ہے اور عزیز رحیم کی طرف سے اس کا اترنا یہ بتانے کے لیے ہے کہ یہ منکروں پر غالب آئے گا اور اس کے ماننے والوں کے لیے بلند مراتب ہوں گے کیونکہ صفت رحیمیت مومنوں سے خاص ہے۔

اللہ۔ عزیز العلیم ہے

وہ اللہ تعالیٰ کہ جو آسمانوں یعنی سموات والارض کی تخلیق کا سبب اصلی ہے وہ سورہ انعام میں اپنی اسی صفت عزیز کو ایک اور طرح سے مرکب انداز میں یوں بیان فرماتا ہے کہ:

"وہ (نور بیز) صبحوں کو پھاڑ نکالنے والا (ابھارنے اور ظاہر کرنے والا) ہے۔ اس نے (سکوت) شب کو سکون (وطمانیت آفرین) بنایا ہے' اور (نظام) شمس و قمر کو معیار حساب بنایا ہے' یہ اس غالب و دانا (خداوند عزوجل) کے قائم کردہ مقدرات ہیں۔" (٦-٩٦)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر و شرح سے عیاں ہوتا ہے خدائے عزیز و علیم کارخانہ کائنات کو ایک خاص منصوبہ بندی اور بہتر پلاننگ کے ساتھ چلا رہا ہے۔ اس کے ہر گوشے سے اس کے صانع کی قدرت' حکمت اور اس کے علم عظیم کی شہادت مل رہی ہے۔

Marfat.com

"عزیز" کی صفت خدا کی بے نہایت قدرت اور سب پر اس کی بالاتری کو "علیم" کی صفت اس کے محیط کل علم کے ساتھ ساتھ اس کی بے نہایت حکمت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس طرح سارا نظام کائنات اسی کے علم و حکمت کے تحت چل رہا ہے اور اللہ عز برہانہ 'قدرت' علم اور حکمت سب کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔

عزیز ذو انتقام اللہ کی صفت عزیز کے جہاں دیگر کئی معانی ہیں وہاں یہ بھی مطلب ہے کہ وہ غالب قدرت والا ہے۔ کمزور اور ناتواں نہیں ہے کہ کوئی اسے بے بس کر دے' اسی طرح وہ انتقام والا ہے۔ یعنی عدل و قسط کے معاملے میں غیور ہے' سرد مہر اور بے احساس نہیں ہے کہ پامالی پر راضی ہو جائے۔ عدل و قسط کے قیام و نفاذ کے لیے اللہ اپنی اسی سنت انتقام کو بروئے عمل لاتا ہے۔

اللہ کی اس صفت کے اظہار کے لیے صرف ایک آیت مبارکہ کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ "اے رسول! اس نے تم پر قرآن مجید نازل کیا جو حقائق حیات کائنات کا سرچشمہ ہے۔ اور مصدق ہے ان تمام تنزیلات ربانی کا جو موجود اور بین یدیہ ہیں۔ اس نے قبل از ہدایت کے لیے تورات بھی نازل کی اور انجیل بھی۔ پھر اللہ نے فرقان (قرآن مجید) نازل کیا تاکہ پوری انسانیت کی ہدایت ہو اور ہدایت و ضلالت کی راہیں الگ الگ پہچانی جا سکیں۔ ہر آئینہ جن لوگوں نے آیات الٰہی سے کفر و جحود کا راستہ اختیار کیا ان کے لیے بڑا شدید عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور نافرمانی پر سزا دینے والا۔" (۳:۳-۴)

عزیز الغفور سورہ الملک میں شروع ہی کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ اللہ جل شانہ' کی صفات کا عکس وسیع و عظیم کائنات میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کا خالق بڑا ہی عظیم بھی ہے بڑا ہی بافیض اور حکیم بھی اور قدرت والا بھی ہے۔

یوں ارشاد باری ہوتا ہے کہ: "بڑی برکتوں والی ہے وہ ذات جس کے قبضہ اختیار میں کائنات ارض و سماوی کی کامل شہنشاہیت ہے' اور اس کی قدرت کاملہ ممکنات کی ہر شے کا مکمل احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ وہی ہے جس نے سلسلہ موت و حیات کی تخلیق کی ہے تاکہ تمہیں جانچے کہ تم میں سے بہتر عمل کون کرتا ہے۔ وہ بڑا زبردست اور بڑا مغفرت والا ہے (۶۷:۱-۲)

Marfat.com

اسی تسلسل اور ضمن میں ایک اور مقام پر یوں بھی فرمان الٰہی ہے کہ "کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ بلندیوں سے پانی اتارتا ہے پھر ہم اس کے ساتھ مختلف قسموں کے پھل اور غلے اگاتے ہیں پہاڑوں میں سفید' سرخ مختلف اللون اور سیاہ دھاری دار حصے ہیں۔

اور اسی طرح انسانوں' جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں۔(اس کارخانہ تخلیقات گوناں گوں کا اندازہ تو صحیح علم سے ہو سکتا ہے) اور بلاشبہ خشیت الٰہی کی توفیق انیق تو اللہ تعالیٰ کے اہل علم بندوں کو ہی میسر آتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ و عز برہانہ صاحب غلبہ اور صاحب غفران ہے۔" (۳۵: ۲۷-۲۸)

ان آیات مبارکہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو صاحب علم و معرفت ہوتے ہیں خدا کی معرفت سے بندے میں لازماً خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے آیت مبارکہ میں اللہ نے اپنے عزیز ہونے کے ساتھ ساتھ غفور ہونے کا اعلان بھی کیا ہے اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جو عزیز ہے وہ لوگوں کو مہلت بھی دیتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز اور بھی کئی مرکباتی صفاتی ناموں کے ساتھ بیان ہوئی ہے جس سے اللہ کی زبردست قدرت اور عزو شرف ہی کی وضاحت ہوتی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اگر چہ العزیز ایک جمالی صفاتی اسم ہے لیکن بعض حوالوں سے اسے جلالی بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس اسم مبارک کا ورد بندے کو خلق میں عزو شرف بخشتا ہے۔

(۲) اگر کہیں بارش نہ ہو رہی تو باران رحمت کے لیے رات کے وقت لوگ اکٹھے ہو کر دو ہزار بار یا عزیز کا باآواز بلند ورد کریں' اللہ سے بعد میں دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ باران رحمت سے نوازتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص "یا عزیز من کل عزیز" پڑھنے کو اپنا معمول بنالے تو وہ ساری خلقت میں عزیز اور مقبول ہو جاتا ہے۔

(۴) فجر کی نماز کے بعد اکتالیس بار "یا عزیز" کا اکتالیس دن تک ورد کرنے سے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

بندے کی محتاجی ختم کر دیتا اور مشکلات سے نجات بخش دیتا ہے۔

(۵) کوئی شخص ۴۰ دن نماز فجر کے بعد ۴۰ بار یا عزیز کا وظیفہ کرے تو وہ دوسرے لوگوں کی مدد سے آزاد ہو کر مکمل طور پر خود کفیل ہو جاتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص کسی عہدے سے معزول ہو گیا ہو یا نوکری سے نکال دیا گیا ہو تو اسے چاہیے کہ سات دن تک روزانہ غسل کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز نفل ادا کرے' اور نماز کے بعد ایک ہزار بار یا عزیز کا ورد کر کے دعا کرے۔ چوتھے دن پانچ ہزار بار یا عزیز پڑھے۔ پھر پانچویں چھٹے اور ساتویں دن سجدے کی حالت میں تین سو بار یا عزیز کا ورد کرے دعا کرے تو انشاء اللہ یا تو پہلی ملازمت پر جائے گا یا پھر اللہ اس کے لیے کسی متبادل عہدے کا اہتمام کر دیتا ہے۔

(۷) اگر بیوی اپنے خاوند کی نظروں میں گر گئی ہو تو اسے چاہیے کہ چند دن تک "یا عزیز" کا ظاہری و باطنی طور پر ورد کرتی رہے۔ بہت جلد دوبارہ عزت حاصل کر سکے گی۔

(۸) جو شخص یا عزیز کے ذکر کو اپنا معمول بنا لیتا ہے وہ شیطانی' نفسانی اور شہوانی خواہشات سے بچا رہتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص اکتالیس روز تک ہر رات بعد نماز عشاء پانچ سو بار روزانہ "یا عزیز" کا وظیفہ کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ مفلسی بے روزگاری اور عسرت سے نجات بخش دیتا ہے۔

(۱۰) تنگ دستی کی حالت میں کنجوسی سے بچنے کے لیے یا عزیز کا ورد بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۱۱) ہر نماز کے بعد دھیمی آواز میں یا عزیز کا ورد دس بار کرنے سے اللہ تعالیٰ اس شخص کو صاحب عزت اور باوقار بنا دیتا ہے۔

(۱۲) طویل مدت سے رکے ہوئے کاموں کو مکمل کرنے کے لیے ہر رات نماز عشاء کے بعد چورانے روز تک روزانہ چورانے بار یا عزیز کا ورد ہر طرح کی رکاوٹ کو دور کر دیتا ہے۔ اور کام کی تکمیل کا باعث بھی بنتا ہے۔

Marfat.com

العظیم

العظیم ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۰۲۰

عدد واحد ——— ۳

عظیم العظیم، عظیم کا مطلب ہوتا ہے نہایت باعظمت، بہت ہی بلند و بالا مرتبے والا، یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ یہ عظمته سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔ اس کے دیگر معانی میں نہایت بزرگی والا، بہت ہی ناز والا۔ ہر طرح کی بڑائی اور عظمت کا مالک۔

اللہ العظیم وہ ہے جو انتہائی عظمتوں والا ہے۔ سب کی سب بڑائیاں اور عظمتیں اسی کے لیے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اس اللہ العظیم میں بدرجہ اتم موجود نہ ہو۔

العظیم اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت عظیم تمام تر بڑائیوں، تمام تر برتریوں، تمام تر شانوں، ہر طرح کی شان و شوکت ہر طرح کے ناز اور فخر اور غرور و تکبر والی ہے۔ اس لفظ کا ایک مطلب کلاں، بہت بڑا اور سب سے بزرگ تر کا بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

اللہ العظیم

اللہ العظیم کی ذات اور ہستی بڑی ہی بلند و بالا' عظیم الشان اور تمامتر اوصاف اور عظمتوں والی ہے۔ ان کے علم' اس کی قدرت اور اس کی وسعت کو انسان الفاظ و جذبات کے حوالے سے بیان کر ہی نہیں سکتا۔ اس کی ذات اقدس کو انسان اپنے محدود اور مادی پیمانوں سے قیاس اور گمان میں لا ہی سکتا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس اللہ کی عظمتوں کو دنیاوی اور مادی پیمانوں سے ناپنے کی ہرگز کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اگر کوئی اس طرح کی کوشش کرتا ہے تو وہ گستاخی کا مرتکب ہو جاتا ہے' یہیں سے اس کے لیے غلط فہمیوں کی راہیں کھلتی ہیں اور وہ وادی شرک میں گر جاتا ہے۔ اس لیے اللہ العظیم اپنی صفات کے بارے میں جو خود بتاتا ہے ہمیں اسی پر ایمان لانا چاہیے۔ اس لیے ہر طرح کے ظن و قیاس اور تشبیہہ و تمثیل سے ہمیں بچنا ہی چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ شان و شوکت اور عظمت و جلالت بیان کرنے کی خاطر محض خیال آرائیوں ہی کے تانے بانے نہ بنے جائیں بلکہ صرف اسی پر توجہ دی جائے کہ جس حد تک اللہ نے انسان کو خود ہی اپنے بارے میں بحوالہ قرآن مجید بتایا ہے۔

ہر طرح کی عظمتوں کا مالک

اللہ تبارک و تعالیٰ عظیم ترین قوتوں اور اقتدار اور اختیارات کا مالک ہے۔ یہ اسی عظیم ہستی کا نظام ہے کہ یہ اتنی بڑی کائنات کا ہر معاملہ اور ہر نظام چل رہا ہے۔ اس کائنات میں اور کوئی صاحب اقتدار نہیں ہے۔ وہی عظیم سب کو زندگی عطا کرتا ہے لیکن وہ عظیم اپنی زندگی کے لیے کسی کا محتاج نہیں۔ وہ ہر شے کو توازن اور قیام عطا کرتا ہے۔ لیکن اسے اپنے قیام کے لیے کسی بھی سہارے کی ضرورت اور حاجت نہیں۔ وہ کائنات کی حفاظت سے' نہ کبھی غافل ہوتا ہے۔ نہ بے خبر۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' سب اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو کسی کا ساتھی بن کر قانون خداوندی کے خلاف اس کی مدد کر سکے۔ یہ مدد بھی قانون خداوندی کے مطابق ہو سکتی ہے جو کچھ اس کائنات میں سامنے ہے اور جو کچھ اس کے پیچھے ہے اور جو کچھ نزدیک ہے اور جو کچھ ماوری الماوریٰ ہے اللہ سب کا علم رکھتا ہے اور اس کے علم میں سے کسی کو ذرہ برابر بھی نہیں مل سکتا۔ بجز اس طریق کے جو اس کے قانون مشیت نے مقرر رکھا ہے۔ یعنی وحی اور بصیرت وغیرہ۔ اس اللہ العظیم کا علم و اقتدار کائنات کی پستیوں

Marfat.com

اور بلندیوں، سب پر چھایا ہوا ہے۔ اور ان کی حفاظت و نگرانی اور نگہبانی سے وہ کبھی تھکتا نہیں، یہ اس پر قطعاً گراں نہیں گزرتا۔ اس کا علم و اقتدار اور غلبہ و تسلط کائنات کی بنیادوں سے لے کر انتہائی بلندیوں تک کو محیط ہے۔ وہ ذات بابرکات اونچی بلندیوں اور عظیم سے عظیم عظمتوں کی مالک ہے۔" (۲:۲۵۵):

صاحب فضل عظیم

اللہ تعالیٰ کا یہ اسم مبارک مرکب انداز میں بھی کئی بار قرآن مجید میں آیا ہے اور یوں اللہ کی یہ صفت ایک اور وسیع ترین انداز میں سامنے آتی ہے کہ وہ اللہ صاحب فضل عظیم بھی ہے۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ وہ فضل اور عظمت بھری صفت ہے کہ اس سے کفار اور مشرکین ہرگز نہ تو واقف ہیں۔ اور ان پر اللہ کی یہ صفت بہت شاک گزرتی ہے۔

"اہل کتاب اور مشرکین کو (جو منکرین اسلام ہیں) کب گوارا ہے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر خیروبرکت کا نزول ہو اور اللہ تعالیٰ تو اپنی رحمتوں کو جس کے لیے چاہے (جو اس کی مرضات کی پیروی کریں) مختص کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو صاحب فضل عظیم ہے۔" (۲-۱۰۵):

تمام فضیلتوں کا مالک اور صاحب عظمت

اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔ یعنی وہ اپنے فضل میں بھی بے نیازی اور بے انتہا فراوانی سے کام لینے والا ہے۔

"تمام فضیلتیں اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں۔ وہ تو صاحب اختیار ہے، جسے چاہے عطا کر دے اور اللہ تعالیٰ تو واسع (وسعتوں اور کسائشوں کو پھیلانے والا) اور صاحب علم (کل) وہ جسے چاہتا ہے اپنی خصوصی نعمتوں سے نواز دیتا ہے اور وہ تمام فضیلتوں کا مالک ہے اور عظیم عظمتوں والا ہے۔" (۳-۷۴):

پھر اس طرح سے بھی وارد ہے کہ:

"اے اہل ایمان اگر تم راہ تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تم میں قوت فرقانی (حق و باطل میں فرق نمایاں کرنے والی طاقت و صلاحیت) پیدا کر دے گا، اور تم سے برائیاں دور کر دے گا، تمہیں اپنے دامن غفران میں لے لے گا اور اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی فضل کرنے والا، (ذوالفضل العظیم) ہے۔" (۸-۲۹):

Marfat.com

سب بلندیوں کا مالک ہر طرح کی عظمتیں اور بلندیاں اور بڑائیاں اسی اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ عظیم سے عظیم تر عظمتوں کا مالک ہے:

"اس کے لیے ہی ہے جو کچھ آسمانوں کی بلندیوں میں ہے اور جو کچھ زمین کی وسعتوں میں ہے اور وہ سب بلندیوں اور ساری عظیم ترین عظمتوں کا مالک ہے۔" (۴۲-۴):

ذوالفضل العظیم اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت عظیم اس کے فضل کے ساتھ مرکب صورت میں زیادہ بار استعمال ہوئی ہے اور اس فضل کو بھی یہ صفت بے پایاں اور وسیع تر کر دیتی ہے۔ اس خاص پس منظر میں اس طرح سے بتایا گیا ہے کہ:

"تاکہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے' اور یہ کہ تمام فضل اللہ تعالیٰ کے حیطہ اختیار میں ہے' جسے چاہے اسے اپنے فضل سے نواز دے اور اللہ تعالیٰ "ذوالفضل العظیم" بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔" (۵۱-۲۹):

فوز العظیم اللہ العظیم اپنے بندوں کو یقیناً بڑی کامیابیاں اور کامرانیاں بھی عطا فرماتا ہے' اور اس تسلسل کو وہ بعد میں بھی جاری رکھے گا۔ اسی حوالے سے ارشاد باری ہے کہ:

"وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں انہار بہ کنار باغات میں داخل کرے گا جس میں بڑی پاکیزہ سکونت گاہیں ہیں۔ یہ اللہ کی جانب سے "العظیم کی فور العظیم" یعنی بڑی کامیابی ہو گی۔" (۶۱-۱۱):

اسی طرح اللہ تعالیٰ دوزخ والوں کو ان کے اعمال کی سزا کے طور پر "کھولتا ہوا پانی اور جحیم کی آگ دے گا اور جان لو کہ یہ یقیناً تحقیقی یقینی بات ہے۔" (۵۷: ۹۳-۹۵) اور اس لیے:

"آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔" (۵۷-۹۶):

اس صورت میں تمہارے لیے اس کے سوا اور کون سی روشنی زندگی ہو سکتی ہے کہ تم اپنے نشوونما دینے والے کے ربوبیت عامہ کے پروگرام کو مشہور طور پر مستحق حمد و ثنا و

Marfat.com

ستائش بنانے کے لیے سرگرم عمل رہو یعنی اسے اس انداز میں متشکل کرو کہ ساری دنیا پکار اٹھے کہ فی الواقعہ قابل صد ہزار حمد و ستائش اور عظیم الشان وہی ذات ہے جس کا نظام ایسے خوشگوار اور انسانیت ساز نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور یہی اس باری تعالیٰ کی حمد و تسبیح ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ العظیم

اللہ جل جلالہ اپنی صفت عظیم کے باعث اپنے بندوں پر بے پناہ فضل و کرم، عظمتوں کے سائے اور عظمت بھری نعمتوں کی فراوانیاں جاری و ساری رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت اور فضل و کرم کے لیے چن لیتا ہے اور وہ تو عظیم ترین عظمتوں والا ہے۔ بس وہی اللہ تعالیٰ ہی ایک سب سے بڑی اور سب سے بزرگ و برتر ذات ہے۔ اس کی عظمتوں کا کوئی ثانی ہی نہیں ہے۔

ہر طرح کا شرف و فضل اور عظمت صرف اللہ ہی کے لیے ہے، اور وہ اپنی عظیم سے عظیم تر عظمتوں کے ساتھ بڑا ہی وسیع النظر بھی ہے اور ہر شے پر قادر اور مقتدر ہے۔ اس کا فضل بہت بڑا ہے اور یہ سب اس لیے ہے کہ وہ "ذوالفضل العظیم" ہے۔ اس کی عظمتیں بے حد و حساب ہیں۔

اللہ العظیم اپنی بلندیوں، رفعتوں اور عظمتوں کی بے پناہ وسعتوں اور دامان عظمت میں اس قدر کشادگی ہے کہ وہ انسانوں کی مغفرت کرنے میں بھی دریا دلی سے کام لیتا ہے۔ اور ہر طرح کی خطاؤں کو اپنی شان غفاری کے تحت بخش دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل فرمانے والا اور بے پناہ عظمتوں والا ہے۔

اللہ ہی برتر اور عظیم ہے

اس اللہ العظیم کی اس ساری کائنات میں خدائی ہے، اور پوری کائنات اور اس کے اندر جہاں جہاں جو کچھ بھی ہے۔ وہ سب اسی اللہ ہی کا ہے، اور اللہ ہی اس کا مالک و خالق ہے۔ اس مالک کے ساتھ اس کی ملکیت میں کسی اور کی خداوندی کی نہ تو چل سکتی ہے اور نہ اس کی کوئی گنجائش ہے وہ دوسرے جو اپنی خداوندی چلانا چاہتے ہیں کہ وہ تو خود اسی اللہ کے مملوک ہیں اور پھر وہ تو سب سے برتر اور عظیم ہے۔ یعنی اس سے بالاتر اور بزرگ تر، اور اس کا کوئی ہمسر ہو ہی نہیں سکتا، وہ اپنی عظمتوں میں سب سے عظیم اور یکتا ہے۔

Marfat.com

رب عظیم قرآن مجید کی سورۃ الواقعہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت عظیم بطور "رب عظیم" آئی ہے اور اس عظیم رب کی اس عظیم صفت جمالی کے ساتھ ایک تنبیہہ کے طور پر حکیمہ انداز و اسلوب میں کہا گیا ہے کہ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو کیونکہ اس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔

"کبھی تم نے خیال کیا' یہ آگ جو تم سلگاتے ہو' اس کا درخت تم نے پیدا کیا یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ ہم نے اس کو گویا یاد دہانی کا ذریعہ اور حاجت مندوں کے لیے سامان زیست بنایا ہے۔(پس اے نبی) اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔" (۵۶:۷۱ تا ۷۴):

یہاں پر اللہ العظیم کی تسبیح کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس رب عظیم کا مبارک نام لے کر یہ اظہار و اعلان کیا جائے کہ وہ اللہ العظیم ان تمام عیوب و نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے' جو کفار و مشرکین اس سے منسوب کرتے ہیں اور جو کفرو شرک کے ہر عقیدے اور منکرین آخرت کے ہر استدلال میں مضمر ہیں۔ لیکن وہ اللہ تو ہر حال میں عظیم تر عظمتوں والا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ صاحب عظمت' بزرگ و برتر ہے۔ اپنی عظمت اور برتری میں بے مثال ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے' اللہ تعالیٰ اسے بھی عظمت بخش دیتا ہے' لوگوں کی نظروں میں اس شخص کو اللہ تعالیٰ معزز و مکرم بنا دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص پیٹ درد میں مبتلا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ایک پیالی پانی یا عظیم یا عظیم کا ورد کرتا ہوا پی لے' انشاء اللہ یہ درد لمحوں میں ختم ہو جائے گا۔

(۳) یا عظیم کا ورد کرنا لوگوں کو بہرصورت' صاحب عزو شرف اور صاحب توقیر بنا دیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص "یا عظیم" کا گیارہ سو بار ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ دوستوں اور دشمنوں کی نگاہوں میں اس کے مقام و مرتبہ کو بلند فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

(۵) مقام و منصب اور عہدے میں ترقی کی خاطر جو شخص اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے مراتب اور مناصب بلند فرما دیتا ہے۔

(۶) اگر کسی شخص کے پیٹ میں درد ہو رہا ہو۔ تو ایسے شخص کو کسی کاغذ پر "یا عظیم" سات بار لکھ کر اسے پانی میں گھول کر پلا دیں تو اللہ تعالیٰ اسے شفا بخش دیتا ہے۔

(۷) "یا عظیم" کا اکثر ورد کرنے والے شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت بڑھا دیتا ہے اور اس کے دل میں اللہ کی عظمت اور بزرگی کئی چند ہو جاتی ہے۔

(۸) اگر کوئی جذام یعنی کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو تو اس کو ہر روز یا عظیم کا ورد کر کے پانی پلایا جائے تو چند روز کے بعد اس بیماری سے بتدریج نجات بھی مل جاتی ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص ہر روز بعد نماز ظہر ایک سو ایک بار اس اسم حسنہ کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مرادیں پوری کرتا اور مقاصد میں کامیابی عطا کرتا ہے۔ لوگوں میں اس کی قدر و منزلت بھی بڑھ جاتی ہے۔

(۱۰) اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بھی اس اسم مبارک کا ورد وظیفہ کرتے رہنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

Marfat.com

العفو

العفو ——— اسم جلالی ہے

اعداد ——— ۱۵۶

عدد واحد ——— ۳

"عفو" کے بنیادی معنی ہوتے ہیں ترک کر دینا' چھوڑ دینا اور مٹا دینا۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت اور اسم مبارک بھی ہے۔

کسی سے کوئی غلطی یا جرم ہو جائے تو جہاں عدل کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اسے اس جرم کی سزا دی جائے' وہیں یہ تقاضا بھی ہوتا ہے کہ اگر مجرم میں احساس ندامت پایا جائے اور اس کا امکان ہو کہ یہ ندامت اس کی اصلاح کی موجب بن جائے گی' تو اسے اتنی سی سرزنش کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ اسے عفو خطا کہا جائے گا یا اگر سزا دی جائے تو اس کے بعد اس کے ضرر رساں نتائج کو محو کر دیا جائے یہ بھی عفو کی ایک شکل ہو گی۔ قوانین خداوندی میں اس لیے عفو کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔" اس حوالے سے اکثر جہاں جرائم کی سزا کا ذکر ہے وہاں عفو کا ذکر بھی ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی جرم یا خطا کا جو

Marfat.com

اثر انسان کی اپنی ذات پر پڑتا ہے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا (یعنی معاف نہیں کر سکتا) اس کے لیے قرآن مجید نے بتایا ہے کہ ایسے اثرات اسی صورت میں مٹ سکتے ہیں کہ خطار کار اتنے اچھے کام کرے کہ ان کے تعمیری نتائج خطا کے تخریبی نتائج پر بھاری ہو جائیں۔ پھر عفو کا لفظ زائد از ضرورت مال یا اشیاء کے لیے بھی آتا ہے۔

عفو۔ العفو بطور اللہ تعالیٰ کی صفت ''عفو'' کے معنی ہوتے ہیں گناہوں اور تقصیرات کو بخشنے والا' درگزر فرمانے والا' معاف کر دینے والا' چھوڑ دینے والا' معافی دینے والا' بہت معاف کرنے والا۔ یہ ''عفو'' سے صیغہ مبالغہ ہے۔ اور بطور واحد استعمال ہوتا ہے۔ اللہ بہت معاف کر دینے والا ہے۔ خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفت میں تحمل' درگزر' معافی اور بخشش بھی ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے زیادہ اور بڑھ کر درگزر کرنے والا' معاف کرنے والا' معافی دینے والا' لوگوں کی خطاؤں جرائم اور غلطیوں کو بھول جانے والا اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

اللہ عفو قدیر ہے اللہ تبارک و تعالیٰ درگزر کرنے والا' بخشنے والا اور ہر حوالے سے صاحب قدرت اور صاحب اختیار ہے۔ اس سلسلے میں ایک آیت مبارکہ میں اس طرح سے آیا ہے کہ:

> ''اگر تم برملا نیکی کرو گے یا پنہاں طور پر یا عفو تقصیر کرو گے' تو اللہ تعالیٰ بھی عفو کنندہ اور صاحب قدرت عفو ہے۔'' (۴-۱۴۹)

اس آیت مبارکہ میں اللہ کو جو روش ناپسند ہے اس کو بیان فرمانے کے لیے یہ پسندیدہ روش کا بیان ہے۔ فرمایا کہ پسندیدہ روش یہ ہے کہ آدمی اچھی بات کا اظہار کرے' اچھا جذبہ دل میں پرورش کرے اور دوسروں کی برائیوں سے درگزر کرے۔ اس کے بعد اللہ نے اپنی دو صفتوں عفو اور قدیر کا حوالہ بھی دیا ہے' جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ خدا ہر طرح کی قدرت رکھنے کے باوجود لوگوں کی برائیوں سے درگزر فرماتا ہے۔ اس وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ اس کی ان صفات کا عکس اس کے بندوں کے اندر بھی پایا جائے۔ آدمی طاقت رکھتا ہو کہ وہ کسی کو ترکی بہ ترکی جواب دے سکے لیکن اس نے باوجود وہ درگزر کر جائے تو عفو ہے۔

Marfat.com

اللہ عفو غفور ہے

طہارت بدنی، غسل جنابت اور عام غسل کے بارے میں پانی کی عدم دستیابی اور کمیابی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک متبادل طریقہ بھی بیان فرمایا ہے کہ:

"پھر تمہیں اگر غسل کے لیے پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم کر لو) ہر آئینہ اللہ تعالیٰ صاحب عفو و غفران ہے۔" (۴-۴۳ جزوی):

اور اس طرح سے بھی ہے کہ "یہ بعید از قیاس نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے، اور اللہ تعالیٰ صاحب عفو ہے اور صاحب غفران بھی ہے۔" (۴-۹۹):

اللہ صاحب عفو ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر طرح کے علم و حلم کا سرچشمہ ہے، اور ہر امر و فعل اس کے علم اور نگاہ میں ہوتا ہے۔ اس حوالے سے یوں ارشاد باری ہے کہ:

"بات یہ ہے کہ جس نے اتنا ہی بدلہ لیا جتنا اسے دکھ دیا گیا تھا پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور نصرت کرے گا، بے شک وہ اللہ صاحب عفو اور صاحب غفران و رحمت ہے۔" (۲۲-۶۰):

اس کے بعد مردوں کی عام فطرت کے پیش نظر بحوالہ "ظہار" یعنی کسی بھی غصے یا جذباتی حالت میں خاوند جب اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں اور یہ قدیم عربوں میں گویا طلاق کے مترادف عمل تھا، اس روش غلط کے سلسلے میں قرآن میں وضاحت کی گئی ہے کہ:

"ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے، ہاں البتہ اس طرح ایک بری اور جھوٹی بات کہنا ہے (لہٰذا اس سے توبہ کریں) بے شک اللہ تعالیٰ صاحب عفو اور صاحب غفران ہے۔" (۵۸-۲ جزوی):

اللہ تعالیٰ درگزر فرماتا ہے

سورۃ المائدہ میں واضح طور پر ارشاد باری موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سی باتوں پر عفو اور درگزر سے کام لیتا ہے۔ ارشاد الٰہی یوں ہوتا ہے کہ:

"اے اہل کتاب ہر آئینہ ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے کہ جن حقائق کو تم

Marfat.com

نے ابھی تک پردہ اخفا میں رکھا ہے' اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول بیان کر دیتا ہے اور تمہاری بہت سی کوتاہیوں پر درگزر کرتا ہے۔(اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ رسول رشد و ہدایت الٰہی کا مینارہ نور بن کر آیا ہے' اور ایسی کتاب لے کر آیا ہے جو زبان و بیان کی ممکن تعقیدات سے مبرا' کتاب مبین ہے۔"(۵-۱۵):

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے منافقین اور لوگوں کے ایک خاص گروہ سے اس طرح سے خطاب فرمایا ہے کہ "فضول عذر نہ تراشو۔ تم ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر چکے ہو۔ اگر تم میں سے کسی گروہ کو معاف کر دیں گے تو کسی کو عذاب بھی دیں گے اس سبب سے کہ وہ مجرم تھے۔"(۹-۶۶):

وہ اللہ تو بندوں کے سینوں کے پوشیدہ اسرار بھی جانتا ہے اور پھر یوں بھی آیا ہے کہ:

"اس کی ذات وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتی ہے اور ان کے گناہوں پر عفو کرتی ہے درآں حالیکہ اسے تمہارے پوشیدہ و ظاہر تمام اعمال کا علم ہے' وہ سمیع و علیم اہل ایمان اور نیکوکاروں کی دعائیں قبول کرتا ہے اور اپنے فضل بے پایاں سے مانگنے سے بھی زیادہ دیتا ہے' اور کافروں کے لیے عذاب شدید ہے۔"(۴۲-۲۶):

بہت درگزر کرنے والا

اللہ تبارک و تعالیٰ انسانوں کی غلطیوں' کوتاہیوں اور سرکشیوں پر بہت زیادہ درگزر کرتا رہتا ہے اور اگرچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس طرح سے بھی ہے کہ "تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے خود کردہ برے کاموں کی وجہ سے آتی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سے کاموں میں درگزر بھی کر دیتا ہے۔"(۴۲-۳۰):

اور اللہ تعالیٰ اپنے قاعدہ قانون کے مطابق عذاب بھی دیتا ہے اور عفو سے بھی کام لیتا ہے۔

اس سلسلے میں یوں ارشاد ہے کہ "یا ان کفار کو ان کے کرتوتوں کی سزا میں تباہ و برباد کر دے(اور) وہ بہت سے گناہ معاف بھی کر دے گا۔"(۴۲-۳۴) اور وہ لوگ جو ہماری

Marfat.com

واضح آیات میں بحث و مجادلہ سے کام لیتے ہیں' جان لیں کہ ان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں ہے۔" (۴۲-۳۵):

عفو اور درگزر کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ انسانوں کی طرف سے بھی عفو درگزر کی کئی مثالیں فرماتا ہے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کو اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ اور پھر اس عمل عفو کو تقویٰ سے زیادہ قریب قرار دیتا ہے یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے بھی یہی چاہتا ہے وہ دوسروں کی فروگزاشتوں کو معاف کر دیا کریں۔ اس ضمن میں ایک مقام پر اس طرح سے ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"تم میں سے جو بزرگی اور وسعت رزق رکھنے والے ہیں انہیں اپنے قریبیوں (رشتہ داروں) مسکینوں' مہاجروں کو اللہ کی راہ میں زر اعانت دینے سے قسم نہیں کھا لینی چاہیے بلکہ انہیں عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے۔ (اللہ تعالیٰ عفو ہے اور تحب العفو اس لیے' کیا تم نہیں چاہتے کہ (تم لوگوں کی خطائیں معاف کرو اور) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ تو صاحب غفران ہے' صاحب رحمت ہے۔" (۲۴-۲۲ جزوی):

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ کو بھی عفو و درگزر کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس ضمن میں کئی صورتوں اور احوال میں عفو سے کام لینے کے لیے کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں "عفو" کے لفظ اور معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے جن سے بتایا گیا ہے کہ زائد از ضرورت مال دوسروں کی ضروریات کے لیے کھلا رکھنا عفو ہے۔

لیکن عفو سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ایک صفت عالی اور اسم مبارک ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ العفو بندوں کی غلطیوں اور جرائم پر درگزر کرنے والا ہے' اور اس اسم مبارک کے باعث اپنی اس صفت کو انسانوں کے لیے بڑی فراوانی اور فیاضی سے بروئے کار لاتا رہتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ اس سے بہت زیادہ گناہ سرزد ہو گئے ہیں تو وہ "یا عفو" کا مدام ذکر کرنا اپنا معمول بنا لے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے

Marfat.com

گا۔

(۳) اگر دشمن کے ہتھیاروں کو ناکام اور ناکارہ بنانا مقصود ہو تو اس کے لیے دشمن کے ہتھیاروں کو تصور میں لا کر ان پر "یا عفو" کا دم کیا جائے' یوں وہ ہتھیار کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

(۴) اگر کوئی شخص "یا عفو" کا روزانہ ورد کرنا اپنا معمول بنالے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر روز کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

(۵) اگر کسی شخص کے گناہ بہت زیادہ ہوں' اسے چاہیے کہ وہ "یا عفو" کا بکثرت ورد کرے۔ اور کوئی نیا گناہ نہ ہونے دے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

(۶) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا ہوتا ہے وہ لوگوں سے اپنا بدلہ لینے کے بجائے عفو اور درگزر سے کام لیتا ہے' اور یوں اللہ تعالیٰ بھی اس سے درگزر کرنے لگتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ہر روز ایک سو بار "یا عفو" کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑے سے بڑے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ شخص نئے گناہوں سے بچا رہے۔

(۸) اگر کسی شخص کو سرخ باد کا مرض لاحق ہو گیا ہو' اس کے ماتھے پر سات بار انگلی سے "یا عفو" لکھیں تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی اس مرض سے شفا بخشتا ہے۔

(۹) اس اسم مبارک کے ورد سے انسان کا غصہ اور بے تحاشا جذباتی پن بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس اسم مبارک کا دم کیا ہوا پانی پینے یا کسی کو پلانے سے بھی شدید غصہ اور جذبات آتشیں ختم ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) سخت مزاج اور تلخ اطوار حاکموں اور افسروں سے ملاقات سے پہلے "یا عفو" کا ورد کرنا نہایت مفید اور موثر ہوتا ہے۔ اس سے وہ لوگ نرم دل اور ہمدرد بن جاتے ہیں۔

(۱۱) یا عفو کا ورد کر کے جو بھی دعا مانگی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشتا ہے۔

Marfat.com

العلی

العلی ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۱۰

عدد واحد ——— ۲

اللہ بزرگ و برتر اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس اسم مبارک کا مطلب ہے سب سے اعلیٰ' سب سے بزرگ' سب سے بلند و بالا' اعلیٰ اور سب سے عظمت والا۔ یہ لفظ علو سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔ اس کے معانی بلند و برتر' قوی و مضبوط سب سے بڑا اور بزرگ و عظیم اور شریف و بلند ترین مرتبے والے کے بھی ہوتے ہیں۔

علی العظیم اس مرکب توصیف کے معنی بلند اور عظیم کے لیے جاتے ہیں۔ یعنی اللہ کی ہستی بڑی ہی بلند' اعلیٰ ترین' اور بڑی ہی عظیم ہے۔ اس کے علم' اس کی قدرت اور اس کی وسعت کو اپنے محدود پیمانوں سے نہ تو ناپا جا سکتا ہے' اور نہ ہی اس کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات

Marfat.com

سب سے بلند اور کبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت علی العظیم کو بیان کرنے کے لیے قرآن مجید کی اس مشہور ترین آیت کو پیش کیا جاتا ہے جو سب سے بڑی آیت ہے اور اسے آیت الکرسی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

''ارشاد ہوا' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے' وہ ذات ہے جو خود اپنے بل پر قائم اور دوسروں کے قیام و بقا کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ وہ ابد بیدار مطلق اللہ ہے۔ نہ تو اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ یعنی اللہ تعالیٰ غفلت کے تمام اثرات سے کمال درجہ پاک ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے(بلندیوں کے اسرار و رموز اور زمین کے خزانے اور دفینے سب اسی کے ہیں)۔ اس کے اذن کے بغیر اس سے کوئی کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا علم جو کچھ لوگوں کے رو برو ہو رہا ہے(حاضرات) اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو رہا ہے۔(غائبات) سب پر محیط ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا علم لوگوں کے آگے اور پیچھے اور ان کے ماضی اور مستقبل سب پر حاوی ہے۔ اس کی کرسی حکومت و اقتدار و اختیار و تسلط کی وسعتیں آسمانوں کی رفعتوں اور زمین کی گہرائیوں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے(یعنی اس اللہ کا اقتدار آسمانوں اور زمین کے تمام اطراف و اکناف پر حاوی ہے۔ کوئی گوشہ اور کونہ بھی اس کے دائرہ اقتدار سے الگ نہیں ہے۔)اور اس کے لیے ان کی حفاظت میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ (زمین و آسمان کی دیکھ بھال) ذرا بھی خدا پر گراں نہیں ہے۔) اور اس کی ذات بابرکات علی العظیم اونچی سے اونچی بلندیوں اور عظیم سے عظیم عظمتوں کی مالک ہے۔'' (۲۔ ۲۵۵):

غیر محدود بلند اور اعلیٰ

اللہ تعالیٰ اپنی علی العظیم صفات کے اعتبار سے غیر محدود علم و فضیلت والا' غیر محدود قدرت و اختیارات اور اقتدار و تسلط والا' اور غیر محدود قوت تصرف کا مالک ہے۔ اس علی العظیم کا علم کسی بھی طرح کی حدود و قیود سے ماورا اور باہر ہے اور لا محدود ہے۔ ''اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات تو پاک ہے اور سب سے بلند و برتر ہے۔'' (۶۔۱۰۰ جزوی) اسی طرح اللہ تعالیٰ مشرکین کے وہ ملوثات جنہیں وہ اللہ سے منسوب کرتے ہیں' ان سے پاک اور بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی

Marfat.com

صاحب غلبہ ہے اور وہی صاحب حکمت ہے اور اسی کا بول ہمیشہ بالا رہتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بلندی' عظمت' بڑائی اور کبریائی یہ ہے کہ وہ سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔ ارشاد باری ہے کہ:

"یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کے نفع پر اور ہیں اور نہ نقصان پر اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارش کنندہ ہیں' ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی اطلاع دے رہے ہو جو نہ آسمانوں میں ہے' نہ زمین میں ہے' وہ اللہ توان کے مشرکانہ خیالات سے پاک و برتر ہے۔" (۱۰-۱۸):

اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ وہ سب سے عالی یعنی العلی ہے' لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے وہ تو سدا کفر پر ہی تلے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "اس رسول پر اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی بصورت معجزہ کیوں نہیں اترتی' انہیں کہہ دیجئے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور تم تو ان کو اعمال بد کے عواقب سے خبردار کرنے والے ہو' اور سنت الٰہی ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک رہبر ہوتا ہے۔ یعنی ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو بحالت حمل ایک مادہ اٹھائے ہوئے ہے' اس کے پیٹ میں حالت جنین میں جو کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس سے بھی وہ عالم الغیب والشھادۃ (پوشیدہ و ظاہر کا عالم) واقف ہے۔ وہ کبیر اور ہر حالت میں عالی شان اور بڑا اور بالا رہنے والا ہے۔ (۱۳: ۷-۹)

اللہ کا علم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کو ایک اور انداز سے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں اور اس کے علم اور اس کے منصوبوں کو اپنے محدود علم سے ناپنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ عالی اور العلی تمام غائب و حاضر کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ بڑی ہی عظیم ہستی ہے اور اس کی بارگاہ بہت بلند ہے' وہ اپنے ارادوں اور اپنی سکیموں کے بھیدوں کو خود ہی جانتا ہے۔ دوسرے اس میں سے صرف اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ ان پر ظاہر کر دیتا ہے۔

سب سے بلند و برتر

اللہ تبارک و تعالیٰ تو "سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون" ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جو علی العظیم ہے۔ مشرکوں کے ہر طرح کے مزعومہ شرک اور شریکوں سے پاک اور برتر ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں' وہ جن اعلیٰ

Marfat.com

صفات سے متصف ہے' ان صفات کے ساتھ ان مشرکانہ توہمات کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔ وہ اللہ تو اپنی تمام صفات میں یکتا اور وحدہ لا شریک ہے۔ اس خدا کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے' وہ ان تمام شریکوں سے پاک اور منزہ ہے۔ اس کی اعلیٰ صفات بہرصورت سب سے اعلیٰ اور اونچی اور بلند و برتر ہی رہتی ہیں اور رہیں گی۔

اسی حوالے سے سورۃ النحل میں پے بہ پے دو آیات میں بڑی صراحت اور وضاحت کے آیا ہے کہ:

"اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر آلائش مادی سے پاک ہے اور (اے کافرو اور مشرکو) وہ تمہاری شرک کی تہمت سے مبرا اور منزہ ہے۔" (۱۶-۱ جزوی)

اسی طرح اور مزید یوں بھی ہے کہ:

"اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق بامقصد و بامصلحت کی ہے' وہ شرک کے ہر امکان و گمان سے بلند و برتر ہے۔" (۱۶-۳)

گویا اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنی بڑائی اور عظمت و رفعت کو تخلیق ارض و سموات کے حوالے کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان کی تخلیق اور پھر انتظام وانصرام کرنے والا وہ اکیلا اللہ ہے جو اپنے اندر تمام تر صفات اعلیٰ کا مالک ہے' اس سے بلند و بالا اور برتر اور کوئی ہے ہی نہیں۔

اللہ علی الکبیر ہے

قرآن مجید کا یہ نہایت خوب صورت اور موثر انداز ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ مختلف اسلوبوں سے اور گوناں گوں طریقوں سے اپنی شان کبریائی اور علو الٰہی کا اظہار کرتا چلا جاتا ہے۔ قرآن مجید علم و حکمت کی باتوں کو بار بار اور ہر بار نئے انداز اور رنگ میں پیش کرتا ہے تاکہ کوئی ابہام نہ رہے اور اتمام حجت ہو کر رہے۔

مشرکین اپنی ناقص عقل اور محدود علم کے باعث اللہ تعالیٰ کے ساتھ توہمات اور خرافات جوڑتے ملاتے ہیں۔ اللہ تو ان سے سب سے بالکل منزہ اور نہایت برتر ہے۔ بندوں کے ان قیاسات و تشبیہات کا اس اللہ کی اعلیٰ صفات کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔

ارشاد باری اس طرح ہے کہ:

"وہ تو بلند و برتر ہے اور ان تمام ملوثات سے پاک ہے' جو یہ اس کی ذات سے

Marfat.com

وابستہ کرتے ہیں۔" (۴۳-۱۷): اس تسلسل میں ایک بار اور یوں ارشاد باری ہوتا ہے کہ: "حق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور اس کے سوا جنہیں یہ پکارتے ہیں' وہ سب باطل ہیں' اور اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور کبیر ہے۔" (۲۲-۶۲):

سبحان اللہ و تعالیٰ

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشرکین کی تکذیب و تہدیم اور ان کی کوتاہ اندیشیوں کو متعدد مقامات پر بے سروپا قرار دے کر مقابلہ و موازنہ کے سے انداز میں بھی سمجھانے اور سوجھانے کی کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ ان مشرکین اور منکرین کا شرک اس اللہ کی شان کبریائی اور رتبہ و بلندی سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا ہے۔

اس صورت حال کو سورۃ المومنون میں پھر ایک نئے انداز میں ان مشرکین کو باور کرایا گیا ہے کہ:

"وہ رب کائنات تمام چھپی اور کھلی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اس کا مرتبہ اس سے بلند و برتر ہے جسے وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔" (۲۳-۹۲):

اس کے بعد سبحان اللہ و تعالیٰ نے سورۃ النمل' سورۃ القصص اور سورۃ الروم میں قریباً ایک ہی انداز و اسلوب میں منافقین' مشرکین اور منکرین کی سوچ اور روش کی تردید و تکذیب کی ہے۔ اور واشگاف اور واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "وہ اللہ تعالیٰ عزوجل تمام ملوثات کائنات سے پاک اور منزہ ہے۔ اور وہ بہت ہی بلند و برتر (یعنی سبحانہ وتعالیٰ) ہے۔ وہ ہر طرح کی مشرکانہ توہم پرستیوں سے جن میں وہ لوگ مبتلا ہیں سے مبرا ہے۔"

اور پھر ایک عبرتناک انجام کی انہیں خوشخبری سناتے ہوئے اس طرح سے بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ پروردگار کی گرفت میں ہوں گے' ان کے لیے عذاب کے دروازے کھل چکے ہوں گے' تو وہ پھر اس وقت تاسف کریں گے۔ اس موقع پر اللہ علی الکبیر کی طرف سے امر ہو گا کہ: "اب تو یہ جو عذاب تم پر نازل ہوا ہے' اسی سب سے بلند اور تمام کبریائی کے مالک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔" (۴۰-۱۲):

علیٌ حکیم

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ نہ کسی چیز میں کسی کا ساجھا ہے اور نہ

Marfat.com

کوئی چیز اس کے حیطہ اقتدار و اختیار سے باہر ہے۔ وہ بڑی ہی بلند اور بڑی ہی عظیم ہستی ہے۔ کسی کا بھی یہ درجہ نہیں کہ اس کا کفو اور ہم سر ہو سکے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگوں کو مہلت دے رہا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ لوگ اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہو گئے ہیں۔ اور اگر اس نے کسی کو عزت و شوکت بخشی ہے تو اس کو اتنا مغرور نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آپ سے باہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی بلند اور اس کی ہستی عظیم ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں ارشاد باری ہے کہ:

"اس کے لیے ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں کی بلندیوں میں ہے اور جو زمین کی وسعتوں میں ہے۔ اور وہ بلندیوں اور عظمتوں کا مالک ہے۔" (۴۲-۴):

اور مزید اس طرح سے بھی ہے کہ:

"وہ بڑا ہی عالی مقام' بڑا ہی حکیم ہے گویا وہ ہی علو مرتبت اور صاحب حکمت ہے۔" (۴۲-۵۱ جزوی)

علو مرتبت ہی اللہ کی بلندی' اس کی برتری' اس کی عظمت' اس کی کبریائی اور عالی مرتبت ہونے کی شان اور صفت عالی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسم مبارک العلی' ہر حوالے سے باعث عزو شرف اور توقیر و تحسین بخشنے والا ہے۔

(۲) جو شخص "یا علی" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں باعزت اور مقبول بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ شخص با اخلاق اور متحمل مزاج بن جاتا ہے۔

(۳) اگر کوئی مفلس شخص "یا علی" اسم اللہ کو کثرت سے پڑھتا رہے تو وہ بفضل تعالیٰ صاحب مال ہو جاتا ہے۔

(۴) یا علی الحکیم کا ورد کرتے رہنے سے بندہ سدا گمراہی اور فسق و فجور سے محفوظ رہتا ہے۔

(۵) جو شخص سات دن تک ہر صبح کی نماز کے بعد ۱۱۰ بار "یا علی الکبیر" کا ورد کرتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی درجات اور مراتب کو بلندی عطا کرتا ہے اور اسے خوشحالی بھی بخشتا ہے۔

(۶) وہ شخص جو کسی بھی وجہ سے معاشرے کی نظروں میں بے قدر ہو چکا ہو اسے چاہیے کہ اکیس روز تک ہر صبح کی نماز کے بعد روزانہ ۱۱۰ بار یا علی کا ورد کر کے پروردگار سے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ باعزت اور باوقار بنا دیتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص مفلس یا فقیر ہو چکا ہو تو اسے چاہیے کہ گیارہ دن تک ہر نماز کے بعد اکیس بار "یا علی" کا ورد کر کے اپنی روزی کی تلاش میں نکلے تو اللہ تعالیٰ اسے صاحب معاش بنا دے گا۔

(۸) سفر کو خیر عافیت سے گزارنے کے لیے دوران سفر اس اسم مبارک کو کثرت سے پڑھنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۹) اگر کوئی مسافر اپنی مسافری کے دوران پریشان حال ہو جائے تو وہ اس اسم الٰہی کا کثرت سے ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی اور مصیبت دور کر دیتا ہے۔

(۱۰) کمزور عقیدہ لوگ اس اسم حسنہ کے ذکر اور ورد سے مضبوط اور درست عقیدہ ہو سکتے ہیں۔

(۱۱) اگر کسی شخص کے بدن کے کسی بھی حصے پر ورم آ گیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ خود تین سو بار "یا علی" کا ورد کر کے اس حصے پر دم کرے۔ اللہ تعالیٰ شفا بخش دیتا ہے۔

(۱۲) آشوب چشم اور بواسیر کے علاج کے لیے یا علی سے دم کیا ہوا پانی پینے سے شفا نصیب ہو جاتی ہے۔

(۱۳) "یا علی العظیم" کا ورد اختیار کرنے والا سدا باعزت رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سایوں میں زندگی گزارتا ہے وہ بے راہ روی اور گمراہی سے بھی بچا رہتا ہے۔

Marfat.com

العلیم

العلیم ـــــــــ اسم جمالی ہے۔

اعداد ـــــــــ ۱۵۰

عدد واحد ـــــــــ ۶

اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام العلیم' ایک جمالی اسم ہے اس کا مادہ (ع ل م) ہے بنیادی طور پر علم کا مطلب ہوتا ہے جاننا' واقف ہونا' آگاہ ہونا وغیرہ۔ علم بطور اسم مذکر دانائی' ہنر' جوہر' آگاہی' واقفیت' ادراک' خبر' معرفت ہوتا ہے۔

علیم علیم بذات خود علم سے صیغہ مبالغہ ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں بے انتہا علم والا' حدود و قیود سے بھی زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ بہت زیادہ اور ہر طرح کے علم پر بہت ہی زیادہ آگاہی رکھنے والا۔ اللہ العلیم کا علم اس قدر زیادہ اور بے پایاں ہے کہ کوئی چیز' کوئی شے' کہیں بھی ہے وہ العلیم' کے علم سے باہر نہیں ہے۔ علیم ہر شے کی چھوٹی سے چھوٹی حرکت' ضرورت اور اس کے عمل' وظیفہ اور کام' سوچ اور سوچ کی پرواز اور پرواز کی رسائی تک کا علم رکھتا ہے۔ کسی کی کوئی حرکت اور عمل اللہ العلیم سے پوشیدہ

Marfat.com

نہیں رہ سکتا- اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ تمام حقائق کا علم رکھتا ہے' بلکہ اللہ خود سرچشمہ علم ہے- اس لیے اگر کوئی شخص اس علیم سے منہ موڑ کر کہیں اور جاتا ہے تو اس کے لیے جہالت کی تاریکیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا-

اللہ العلیم کے سوا کوئی اور علم کا منبع نہیں ہے- اس کے سوا کسی اور سے کوئی روشنی میسر نہیں آسکتی- ہر ایک کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی علم دیتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات کو صرف محدود اور ایک شعبے یا چند شعبوں کا علم دے رکھا ہے۔ لہٰذا ان کے پاس دوسرے علوم کا ہرگز علم نہیں ہے۔ ان شعبوں کے بارے میں وہ ہرگز کچھ نہیں جانتیں- لیکن ان کے برعکس اللہ تعالیٰ نے انسان کو جامع علم دے رکھا ہے' اسی لیے انسان کے علم کی جامعیت دوسری تمام مخلوقات سے اسے ممتاز اور ارفع بناتی ہے-

اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے- اس میں تنگ نظری اور تنگ دستی نہیں ہے' اسی اعتبار سے اس کی خدائی بھی بے انتہا وسیع ہے اور اس کا زاویہ نظر اور دائرہ فیض بھی وسیع ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ اس کا کون سا بندہ کہاں کس وقت کس نیت سے اس کو یاد کر رہا ہے

اللہ کے پاس کافی علم ہے

ہر حقیقت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ گویا اللہ ہی کا علم کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر ایک پر محیط ہے- اللہ کا علم اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے علم سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے- کائنات میں جو کچھ بھی ہے' وہ سب کچھ اللہ کا ہے' اللہ علیم اسے خوب جانتا ہے- ہر چیز کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اللہ ہر بات' ہر عمل اور ہر سوچ سے پوری طرح سے باخبر اور واقف ہے-

اللہ علیم

اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہر شے کا علم ہے یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سب حالات سے باخبر اور اسے ہر چیز کا علم ہے-(۵-۹۷) اللہ تعالیٰ کو ہر امر کا مکمل اور گہرا علم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تمام پوشیدہ حقیقتوں کو خوب خوب جاننے والا ہے۔ ہر شے ہر مخلوق کی ضرورت' حرکت اس کے اعمال' اس کے ارادوں' اس کی خواہشات' اس کی نیت اور جو کچھ اس کے دل کے اندر ہے سب سے اللہ علیم خوب واقف بلکہ باخبر ہے' اللہ تعالیٰ ہر علم رکھنے والے سے بالا تر ہے-

Marfat.com

"پیغمبر نے کہا کہ میرا رب ہر بات کو جانتا ہے' خواہ آسمان میں ہو اور خواہ زمین میں اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔" (۲۰-۴): اور اللہ خوب جانتا ہے جو انسان کرتے ہیں(۱۶-۲۸):اللہ تبارک و تعالیٰ کو نیک لوگوں اور متقیوں کے بارے میں بھی خوب علم ہے اور مشرکین اور کفار کے احوال و واقعات اور ارادوں کا بھی سارا علم اور خبر ہوتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی عظمتوں اور اختیارات کا ذکر بھی کیا ہے اور اپنے اقتدار و اختیار کا بھی اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ یوں بھی فرمایا ہے کہ:

"اور ہر صاحب علم کے اوپر ایک سب سے زیادہ علم والی ہستی' سب سے زیادہ علم والا ہے(اس کا علم ایسا ہے کہ اسے احاطہ نہیں کیا جاسکتا لیکن وہ سب کو احاطہ کیے ہوئے ہے)۔" (۱۲-۷۶ جزوی):

انسان خفیہ یا ظاہری طور پر جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کے ایک ایک ذرے پر نظر ہے۔ اس اعتبار سے کوئی چیز نہ تو اس کے علم سے باہر ہے اور نہ کسی چیز کو وہ علیم فراموش کرنے والا ہے۔ اس حوالے سے جان لو کہ:

"اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیائے کائنات پر محیط ہے۔" (۲-۲۳۱ جزوی)

بلکہ اس طرح سے بھی ہے کہ:"خدا وہ ہے کہ جس نے جو کچھ زمین میں ہے' اسے تم سب کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے۔ ارض کی طرح سماء پر بھی اس کا کنٹرول اور اختیار ہے' جسے اس نے نہایت اعتدال سے استوار کر رکھا ہے اور اس کا یہ غلبہ اور کنٹرول علم کی بنا پر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا علم

قرآن مجید میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو علم سکھانے کا ذکر ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اس قسم کی صلاحیت رکھ دی کہ جس کی بنا پر اس کے لیے ممکن ہو گیا کہ وہ اس کے باعث اشیاء کا علم حاصل کر لے' وہ قوانین فطرت کا علم حاصل کر لے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر تمام اشیاء کو بلکہ اشیائے کائنات کو ملائکہ کے سامنے رکھا اور ان سے کہا کہ ذرا تم ان اشیاء کے خواص و جواہر اور ان کے مضمرات و ممکنات کے متعلق بتاؤ۔ تو اس پر ملائکہ نے اپنے عجز کا اعتراف کیا اور کہا:

Marfat.com

"(اے ہمارے پروردگار!) ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا علم آپ نے ہمیں دیا ہے' اس سے زیادہ نہ ہمیں از خود کوئی معلومات حاصل ہیں اور نہ ہی ان کی تحصیل کی صلاحیت ہمارے اندر ہے۔ کہاں آپ کا لامحدود علم اور حکمت اور کہاں ہمارا محدود علم! ان دونوں میں نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے۔" (۲-۳۲):

یہاں پر اس عظیم حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کائنات کی ہر ذی حیات یا غیر ذی حیات شے زیادہ سے زیادہ اپنے قویٰ اور خواص کا علم تو رکھتی ہو گی لیکن کوئی شے کسی دوسری شے کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ دیگر تمام جانداروں میں جبلی طور پر تو کچھ خاصیتیں ہوتی ہیں لیکن ان کے علاوہ انہیں کچھ علم نہیں ہے۔ لیکن دوسری جانب اللہ تعالیٰ کے علم کی صورت اور کیفیت یہ ہے کہ:

"تمہارے ربّ ذوالجلال کی نظر سے ذرہ برابر چیز خواہ آسمان میں یا زمین میں مخفی نہیں ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز اور بڑی سے بڑی چیز کتاب مبین میں محفوظ ہے۔" (۱۰-۶۱ جزوی):

علیم کا علم

ایک اور مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے علم اور کائنات کے اسرار و رموز کے حوالے سے یوں بات کی ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) اے رسول انہیں کہہ دیجئے کہ یہ کلام تو اس ذات یا برکات نے اتارا ہے جس پر آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کے تمام اسرار و رموز منکشف ہیں۔" (۳۵-۶):

غیب یعنی وہ امور اور باتیں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل اور ہمارے حواس کی حدود سے ماورا ہیں' ان سب کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے اور اسی لیے وہ ذات علیم ہے۔

"اللہ تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں غیب کے گنجینہ ہائے لازوال کی کنجیاں ہیں' جن کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں ہے' اس کے حیطہ علم میں ہے جو خشکی میں ہے (وہ بری اور بحری کائنات کا پورا پورا علم رکھتا ہے) درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا جس کا اسے علم نہ ہو اور نہ مٹی کے اندھیروں میں دفن دانے کی روئیدگی اس کے علم سے باہر ہے۔ تمام اشیائے رطب (تر) اور اشیائے یابس

Marfat.com

(خشک) کا کتاب مبین میں احاطہ ہے۔" (۶-۵۹):

اور پھر اللہ العلیم کو تمام انسانی اعمال کا علم ہوتا ہے اور وہ تو نگاہوں کی خیانت اور دل کے ارادوں تک کا علم رکھتا ہے۔

"ارشاد ہوا! اللہ تعالیٰ وہ ہے جو وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو یا جسے تم ظاہر کرتے ہو۔" (۱۶-۱۹):

"(اور وہ اللہ تو) دز دیدگی نگاہ اور اسرار خفی قلب سے پوری طرح باخبر ہے۔" (۴۰-۱۹):

"(ارشاد ہوا): بے شک ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل و دماغ میں جو وساوس گزرتے ہیں، ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں۔" (۵۰-۱۶ جزوی)

اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے

دنیا جہاں میں متعدد امور، باتیں اور ان کے عواقب سے لوگ واقف نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ اس حوالے سے کئی صورتوں کی وضاحت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کے ضمن میں فرمایا ہے کہ:

"ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور ہو سکتا ہے ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بری ہو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے (کہ کیا تمہارے حق، میں اچھا ہے اور کیا برا ہے) تم نہیں جانتے۔" (۲-۲۱۶ جزوی):

اللہ العلیم نے ایک اور حوالے سے معاشرتی زندگی کے اساسی تعمیری پہلوں کے تناظر میں بتایا ہے کہ عورتوں کو طلاق دینے اور ان کی عدت پوری کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے، اور پھر حسن سلوک کو سراہا گیا ہے کہ:

"یہ تمہارے لیے نہایت خوب اور بہت پاکیزگی کی بات ہے۔ اور وہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" (۲-۲۳۲ جزوی):

ایک اور خاص پس منظر میں اگرچہ یہودیوں کے رویے سے بات کی گئی ہے لیکن اس میں انسانی رجحان اور سائیکی کا پتا چلتا ہے اور قرآن نے اسی بارے میں بات کی ہے کہ:

Marfat.com

"کیا تم (اتنی موٹی سی بات بھی) نہیں سمجھتے؟ دیکھو تم وہ لوگ ہو جنہوں نے ان باتوں میں جھگڑا کیا جن کی بابت (کچھ نہ کچھ) علم تمہارے پاس تھا تو (اب) ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کے بارے میں تمہارے پاس (کوئی) علم نہیں۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" (۳-۶۶)

اللہ علیمٌ حکیم ہے

اللہ تعالیٰ کی صفت علیم قرآن مجید میں مرکب صورتوں میں بھی کئی مقامات پر آئی ہے' اس سلسلے میں "علیم حکیم" کئی جگہ پر وارد ہے:

"اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف ہے اور وہ ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔" (۴-۱۱):

اس "علیم حکیم" صفت کو متعدد مقامات پر اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ انسان اپنی ناقص انسانی عقل کے حوالے سے خدائی قوانین کو اس معیار اور سطح پر سمجھنے سے قاصر ہے لیکن اللہ علیم حکیم سب سے خوب اور ہر مصلحت کے ساتھ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر حوالے سے آگاہ' واقف' علم والا' دانا بینا اور نرم خو ہے یعنی "علیم حلیم"۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور وہ حکمت والا ہے۔ وہ حکمت والا ہے' اس کا علم حکمتوں اور مصلحتوں سے خالی نہیں ہوتا ہے' ان حکمتوں اور مصلحتوں کو انسان ہرگز نہیں پا سکتا۔"بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اور حکمت والا دانا و بینا ہے۔" (۴-۲۴):

اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اس علیم حکیم صفت عالی کو جس مقصد عظیم کے لیے بیان کیا اس کا ایک جگہ پر خوب صورت انداز میں اظہار کیا گیا ہے۔

"اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ان طریقوں کو واضح کرے اور انہی طریقوں پر تمہیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے گزرے ہوئے صلحاء کرتے تھے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ علیم بھی اور حکمت والا دانا بھی۔" (۴-۲۶):

لطف کی بات یہ ہے کہ اللہ تبارک کی یہ صفت "علیم حکیم" مرکب صورت میں سب سے زیادہ بار سورۃ النساء میں دکھائی دیتی ہے اور یہ وہ مدنی

Marfat.com

سورت ہے جو ایک نئی فلاح بخش سوسائٹی کے قیام کے حوالے سے بڑی اہم ہے اور وہ سورت اسلامی معاشرہ استوار کرنے اور اسے مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے زیادہ قابل غور ہے۔

علیمٌ خبیر

اللہ تعالیٰ کی صفت علیم، مرکب انداز میں کئی حوالوں سے قرآن مجید میں آئی ہے۔ اور اس کے تواتر اور توارد کا بنیادی مقصد زیادہ تفہیم مزید ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کو دیگر مضبوط حوالوں سے بھی بیان کرنا ہے۔ اپنے اس علیمٌ خبیر ہونے کو درج ذیل آیت میں یوں واضح کیا گیا ہے:

"بلاشبہ اللہ ہی اس ساعت خاص(قیامت کے آنے کا علم رکھتا ہے اور وہی ایک وقت مقررہ پر جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا بارش برساتا ہے۔ اور وہی جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں (پرورش پا رہا ہے) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ (وہ خود) کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سر زمین میں مرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔"(۲۵-۳۴):

اسی صفت الٰہی کا ایک اور آیت مبارکہ میں کچھ اسی طرح کے ملتے جلتے تناظر میں بیان ملتا ہے کہ:

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں (کنبے اور قبیلے) بنا دیں (یہ صرف اس لیے تقسیم کی گئی) تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو (نہ کہ کسی تفاخر اور تکبر میں آؤ) در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے زیادہ باخبر ہے۔"(۴۹-۱۳)

گویا اللہ علیم ہی یہ بات جانتا ہے کہ کون فی الواقع ایک اعلیٰ درجے کا انسان ہے اور کون اوصاف کے لحاظ سے ادنیٰ درجے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے حقیقی اوصاف کا علم اور خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور ہر طرح کی خبر رکھتا ہے۔

Marfat.com

بحوالہ العلیم دیگر صفات الٰہی اللہ تعالیٰ کی صفت علیم قرآن میں دیگر مرکب صفات کے ساتھ اس طرح سے بھی بیان ہوئی ہے۔

"علیم القدیر" اور "علیمٌ حلیم" بھی قرآن مجید میں مستعمل ہیں۔ علیم حلیم کے سلسلے میں ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ یوں ہے کہ:

شہدا کو اللہ تعالیٰ اچھا رزق دے گا' اور یقیناً اللہ ہی بہترین رازق ہے:

"اور وہ انہیں اس جگہ اور مقام پر پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ بے شک اللہ علیم (سب کچھ جاننے والا) اور حلیم (بہت بردبار) ہے۔" (۲۲-۵۹):

یہاں پر علیمٌ حلیم کا یہ مطلب ہے کہ اللہ ہر طرح کا علم رکھتا ہے اور وہ عفو و درگزر کرنے والا حلیم بھی ہے۔

اسی طرح "علیم القدیر" بھی مرکب نام مبارک ہے۔ اس حوالے سے ایک آیت مبارکہ ہے کہ:

"اللہ ہی تو وہ ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتدائی کی' پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی' پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا' وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' اور وہ سب کچھ جاننے والا' ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔" (۳۰-۵۴):

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا اظہار فرمایا ہے اور ہر طرح کی کیفیت اور حالت پر اپنی قدرت اور اختیار کو بھی واضح کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کی قدرت اپنے علیم ہونے کے باعث رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت "علیم" کا دیگر کئی صفات الحق' الحلیم' الخالق' الخبیر' السمیع' الشکور' العزیز' القادر اور الواسع' الحکیم اور السمیع کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے۔ گویا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک العلیم قریباً ۱۷۰ بار آیا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرنا بے حد مفید اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب بخشنے کا موجب بنتا ہے۔

Marfat.com

(۲) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد ایک سو بار "یا علیم" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ اسے اپنی قربت سے نوازتا ہے' اور اس کو دنیاوی مسائل اور مشکلات سے بچائے رکھتا ہے۔

(۳) بیان کیا جاتا ہے کہ استخارہ کرنے کے لیے اس اسم مبارک کا پڑھنا باعث برکت ہوتا ہے استخارہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جمعرات کی شب بندہ اسی اسم حسنہ کا ورد کرتا ہوا سو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص تمثیلی انداز میں اشارہ کر دیتا ہے۔ اسی ورد کو سجدے کی حالت میں بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۴) یا علیم کا بکثرت ورد وظیفہ کرنے والا قلبی طور پر اور روحانی انداز میں تجلیات الٰہی سے فیض یاب ہوتا رہتا ہے۔

(۵) جو شخص یا علیم کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے علم و آگہی میں بجا طور پر اضافہ کر دیتا ہے۔

(۶) اگر کسی شخص اور طالب علم کی یاد داشت کمزور ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر رات ایک سو پچاس بار یا علیم کا ورد کرے۔

(۷) عارضہ نسیان سے نجات حاصل کرنے کے لیے یا علیم کا ورد کرنا بے حد موثر اور مفید ہوتا ہے۔ یا علیم کا ورد کر کے دم کیا ہوا پانی پینے سے بھی نسیان کا عارضہ دور ہو جاتا ہے اور قوت حافظہ حاصل کرتا ہے۔

(۸) اسی اسم مبارک کا اکثر ورد کرنے والا بتدریج صاحب کشف بھی بن سکتا ہے' اور اللہ اس کے قلب اور روح کو دولت سکون عطا فرما دیتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص پاگل پن کی بیماری میں مبتلا ہو تو اس کو ایک سو اکیس بار "یا علیم" پڑھ کر دم کیا ہوا پانی چالیس روز تک پلائیں انشاء اللہ شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

(۱۰) یا علیم کا ورد کرنا کئی اور حوالوں سے بھی مفید اور نافع ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ دینی و دنیاوی علوم کی تحصیل و تقریر میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۱۱) یہ اس مبارک جمالی اسم الٰہی ہے اس لیے اگر رات سونے سے پہلے اکیس بار اس کا ورد کر کے سوئیں تو سکون قلب میسر آتا ہے اور بندہ برے خوابوں سے محفوظ رہتا ہے۔

Marfat.com

الغفار

الغفار ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۲۸

عدد واحد ——— ۲

غفار کا مطلب ہے سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر مغفرت کرنے والا' بہت بخشنے والا' غفار وہ ہوتا ہے جو گناہوں کی بخشش کرتا ہے۔ رہائی بخشتا ہے' نجات دیتا ہے' خلاصی سے نوازتا ہے' غفار وہ ہے جو بڑی سے بڑی خطائیں معاف کرتا ہے۔

الغفار کے یہ بھی معنی ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ وہ ہے جسے چاہے بخش دے گا خواہ اس کے گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کی ذات و صفات میں ہے کہ جسے چاہے مغفرت سے نواز دے کسی کے کتنے بھی گناہ ہوں اللہ الغفار جسے چاہے معاف کر دیتا ہے۔

سوائے شرک کے ہر گناہ معاف

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی صفت غفاری کو اس قدر لا محدود اور بے حد و حساب قرار دیا ہے کہ وہ ہر شخص کے بڑے سے بڑے اور قبیح سے قبیح گناہ بھی بخش دے گا۔ لیکن شرک کو

Marfat.com

معاف نہیں کرتا۔ شرک کی آسان سی تعریف یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی بھی اور شے ' شخص ' قوت ' طاقت مرئی یا غیر مرئی ہستی کو اپنا حاجت روا یعنی الٰہ ماننا ہے۔ اس طرح کا عمل کرنے والے لوگ گمراہ اور بے شرم و بے حیا ہوتے ہیں کہ وہ اپنے معبودان باطل کو اپنے معبود حق کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

اسی لیے قرآن مجید میں آیا ہے۔

"اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا' اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی کو شریک ٹھہرایا' اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔" (۴-۴۸)

اللہ جل شانہ کا غفار ہونے کا اور اس کی عنایت مغفرت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی بس شرک نہ کرے باقی دوسرے گناہ دل کھول کر کرتا رہے' بلکہ دراصل اس سے یہ بات ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ شرک' جس کو ان لوگوں نے بہت معمولی چیز سمجھ رکھا تھا تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ حتیٰ کہ اور گناہوں کی معافی تو ممکن ہے مگر شرک ایک ایسا گناہ ہے کہ معاف نہیں کیا جا سکتا۔

تاریخی طور پر اور صحائف کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء یہود شریعت کے چھوٹے چھوٹے احکام کا تو بڑا اہتمام کرتے تھے' بلکہ ان کا سارا وقت ان جزئیات کی ناپ تول ہی میں گزرتا تھا' جو ان کے فقیہوں نے استنباط در استنباط کر کے نکالے تھے۔ مگر شرک ان کی نگاہ میں ایسا ہلکا فعل تھا کہ نہ خود اس سے بچنے کی فکر کرتے تھے' نہ اپنی قوم کو مشرکانہ خیالات اور اعمال سے بچانے کی کوشش کرتے تھے' اور نہ مشرکین کی دوستی اور حمایت ہی میں انہیں کوئی مضائقہ نظر آتا تھا۔

مغفرت مانگو اللہ غفار ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ محض نرا غفار ہی نہیں ہے بلکہ وہ بہت بڑا غفار ہے۔ اسی حوالے سے سورۃ نوح میں اس طرح سے مذکور ہے۔

"تم اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی مانگ لو' وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ وہ ضرور معاف کر دے گا (اور خوش ہو کر)" (۷۱-۱۰):

Marfat.com

اور مزید یوں بھی ہے کہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"(میں تم کو آگاہ کرتا ہوں) کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو' اللہ تمہارے گناہوں سے در گزر فرمائے گا' اور تمہیں ایک وقت مقرر تک باقی رکھے گا۔" (۷۱-۴):

"یغفر لکم من ذنوبکم" کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں میں سے بعض کو معاف کر دے گا بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر تم اسے قبول کر لو جو تمہیں پیش کیا جا رہا ہے' تو اب تک جو گناہ تم کر چکے ہو' ان سب سے وہ در گزر فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ بے انتہا زبردست اور سب پر پوری طرح غالب ہونے کے باوجود اپنی مخلوق کے حق میں رحیم و غفور ہے۔ ظالم اور سخت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ برے عمل کرنے والوں کو سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے' کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس کی سزا سے بچ سکے۔ مگر جو نادم ہو کر برائی سے باز آ جائے اور معافی مانگ لے اس کے ساتھ در گزر کرنے والا معاملہ میں در گزر کرنے والا ہے۔

مغفرت طلب کرتے رہو

اللہ الغفار اپنے بندوں کو گویا خود متوجہ کر کے بلاتے ہیں کہ میری جانب آؤ تاکہ میں تمہیں معاف کر دوں۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان استغفار ہے کہ وہ اپنی جانب بلا رہا ہے حالانکہ وہ چاہے تو لوگوں کو بغیر استغفار طلب کیے بھی معاف کر سکتا ہے۔ لیکن اللہ جو غفور و رحیم ہے وہ بندے کی زبانی استغفار کی التجا سن کر پھر مغفرت کرنا چاہتا ہے۔ اس عمل میں بھی انسانی ذات ہی کی تدوین و تطہیر کرنا مقصود ہے اور اسے یہ باور کرانا بھی ایک مقصد ہے کہ ہر طرح کی خطائیں اور گناہ صرف اور صرف اللہ ہی معاف کر سکتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ کا بار بار یہ ارشاد ایک اعلان کے طور پر منادی کے سے انداز میں ہوا ہے کہ:

"اللہ سے مغفرت مانگتے رہو' بے شک وہ بہت ہی بخشنے والا' در گزر کرنے والا اور رحیم ہے۔" (۷۳-۲۰):

بہت ہی بخشنے والا

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک سے زیادہ بار فرمایا ہے کہ "البتہ جو شخص اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے باز آ جائے اور عمل صالح کرے۔ اور پھر راہ راست پر گامزن رہے' تو ہم بہت بخشنے اور در گزر کرنے

Marfat.com

والے ہیں۔" (۲۰-۸۲):

یہاں پر مغفرت کے لیے چار شرطیں ہیں اول توبہ یعنی سرکشی و نافرمانی یا شرک و کفر سے باز آ جانا۔ دوسرے ایمان' یعنی اللہ اور رسول اور کتاب اور آخرت کو صدق دل سے مان لینا۔ تیسرے عمل صالح یعنی اللہ اور رسول کی ہدایت کے مطابق نیک عمل کرنا۔ چوتھے اہتدا یعنی راہ راست پر ثابت قدم رہنا اور پھر غلط راستے پر نہ چلنا۔

اسی طرح سے ایک اور حوالے سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو پھر مغفرت طلب کرنے کے لیے بلاتا ہے کہ:

"جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی پایا جاتا ہے' سب کا یکتا' مالک اور متصرف ہے۔ بڑا زبردست اور "غفار" یعنی بخشنے والا ہے۔" (۳۸-۶۶)

غفار۔ مہلت دینے والا ہے

سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے فرمایا ہے کہ:

"اس نے آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کی تخلیق ٹھوس مقاصد کے ساتھ کی ہے۔ وہ رات کو دن میں لپیٹتا ہے اور دن رات پر۔ اس نے سورج اور چاند کی تسخیر کر رکھی ہے۔ ہر اک اپنے اپنے مدار اور دائرہ عمل میں وقت مقررہ کے ساتھ چل رہا ہے۔ سنو! وہ بہت بڑا صاحب غلبہ اور غفار اور رحمت کرنے والا ہے۔" (۳۹-۵)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غفار ہونے کی صفت کو ایک اور انداز اور صورت میں بیان کیا ہے کہ وہ زبردست ایسا ہے کہ اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی طاقت اس کی مزاحمت نہیں کر سکتی۔ مگر یہ اس کا کرم ہے کہ تم یہ کچھ گستاخیاں کر رہے ہو اور پھر تم کو فوراً پکڑ نہیں لیتا بلکہ بار بار مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے۔ اس مقام پر عقوبت میں تعجیل نہ کرنے اور مہلت دینے کو مغفرت (درگزر) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بڑے واضح انداز میں یوں وضاحت کی گئی ہے کہ:

"اے رسول! یہ لوگ تجھ سے بھلائی اور خیرو برکت (کی طلب) سے پہلے عذاب کی طلب میں جلد بازی سے کام لے رہے ہیں۔ اس خصوص میں عذاب کی عبرتناک مثالیں گزر چکی ہیں' تمہارا پروردگار تو لوگوں کی زیادتیوں کے

Marfat.com

باوجود انہیں معاف کرتا رہتا ہے اور سزا دینے میں بھی سخت ہے۔"(۱۳-۶)

غفار ڈھانکنے اور بچانے والا غفار' غفور اور غافر اصل میں ایک ہی مادہ(غ ف ر) "غفر" سے بنے ہیں۔ اس اعتبار سے ان تینوں کے معنی ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں' اس لیے غفار" کے لغوی معنی حفاظت دینے والا' اور ڈھانکنے والا کے ہیں۔ عربی زبان اور بول چال میں غفر اور اغفر اکثر ڈھانکنے کے معنوں ہی میں بولا جاتا ہے۔ پھر اسی حوالے سے"غفر اللہ ذنوبہ" کے معنی ہیں اللہ نے اس کے گناہوں کو ڈھانک لیا ہے۔

حفاظت اور ڈھانکنا بحوالہ لغت "غفر" کے معنی محفوظ رکھنا' بچا لینا یا حفاظت میں لے لینا کے بھی مستعمل ہیں۔ اسی اعتبار سے استغفار کے معنی حفاظت چاہنا اور لسان العرب میں ہے کہ غفر کے معنی ڈھانکنا کے ہیں۔

گناہوں سے حفاظت دو طرح سے ہو سکتی ہے کہ ان گناہوں سے جو انسان کر چکا ہے حفاظت کا مقصد اور معانی یہی ہوئے کہ بندہ ان کی سزا سے بچ جائے۔ مگر اس سے بہتر اور بڑھ کر گناہ سے حفاظت یہ ہے کہ انسان گناہ کرنے ہی سے بچ جائے۔ اس لیے غفر اور استغفار میں گناہ سے حفاظت دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہے اور کہیں گناہ کی سزا سے بچنا مراد ہوتا ہے۔ اور کہیں خود گناہ سے بچنا ہے۔

غفر اور غفار عربی لغت کے اعتبار سے"غفر" کے معنی ہیں بچانا اور وہ یا بندہ اور اس کے ذنب یعنی گناہ کے درمیان ہے۔ یعنی بندہ کو قصور وار ہونے سے بچایا جائے اور یا گناہ اور اس کی سزا کے درمیان ہے یعنی جو گناہ ہو چکا ہے' اس کی سزا سے بچایا جائے۔ اور "غفار" جو اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے وہ بھی ان دونوں معنوں میں آتا ہے۔ کہ محفوظ رکھنے والا اور اول تو "غفار" بذات خود ایک مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس لیے اس "غفار" کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ: اپنے بندوں کے عیبوں اور قصوروں کو ڈھانک دینے والا (یعنی ان سے قصور اور عیب ظاہر نہ ہونے دینے والا) اور ان کی خطاؤں اور قصوروں سے درگزر کرنے والا۔

قرآن مجید میں مغفرت' غفر' غافر اور استغفار اور غفور کے حوالے سے آیات بڑی کثرت سے موجود ہیں۔

Marfat.com

اللہ خیر الغافرین ہے

اللہ الغفار وہ ہستی ہے کہ جو اپنے بندوں کو ڈھیل اور مہلت دیئے چلے جاتا ہے' ان سے بار بار درگزر کرتا رہتا ہے۔ اور پھر وہ لوگ جو مغفرت کے طالب ہوتے ہیں ان پر تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہوئی ہیں۔

اور جو استغفار کرنے والے ہیں وہ تو اپنے پروردگار سے اس طرح سے درخواست گزار ہوتے ہیں۔ یعنی:

"جو اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تیری ذات واحد و یکتا پر ایمان لے آئے ہیں پس تو از راہ التفات کریمانہ ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے اپنے حفظ و امان میں رکھ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مصائب میں صبر کرتے ہیں' سچ کا پرچم ہمیشہ تھامے رکھتے ہیں' عبادت کے سوز و گداز کا پیکر ہیں' ضرورت مند انسانوں کی اعانت میں انفاق کرتے ہیں اور نوائے صبح گاہی میں استغفار کرتے ہیں۔" (۳:۱۶-۱۷)

گویا آیات بالا سے مترشح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مرتبہ تمام نیکیوں میں بلند تر رکھا ہے۔ کیونکہ بخشش قبول کرنے والا اللہ بہت بڑا بخشنے والا ہے۔ بہت ہی زیادہ درگزر کرنے والا اور بہت زیادہ بار بار ڈھیل اور مہلت دینے والا ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر اللہ الغفار تو خیر الغافرین ہے۔ اس حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یوں ادا کرایا گیا ہے کہ:

"(اے صاحب غفران و رحمت) تو جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ ٹھہراتا ہے' تو ہمارا والی ہے' ہماری مغفرت فرما دے ہم پر اپنا رحم فرما دے کہ تو (خیر الغافرین) بہترین حفاظت کرنے والا (اور بہترین بخشش کرنے والا ہے۔)" (۷-۱۵۵ جزوی)

اللہ کس کے لیے غفار ہے؟

اگرچہ ایک عام اور سیدھی سی بات ہے کہ اللہ اس کے لیے غفار ہے جو مغفرت طلب کرتا ہے لیکن اس امر کی قرآن مجید نے اپنے خاص بلاغت بھرے انداز میں وضاحت کی ہے:

"(ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے) میں بلاشبہ اس کے لیے صاحب غفران ہوں جو

Marfat.com

توبہ کرے' ایمان لائے اور نیکوکار ہو- اور پھر وہ راہ ہدایت پر قائم بھی رہتا ہو-"(۲۰-۸۲):

اسی پس منظر میں سورۃ الشعراء میں عبادالرحمٰن کے فضائل اور اوصاف بتانے کے ساتھ ساتھ اس طرح سے بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو کوئی برے اور زشت اعمال میں گرفتار ہو گا اس کے لیے عذاب ہے:

"اور جو کوئی اعمال زشت میں مبتلا ہو گیا روز حشر اس کے لیے دوگنا عذاب ہے- اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر اسی عذاب کا شکار رہے گا- اس میں البتہ استثناء اس کا ہے جو حضور حق میں تائب ہوا- ایمان لایا اور جس نے نیکوکاری کی- اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ تو صاحب غفران ہے اور صاحب رحمت ہے-"(۲۶:۶۹-۷۰)

قرآن مجید میں دیگر متعدد مقامات پر اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ بندے کو ایمان اور اعمال صالح سے مغفرت مل جاتی ہے- پھر یہ بھی ہے کہ اہل تقویٰ ہی اہل مغفرت ہیں (۷۵-۵۶ جزوی)- مغفرت اچھے کاموں سے ملتی ہے "کیا تم نہیں چاہتے کہ تم لوگوں کی خطائیں معاف کرو اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ تو صاحب غفران ہے صاحب رحمت ہے-"(۲۴-۲۲)

پھر اس کے ساتھ ساتھ مغفرت کے لیے توبہ کو بھی لازم و ملزوم رکھا گیا ہے- یہاں پر "توبہ" کا سادہ سا مفہوم یوں بتایا جا سکتا ہے کہ غلط راستے سے واپس آکر صحیح راستے پر آ جانا اور پھر صحیح راہ پر چلنا- اس مغفرت اور توبہ کے ضمن میں ارشادات باری تعالیٰ میں چند ایک مقامات پر اس طرح سے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر استغفار کرو اور پھر اس سے توبہ کے خواستگار بنو-"(۱۱-۳ جزوی)

مزید یوں بھی آیا ہے کہ:

"اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرو' پھر اس کی جناب میں اپنے گناہوں پر توبہ کرو-"(۱۱-۵۲)اور اس طرح سے بھی موجود ہے کہ حضرت شعیب یوں کہتے ہیں کہ:

Marfat.com

"پرور دگار کے حضور استغفار کرو' اس سے توبہ کی التجا کرو۔ بلاشبہ میرا رب رحم کرنے والا ہے اور محبت کرنے والا ہے۔" (۱۱-۹۰)

اعمال و فضائل

(۱) یا غفار ایک ایسا اسم الٰہی ہے کہ اس کے ورد اور وظیفہ سے اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور نیکیوں کی جانب مائل کر دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص جمعے کی نماز کے بعد ایک سو بار "اغفرلی و ذنوبی یا غفار" پڑھ کر دعا کرے اور آئندہ کے لیے گناہوں سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

(۳) کسی مقدمے میں کہ جو ناحق نہ ہو' اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے کسی جمعے کو نماز جمعہ کے بعد تین ہزار بار یا غفار کا ورد کر کے دعا مانگی جائے اللہ قبولیت بخشتا ہے' اور مقدمہ مخالفت میں نہیں جاتا۔

(۴) اگر کوئی شخص "یاغفار" ہر روز نماز عصر کے بعد ایک سو ایک بار پڑھے اور گناہوں پر نادم ہو کر توبتہ النصوح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

(۵) کثرت کے ساتھ "یا غفار" کا وظیفہ مشکلات اور پریشانیاں دور کرتا ہے' قلب و روح کو سکون اور اطمینان بخشتا ہے۔

(۶) یا غفار کا وظیفہ اختیار کرنے والا بفضل تعالیٰ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اپنے سابقہ گناہوں پر پشیمان ہوتا ہے۔

(۷) وہ شخص جو خلوص دل کے ساتھ "استغفر اللہ" کا ورد کرتا اور اپنے گناہوں پر گریہ زاری کرتا ہے' اللہ غفار اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

(۸) جو شخص "یاغفار" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اس کے دل میں خشیت الٰہی جاگزین ہو جاتی ہے اور پھر وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

(۹) اگر کسی شخص کو کوئی نیک اور عامل شخص یا غفار کا ایک سو اٹھائیس بار ورد کر کے پانی پر دم کر کے پلا دے تو اللہ تعالیٰ اس پر نزع کے وقت آسانی کر دیتا ہے۔

(۱۰) اگر کسی بیمار یا عام شخص کو بر وقت نزع شدید دقت ہو رہی ہو تو ایسے شخص پر "یا

Marfat.com

غفار" اور "استغفراللہ" کا ورد کر کے پھونک ماریں تو اللہ تعالیٰ جان کنی میں آسانی فرما دیتا ہے۔

(II) "یا غفار" کا ہر روز ورد کرنے والا گناہوں، وساوس شیطانی، خطرات نفسانی اور برے خیالات سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔

Marfat.com

الغفور

الغفور	———	اسم جمالی ہے
اعداد	———	۱۲۸۶
عدد واحد	———	۸

غفور، غفار اور غافر

ان تینوں الفاظ اور صفات الٰہی کا مادہ ایک ہی یعنی "غفر" ہے۔ اس کے بنیادی معنی حفاظت کرنا ہیں۔ مغفرت کے معنی پھر حفاظت ہیں، استغفار کے معنی سامان حفاظت طلب کرنا ہیں۔

قانون خداوندی کے خلاف جو بھی کام کیا جائے اس کا نتیجہ نقصان ہوتا ہے۔ یہ نقصان خارجی دنیا میں بھی ہوتا ہے اور خود انسان کی اپنی ذات کا بھی۔ اگر ایسی زندگی بسر کی جائے جس میں قوانین خداوندی کی خلاف ورزی نہ ہو، تو انسان اس قسم کے نقصان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہ تو گویا اصطلاحی طور پر حفاظتی اقدام ہوتا ہے لیکن اگر کبھی اس قسم کی لغزش سرزد ہو جائے تو اس سے عاید شدہ نقصان کی تلافی کا امکان بھی ہے اور یہ توبہ کرنے کے عمل سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

لیکن نقصان کی تلافی صرف کسی خاص لفظ کو زبانی دہرا لینے سے نہیں ہوتی بلکہ اس تلافی کے لیے یہ بھی ضروری ہوتا ہے پہلے تو اس عمل یا فعل کہ جو قانون خداوندی کے خلاف ہے' سے رکا جائے اور پھر اس کے بجائے صحیح راہ اختیار کر کے اس پر عمل پیرا ہوا جائے یوں اس نقصان کی تلافی ہوتی جاتی ہے اور توبہ کا بھی دراصل یہی فلسفہ ہے۔

استغفار کیا ہے

استغفار' اور مغفرت بھی مادہ "غفر" ہی سے بنے ہیں۔ اس اعتبار سے استغفار کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی بھی غلط کام یا فعل کے سرزد ہو جانے کے بعد جو دل کے اندر احساس ندامت اور احساس نقصان پیدا ہو۔ اور پھر اس احساس و ادراک کے بعد اس نقصان سے بچنے کے لیے کچھ ضروری اقدام کرنے کا جذبہ پیدا ہو' اس حوالے سے نقصان کی تلافی کرنے کے لیے جو ضروری اقدام کیے جاتے ہیں اسے مغفرت کہا جاتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون اور قاعدے کے مطابق ہوتا ہے۔

اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفت غفور ہے کہ وہ اللہ اپنے بندوں کی بحوالہ استغفار مغفرت کرتا ہے اور ان کی غلط کاریوں کے باعث ہونے والے نقصان کی تلافی کر دیتا ہے' انہیں اللہ حفاظت فراہم کرتا ہے' انہیں گناہوں اور ان گناہوں کے باعث ہونے والے نقصان سے محفوظ رکھتا ہے اور ڈھانک لیتا ہے۔

غفور رحیم

وہ لوگ جو توبہ کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اور غفور رحیم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو تلافی مافات کی مہلت دیتا ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد ہوتا ہے کہ: کافروں کے لیے تو ان کے ارتداد کے سبب ان پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہے اور وہ قعر مزلت و لعنت میں رہیں گے اور انہیں تلافی مافات کی مہلت نہیں ملے گی۔ لیکن

> "ہاں ان میں استثنا ہے ان نیک بندوں کا جو بعد ازاں اپنی بد اعمالیوں پر تائب ہوئے اپنی اصلاح کر لی' تو ہر آئینہ اللہ تعالیٰ (غفور و رحیم) صاحب غفران و رحمت ہے۔" (۳-۸۹)

لوگ جو اپنے برے اعمال' گناہوں' کوتاہیوں اور خطاؤں پر احساس گناہ سے نادم ہو کر خلوص دل کے ساتھ تلافی کے لیے اپنے پروردگار' غفور و رحیم کی جانب رجوع کرتے

Marfat.com

ہیں تو ان کے لیے اللہ کا دامن مغفرت بڑا کشادہ ہوتا ہے۔

"اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو ہر آئینہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"
(۴-۱۰۶):

"اور جو کوئی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار چاہے تو ذات الٰہی کو غفور اور رحیم پائے گا۔"
(۴-۱۱۰):

اللہ تعالیٰ اسی وقت غفور و رحیم ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کیے ہوئے گناہوں پر پشیمان ہو اور آئندہ توبہ کر کے ان سے باز رہے تو اس صورت میں نیک اعمال سے تلافی مافات کرے۔ اس سلسلے میں یوں ارشاد باری ہے کہ:

"جو شخص زیادتی کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ بے شک اسے معاف کر دیتا ہے۔ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ صاحب غفران اور صاحب رحمت ہے۔" (۵-۳۹):

اللہ صاحب غفران ہے

وہ لوگ جو بدستور اپنے گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں' بلکہ مزید گناہ بھی کیے چلے جاتے ہیں' تو ایسے لوگوں سے بھی اللہ تعالیٰ بیزاری نہیں دکھاتا بلکہ انہیں بدستور درگزر کر کے مہلت دیئے چلا جاتا ہے' ان کی حالت و کیفیت پر ارشاد باری ہوتا ہے:۔

"تو یہ کیوں اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ نہیں کرتے اور اس رحمت کامل سے اپنے گناہوں پر معافی کیوں نہیں مانگتے اور اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی بخشش والا اور رحم والا (بلکہ بار بار رحم کرنے والا) ہے" (۵-۷۴)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر لوگوں کو بھرپور انداز میں اللہ غفور و رحیم کی جانب بار بار بلایا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے رحمتوں بھرے پروردگار کی طرف اپنے گناہوں کی مغفرت اور تلافی کے لیے کیوں نہیں آتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ بیک وقت سرچشمہ جمال و جلال ہے' اس لیے وہ حسن تخلیق کی تمام تر رعنائیوں کو برقرار رکھنے کے لیے انسان کو اپنی جانب رحم کرنے کے لیے بلاتا رہتا ہے۔

"اور اے رسول ﷺ ایسے لوگ جب تمہارے پاس آئیں جو ہماری آیات پر

Marfat.com

ایمان رکھتے ہیں تو انہیں تم سلامتی اور امن و سکون کی نوید سنائیں۔ تمہارے پروردگار نے اپنے آپ پر آفاق کی تمام رحمت کو لازم کر لیا ہے اور تم میں سے جو کوئی ان جانے پن میں برائی کر بیٹھے پھر بعد ازاں اس پر تائب ہو جائے اور اصلاح حال کرے (سو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا) بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے اور رحمت کرنے والا ہے۔" (۶-۵۴):

انسان جو خطائیں اور گناہ ان جانے میں یا اپنی جہالت اور لاعلمی کے دور میں یا کسی اور خبط و وہم میں کر گزرتا ہے' اللہ تعالیٰ ذات غفران اور منبع رحمت و رحیمی ایسے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے' یوں ارشاد الٰہی ہے کہ:

"پھر جو لوگ ان جانے' ان بوجھے جہالت میں برائی کر بیٹھتے ہیں اور اس پر تائب ہو جاتے ہیں اور آئندہ اصلاح کا عزم کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار انہیں اپنے دامن غفران و رحمت میں ڈھانپ لیتا ہے۔" (۱۶-۱۱۹):

اللہ تبارک و تعالیٰ دلوں کے اندر کی باتوں اور دلوں کے اندر پیدا ہونے والے خیالات سے بھی بخوبی واقف اور آگاہ ہوتا ہے اور پھر جو لوگ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اپنے پروردگار کی جانب آتے ہیں اللہ کی جانب ان کے لیے راہیں کشادہ ہوتی ہیں۔

"(ارشاد ہوا)! تمہارا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ (اس لیے) اگر تم نیکوکار بن جاؤ تو اللہ تبارک و تعالیٰ تو ترک معاصی کے بعد اپنی طرف رجوع کرنے والوں کے لیے بڑا ہی صاحب غفران ہے۔" (۱۷-۲۵):

"ہاں جو توبہ کریں اور اپنی اخلاقی حالت بہتر بنا لیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔" (۲۴-۵):

بارگاہ غفور و رحیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

قرآن مجید میں ایک بڑے ہی خوب صورت واقعہ کو بیان کیا گیا ہے کہ "ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر سے گزر رہے تھے۔ اس وقت اکثر لوگ سوئے ہوئے اور محو استراحت تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ دو شخص مقاتلہ کر رہے تھے۔ ایک شخص بنی اسرائیل کا تھا اور دوسرا اس کا دشمن قبطی تھا۔ بنی اسرائیل کے شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر آپ سے مدد مانگی۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

Marfat.com

مظلوم کی مدد کرتے ہوئے قبطی کو ایک گھونسا مارا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اپنے اس فعل و عمل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ پر شیطانی غلبہ کا اقرار کیا۔ اور پھر اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی:

"...... اے پروردگار بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر اپنے دامن مغفرت میں لے لے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا' بے شک اللہ تعالیٰ صاحب غفران اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔"(۲۸-۱۷):

اللہ غفور حلیم ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی شان غفاری اور غفور رحیم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو غفور حلیم بھی کہا ہے اور اس کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صاحب غفران بھی ہے اور بڑا بردبار اور پروقار بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت "حلیم" میں اللہ کا تحمل' بردباری' درگزر فرمانے کا کمال' اور نرم روئی و ملائمت کی صفت بھی آ جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جب اپنے بارے میں "غفور حلیم" پکارتے ہیں۔ تو اس میں غفران کے ساتھ ساتھ رحم اور بردباری بھی ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس حوالے سے چند ایک آیات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ تمہاری لایعنی قسموں اور لغو قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ البتہ ان قسموں پر گرفت ہو گی جو تم قصد دل سے اٹھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ صاحب مغفرت (غفور) اور صاحب حلم و بردباری (حلیم) ہے۔"(۲-۲۲۵):

"..... اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اس سے ڈرتے رہو۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ غفور اور صاحب حلم ہے۔"(۲-۲۳۵):

اللہ حلیماً غفور ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات لاتعداد علم و حکمت اور بے پناہ مصلحتوں' برکات اور رحمتوں والی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی یہ شان صراحت و وضاحت ہے کہ وہ اپنے اسماء الحسنیٰ کو خود بھی قرآن مجید میں مختلف انداز' طور پر اور اسلوب سے مختلف تناظروں' پس منظروں اور حوالوں سے بیان فرماتا ہے' اس طرح سے تشریح و توضیح بھی ہوتی چلی جاتی ہے اور اسماء الحسنیٰ کی عظمت و حسن بھی اجاگر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عالیہ "حلیماً غفورا"۔ کو بالخصوص کائناتی اور کونیاتی تناظر میں پیش کیا ہے گویا اس طرح سے اللہ الغفور کی اس

Marfat.com

صفت کا اظہار ہوتا ہے جس کے تحت اس نے سلسلہ کائنات کو محکم اور مضبوط بنایا ہوا ہے اور پھر اس میں حفاظت اور تحفظ کے معنی بھی سامنے آتے ہیں۔

"مرحلہ در مرحلہ سات آسمان اور زمین (یاسمٰوات) کے ساتھ طبقات اور زمین) اور ان میں جو کچھ ہے' سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں' عالم ممکنات کی کوئی شے نہیں ہے جو اس خدائے عزو جل کی حمد و تسبیح نہ کرتی ہو۔ البتہ تم تسبیح کو نہیں سمجھ پاتے۔ اللہ تعالیٰ بلاشبہ (تمہاری کوتاہی فکر و عمل کے باوجود) صاحب حلم ہے' وہ صاحب' غفران (غفور) ہے۔" (۱۷-۴۴):

مزید اسی سماوی اور کونیاتی اور کائناتی حوالے سے ایک اور ارشاد باری اس طرح سے بھی ہے کہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ نظام سماوی و ارضی کو سنبھالے ہوئے ہے کہ وہ درہم برہم نہ ہو جائے۔ اگر ارض و سما اپنے اپنے محور سے ہٹ جائیں تو انہیں کوئی بھی اپنے مدار میں نہیں لا سکتا۔ بلاشبہ تمہارا اللہ ہی بڑا صاحب علم اور صاحب غفران (غفور) ہے۔" (۳۵-۴۱):

قرآن مجید میں "الغفور" کے جو دیگر معانی سامنے آتے ہیں' ان میں یہ بھی ہیں کہ غفور وہ ہے جو بندوں کو نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔ لوگوں کو استقامت بخشنے والا ہے۔ توبہ کرنے والوں کو توبہ کے بعد اپنے دامن رحمت میں لے لینے والا ہے اور پھر یہ کہ وہ لوگ جو اپنی بے وقوفی' جہالت یا نادانی میں قوانین خداوندی کے خلاف عمل و فعل کر کے نقصان اٹھاتے ہیں' اللہ غفور ان کی تلافی فرما دیتا ہے اور پھر انہیں مزید نقصان سے بھی بچا کر محفوظ کر لیتا ہے یا ڈھانپ لیتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص خلوص نیت کے ساتھ اور گناہوں سے توبہ کر کے اس مبارک اسم کا ورد اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

(۲) کثرت کے ساتھ "یاغفور" کا ورد کرنے والے لوگ گناہوں سے بچے رہتے ہیں اور وہ اللہ کی حفاظت میں بھی رہتے ہیں۔

Marfat.com

(۳) اگر کوئی مریض یا غم ناک شخص یا غفور کو روٹی پر دم کر کے اس روٹی کو کھائے تو اس کی برکت سے وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔
(۴) جو شخص کثرت کے ساتھ اس اسم الٰہی کا ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو وساوس اور آلائشوں سے پاک کر دیتا ہے۔
(۵) اگر کوئی شخص سجدے میں سر ڈال کر تین بار ''رب اغفرلی'' پڑھے اور دل سے مکمل طور پر توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی تمام خطائیں اور جرم معاف کر دیتا ہے۔
(۶) جو شخص یا غفور کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو گمراہیوں سے بچالیتا ہے اور اس کے دل کی سیاہی بھی دور کر دیتا ہے۔
(۷) اگر کوئی شخص شدید سر درد میں مبتلا ہو یا کسی کو بہت زیادہ بخار ہو تو ایسے شخص کو اکتالیس بار ''یا غفور رحیم'' کا ورد کر کے دم کریں تو اللہ تعالیٰ شفا بخش دیتا ہے۔
(۸) جو شخص ہر روز ایک سو ایک بار ''یا غفور'' کا ورد کسی بھی وقت کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف بھی فرما دیتا ہے اور لوگوں سے چھپائے بھی رکھتا ہے۔
(۹) یا غفور کا اکثر ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور دوسروں کی خیر خواہی کے کاموں کا خوگر بنا دیتا ہے۔ بڑے سے بڑا گناہگار بھی سچے دل سے توبہ کر کے اگر اللہ کی جانب آ جائے اور اسم حسنہ ''یا غفور'' کا ورد اپنا معمول بنا لے تو اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔
(۱۱) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد ایک سو بار ایک بار ''یا غفور'' کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو گناہوں، ظلم و ستم، مشکلات اور مصیبتوں سے بچائے رکھتا ہے۔
(۱۲) گلے کی خرابی کے باعث اگر کسی شخص کی آواز بیٹھ چکی ہو اور گلے میں درد بھی ہو تو ایسے شخص کو اکتالیس بار یا غفور پڑھ کر دم کیا ہوا پانی پینا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا نصیب ہو گی
(۱۳) نیک اور صالح اولاد کے خواہش مند میاں بیوی کو چاہیے کہ اللہ کے اس اسم مبارک ''یا غفور'' کو پڑھنا اپنا معمول بنا لیں۔ اور ہر نماز کے بعد بھی کا ورد کریں۔
(۱۴) حاملہ عورتوں کو ''یا غفور'' سے دم کیا ہوا پانی پلانے سے وہ اسقاط حمل کے خدشہ

Marfat.com

سے بچی رہتی ہیں۔

(۱۵) کھیتوں میں پڑے ہوئے غلے کی حفاظت کرنے کے لیے غلے کے ڈھیروں کے گردا گرد پھر کر ایک ہزار بار "یاغفور" پڑھ کر حصار بنا دیا جائے تو ایسے غلے یا جنس کو اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نقصان سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح کھلے میدانوں میں جگھوں پر مال مویشیوں کو بھی اسی طرح کے یا غفور کے حصار میں لیا جاسکتا ہے۔

(۱۶) اگر کوئی شخص جمعہ کی رات کو "یاغفور" کا ۱۲۸۶ بار ورد کر کے اللہ کے حضور دعا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص اور اس کے خاندان کو مشکلات اور دشمنوں کی بدسگالیوں سے بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

الغنی

الغنی ———— اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۱۰۶۰

عدد واحد ———— ۷

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک اسم مبارک "الغنی" بھی ہے۔ اس صفاتی نام "الغنی" کا مطلب ہے بے نیاز' بے پرواہ اور غیر محتاج۔ یعنی اس اللہ الغنی کو کسی سے کوئی احتیاج نہیں ہوتی' نہ وہ کسی کا محتاج ہوتا ہے بلکہ ساری دنیا اسی کی محتاج ہے۔ اس اللہ کی ذات عالی سب سے بے نیاز ہے۔ اسے کسی سے کوئی حاجت یا غرض نہیں ہوتی۔ وہ اپنی اس صفت کے باعث بے پرواہ اور بے نیاز ہے۔

الغنی۔ غنی عربی زبان میں غنی کے معنی ہوتے ہیں بے نیاز' بے پرواہ اور غیر محتاج یہ غناء سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔ اس کے معنی امیر اور متمول کے بھی ہوتے ہیں اردو اور فارسی زبانوں میں اس لفظ غنی کے معنی دولت مند' امیر اور متمول کے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر اس لفظ کے معنی ہوتے ہیں بے نیاز اور

Marfat.com

بے پرواہ۔

حاجات سے بے نیازی' جسے کسی قسم کی احتیاج نہ ہو اسے غنی کہا جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں اس کے معنی کافی ہو جانا یعنی کسی کو ایسا کر دینا کہ اسے کسی اور چیز کی حاجت نہ رہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت الغنی متعدد بار آئی ہے۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ جسے کسی کی احتیاج نہیں۔ وہ ہر طرح کی احتیاج سے مستغنی ہے' اور اسی طرح وہ بے پرواہ ہے اور بے نیاز ہے۔

قرآن مجید یہ لفظ "الغنی" سترہ مقامات پر آیا ہے اور اللہ کی یہ صفت اکتیس آیات میں وارد ہوئی ہے۔ غنی کا لفظ سات مرتبہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت دیگر کئی صفات کے ساتھ مرکب صورت میں بھی کئی مقامات پر وارد ہوئی۔ لیکن ہر جگہ پر اس صفت باری تعالیٰ سے یہی ظاہر ہوا ہے کہ وہ خود بھی غنی اور بے نیاز ہے اور وہ لوگوں کو بھی غنی بنا دیتا ہے۔

اللہ غنائے مطلق ہے

غنی یا الغنی جو اسمائے الٰہی میں سے اس کے بنیادی معنی ہیں وہ کہ جو کسی کا محتاج نہیں اور ہر ایک شخص اس کا محتاج ہے۔ نہایہ ابن اثیر میں یہی معانی دیئے گئے ہیں اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ غنائے مطلق ہے اور وہ المغنی بھی ہے' یعنی وہ اپنے بندوں کو غنی بھی کر دیتا ہے' مگر یہ غنائے مطلق نہیں جسے عدم حاجت سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ حاجات کا کم کر دینا ہے۔

غنی درحقیقت اللہ ہی ہے

سورۃ فاطر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفت کو بڑے ہی واشگاف انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"اے بنی نوع انسان! (زندگی کی بے بضاعت شان و شوکت پر اتراؤ نہیں) تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے محتاج ہو' اور خالق کائنات تو غنی و بے احتیاج ہے اور حمید و سزاوار حمد ہے۔" (۳۵-۱۵):

اللہ تبارک و تعالیٰ بالکل بے نیاز ہے' اور اپنی ذات میں ستودہ صفات ہے۔ البتہ تم لوگ خود خدا کے محتاج ہو' اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ خدا کی بے نیازی کا تو یہ عالم ہے کہ وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق لا بسائے۔

بحوالہ غنی حمید اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں کامل ہے' اس کا یہ کمال اس کی ذات سے

Marfat.com

خارج کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اور ساتھ ہی وہ حمید یعنی تمام صفات حمد سے متصف بھی ہے۔ خلق کے ساتھ اس کا تعلق کسی احتیاج پر نہیں بلکہ تمام تر اس کی رحمت و عنایت پر مبنی ہے۔

غنی حمید اللہ تعالیٰ کی یہ صفت غنی مرکب صورت میں "غنی حمید" کے طور پر بھی آئی ہے:

"(ارشاد ہوا) اے اہل ایمان اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو اور ان نعمتوں میں سے بھی جو تمہارے لیے ہماری اخراجیات ارضی ہیں تمہاری نیت یہ نہ ہو کہ تم ناپاک چیز فی سبیل اللہ خرچ کرو اور تم خود بھی ناپاکیزہ چیز نہ لو الا ان سے اغماض نظر ہو جائے اور تمہیں اس بات کا بخوبی علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور حامدانہ خوبیوں کا مالک ہے۔" (۲-۲۶۷)

اور یوں بھی آیا ہے کہ "ہر آئینہ آسمانوں کی بلندیوں میں جو کچھ ہے اور زمین کی وسعتوں میں جو کچھ ہے صرف اللہ تعالیٰ کا ہے کائنات ہستی میں وہ غنی بے نیاز اور حمید یعنی قابل ستائش ہے۔" (۴-۱۳۱ جزوی): اور اس طرح سے بھی ہے کہ "اسی خدائے عزوجل کی دسترس میں ہے آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں جو کچھ بھی ہے اور بے شک وہ اللہ غنی اور حمید ہے۔" (۲۲-۶۴):

اللہ بے نیاز ہے اللہ تعالیٰ کی یہی صفت غنی الحمید ایک اور انداز میں بھی وارد ہوئی ہے کہ:

"جو خود بھی بخیل ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور جو کوئی روگردانی اختیار کرے گا وہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حمید ہے۔" (۵۷-۲۴):

اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"ارشاد ہوا کہ تمہارے لیے ان کے لائحہ حیات میں اسلامی زندگی کا بہترین نمونہ ہے (ان کے لیے) جو اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر اعتقاد رکھتا ہے' اور جو روگردانی کرے گا تو اسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ تو (کائنات کی تمام احتیاجات) سے بے نیاز ہے اور تمام حمد و ستائش کا سزاوار ہے۔" (۶۰-۶):

Marfat.com

غنی حلیم ارشاد الٰہی ایک معاشرتی اور باہمی ربط و ضبط کے حوالے سے یوں بھی آیا ہے کہ:

"معقول اور مناسب گفتگو اور عفو و درگزر کرنا اس صدقہ و خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد مردم آزاری ہو۔ اور اللہ تعالیٰ غنی اور حلیم ہے۔"(۲-۲۶۳):

غنی کریم حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملکہ بلقیس کے حوالے سے ایک واقعہ کے ضمن میں یوں ارشاد باری ہوا ہے کہ:

"(بتایا گیا کہ) یہ سب کچھ میرے پروردگار کے فضل بے نہایت کے طفیل ہے۔ اس میں میری آزمائش ہے کہ میں اس میں عنایات بے غایات پر شکران نعمت کرتا ہوں یا کفران نعمت۔ دراصل جو شخص بھی بارگاہ حمدیت میں شکر ادا کرتا ہے' وہ اپنے فائدے کے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز اور بزرگی والا ہے۔"(۲۷-۴۰):

غنی عن العالمین سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت غنی عن العالمین کے طور پر آئی ہے کہ:

"(بحوالہ حج بیت اللہ بات ہوتی ہے کہ) اس مبارک گھر میں جو داخل ہو گیا وہ دنیائے امن و سکون میں آگیا۔ بیت اللہ کا حج صاحب استطاعت لوگوں پر اللہ کا حق ہے (فریضہ ہے) اور جس نے اس فریضہ کی ادائیگی سے انکار کیا تو اسے علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ "غنی عن العالمین" یعنی تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔"(۳-۹۷)

اللہ غنی ذو رحمتہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہی صفت غنی اس طرح سے بھی وارد ہوئی ہے کہ:

"اور تمہارا پرورش کنندہ "غنی ذوالرحمتہ" یعنی بے نیاز اور صاحب رحمت کامل ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دے اور جسے چاہے تمہارا جانشین بنا دے' جس طرح اس نے تمہیں ایک اور قوم کی نسل سے اٹھا کھڑا کیا ہے۔"(۶-۱۳۴)

اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ: "اگر تم اس کا کفر کرو تو وہ تم سے بے نیاز ہے لیکن وہ اپنے بندوں کے لیے کفرو جحود ناپسند کرتا ہے۔"(۳۹-۷):

Marfat.com

وہ لوگوں کو غنی کرتا ہے اور یہ کہ وہی بے نواؤں کو غنی اور سرمایا دار کو مفلس کر دیتا ہے۔(۵۳-۴۸):

اور پھراس طرح سے بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خوش حال نہیں تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا دیا کہ آپ ﷺ بے نیاز ہو گئے۔(۹۳-۸)

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ خود غنی ہے اور لوگوں کو بھی وہ غنی کر دیتا ہے' اس حوالے سے جو شخص "یا غنی" کا بکثرت ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر حوالے سے اسے غنی اور بے نیاز کر دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی طمع میں مبتلا ہو تو اس اسم مبارک کے ذکر سے اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی مصیبت سے نکال لیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر روز ستر بار "یا غنی" کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال و دولت میں برکت پیدا کر دیتا ہے۔

(۴) جو شخص ہر روز اس اسم مبارک کا کسی بھی ایک تعداد میں ذکر کرے تو اللہ اسے حرص و ہوا سے نکال کر آسودگی بخشتا ہے۔

(۵) اگر دکان دار یا سوداگر اپنی دکان یا تجارت کی جگہ کا قفل کھولنے سے پہلے ستر بار یا غنی پڑھے گا تو انشاء اللہ اس کے مال تجارت میں برکت ہو گی اور اسے کبھی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

(۶) جمعرات کے دن میں یا جمعہ کی رات میں اگر کوئی انیس ہزار بار "یا غنی" کا ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو اللہ ایسے شخص کو کبھی مفلس نہیں ہونے دیتا۔ اس پر سدا اللہ کا فضل سایہ فگن رہتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ہر روز "یا غنی" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے پریشانیوں سے بچائے رکھتا ہے دوسروں کی محتاجی سے بچاتا ہے اور اس کی ہر مراد پوری کرتا ہے۔

(۸) یا غنی کا ذکر کرنے والا برائیوں اور وساوس شیطانی سے محفوظ رہتا ہے۔ بری عادتوں

Marfat.com

سے دور رہتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص ہوس دنیا لالچ اور طمع میں گرفتار ہو تو اسے چاہیے کہ وہ گیارہ روز تک ہر روز ایک سو بار "یاغنی" سر پر ہاتھ رکھ کر اور ایک سو بار دل پر ہاتھ رکھ کر "یاغنی" پڑھ کر بہتری کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی حالت بہتر کر دیتا ہے۔ اور اس کے دل سے لالچ اور طمع جاتا رہتا ہے۔

Marfat.com

الفتاح

الفتاح	اسم جمالی ہے۔
اعداد	۴۸۹
عدد واحد	۳

الفتاح' اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا صفاتی نام ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ فتاح کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ سرگرداں لوگوں کو آسانیوں کی جانب لانا۔ اس سے یہ بھی معنی نکلتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امور کو سرانجام دینے کو آسان فرما دیتا ہے۔ مشکل امور کو وہی انجام دینے کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والا خدا ہے۔

فتح اور فتاح

الفتاح کا اصل اساسی مادہ (ف - ت - ح) ہے۔ عربی زبان میں "فتح" کے بنیادی معنی کھول دینے کے ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں فتح کے جو معانی کسی دشمن پر کامیابی حاصل کرنے کے لیے جاتے ہیں وہ بھی اس حوالے سے ہیں کہ چونکہ کامیابی سے کسائش کے دروازے کھل جاتے ہیں' اس لیے یہ لفظ کامیابی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

Marfat.com

فتح کالفظ فیصلہ کرنے کے معنوں میں بھی بولا جاتا اور استعمال ہوتا ہے اور یہ معنی اس لیے بھی ہیں کہ فیصلہ کرنے والا حقائق اور سچائیوں کے دروازے وا کرتا ہے اور حقیقتوں کو منکشف کرتا ہے' غلط فہمیوں کو دور کرتا ہے۔ اس اعتبار سے فتاح بہت بڑے فیصلہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

فتح کالفظ چونکہ چند ایک مقامات پر نصرت کے معنوں میں بھی آیا ہے' اس لیے اس لفظ کے معنی مدد اور غلبہ کے بھی ہوتے ہیں اور فتاح کے معنی یہ بھی ہوئے کہ فتح و نصرت اور غلبہ دینے والی ہستی اور مدد کرنے والی ہستی۔ فتاح زندگی کی راہوں کو کشادگی بخشنے والا بھی شمار کیا جاتا ہے۔ جب رکاوٹیں' مزاحمتیں اور موانعات دور ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے بعد حقائق اور سچائیاں منکشف ہو جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے فتاح' حقائق کو سامنے لانے والا اور سچائیوں کو ظاہر کرنے والا بھی ہوتا ہے۔

فتاح' کے ایک معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ ایسی ہستی حق کو باطل سے بڑی ہی وضاحت کے ساتھ الگ کرتا ہے اور پھر اس کے بعد ہی فتوحات الٰہی کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔

"فتاح" کے معنی حاکم اور فیصلہ کرنے والے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس اعتبار اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام الفتاح کے معنی ہوئے فیصلہ کرنے والا۔ حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والا۔ اور سچ کو سامنے لانے والا۔ فتح' نصرت اور غلبہ دینے والا۔ کھول دینے والا۔ امور کی سرانجام دہی میں آسانیاں پیدا کرنے والا اور واضح کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ اس اعتبار سے بھی فتاح ہے کہ وہ فیوض و برکات کے دروازے وا کر دیتا ہے۔

بلحاظ گرامر "فتاح" اسم مبالغہ ہے اور یہ واحد ہے۔ اس کے معنی خوب فیصلہ کرنے والا کے ہوتے ہیں۔

فتاح۔فیصلہ کرنے والا

قرآن مجید میں سورۃ سبا میں اللہ تعالیٰ نے اس صفت فتح کو بڑے ہی واضح اور دوٹوک انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سورۃ میں اس صفت کو ایک مرکب صورت میں یعنی "فتاح العلیم" کے طور پر استعمال کیا۔ ملاحظہ ہو۔

"کہہ دیجئے روز حشر اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا۔ وہی ٹھیک فیصلہ کرنے

Marfat.com

والا ہے اور سب کچھ خوب جاننے والا ہے۔" (۳۴-۲۶):

اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے اس دن جس دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا تو اس دن وہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر۔ وہ بہت بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس کے فیصلہ کے خلاف کوئی دھاندلی مچانا کسی کے بس میں نہ ہو گا۔ وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔

اللہ خیر الفاتحین اللہ الفتاح لوگوں میں فیصلہ کر کے حق اور باطل میں فاصلہ پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح کے فیصلہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ انصاف کے تقاضوں اور اپنی مشیت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ اسی حوالے سے قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ السلام اور اس کی قوم کے مابین ایک خاص مکالمہ ریکارڈ کیا گیا ہے کہ:

"اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی' تو صبر کیے رہو یہاں تک کہ خدا ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔"

"اس پر قوم کے سرداروں نے جنہیں (اپنی دنیوی طاقت کا) گھمنڈ تھا کہا شعیب (دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہے گی' یا تو) تمہیں اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں (ان سب کو) ہم اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے' یا تم لوگوں کو ہمارے دین میں واپس آنا ہو گا۔ (شعیب نے) کہا کیا (ہم تمہارے دین سے) بیزار ہوں تو بھی (اسے جبراً مان لیں؟ پھر تو) ہم اللہ پر افترا باندھنے والے یعنی اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے ہوں گے۔ اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دے دی ہے۔ اور (اب تو) ہمارے لیے ممکن نہیں کہ اس میں لوٹ آئیں الا یہ کہ ہمارا رب اللہ ہی ایسا چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ اللہ (ہی) پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب' ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔" (۷: ۸۷-۸۹):

الفتاح۔ حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا قرآن مجید میں سورۃ سبا میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ کہ اللہ تعالیٰ ٹھیک

Marfat.com

فیصلہ کرنے والا ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر۲۶ جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس امر کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہدایت اور گمراہی کے اس معاملے کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنا ہم میں سے ہر ایک کے اپنے مفاد کا تقاضا ہے۔ اگرچہ بقول پیغمبر صاحب ان کی قوم اور ان کے درمیان حق و باطل کا اختلاف ہے اور اس طرح دونوں میں سے ایک ہی حق پر ہے اور اللہ تو وہ ہے جو ہر حقیقت کو جانتا ہے۔ لہٰذا یوم حشر اس امر کا فیصلہ ہوگا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر تھا۔

ایک اور مقام پر حضرت نوح علیہ السلام اپنے اللہ کی صفت الفتاح کے حوالے سے یوں دعا کرتے ہیں کہ: (۲۶: ۱۱۸-۱۱۹):

"اے میرے رب' میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے۔ تو اب میرے اور ان کے درمیان ایک قطعی فیصلہ کر دے اور جو اہل ایمان میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے۔"

چنانچہ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ کر دیا اور اس اللہ الفتاح نے حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں سوار سب لوگوں کو بچا لیا اور پھر ان کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے حق کے حوالے سے اپنا فیصلہ صادر فرما دیا کہ "اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے سامنے آ موجود ہوا ہے۔" (۸-۱۹ جزوی): کہ اللہ تعالیٰ سدا مومنوں کے ساتھ ہوتا ہے اور حق ہی کو باطل پر غالب کر دیتا ہے۔

الفتاح۔ فتح کے دروازے کھولتا ہے

الفتاح' وہ اللہ ہے کہ جو فتح نصرت کے دروازے بھی کھولتا ہے اور زندگی کی خوشحالی راہوں کو بھی کشادہ کرتا اور وا کرتا ہے' اس حوالے سے چند ایک آیات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"جب لوگ شیطان کی راہوں کو چھوڑ کر حضور حق میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر ہر طرح کی خوشحالی کے دروازے کھول دیئے۔" (۶-۴۴ جزوی)

ایک اور پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے الفتاح ہونے کے وعدے کو یاد دلایا اور احساس دلایا ہے کہ اللہ کا فیصلہ اور خوشحالیوں کی فراوانیوں کے دروازے کس طرح سے

Marfat.com

کھلتے ہیں:

"اگر ان بستیوں کے رہنے والے (جن کی سرگزشتیں بیان کی گئی ہیں) ایمان لے آئے ہوتے اور پرہیزگاری (کی راہ) اختیار کرتے' تو ہم آسمانوں و زمین کی برکتوں کے دروازوں کو ان پر کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی پاداش میں انہیں اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔" (۷:۹۶-۹۷)

اسی طرح جنت کی نعمتیں دینے والا بھی الفتاح ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر جہاں اس دنیا میں سماوی اور ارضی برکات کے دروازے کھولتا ہے۔ وہی اللہ جنت کے انعامات و اکرامات کے در وا کر دیتا ہے۔ اسی حوالے سے ایک ارشاد اس طرح سے ہے کہ: "(ارشاد ہوا) اے رسول ہمارے نیک بندوں ابراہیم علیہ السلام اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا ذکر کیجئے پھر اسماعیل علیہ السلام الیسع اور ذی الکفل کا ذکر کیجئے' یہ سب نیک لوگ تھے۔ یہ سب تو اللہ کے منتخب اہل خیر میں سے ہیں۔ ان سب کے لیے بہترین ٹھکانہ ہے۔ خلود کی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان پر کھول دیئے گئے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی متعدد نعمتیں ہیں۔" (مفہوم: ۳۸-۴۵-۵۱)

رحمتوں کے دروازے کھولنے والا

اللہ الفتاح اپنے بندوں پر خوش حالیوں' رحمتوں اور برکات کے دروازے کھولتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح زمین کو زرخیزیاں اور ہریالیاں بخشنے کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول کر خوب برساتیں اور بارشیں بھیجتا ہے۔ اللہ ہی اپنے بندوں پر زندگی کی تمام آسائشوں کے دروازے کھولتا ہے اور پھر ان دروازوں کو صرف اللہ ہی کھولتا ہے یا بند کرتا ہے' اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی صفت الفتاح سے ہوتا ہے۔

"اگر وہ (اللہ تعالیٰ) اپنی رحمت کے دروازے لوگوں پر کھول دے تو انہیں بند کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اگر وہ بارش' کسائش رزق اور اپنی عنایات بے غایات کے دروازے مخلوقات پر بند کر دے تو انہیں کوئی کھولنے والا نہیں ہے' وہ صاحب غلبہ عظمیٰ ہے وہ صاحب حکمت کاملہ ہے۔" (۳۵-۲)

Marfat.com

آسمانی عظمت کے دروازے کھولنے والا

اللہ الفتاح تو وہ ہے جو اپنے بندوں پر غیب کے خزانوں کے دروازے کھول دیتا ہے' جن کا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر آسمانی عظمت کے دروازے کھول دیتا ہے لیکن تکذیب حق کرنے والوں پر ان بے بہا نعمتوں کے دروازے نہیں کھولتا۔

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص اکثر یا فتاح کا ورد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر کشاد کے دروازے کھول دیتا ہے۔

(۲) یا فتاح کا ذاکر باطل راہوں سے بچا رہتا ہے اور پھر حق کی راہوں پر گامزن ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص صبح کی نماز کے بعد دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر ستر بار اس اسم مبارک کا ورد کرے تو اللہ اس شخص کے دل کو سکون اور قرار بخشتا ہے اور اسے کدورتوں اور آلائشوں سے پاک کر دیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص ناحق اور ناجائز کسی مقدمے میں پھنس گیا ہو تو ایسے شخص کے لواحقین کو چاہیے کہ وہ سات دن تک ہر روز اکیس ہزار بار "یافتاح" کا ورد کر کے دعا مانگیں اللہ تعالیٰ جلد ہی مقدمے سے نجات دلا دیتا ہے۔

(۵) جو شخص یا فتاح کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات آسان کر دیتا ہے۔ بگڑے کام سنوار دیتا ہے اور فتح و نصرت سے بھی نوازتا ہے۔

(۶) "یافتاح" کے ورد وظیفے سے زبان کی گرہیں کھل جاتی ہیں' ذہانت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور دل کو سکون اور قرار میسر آتا ہے۔

(۷) جو شخص ہر نماز کے بعد گیارہ بار "یافتاح" کا ذکر کرنا اپنا معمول بنا لے اللہ برائیوں سے بچالیتا اور باطل سے اسے دور رکھتا ہے۔

(۸) خوشحالی اور کسائش رزق کے لیے "یافتاح" کا بکثرت ذکر کرنا مفید اور موثر ہوتا ہے۔

Marfat.com

القابض

القابض ———— اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۹۰۳

عدد ———— ۳

القابض اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک اسم مبارک قرار دیا ہے۔ القابض ایک جلالی اسم ہے۔ اور جان لینا چاہیے جلالی اسماء الحسنیٰ میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی' شان و شوکت' رعب داب تو ہوتا ہی ہے' لیکن ان اوصاف جلالی کے ساتھ ساتھ غصہ' تیزی' خشونت اور سختی بھی موجود ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کے جو بھی جلالی شان و شوکت والے نام ہیں' ان میں صفات خاص کے علاوہ جلالی صفات بھی ہمہ وقت پائی جاتی ہیں۔

قابض' قبض' یقبض

قرآن مجید میں اللہ جل جلالہ کی صفت القابض کے حوالے سے اصل لفظ تو "یقبض" استعمال ہوا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفت "القابض" اسی لفظ سے ہے' لیکن اس لفظ کے معانی قرآن مجید کے دیگر کئی الفاظ سے بھی واضح ہوتے ہیں۔ لفظ یقبض قرآن مجید میں صرف ایک بار سوۃ البقرہ کی آیت

Marfat.com

نمبر ۲۴۵ میں استعمال ہوا ہے اور یہاں پر یہ لفظ ایک اور لفظ کے متضاد یا مقابلے میں آیا ہے۔ اس کے برعکس اور مقابلے میں جو لفظ آیا ہے وہ "یبسط" ہے جس سے "الباسط" اللہ کا ایک اور صفاتی نام بنا ہے۔

عام طور پر یقبض کا مطلب گھٹانا اور یبسط کا مطلب بڑھانا لیے جاتے ہیں (یبسط کی تعریف الباسط کے تحت الگ سے موجود ہے)۔

یقبض۔ واپس لے لینا یقبض اصل میں مادہ "قبض" سے ہے۔ قبض کے اصل معنی پورے ہاتھ کے ساتھ کسی چیز کا لے لینا ہے۔ اور پھر اس کا استعمال دونوں طرح سے ہے کہ ایک چیز کو دوسرے سے لے کر اپنے پاس رکھنا ایک چیز دوسرے کو دینے سے ہاتھ روک لینا۔

"امام راغب نے "یقبض و یبسط" کی کئی توجیہات کی ہیں۔ اللہ کبھی ایک چیز لے لیتا ہے کبھی دے دیتا ہے۔ یا ایک قوم سے لے لیتا ہے اور ایک دوسری قوم کو دے دیتا ہے۔ یا کبھی مارتا ہے کبھی زندہ کرتا ہے۔ اور ایک معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نیکی کو اپنی طرف لے لیتا ہے اور پھر اس کو بڑھاتا ہے۔"

یقبض۔ چھین لیتا ہے اللہ القابض وہ ہے جو کسی کو کوئی چیز دے کر پھر اسے (بعض حالات کے تحت) چھین لیتا ہے "یقبض" کا لغوی مطلب ہے وہ روکتا ہے، چھین لیتا ہے، مارتا ہے۔

قبض کے معنی ہیں کسی چیز کو بھرپور ہاتھ میں لینا اور عربی میں "قبض بالید علی الشئی" کے معنی ہیں کسی چیز کو ہاتھ میں لینے کے بعد ہاتھ کو بھینچ لینا۔ یعنی اس سے رکنا اور اسے نہ لینا۔ اور اسی طرح "قبض الیدعن الشی" کے معنی ہیں کسی چیز کو لیے بغیر ہاتھ کو بھینچ لیا۔ یعنی اس سے رکنا اور اسے نہ لینا۔ اسی طرح "یقبضون ایدیھم" کے معنی ہیں وہ اپنے ہاتھوں کو روکتے ہیں، یعنی بخل کرتے ہیں۔

پھر قبض تو مطلقاً کسی چیز کو حاصل کرنے کے معنی میں بھی آنے لگا ہے۔ "جیسے قبضت الدار" میں نے مکان پر قبضہ کیا۔ اور پھر جان لینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ قبضہ اللہ" کے معنی ہیں اللہ نے اسے مار دیا۔

Marfat.com

واللہ یقبض و یبسط سورت البقرہ کی آیت نمبر۲۴۵ کے اس حصے کا مطلب اور ترجمہ اس طرح سے ہے کہ:

"اور اللہ تعالیٰ ہی رزق و وسائل حیات میں تنگی کرتا ہے اور وہی اس میں وسعت اور کسائش پیدا کرتا ہے' اور تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔"

تفصیل اور شرح اس کی یوں کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی چھین لیتا ہے اور کبھی عطا کرتا ہے۔ یا ایک قوم سے چھینتا اور دوسری کو عطا کرتا ہے۔ یا ایک بار جمع کرتا ہے اور دوسری مرتبہ منتشر کر دیتا ہے۔ یا پھر مارتا ہے اور دوبارہ زندہ کرتا ہے۔

اپنی اس صفت ربانی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے رزق کم کر دیتا ہے اور دیگر امور کو بھی قبض کی حالت میں لے جاتا ہے۔ اس کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ "اللہ ہی تنگ دستی بھی دیتا ہے۔"

تنگی اور کشادگی اللہ کرتا ہے اس آیت مبارکہ میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ تنگی اور کشادگی کا انحصار آدمی کی اپنی تدبیروں پر نہیں ہے بلکہ یہ چیز خدا کے اختیار میں ہے۔ اس وجہ سے اگر وہ اپنا مال خدا سے بچاتا ہے اور چھپاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ اسی سے چھپاتا جس کے اختیار میں بخشنے کے بعد چھین لینا بھی ہے۔ سورہ الرعد میں اس صفت الٰہی کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے۔

"(اللہ تعالیٰ رزاق و ذوالقوت المتین ہے) جس کی روزی چاہے فراخ کر دے' جس کی چاہے تنگ کر دے اور یہ کافر لوگ اپنی حیات چند روزہ کی آسائشوں پر بڑا اتراتے ہیں جو آخرت کے مقابلے میں متاع قلیل ہے۔" (۱۳-۲۶)

یقبض اور یقدر قرآن مجید میں تنگی' عسرت' بندش' رکاوٹ اور بست کے لیے "یقبض" کے علاوہ ایک اور لفظ "یقدر" بھی استعمال ہوا ہے بلکہ قرآن مجید کی قریباً آٹھ سورتوں یعنی الرعد' بنی اسرائیل' القصص' العنکبوت' الروم' سبا' الزمر اور شوریٰ میں یبسط کے مقابلے میں یا متضاد لفظ "یقدر" آیا ہے اور اس لفظ یقدر کے معنی بھی عین وہی ہیں جو لفظ یقبض کے ہیں۔

"یقدر" کے معنی ہوتے ہیں تنگ کرتا ہے۔ اور قادر ہو گا۔ گویا پہلے معنی میں قدر سے اور دوسرے معنی میں قدرت سے مضارع واحد مذکر غائب' اسی حوالے سے قرآن

Marfat.com

مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے کہ "(اے نبی!) آپ یہ کہہ دیں کہ بے شک میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔" یعنی رزق کی فراخی اور تنگی اس اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنی حکمت کے مطابق جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ گویا "واللہ یقبض و یبصط" کی مزید وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ:

(۱) مالدار و تونگر کو اپنی دولت و تونگری پر اترانا نہ چاہیے کیونکہ اسے جو کچھ حاصل ہے وہ خدا کا عطیہ و بخشش ہے اور وہ جب چاہے اپنی اس بخشش کو سلب کر سکتا ہے۔ نیز اسے ان حقوق مالیہ کی ادائیگی سے بھی غافل نہ ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں خود اس کے اور اس کے دوسرے انسانی بھائیوں کے لیے اس کے ذمہ واجب قرار دیئے ہیں۔

(۲) غریب اور مفلس کہ جو یقبض کی زد میں آ جائے' اسے اپنی غربت و افلاس کو دور کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ اس سے اللہ ہی نے قبض کیا ہے بلکہ ایک خاص لحاظ سے وہ اس فقر و فاقہ کی زحمت کو خدا کی طرف سے ہی سمجھے اور خیال کرے کہ اس میں بھی سراسر حکمت و مصلحت ہے۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ شکوہ کے بجائے صبر اور حسد کی جگہ فراخدلی کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرے۔

مندرجہ وضاحت کے باوصف کہا جا سکتا ہے کہ "یقبض" اور "یقدر" گویا دو مترادف لفظ ہیں اور قرآن میں بھی یہ دونوں ایک ہی طرح سے استعمال ہوئے ہیں بلکہ صرف رزق کی بست و کشاد کے لیے ہی آئے ہیں۔

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک یعنی "یا قابض" کا مدام ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بھوک کے خوف سے آزاد کر دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص چالیس روز تک اس اسم کا ذکر کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے نجات بخش دیتا ہے۔

Marfat.com

(۳) یا قابض کا کثرت سے ورد کرنے والا دشمنوں سے محفوظ اور مخالفین کی مخاصمتوں سے بھی بچا رہتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دشمن پر فتح یاب کرتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص ہر کھانا کھانے سے پہلے چند بار "یا قابض" پڑھنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھوک کے عذاب سے بچائے رکھتا ہے۔ اسے بھوک کی شدت سے اللہ سدا محفوظ رکھتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر روز فجر کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد اکیس اکیس بار "یا قابض" پڑھ کر دعا کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ہر طرح کے جادو، ٹونے اور بدشگالیوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۶) جن بھوت کے ڈر اور آسیب وغیرہ کی دہشت سے بچنے کے لیے یا قابض کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۷) ہر قسم کی بلاؤں اور وبائی امراض سے بچنے کے لیے اس اسم مبارک کا ورد کرنا بے حد مفید ہوتا ہے۔

(۸) جو شخص اکثر یا قابض کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گناہوں اور غلط کاریوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص دشمنوں میں گھرا ہوا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز ۱۸۰ بار یا قابض کا ورد کرے تو وہ دشمنوں کی چالوں اور مذموم ارادوں سے بچا رہے گا۔

(۱۰) دکاندار اور تاجر پیشہ لوگ اگر ہر روز اپنا کاروبار شروع کرنے سے پہلے "یا قابض" کی ایک تسبیح کر کے دعا مانگ لیں تو اللہ تعالیٰ ہر طرح کے مالی نقصان سے بچائے گا اور روزی میں برکت بھی ڈال دے گا۔

(۱۱) اگر کوئی شخص ہر جمعے کے دن نماز مغرب کے بعد ۹۰۳ بار یا قابض کا ورد کر کے دعا مانگے اور تین جمعوں تک یہ سلسلہ جاری رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلیں دور فرما دیتا ہے، رزق روزی میں اضافہ کرتا ہے اور نیکی کی جانب مائل کر دیتا ہے۔

Marfat.com

القادر

القادر ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۳۰۵

عدد واحد ——— ۸

قادر' قدرت رکھنے والا

اس پوری کائنات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جتنے بھی قوانین بنائے ہوئے ہیں وہ اس لیے اپنے نتائج ٹھیک ٹھیک مرتب کیے جا رہے ہیں کہ خدا پوری قوتوں کا مالک ہے۔ اس نے ان تمام قوانین پر اپنا اختیار اور کنٹرول رکھا ہوا ہے۔ اس اختیار' قدرت اور کنٹرول کے لیے لفظ قدیر یا قادر آیا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ایسا کرنے کی قدرت حاصل ہے۔

زبردست قدرت والا

"قادر" کے معنی ہوتے ہیں قدرت والا' اختیار رکھنے والا' طاقت رکھنے والا' قابو رکھنے والا' غالب' مختار اور قدرت رکھنے والا' یہ اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے۔

"قادر" قدرۃ سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ قدرۃ کی نسبت جب انسان کی طرف

Marfat.com

جائے تو اس سے مراد وہ صفت ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ کسی فعل کو انجام دے سکے لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد عجز کی نفی ہوتی ہے۔ غیر اللہ کو مطلقاً قادر کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ اگر ایک فعل کے اعتبار سے قادر ہے تو دوسرے فعل کے اعتبار سے عاجز بھی ہے۔ اگر کہیں لفظ ایسا استعمال ہو گا بھی تو معنئ اس میں تقیید و تخصیص ضرور ملحوظ ہو گی۔

قدر۔ تقدیر۔ قادر۔ قدیر

ان تمام الفاظ کا مادہ بحوالہ عربی صرف و نحو (ق د ر) ہے۔ اس کے بنیادی معنی اندازہ اور پیمانہ کے ہوتے ہیں اس طرح قدر اور تقدیر کے معنی ہوئے اندزاہ اور پیمانہ یا کسی چیز کو اندازے اور پیمانے کے مطابق بنا دینا۔ انہی پیمانوں کو قواعد و ضوابط یا قوانین کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے جب یہ کہا جائے گا کہ خدا نے ہر شے کی تقدیر مقرر کر دی ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے قوانین و ضوابط متعین کر دیئے ہیں۔ جن کے مطابق وہ چیز قائم رہتی اور کام کرتی ہے۔ چونکہ خدا کا قانون ہر شے پر حاوی ہے' اس لیے کہا گیا ہے کہ "ان اللہ علی کل شئی قدیر" خدا کی قدرت کے معنی یہ ہیں کہ اس کا قانون ہر شے پر حاوی ہے۔ اور کوئی شے متعلقہ قانون کے دائرے سے باہر نہیں جا سکتی۔ انہی قوانین خداوندی کو خدا کی مشیت کہا جاتا ہے گویا جب خدا نے یہ قوانین متعین کر دیئے تو ہر شے ان قوانین کے مطابق عمل کرتی رہتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقدر کردہ قوانین کے صحیح صحیح نتائج برامد ہوتے ہیں اور انہی کے تحت انسانوں کے اعمال و افعال بھی صحیح صحیح طور پر نتیجہ خیز ہوتے رہتے ہیں۔ یہ اللہ کے قوانین ہیں کہ ظلم کا نتیجہ تباہی و بربادی ہے' اور عدل و احسان کا نتیجہ زندگی کی خوشگواریاں ہیں۔

قدر اور قدرت

قادر کے معنی اندازہ مقرر کرنے والا کے ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں سورۃ المرسلت میں اس طرح سے ارشاد باری ہے کہ:

"پھر ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا۔ پس ہم کتنا اچھا اندازہ لگانے والے ہیں۔" (۷۷-۲۴):

اس ضمن میں "فقدرنا فنعم القدرون۔" میں پہلا لفظ قدر سے ہے اور دوسرا

Marfat.com

قدرت سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عجائب قدرت کی ان نشانیوں کی طرف توجہ دلا کر فرمایا کہ دیکھ لو، انسان کی پیدائش میں ہم نے اپنے کیا کیا کرشمے دکھائے ہیں۔ اور ہم کتنی اعلیٰ اور برتر قدرت رکھنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہماری قدرت کی یہ اعلیٰ نشانیاں انسان کی خلقت میں ظاہر ہیں تو ہم اس کو دوبارہ پیدا کرنا چاہیں گے تو اس سے کیوں عاجز رہ جائیں گے۔

اللہ کی قادرانہ دسترس

سورۃ بقرہ میں اس طرح سے ایک ارشاد باری ہوتا ہے کہ "اگر ہم چاہتے تو ایسا بھی کر سکتے تھے کہ انسان سے اس کے سوچنے سمجھنے کے ذرائع سلب کر لیتے، لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا، اللہ نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر دیئے ہیں، یہی اس کی قدرت سے مفہوم ہے۔ (۲: س۲۰) کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔ "اے مخاطب کیا تجھے اس بات کا علم ہے کہ اللہ ان تمام اشیائے کائنات (امور حیات) پر قادرانہ دسترس رکھتا ہے۔" (۲-۲۵۹ جزوی):

اسکے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اس مشیت اور قدرت کے بارے میں یوں فرمایا گیا ہے کہ:

> "(ارشاد ہوا کہ) اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کا مالک ہے اگر تم اپنے دلوں کی باتوں کا برملا اظہار کرو گے یا انہیں چھپائے رکھو گے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دائرہ احتساب میں ہے۔ پھر اس کی مشیت میں ہے جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے بخش دے اور وہ کائنات کی ہر شے پر قادر اور قدرت کاملہ رکھتا ہے۔" (۲-۲۸۴):

قادر کی قدرت

انسانوں کو بخوبی معلوم ہے کہ زمین میں بھی ذی حیات مخلوق ہے اور آسمانی کروں میں بھی اور خدا اس کی قدرت رکھتا ہے کہ اپنے قانون مشیت کے مطابق ان آبادیوں کو یکجا کر دے یا ملا دے۔ ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

> "اور اس کی آیات بینات میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے اور تمام مخلوقات ہے جو اس نے آسمانوں اور زمین میں پھیلا رکھی ہے۔ اسی طرح وہ اس مخلوق کو جب چاہے اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔" (۴۲-۲۹)

ایک اور حوالے سے یہ یوں بیان ملتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ ہو

Marfat.com

سکتا ہے کہ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں باہمی مودت پیدا ہو جائے خدا اس پر قادر ہے۔ ظاہر ہے یہ مودت خاص ضابطے کے مطابق ہی پیدا ہو گی۔ اس ضمن میں فرمان حق یوں ہے کہ:

"(یہ بھی ہو سکتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم نے دشمنی کی ہے' دوستی پیدا کر دے' وہ صاحب قدرت و اختیار (لامحدود) ہے اور وہ صاحب غفران ہے اور صاحب رحمت ہے۔" (۶۰-۷):

اللہ قادر ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفت قادر ۸ سورتوں میں آئی ہے جبکہ صفت قدیر بیس سورتوں میں ۴۶ بار آئی ہے۔ متعدد بار قدر اور تقدیر کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں اور ان تمام حوالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات اور امر پر قادر ہے۔ سورۃ الانعام میں اس طرح سے آیا ہے کہ

"اے رسول ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا قہار و جبار اور صاحب جلال و جبروت خدائے مطلق اس امر پر پوری طرح سے قادر ہے کہ تم پر مافوق بالائے سر یا زیر پائے ہا عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر کے آپ میں ٹکرا دے---" (۶-۶۵ جزوی):

اور اس طرح سے بھی آیا ہے کہ "کیا وہ مشاہدہ نہیں کرتے کہ جس خلاق اکبر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں کی تخلیق کی ہے وہ قدرت کاملہ رکھتا ہے کہ ان جیسی اور مخلوق پیدا کر دے۔" (۱۷-۹۹ جزوی):

وہ امر پر قادر ہے

سورہ المومنون میں اس طرح سے اللہ کی قدرت کا بیان موجود ہے کہ:

"اور ہم نے آسمان سے پانی ایک خاص اندازے اور مقدار سے نازل کیا ہے اور اسے زمین میں ٹھہرایا ہے۔ اور ہم اس پانی کے لے جانے پر (بھاپ میں تبدیل کر کے اڑا دینے پر) بھی قادر ہیں۔" (۲۳-۱۸):

اللہ تعالیٰ نے اس قادرانہ قدرت کا اس طرح سے بھی اظہار فرمایا ہے کہ:

"میں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں (اپنی قدرت و جلال کی) ہمیں اس پر پوری قدرت حاصل ہے۔" (۷۰-۴۰):

Marfat.com

۔اور یوں بھی ہے کہ "کیا انسان کا یہ گمان ہے کہ ہم گلی سڑی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے' ہاں ہم تو اس کے "بنانہ" یعنی انگلیوں کے پور پور کو درست حالت پر لانے پر قادر ہیں۔"(۷۵:۳-۴) اور اسی طرح "کیا وہ خلاق لایزال اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔"(۷۵-۴۰):

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک "یا قادر" کو باوضو ہو کر ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو وہ کبھی کسی ظالم کے شکنجے میں گرفتار نہیں ہوتا۔

(۲) بکثرت "یا قادر" پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ سدا اپنا تحفظ فراہم کیے رکھتا ہے۔

(۳) ہر مشکل کے وقت اس اسم مبارک کو اگر اکتالیس بار پڑھ کر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے آسان کر دیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی بیماری کی وجہ سے شدید کمزور ہو چکا ہو تو اسے چاہیے کہ ہر روز ایک سو بار "یا قادر" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے صحت یاب اور توانا کر دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص دل کا کمزور ہو' اور وہ معمولی سے معمولی بات پر بھی دہل جاتا ہو تو اسے چاہیے کہ ہر روز دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد سات سو بار یا قادر کا ورد کر کے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو تقویت بخش دیتا ہے۔

(۶) جو لوگ اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات حل کر دیتا ہے۔ مصائب سے بچائے رکھتا ہے۔ ناحق الزامات اور تہمتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۷) یا قادر کا ورد کرنے والا سدا اپنے نفس پر قادر رہتا ہے' بے جا غصے میں وہ نہیں آتا۔ نفس اور شیطان اس پر کبھی غالب نہیں آ سکتا۔

(۸) اگر کوئی شخص بیمار ہو کر لاغر اور نحیف ہو چکا ہو تو ایسا مریض اگر خود اس اسم مبارک کو پڑھے تو وہ اللہ کے فضل سے تندرست ہو گا اور اگر کوئی اسے یا قادر سے دم کیا ہوا پانی بھی پینے کے لیے دے تو بھی وہ بتدریج شفایاب ہو گا۔

Marfat.com

القدوس

القدوس ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۷۰

عدد واحد ——— ۸

قدوس کے معنی نہایت تقدیس و تکریم والا۔ یا بہت ہی مقدس کے ہوتے ہیں۔ لفظ قدوس اصل میں "قدس" مادہ سے بنا ہے اور یہ صیغہ مبالغہ ہے۔ اسی میں انتہائی درجہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ صرف دوبار استعمال ہوا ہے۔

پاکیزہ اور منزہ

لفظ "قدوس" مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا مادہ قدس ہے اور قدس کے معنی ہیں ہر طرح کی اور تمام بری اور ناپسندیدہ صفات و عادات سے پاکیزہ اور منزہ ہونا۔

اس حوالے سے قدوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بدرجہا بالا و برتر ہے کہ اس سے کہ اس ذات بابرکات میں کوئی بھی عیب نہیں ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی نقص بھی موجود نہیں ہے اور اس کے اندر کسی بھی طرح کی کوئی قبیح صفت کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ تو ایک پاکیزہ ترین ہستی ہے۔ اس سے بڑھ کر پاکیزگی کو ملحوظ رکھنے والی اور کوئی ذات موجود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کو اس کی بنائی ہوئی کوئی بھی مخلوق نہیں پہنچ سکتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاکیزگی تو اس کی صفت رحمانیت اور وجاہت سبحانی ہے کہ جس کے باعث وہ سب سے زیادہ پاک' طاہر' صاف' ستھرا ہے۔ اس کی اس پاکیزگی میں حسن و جمال بھی ہے' اور صفات میں ندرت اور پاکیزہ پن بھی ہے۔

بے عیب ذات

قدوس وہ بے عیب اور پاک صاف ذات باری ہے کہ اس کے ارادہ اور خیال میں پاکی اور طہارت ہی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ہر طرح کے قبیح امر اور فعل سے بھی پاک اور بری الذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسی یہ بھی ہے کہ اس سوچ' فکر ارادہ' فعل' عمل اور پھر ان امور کا ارادہ کن کے بعد فیکون کی صورت میں متشکل ہونا بھی اعلیٰ درجے کی صفت قدوس ہے' جس سے یہ سب کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے۔

اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور خلاقی

صفت قدوس میں اللہ تعالیٰ کا ظاہری و باطنی حسن و جمال پاکیزگی کے سایوں میں جلوہ گر ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے اس ظہور حسن و جمال میں بھی قدوسیت ہی کار فرما رہتی ہے۔

قدوس سے مراد ذات باری تعالیٰ کا صرف طاہر و ظاہر ہونا ہی مراد نہیں ہے بلکہ اس کا پاکیزہ اور منزہ بحوالہ جمال اور ذوق جمالیت بھی پاک اور مبرا از عیوب و قبیح ہے۔ اللہ کی اس اعتبار سے صفات جمالیات میں بھی صرف پاکیزگیوں اور طہارتوں ہی کو ظاہر کیا گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام جمالیاتی اظہار اور شہود سراسر ہر طرح کے عیب' نقص' کمی اور برائی اور ناپسندیدگی اور عدم شائستگی سے پاک اور منزہ ہیں' ان کے اندر اس طرح عیوب و نقائص کی گنجائش ہی موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر شہود حسن کو دیکھ کر سدا جذبات انسانی میں تحسین و تبریک ہی ابھری ہے' نہ کہ اسے دیکھ کر کبھی ناگوار اور یاسیت کی فضا پیدا ہوئی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق کے اندر بھی سراسر جذبہ قدوسیت اور اظہار قدوسیت ہی کار فرما ہے۔

Marfat.com

قدوسیت میں حاکمیت بھی ہے

اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسیت کے حوالے سے اس حقیقت کو بھی جان لینا چاہیے کہ قدوسیت درحقیقت حاکمیت کے اولین لوازم بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ''انسان کی عقل اور فطرت یہ ماننے سے انکار کرتی ہے کہ حاکمیت کی حامل کوئی ایسی ہستی جو شریر اور بد خلق اور بد نیت ہو۔ جس میں قبیح صفات پائی جاتی ہوں۔ جس کے اقتدار سے اس کے محکوموں کو بھلائی نصیب ہونے کے بجائے برائی کا خطرہ لاحق ہو۔''

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ انسانی سطح پر جب بھی اقتدار اور حاکمیت کسی کو میسر آئی ہے' اس حاکم اور صاحب اقتدار نے اپنے اختیارات اور حکم کو قائم اور برقرار رکھنے کے لیے لازمی طور پر ظلم و ستم' قتل و غارت اور جور جفا کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار و اختیار میں اس انسانی سطح کے عیوب اور نقائص کی ہرگز کوئی گنجائش ہی موجود نہیں ہے۔ اس طرح سے اللہ کی حاکمیت اور اقتدار و اختیار میں چونکہ جذبہ قدوسیت موجزن ہے۔ اس لیے اللہ کی حکومت اور اقتدار کے اندر خیر اور بھلائی ہی موجود ہے اور اس میں شان قدوسیت اپنی تمام تر رعنائیوں' پاکیزگیوں اور منزہ کاریوں کے ساتھ موجزن رہتی ہے۔ اللہ کے اقتدار میں قدوسی حسن ہی حسن ہے اور اس میں بھلائی اور تعمیر ہی شامل اور موجود رہتی ہے۔

قدوس کا اقتدار مطلق

دیکھا یہ گیا ہے کہ انسان کی جہاں بھی حاکمیت کو مرکوز کیا گیا ہے وہاں انسان کے اندر قدوسیت ہرگز نہیں رہتی۔ لیکن انسان اپنے اقتدار میں بزعم خویش یہ گمان کرلیتا ہے کہ وہ ظل سبحانی ہے اور لوگوں اور رعایا کے لیے جذبات قدوسیت کا بھی حامل ہے۔ حالانکہ صرف اور صرف اقتدار مطلق تو قدوس ہی کا ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مقدر اعلیٰ نہیں ہے' اور دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا رحم دل' عادل' عوام کا خیر خواہ' ہمدرد' ظل الٰہی اور ظل رحمانی و سبحانی ہرگز قدوس نہیں ہو سکتا اور اس کے اندر صفات قدوسیت پیدا نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ ''شخصی بادشاہی ہو یا جمہور کی حاکمیت یا اشترا کی نظام کی فرمانروائی' یا انسانی حکومت کی کوئی دوسری صورت' بہرحال اس کے حق میں قدویست کا تصور نہیں کیا

Marfat.com

جا سکتا۔"

ملک القدوس سورہ جمعہ کی پہلی آیت مبارکہ ہی میں اللہ تعالیٰ اس جمالی صفت کا ذکر کیا ہے' اور یوں ارشاد ہوتا ہے کہ "اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے(وہ) بادشاہ ہے' قدوس ہے' زبردست اور حکیم ہے۔" (۶۲-۱)

اس آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ قدوس ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے بدرجہا منزہ اور پاک ہے کہ اس کے فیصلے میں کسی خطا اور غلطی کا امکان ہو۔ غلطی تو صرف انسانی سمجھ بوجھ اور انسان کے اپنے معیاروں اور ضوابط کے حوالے سے ہو سکتی ہے لیکن اس کے فیصلے میں نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید میں اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قدوس کو الملک' العزیز اور الحکیم کے ساتھ استعمال کیا ہے اور اس آیت میں قدوس کے ساتھ دیگر تین صفات بادشاہ اور صاحب ملکیت' زبردست ہستی والا اور حکیم بھی لائی گئی ہیں یہ ساری صفات جمالی ہیں اور ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مودت شامل ہے' جو اس قدوسیت کو اور بھی کثیر الابعاد بنا دیتی ہیں۔ اور یوں اللہ تعالیٰ کی قدوسی صفت دیگر حوالوں اور رنگوں کے ذریعے سے قدوسی راہوں پر اجاگر ہوتی ہے۔

قدوس۔ نہایت مقدس ہے سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کئی صفات کو ایک خاص ترتیب و تاکید اور زور کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:

> "وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے' نہایت مقدس' سراسر سلامتی' امن دینے والا' نگہبان' سب پر غالب' اپنا حکم پر زور نافذ کرنے والا' اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا' پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔" (۵۹-۲۳):

اس آیت مبارکہ میں قرآن مجید نے صرف یہ کہنے پر اکتفا نہیں کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کائنات کا بادشاہ بلا شرکت غیرے ہے' بلکہ اس بادشاہ کی اور صفات یہ ہیں کہ وہ قدوس ہے' سلام ہے' مومن ہے' مہیمن ہے' جبار ہے' متکبر ہے' خالق ہے' باری ہے

Marfat.com

اور مصور ہے۔" یہ ساری صفات باری تعالیٰ سب کی سب اس اللہ میں اس لیے بھی موجود ہیں کہ ان کی موجودگی میں اس کی مخلوقات پر کسی طرح کا کسی بھی حوالے سے کوئی ظلم نہ ہونے پائے۔

قدوس' حسن و جمال ہے

قدوس چونکہ بے عیب اور پاک اور منزہ اور طاہر ہے۔ اس میں کوئی کمی' کجی' کمزوری' قباحت' برائی' شرارت' ناپسندیدگی اور ناگواری اور ناخوشگواری نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بحوالہ قدوسیت حسن و جمال بھی ہے۔ اور حسن و جمال با اعتبار کمال تمام اللہ کی صفت قدوس میں جلوہ نما ہے۔ حسن ایک ایسی چیز ہے جو بالطبع دل اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اس سے لا محالہ محبت ہی پیدا ہوتی ہے۔ سو اللہ کا حسن اس کی وحدانیت' عظمت اور بزرگی کی صفات ہیں۔

القدوس۔ برکت والا ہے

القدوس کے معنی طاہر اور عیوب سے منزہ کے ہیں۔ کشاف میں اس کے معنی برکت والا کے بھی کیے گئے ہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کے صرف چند ناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ الحشر کی آیت نمبر ۲۴ اور ۲۵ میں صرف چند اسماء الحسنیٰ کو لیا گیا ہے۔ دنیا جہاں کے متعدد مذاہب نے جتنی بھی غلطیاں کیں ہیں' وہ صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ سے بچ کر نکلنے یا الحاد ہی کے باعث ہوئی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بلحاظ اپنی حکومت اور تصرف کے وہ بادشاہ ہے مگر وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح دوسروں کا محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ "قدوس" یعنی ہر نقص' ہر عیب اور آفت سے پاک ہے۔ اسی لیے وہ سلامت یا سلام ہے بلکہ وہ دوسروں کو امن دینے والا اور ان پر نگہبان ہے۔ پھر وہ غالب بھی ہے۔ مگر ایسا غالب کہ فی الحقیقت سب سے اوپر ہے اور بڑی سے بڑی عظمت اور کبریائی کا مالک ہے۔ اور اللہ مالک بھی ایسا ہے کہ وہ عیب ہے۔ وہ تقدیس والا ہے۔ یہی اس کی برکت اور رحمت ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) قدوس' اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا جمالی اسم ہے اس کے باعث بندے کو پاکیزگی اور صفائی اور اوصاف طہارت میسر آتے ہیں۔

(۲) اس اسم مبارک کا مسلسل ورد کرنے والا کبیرہ اور صغیرہ گناہوں بالخصوص' کذب

Marfat.com

گوئی' زنا' چوری' شراب خوری اور بے ہودہ گوئی سے بدستور پاک ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر روز "یا قدوس" کا ایک سو بار ورد کرے تو کئی روحانی اور نفسیاتی عوارض سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے ورد سے ذہنی بیماریوں سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

(۴) حسد' کینہ' عداوت' نفرت' بدکلامی' فحش گوئی سے بچنے کے لیے "قدوس" کا صبح و شام ورد کرنا بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۵) شدید بخار کی صورت میں اگر کوئی نیک شخص ۱۷۰ بار یا قدوس پڑھ کر مریض کو دم کر دے یا دم کیا ہوا پانی پلا دے تو بخار کا زور ختم ہو جاتا ہے۔ پھر بدستور بخار جاتا رہتا ہے۔

(۶) سفر کی صعوبتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے سفر سے پہلے اور دوران سفر گاہے گاہے یا قدوس کا ورد بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۷) یا قدوس کے مسلسل ورد سے دشمن اور بدسگال لوگوں کے دل میں بھی محبت اور موانست پیدا کی جا سکتی ہے' لیکن اس کا ورد کرنے کے دوران اس شخص کا تصور ذہن میں لانا ضروری ہوتا ہے۔

(۸) ہر نماز کے بعد اس اسم مبارک یا قدوس کی ایک تسبیح پڑھنے سے برے خیالات' وساوس شیطانی اور حملات نفسانی پر غالب آیا جا سکتا ہے۔

(۹) حاملہ عورت کو اگر اسقاط کا خدشہ ہو تو اس کے لیے چاہیے کہ وہ ہر روز ایک سو ستر مرتبہ "یا قدوس" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے۔ یا کوئی نیک نمازی شخص اکیس دن تک ہر روز اکتالیس بار یا قدوس کا ورد کر کے پانی دم کر دے اور حاملہ ہر روز وہ پانی پیئے۔ انشاء اسقاط حمل کا خدشہ نہیں رہے گا۔

(۱۰) عام حاملہ عورت اگر یا قدوس کا ورد ہر روز دوران حمل کرتی رہے تو جو بچہ پیدا ہو گا وہ سعادت مند' تابعدار اور نیک سیرت ہو گا۔

Marfat.com

القوی

القوی ——— یہ اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۱۶

عدد واحد ——— ۸

اللہ تبارک و تعالیٰ کے جلالی اسماء الحسنیٰ میں ایک صفاتی اسم مبارک ہے۔ اللہ جل جلالہ کے جتنے بھی جلالی اسماء ہیں اور ہر جلالی اسم حسنہ میں یہ ضروری دیکھا گیا ہے کہ اس رعب داب' غصہ' تیزی' خشونت' سختی' تندی اور جلالت عظیم ہوتی ہے۔

اسی اعتبار سے اللہ القوی بھی طاقت' قوت' زور' خوداری' مجال' توانائی' جلالت' قہاری' غلبہ اور زبردست اختیارات والے کی' قوت و حشمت کی علامت ہے۔

"القوی" اپنی طاقت' قوت اور جلالت میں بہت بڑا اور با اختیار ہے۔ اس القوی' کے یہ بھی معنی ہیں کہ اللہ القوی کسی بھی حوالے سے کمزور اور پست نہیں ہے' نہ وہ بے بس ہے۔ بلکہ اللہ القوی تو وہ ہے کہ جو زبردست ہے۔ ہر وقت یہ قدرت رکھتا ہے کہ جب چاہے' جو چاہے' جس طرح سے چاہے کر لے' اسے کوئی روکنے یا منع کرنے والا

Marfat.com

نہیں ہے' اسے کسی کی معاونت اور امداد کرنے والے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ وہ ہر طرح کے نائب' معاون اور مددگار کی نہ تو حاجت رکھتا ہے اور نہ اس کی احتیاج رکھتا ہے۔
وہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے غلبہ اور تسلط والا ہے۔ وہ سدا اپنی قدرت پر غالب ہوتا ہے۔
اور پھر اللہ القوی وہ ہے کہ جس کی طاقت و قوت کسی بھی سطح پر غیر متزلزل ہو اور اسے کوئی ہلا بھی نہیں سکتا۔ وہ ہمہ وقت زبردست اور زور آور ہے۔

ہر طرح کی قوت کا سرچشمہ اللہ ہے

قوت کا لفظ قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے اور پھر اسی قوت سے "القوی" اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ اسی حوالے سے بندوں کا قوی ہونا بھی گویا ایک طرح سے خدا کے رنگ میں رنگے جانے کے مرادف ہوگا۔

قرآن مجید میں ایک سے زیادہ بار آیا ہے کہ قوت کا سرچشمہ اللہ ہی ہے اور سب کی سب قوت اللہ ہی کے لیے ہے۔

"تمام قوتوں کا سرچشمہ ذات الٰہی ہے اور یہ کہ وہ قوی اور ذوالجلال والاکرام تعذیب میں بڑا شدید ہے۔" (۲-۱۶۵ جزوی):

"جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی قوت نہیں ہے۔" (۱۸-۳۹ جزوی)

پھر ایک اور مقام پر قرآن مجید میں جہاں عاد اور ثمود کا ذکر ہے' وہاں ان اقوام میں بے جا تکبر اور نخوت اور رعونت کی نشان دہی کی گئی ہے' وہیں اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ کی قوت بے پایاں کو بھی بڑے ہی کھلے اور واشگاف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

"سو عاد نے اپنے ملک میں بے جا تکبر کیا (اور بر خود غلط کبریائی کے زعم میں کہنے لگے) ہم سے قوت و حاکمیت میں کون زیادہ ہے؟ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جس خلاق اکبر نے انہیں پیدا کیا ہے ان سے قوت و کبریائی میں کہیں بلند ہے۔ اور وہ لوگ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے۔" (۱۴-۱۵):

ذوالقوۃ المتین

قرآن مجید میں قیام نظام ربوبیت کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اس نظام کی تشکیل سے خدا کا تو کچھ فائدہ نہیں' انسانوں کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ اس نظام میں خدا بندوں سے کچھ نہیں چاہتا' نہ اسباب زیست اور نہ سامان خور و

Marfat.com

نوش وہ بندوں سے کیا چاہے گا' وہ تو خود ساری مخلوق کے لیے سامان رزق مہیا کرتا ہے اور وہ تو بڑی ہی محکم قوتوں کا مالک ہے۔ "یقیناً" اللہ تعالیٰ ہی بڑا روزی رساں ہے اور توانا و زور آور ہے۔" (۵۱-۵۸):

شدید القویٰ اپنی وحی اور قرآن مجید کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے کہ یہ قرآن ہی وحی خداوندی کا مجموعہ ہے۔ اور یہ اسے اس خدا کی طرف سے ملتی ہے جو بڑی ہی قوتوں کا مالک ہے۔ اس کی قوتوں کا کچھ اندازہ تم نظام کائنات' بالخصوص ستاروں کی دنیا سے کر سکتے ہیں کہ یہ عظیم الجثہ آسمانی کرے اس کے قوانین میں جکڑے ہوئے کس نظم و ضبط سے اپنی اپنی راہ پر چلے جا رہے ہیں۔ اور "یہ وحی اسے ایک بڑے طاقتور نے دی ہے۔" (۵۳-۵):

قویٌ شدید العقاب اللہ تعالیٰ کی گرفت اور مواخذ بڑا سخت اور شدید ہوتا ہے۔ وہ جب جرائم کی پاداش میں پکڑتا ہے تو وہ اس وقت بڑا ہی طاقت والا ہوتا ہے۔

> "آیات الٰہی سے انکار میں کافروں نے بھی وہی شعار حیات اختیار کیا جو فرعون کی قوم نے اور اس سے پہلوں نے اختیار کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر ان کی گرفت کی' بلاشبہ وہ صاحب جلال و جبروت بڑا ہی صاحب قوت اور سخت عذاب دینے والا ہے۔" (۸-۵۲)

اسی طرح کے ایک اور پس منظر میں اقوام سابقہ کے سرکشی والے رویوں کے بارے میں سورۃ المومن میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ:

> "ان قوموں کا یہ انجام اس لیے ہوا کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول کھلی آیات لے کر آئے مگر وہ انکار ہی کرتے رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال سوء کی سزا میں انہیں پکڑا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے حد قوی ہے' اور شدید سزا دینے والا ہے۔" (۴۰-۲۲):

قوی عزیز اللہ تعالیٰ کی صفت قوی قرآن مجید میں متعدد بار مرکب صورت میں یعنی "قوی العزیز" کے طور پر بھی آئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفات جلالی ہیں۔ لہٰذا ان کی شدت اور قوت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قوی عزیز اس طرح کا

Marfat.com

صاحب قوت ہے کہ وہ دشمنوں کو پوری قوت کے ساتھ رسوا کرتا ہے اور اللہ کی قوت ایسی ہے کہ کوئی اسے روکنے والا اور ٹالنے والا نہیں ہے۔ "تیرا پروردگار یقیناً قوی اور بالا دست ہے۔" (۱۱-۶۶ جزوی):

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ صاحب قوت اور صاحب غلبہ ہے۔" (۲۲-۴۰ جزوی:) اسی سورۃ میں ایک بار پھر آیا ہے کہ:

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدر و عظمت کا کما حقہ' عرفان ہی نہیں' بلاشبہ اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔" (۲۲-۷۴):

اللہ القوی کا جہاد کے بارے میں یوں ایک وعدہ ہے کہ:

"........ جہاد میں اللہ تعالیٰ کی اعانت و نصرت مسلمانوں کے لیے کافی ہو گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوی ہے اور زبردست بھی" (۳۳-۲۵):

اس کے بعد ایک حوالے اور تناظر میں قوی العزیز کی قوت اور زور اور طاقت کا اظہار ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ مخالفین غلط راستے پر چل رہے ہیں تو انہیں اس قدر سامان زیست اور مال و دولت کیوں مل رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں تک رزق کا معاملہ ہے خدا اپنے بندوں سے نرمی برتتا ہے' جو لوگ بھی اللہ کے مقرر کردہ قاعدے کے مطابق کوشش کرتے ہیں اللہ کا نظام ان کی کوششوں کا پھل ضرور دیتا ہے۔ اس کا یہ قاعدہ اور قانون اس قدر محکم اور زبردست ہے کہ کسی کے جذبات و عواطف اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اس سلسلے میں ایک ارشاد باری یوں ہے کہ

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے صاحب الطاف و عنایات ہے۔ مرزوقات حیات عطا فرماتا ہے جسے چاہے' وہ صاحب قوت عظمٰی ہے وہ غالب (و مقدر اعلیٰ) ہے۔" (۴۲-۱۹)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی قوت کو قرآن مجید میں ایک اور انداز میں پیش کر کے انسان کو یہ بھی باور کرایا گیا ہے کہ آدم کی فضیلت نیابت یہی ہے کہ وہ بھی بوقت ضرورت خدائی اوصاف اور خصائص کو اللہ کے پروگرام کے نفاذ کے لیے استعمال کرے۔ اسی پس منظر میں سورہ الحدید میں اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ:

Marfat.com

"اور دیکھو ہم نے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔ پھر ان کی ذریت میں سے کچھ تو ہدایت پانے والے ہوئے۔" (۵۷-۲۶ جزوی)

اور اس سے پہلے یوں ارشاد باری ہے کہ:

"ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اور لوہا بھی اتارا جس میں بڑی قوت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔ اور اس کے پیدا کرنے سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔" (۵۷-۲۵):

قوت برائے نفاذ حق

"انبیاء علیہم السلام کے مشن کو بیان کرنے کے معاً بعد یہ فرمانا کہ "ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑا زور اور لوگوں کے لیے منافع ہیں۔" خود بخود اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں لوہے سے مراد سیاسی اور جنگی طاقت ہے اور کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو قیام عدل کی محض ایک سکیم پیش کر دینے کے لیے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ بات بھی ان کے مشن میں شامل تھی کہ اس کو عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور وہ قوت فراہم کی جائے جس سے فی الواقع عدل قائم ہو سکے' اسے درہم برہم کرنے والوں کو سزا دی جا سکے' اور اس کی مزاحمت کرنے والوں کا زور توڑا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے مشن کی تکمیل کے لیے بوقت ضرورت قوت کے استعمال کا وجوب ظاہر کرتا ہے' اسی طرح اللہ القوی اپنے رسولوں کو بھی غلبہ اور قوت بخشتا ہے۔ اس سلسلے میں یوں ارشاد موجود ہے:

"اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے۔ فی الواقع اللہ زبردست اور زور آور ہے۔" (۵۸-۲۱):

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص "یا قوی" کا وظیفہ اور ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں پر غالب اور مسلط کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کا سدا غلبہ برقرار رکھتا ہے۔

(۲) اگر کسی شخص کو دشمن کے وار اور کسی نقصان دہ حرکت کا خدشہ اور خطرہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ دشمن کے قرب و جوار میں جاتا ہوا "یا قوی" کا ورد کرتا رہے۔

(۳) اس اسم مبارک کو جو شخص اکثر پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو قوت اور پختگی عطا کرتا ہے۔ ایسے شخص پر شیطان کے داؤ پیچ مشکل ہی اثر انداز ہوتے ہیں۔

(۴) اگر کمزور دل حضرات ہر روز ایک سو ایک بار "یا قوی" کا ورد کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں باحوصلہ اور قوت والے بنا دیتے ہیں اور وہ شخص بدستور دلیر اور بے خوف بھی ہو جاتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص دشمن کے شر اور ایذا سے بچنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز تین سو بار "یا قوی" کا ورد کرے۔ یوں دشمن پر اس شخص کی ہیبت اور دبدبہ بیٹھ جاتا ہے۔

(۶) اس اسم مبارک سے عارضہ نسیاں کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس طرح سے کہ صبح کی نماز کے بعد اشراق کے وقت تک تین ہزار بار "یا قوی" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کی جائے۔ یہ ورد ہر جمعے کو لگاتار سات جمعوں تک پڑھا جائے۔

(۷) جن عورتوں کو ایام حمل میں اسقاط کا خطرہ اور دردوں کا سامنا ہو، انہیں چاہیے کہ وہ ہر روز کسی نہ کسی وقت "یا قوی" کا وظیفہ کر لیا کریں۔ انشاء اللہ ہر طرح کے خطرات سے وہ بچی رہیں گی۔

(۸) دشمن کو اپنے سے دور اور دفع کرنے کے لیے بھی یہ اسم مبارک بے حد مفید ہوتا ہے اور دشمن اپنی نیت اور برے ارادے سے ٹل جاتا ہے۔

Marfat.com

القہار

القہار	———	اسم جلالی ہے۔
اعداد	———	۳۰۶
عدد واحد	———	۹

قہر عربی زبان کا لفظ ہے' عربی میں اس معنی میں بالکل نہیں جس معنی میں یہ لفظ اردو میں آتا ہے۔ عربی زبان میں اس لفظ کے معنی غلبہ' قوت اور زبردست کے ہیں۔ اس لفظ کے معنی اختیار' قابو' حکومت اور تسلط کے بھی ہوتے ہیں۔

قہار مادہ (ق ہ ر) سے قہار مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ واحد مذکر ہے۔ اس لفظ قہار کے معنی بحوالہ صفت الٰہی کنٹرولر کے ہیں۔ کنٹرولہ ضابط اور ضابطہ کار اور ضابطہ ساز ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے "قہار" سے مراد سب سے بڑا مختار' ناظر اور منضبط کار کے بھی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی صفت قہار کے اعتبار سے بہت بڑا کنٹرولر ہے۔ یعنی تمام جہان اور اس کے تمام بندے اور تمام مخلوقات ہر آن اس کی مٹھی اور اس کے قابو میں ہیں۔ وہ ان کو قابو میں رکھنے کے لیے کسی مددگار کا محتاج ہے اور نہ اس امر کا اندیشہ ہے کہ جب وہ

Marfat.com

ان کو پکڑنا چاہتا ہے یا اکٹھا کرنا چاہے تو کوئی اس کی گرفت سے باہر نہ نکل سکے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا سب پر مکمل اور موثر قابو اور اختیار ہے۔ وہی اللہ القہار سب پر حاوی اور غالب ہے۔ اس کے حیطہ اقتدار سے نہ کوئی باہر ہو اور نہ باہر نکل سکے۔ مطلب یہ کہ اس کے دائرہ اختیار سے کوئی شے اور چیز باہر نہیں ہے۔

بعض صورتوں میں اس قاہر اور قہار کے معنی سب سے بڑے نگہبان اور قوت والے ضابطہ کار کے بھی ہوتے ہیں اور وہ قہار واحد قوت والا پروردگار ہے کہ جس نے پوری کائنات کو اپنے اختیار' قبضہ' غلبہ اور نگہبانی میں لے رکھا ہے۔

یکتا اور قہار

قہار کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ ہستی جو اپنے زور سے سب پر حکم چلائے اور سب کو مغلوب کر کے رکھے۔ یہ بات کہ "اللہ ہی ہر چیز کا خلق ہے" مشرکین کی اپنی تسلیم کردہ حقیقت ہے جس سے انہیں کبھی انکار نہ تھا۔ اور یہ بات کہ "وہ یکتا اور قہار ہے۔" اس تسلیم شدہ حقیقت کا لازمی نتیجہ ہے جس سے انکار کرنا پہلی حقیقت کو مان لینے کے بعد' کسی صاحب عقل کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ جو ہر چیز کا خالق ہے' وہ لا محالہ یکتا و یگانہ ہے' کیونکہ دوسری چیز جو بھی ہے وہ اسی کی مخلوق ہے پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مخلوق اپنے خالق کی ذات یا صفات یا اختیارات' یا حقوق میں اس کی شریک ہو؟ اسی طرح وہ لالہ محالہ قہار بھی ہے کیونکہ مخلوق کا اپنے خالق کا مغلوب ہو کر رہنا عین تصور مخلوقیت میں شامل ہے۔

بحوالہ "قہاری" غلبہ کامل اگر خالق کو حاصل نہ ہو تو وہ خلق ہی کیسے کر سکتا ہے۔ پس جو شخص اللہ کو خالق مانتا ہو اس کے لیے ان دو خالص عقلی و منطقی نتیجوں سے انکار کرنا ممکن نہیں رہتا' اور اس کے بعد یہ بات سراسر غیر معقول ٹھہرتی ہے کہ کوئی شخص خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی بندگی کرے اور غالب کو چھوڑ کر مغلوب کو مشکل کشائی کے لیے پکارے۔

سب کو قہار کے سامنے جانا ہے

اللہ' قہار' کوئی عام اور معمولی ہستی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اندر قوت' زور اور زبردستی اور استحکام مضبوط بھی ہے۔ اور جب ان اوصاف کے بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ انہیں اسی معیار پر بیان کرتا ہے جس پر ان صفات کا مقام و مرتبہ ہے' اسی حوالے

Marfat.com

سے سورہ ابراہیم کی ایک دو آیات کا ترجمہ یوں ہے کہ:

"پس اے نبی' تم ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اللہ کبھی اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا' اللہ زبردست ہے اور انتقام لینے والا ہے۔ ڈراؤ انہیں اس دن سے جب کہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیئے جائیں گے' اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔"۔(۱۴:۴۷-۴۸)

قاہر اور فائق

اللہ القہار کی یہ شان قہاری ہے کہ وہ اپنے بندوں پر قاہر اور فوق ہے۔ اس قاہر اور فائق کا یہ نظام ہے کہ:

"وہ اللہ تعالیٰ جو قاہر اور فوق ہے' اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر وہ اپنے محافظ فرشتے مقرر کرتا ہے' جو ہر ایک انسان کی ایک ایک جنبش اور ایک ایک بات پر نگاہ رکھتے ہیں' اور ہر بات کا ریکارڈ محفوظ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو جو فرشتے روح قبض کرنے پر مقرر ہیں' اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دیتے ہیں۔ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔" (۶-۶۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے اور سخت نگرانی بھی کرتا ہے' اور ہر طرح کے فیصلہ کے سارے اختیارات تو اسی کو حاصل ہوتے ہیں۔

اللہ الواحد القہار

سورۃ یوسف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے سے اللہ الواحد القہار کی وضاحت فرمائی ہے' لیکن اس بیان سے فریضہ پیغمبری اور شان نبوت کو بھی عیاں کیا ہے کہ اس میں قید خانے کے اندر رہنے کے باوجود بھی کوئی فرق واقع نہ ہوا اور پیغمبر حق بات کہنے سے ذرا بھی متامل نہ ہوئے اور وہاں پر بھی تبلیغی اور تنفیذی انداز میں کہا کہ:

"......ہمارا یہ کام نہیں کہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں' درحقیقت یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر(کہ اس نے اپنے سوا کسی کا بابندہ ہمیں نہیں بنایا) مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے زنداں کے

Marfat.com

ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب اللہ الواحد القہار ہے۔" (۱۲:۳۸-۳۹)

ایک وسیع تر نظام ربوبیت' اس کی نگہبانی' حفاظت اور غلبہ اقتدار و اختیار کے حوالے سے مزید یوں بھی ارشاد باری ہے کہ:

"(اے نبی اللہ) ان سے سوال کیجئے کہ آسمانوں اور زمین پر کس کا نظام ربوبیت مسلط ہے؟ انہیں کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ کا۔ ان سے پوچھیے یا ان سے سوال کیجئے؟ کیا پھر تم نے اس واحد و یکتا خدائے پروردگار کے سوا ان کو معبود بنا رکھا ہے' جو خود اپنے نفع و نقصان پر قادر نہیں ہیں؟ کہو کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ تاریکی و نور یکساں ہو جائیں؟ کیا انہوں نے خود ساختہ معبود بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرح تخلیق کی ہے اور اب اس میں کوئی اشتباہ پیدا ہو گیا ہے کائنات ہستی کی ہر شے کا خالق وہی اللہ تعالیٰ ہے جو "واحد القہار" یکتا ہے اور تمام قہرمانی قوتوں کا مالک ہے۔" (۱۳-۱۶):

مطلب یہ ہے کہ خالق تو ہر شے کا اللہ ہی ہے اور اس حقیقت سے تمہیں بھی انکار نہیں ہے تو پھر خدا کی خلق میں تم نے دوسروں کو کس دلیل سے شریک بنا رکھا ہے۔ اللہ تو وہ ہے جو سب کو اور سارے نظام کو کنٹرول رکھنے والا ہے۔ سب کچھ اس کی قدرت اور قبضہ میں ہے' اس لیے ضرورت کیا ہے کہ دوسروں کو اس کی خدائی میں شریک مانا جائے۔

قہار' غالب اور مقتدر ہے

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہوتا ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) کہہ دیجئے کہ میں تو اعمال شنیعہ کے انجام بد سے تنذیر کے لیے آیا ہوں اور (اس تعلیم کے ساتھ کہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ یکتا و واحد ہے اور تمام قہرمانی قوتوں کا مالک ہے۔" (۳۸-۶۵):

یعنی تم ان کو آگاہ کر دو کہ میں تو آنے والے وقت سے تم کو ہوشیار کرنے والا ہوں۔ اس سے زیادہ میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اگر تم اپنی ضد پر اڑے رہ گئے تو اس کا انجام خود دیکھو گے' اگر تم دوسرے دیویوں دیوتاؤں کی شفاعت کے بل پر اس دن سے بے پروا ہو تو کان کھول کر سن لو کہ ایک خدائے قہار کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔

Marfat.com

یہ صفت قہار کی وضاحت ہے کہ وہی آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی ساری چیزوں کا مالک ہے اور وہ عزیز و غفار بھی ہے' عزیز یعنی ہر چیز پر غالب اور مقتدر۔ مجال نہیں کہ کوئی اس کی گرفت سے باہر نکل سکے۔ ساتھ ہی وہ غفار بھی ہے۔

مزید یوں بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ تو پاک اور منزہ ہے' وہی یکتا و واحد ہے اور قہرو غضب کی قوتوں کا بہت ہی بڑا مظہر ہے۔" (۴۰-۴ جزوی):

روز حشر کی حاضری اور جوابدہی کے حوالے سے ارشاد یوں موجود ہے کہ "جہاں وہ کھلے کف دست میدان میں نکل کھڑے ہوں گے۔ ان کی کوئی بات پوشیدہ و مخفی نہیں رہے گی۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہو گا) آج کس کی حاکمیت و حکومت ہے۔ پھر خود ہی ارشاد ہو گا اس جل جلالہ عم نوالہ و عز برہانہ کی جو واحد و یکتا ہے اور تمام قاہرانہ قوتوں کا مالک ہے۔" (۴۰-۱۶)

چند حوالوں سے قاہر اور قہار کے معنی ان لوگوں کو ذلت دینے والے کے طور پر بیان کیے جاتے ہیں کہ جو لوگ خود دوسرے لوگوں پر قاہر بن جاتے ہیں اور اللہ القہار ان کے تکبر اور غرور کو خاک میں ملا کر ذلت دے دیتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) یا قہار کا ورد کرنے والا وساوس شیطانی پر قابو پا لیتا ہے اور دین و دنیا میں عزت اور آبرو حاصل کرتا ہے۔ اس کے دل میں خوف خدا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر کسی شیر خوار بچے کو سوکھڑے کا مرض ہو گیا ہو اور وہ دبلا پتلا ہو چکا ہو۔ اس کے لیے ایک ہزار بار ورد یا قہار کر کے تیل دم کر لیا جائے اور پھر اس تیل سے اس بچے کی روزانہ مالش کریں تو اللہ تعالیٰ اسے شفا بخش دیتا ہے۔

(۳) جو شخص اس اسم مبارک یا قہار کا کثرت سے ورد کرے تو اس کے دل سے دنیا کی ہوس اور محبت جاتی رہتی ہے اور وہ دنیا سے بے نیازی کی نعمت سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ شخص کبھی دنیا کا غلام نہیں ہوتا۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی بھی مشکل کے وقت خلوص دل اور یقین کے ساتھ ایک سو بار یا قہار کا ورد کر کے اپنے پروردگار سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس مشکل کو حل کر دیتا

Marfat.com

ہے۔

(۵) یا قہار کے ورد سے دشمن پر غلبہ اور فتح حاصل کی جا سکتی ہے۔

(۶) اس اسم مبارک میں بے شمار شفائی خواص اور خوبیاں موجود ہیں' اس لیے جو شخص اس اسم یا قہار کا اکثر ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کئی بیماریوں سے بچائے رکھتا ہے' اور ایسے شخص کی جسمانی کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔

(۷) دشمن کے خوف و خطرے سے آزاد ہونے کے لیے اگر کوئی شخص نماز فجر کی سنتیں پڑھ کر فرضوں سے پہلے ۳۰۶ بار یا قہار کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس شخص پر اپنی مہربانی کر دیتا ہے۔

(۸) اگر کسی شخص کی طبیعت میں بے چینی اور بے جا قسم کا اضطراب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ایک سو اکیس بار یا قہار پڑھ کر خدا سے دعا کرے۔ انشاء اللہ شفا پاوے گا۔

(۹) جو شخص نماز عصر اور نماز مغرب کے درمیان "یا قہار" کا ورد کر کے دعا مانگے تو ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ تمام مشکلات اور پریشانیاں دور فرما دیتا ہے۔

(۱۰) اگر کسی جگہ' مقام یا گھر میں کسی طرح کے آسیب وغیرہ کا ڈر خطرہ ہو تو اس جگہ یا گھر میں مٹی کا ایسا چراغ جلایا جائے کہ جس کے تیل پر "یا قہار" کا دم کیا ہو۔ چراغ جلانے کا یہ عمل گیارہ راتوں تک دہرایا جا سکتا ہے۔

(۱۱) موذی اور نقصان پہنچانے والے حشرات' کیڑے مکوڑوں اور جانوروں سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لیے "یا قہار" کا ورد بے حد مفید ہے۔

Marfat.com

القیوم

القیوم ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۵۶

عدد واحد ——— ۳۱

"قیوم" اصل میں مادہ "ق و م" سے ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں اعتدال اور توازن قائم ہونا۔ اسی نہج پر قام اور قیام کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں۔ کھڑا وہی رہ سکتا ہے، جس کا توازن قائم رہے۔ اسی اعتبار سے قیوم ہے جس کے معنی ہوتے ہیں قائم، تھامنے والا، نگران پائندہ بے مثل، وہ جس کی وجہ سے چیزیں قائم ہوں۔

"قیوم" مبالغہ کا وزن ہے۔ اس کے معنی ہیں وہ ذات جو خود اپنے بل پر قائم ہو اور دوسروں کے قیام و بقا کا واسطہ اور ذریعہ ہو۔

القیوم۔ قیوم القیوم، قیام سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قیوم کا مطلب ہوتا ہے خود قائم اور ہر چیز کا حافظ اور اس کو وہ اسباب عطا فرمانے والا جن کے ساتھ اس کا قیام ہے۔ اس کے معنی میں دونوں باتیں شامل ہیں۔ یعنی اپنی ذات میں قائم اور دوسروں کو

Marfat.com

قائم رکھنے میں دونوں باتیں شامل ہیں یعنی اپنی ذات میں قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والا۔ پھر قیوم کے دیگر معانی میں ہمیشہ قائم رہنے والا' ہر طرح کے حوادث اور خطرات سے محفوظ اور سدا کا قائم۔

"قیوم" کی صفت انبیاء کے صحیفوں میں بار بار پہلے بھی مذکور ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قیوم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اللہ ہی کے حکم سے اور اس کی قدرت سے قائم ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی بدیہی صفات میں سے ہے جن پر عقلاً بھی ایمان لانا ضروری ہے' اور انبیاء کے صحیفوں کی رو سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کے قیوم ہونے کی صفت کا حوالہ اور دلیل یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی بھی کرتا ہے' وہ اپنی خلق کو قائم رکھنے والا ہے اور اس کے لیے ہر قسم کے اسباب و وسائل بھی پیدا کرتا ہے اور قیومیت اس بات کی بھی مقتضی ہے کہ خدائے قیوم و کارساز اس امر کی بھی نگرانی کرے کہ بندہ سرکشی اور بغاوت کا مرتکب نہ ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ خود حق پر اور عدل پر قائم ہے اور دوسروں کو عدل و حق پر قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں کئی لطیف اشارات موجود ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت تین بار استعمال ہوئی ہے اور حی القیوم کی صورت میں آئی ہے۔

حی القیوم اس سلسلے میں سب سے پہلے آیت الکرسی میں اظہار ہوا ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور سب کو قائم کرنے والا" (۲-۲۵۵ جزوی)

پھر یوں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ حی (از ازل تا ابد زندہ) ہے' اور کائنات ارضی و سماوی کا قیوم (تھامنے والا اور قائم رکھنے والا) ہے۔" (۳-۲)

زندہ و پائندہ اللہ اللہ تبارک و تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اور پوری مخلوقات اور کائنات اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

"اور رب زندہ و پائندہ کے حضور ساری گردنیں خم ہوں گی' بے شک نامراد وہ رہے گا جو ظلم و جور کے گناہوں کے بوجھ سے گرانبار ہو گا۔" (۲۰-۱۱۱):

اس آیت مبارکہ میں اسمائے حسنیٰ میں سے "حی" اور "قیوم" کا حوالہ ہے۔ ان اسماء کا حوالہ ایک خاص محل ہے' مشرکین عرب خدا کو تو مانتے تھے لیکن اپنے مشرکانہ عقائد کے تحت یعنی انہوں نے اپنے خدا کو بوڑھا اور ناکارہ خدا سمجھا ہوا تھا۔ لیکن قرآن مجید ان کے زعم باطل پر ضرب لگاتا ہے اور فرماتا ہے کہ خدا کوئی ناکارہ وجود نہیں ہے بلکہ زندہ خدا ہے' اور اپنی پیدا کی ہوئی اس دنیا کے سارے معاملات کو دوسروں کے اوپر نہیں چھوڑتا اور وہ کوئی خاموش علتہ العلل بن کر نہیں بیٹھا ہے بلکہ "قیوم" یعنی اس کائنات کے سارے نظم کو سنبھالے ہوئے ہے' اور اس کو خود اپنی نگرانی اور اہتمام میں چلا رہا ہے۔

اس اسم مبارک کے حوالے سے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے اللہ کے سوا سب سے بے نیاز ہو جائے اور اللہ کے بندوں کے کام سنوارے۔

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے کبھی مفلس نہیں کرے گا۔

(۲) اگر کوئی شخص اس اسم الٰہی کو بہ انداز "یا قیوم" بوقت سحر پڑھے تو وہ لوگوں کے دلوں پر قابو پا سکتا ہے اور اس سے خلقت کی اس کے ساتھ محبت بڑھ جاتی ہے۔

(۳) جو شخص یا قیوم کا اکثر ورد کرتا ہے اللہ اس کی مشکلات کو آسان فرما دیتا ہے اور اس کی مہمات پر اسے قابو بخشتا ہے۔

(۴) "یا قیوم" کا ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سدا خوشیاں اور کامیابیاں عطا کرتا رہتا ہے۔

(۵) جو شخص اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوشحال کر دیتا ہے' اور اس کی کمائی میں خیر و برکت بھی عطا فرماتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص کسی عارضے یا جسمانی کمزوری کے باعث سستی اور نیند کی سی کیفیت

Marfat.com

میں رہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد کثرت کے ساتھ "یا قیوم" کا ورد کرے' اللہ تعالیٰ اس کے تمام عوارض ختم کر دے گا اور اسے تندرستی کی دولت بخش دے گا۔

(۷) اگر کوئی مسلمان مفلس اور تنگ دست ہو چکا ہو' یا اس کا کوئی کاروبار رک چکا ہو' تو اسے چاہیے کہ اس اسم مبارک کا مدام ورد کرنا اپنا معمول بنا لے۔ اللہ تعالیٰ اسے خوشحال اور متمول کر دے گا۔

(۸) "یا قیوم" کے باقاعدہ ورد سے انسان اپنے دشمنوں پر بھی قابو پا لیتا ہے اور مقدمات میں بھی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

(۹) کاروبار کی ترقی' عہدے اور منصب میں ترقی کے لیے' ہر نماز کے بعد اس اسم مبارک کا ورد کر کے دعا مانگنا بے حد مفید ہوتا ہے۔

(۱۰) "یا قیوم" کا ورد کرنے والا سدا توکل علی اللہ کی نعمت سے فیض یاب رہتا ہے' اور وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔

(۱۱) اگر کسی کو سخت سے سخت مہم بھی درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے اہل خانہ مل کر اکیس ہزار بار "یا قیوم" کا ورد کر کے اللہ کے حضور دعا مانگیں۔ تین روز تک اس ورد کو بدستور جاری رکھیں۔ انشاء اللہ سختی دور ہو گی اور مہم سر ہو جائے گی۔

(۱۲) اگر کوئی شخص ہر روز تین سو بار "یا قیوم" پڑھنا اپنا معمول بنا لے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بدام مسرور رکھتا ہے۔

Marfat.com

الکبیر

الکبیر ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۲۳۲

عدد واحد ——— ۷

اللہ تعالیٰ بہت بڑا' سب سے برتر اور بالا اور عظمت والا اور جلالت والا ہے۔ اللہ ایسا بڑا ہے کہ اس سے بڑا کوئی اور ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس اسم مبارک کے معانی میں انتہائی بزرگ' سب سے زیادہ بڑائی والا اور ایسی یکتا بڑائی اور جلالت والا کہ جس کا کوئی شریک اور مقابل نہ ہو۔ کبیر کے معنے سب سے زیادہ بزرگی والے کی بھی ہوتے ہیں۔ اس کبیر میں بے پناہ جلالت اور رعب و دبدبہ بھی موجود رہتا ہے۔

اللہ کبیر ہے

الکبیر کا مادہ (ک ب ر) ہے۔ اس کے اساسی ظاہری اور باطنی معانی بڑا اور عظیم اور پر جلال ہی کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر اس کے معانی سب بڑوں سے بڑا' سب جلالت والوں سے زیادہ جلالت والا اور سب رعب والوں سے زیادہ رعب اور دبدبے والا کے بھی لیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں اور مشرکین کی منسوب کردہ آلائشوں سے سدا کا پاک اور ان لوگوں کی بدسگالیوں سے بے نیاز اور بلند و بالا رتبے والا ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری ہے کہ:

"وہ تو "علوا کبیرا" یعنی بلند و برتر، تمام تر کبریائی بڑائیوں والا ہے۔ اور وہ ان تمام ملوثات سے پاک ہے، جو یہ اس کی ذات کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔(۱۷-۴۳)

اور پھر وہ لوگ جو حقدار جنت ہوں گے ان کو ان کا خدائے کبیر "ملکا کبیرا" عطا فرمائے گا" (۷۶-۲۰) اور اس ملکا کبیر کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتوں اور انعامات اور برکات و فیوض کی فراوانیاں اور ارزانیاں ہوں گی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی کبریائی والی حکومت ہو گی اور حاکمیت و بالادستی بھی اسی کی ہو گی۔

نظام معاشرت کو بہتر اور تعمیری انداز میں جاری رکھنے کے لیے اور پھر عائلی زندگی کو بھی خوش گوار راہوں پر چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کی کبریائی کے سایوں میں نظام حیات کے نفاذ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس طرح کے نظام فلاح و بہبود میں قوانین خداوندی کی بالادستی اور تسلط اور نفاذ و نفوذ ہی فلاحی اور کامیاب معاشرے کی ضمانت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نظام کبریائی کی روح اسی فکرو فلسفہ حیات پر ہوتی ہے کہ:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بلند اور کبیر ہے۔"(۴-۳۴):

اظہار کبریائی

اللہ تبارک و تعالیٰ کئی حوالوں سے اور کئی طرح سے اپنی شان کبریائی کا اظہار بعض مثالیں دے دے کر فرماتا رہتا ہے۔ اظہار کبریائی کے اس تکرار و تواتر سے مقصود یہی ہے کہ اس عظمت و جلالت والے خدائے الکبیر سے سرکشی اور بغاوت کر کے اپنے آپ کو غیر فلاحی راہوں اور تباہی سے بچائے رکھے اور انسان یہ جان لے کہ کبریائی قانون خداوندی بڑا ہی باخبر اور زیرک ہے کہ اس سے کچھ بھی اور کہیں بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ اسی حوالے سے ایک مثال سے سوجھایا گیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہے جو بحالت حمل ایک مادہ سنبھالے اور اٹھائے ہوئے ہے۔ اس کے پیٹ میں (حالت جنین میں) جو کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

Marfat.com

اس سے بھی وہ عالم الغیب والشہادہ (پوشیدہ و ظاہر کا عالم) واقف ہے۔ وہ "کبیر" اور ہر حالت میں بالا رہنے والا ہے۔" (۱۳:۸-۹)

اسی تناظر اور پس منظر میں سورہ الحج میں بھی ذکر موجود ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں اور بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا بھی ہے۔

"(اور یہ اس لیے ہے کہ) حق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور اس کے سوا جنہیں یہ پکارتے ہیں' وہ سب باطل ہیں اور اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور کبیر ہے۔" (۲۲-۶۲)

خدا کی ذات بڑی ہے۔

سورہ لقمان کی آیت نمبر۳۰ میں اسی طرح کے پس منظر میں ایک طرح کے اعادے طور پر مکرر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ "علی الکبیر" ہے۔ اور یہ سارا نظام کائنات اسی کے قوانین کے مطابق قائم ہے' چل رہا ہے۔ گویا یہ نظام کائنات جس طرح خدا کی یکتائی اور کبریائی پر شاہد ہے' اسی طرح اس بات پر بھی شاہد ہے کہ خدا کی ذات بڑی ہی برتر اور بڑی ہی عظیم ہے۔ اس کی قدرت کاملہ اور جلالت و حکمت کا یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ وہ رات کے بعد دن کو نمودار کر دیتا ہے اور پھر اس دن پر رات کو ڈھانک دیتا ہے' اور سورج اور چاند سب کی نکیل اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سورج اور چاند تو انسان سے سب سے قریبی اجرام فلکی ہیں حالانکہ اس کائنات میں اس توانائی بھرے سورج سے بھی لاکھوں کروڑوں گنا بڑے بڑے اجرام ہیں اور وہ سب اسی اللہ کبریائی والے کے تابع اور اس کے حکم کے پابند ہیں۔

جو ذات ان سب کو سنبھالے ہوئے اور جس ذات کا ان سب کے اوپر اختیار و تسلط ہے وہ بے حد عظیم اور بلند و برتر ہے۔ وہی علی الکبیر ہے۔ پھر اسی درجہ بڑائی عظمت' جلالت اور اقتدار و تسلط والے کے مقابلے میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا اور کیا ہے کہ شریک ٹھہرانے والے کی عقل پر ماتم ہی کیا جائے۔

باعظمت اور باجبروت

اور پھر وہ لوگ کہ جو اس دنیا میں اپنے باطل معبودوں کو اللہ جل شانہ کا شریک ٹھہراتے رہے' ان کے لیے تو کوئی اس بارگاہ حق میں سفارش بھی نہیں کر سکے گا۔ وہ لوگ جو حق و اختیار کی نفی کرتے رہے' ان

Marfat.com

کے حق میں اللہ علی الکبیر کے حضور کسی کی سفارش اور شفاعت نافع نہیں ہو گی۔

کیونکہ "و ھوالعلی الکبیر" وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی ذات ہے جو بڑی ہی بلند و ارفع اور بڑی باعظمت اور باجبروت ہے۔ اس لیے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے سامنے اس کے اذن کے بغیر زبان کھول سکے اور نہ کسی کی یہ جرات اور ہمت ہے کہ اس کی شان کبریائی تک رسائی حاصل کر سکے۔

اور پھر وہ لوگ کہ جن کی کوئی شفاعت اور سفارش کرنے کی جرات اور ہمت نہیں کر سکے گا۔ تو وہ لوگ بڑی یاس و حسرت کے ساتھ پکاریں گے کہ کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ ہے؟ اس ساری صورت حال کو اللہ الکبیر نے بڑے واضح انداز میں قرآن مجید میں ریکارڈ کیا ہے کہ:

"(تو انہیں جواب ملے گا) یہ جس عذاب میں تم مبتلا ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب خدائے واحد کی طرف تمہیں بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور جب اس اللہ کے شریک کو پکارتے (خود ساختہ معبود کو) تو تم اس کی بات مان لیتے تو اب تو (یہ جو عذاب تم پر نازل ہوا ہے۔) اس سب سے بلند اور تمام کبریائی کے مالک "علی الکبیر" کی طرف سے ہے۔" (۴۰-۱۲):

الکبیر کی کبریائی قرآن مجید میں سورہ الجاثیہ کی آخری دو آیات میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کو ایک بار پھر گویا ایک طرح کے خلاصے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

"پس حمد بے نہایت سزاوار ہے اللہ جل جلالہ کو جو سارے آسمانوں کا پروردگار ہے اور روئے زمین کا پروردگار ہے' تمام جہانوں کا پروردگار ہے' آسمانوں (کی بلندیوں) اور زمین (کی وسعتوں) میں تنہا اسی کی کبریائی ہے۔ وہ صاحب غلبہ عظمیٰ ہے۔ صاحب حکمت بالغہ ہے۔" (۴۵-۳۷)

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت اور کبریائی کے طور پر یہ لفظ "الکبیر" آٹھ بار آیا ہے اور ہر بار اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی' عظمت' بزرگی اور بے پناہ کبریائی اور جلال ہی کی وضاحت اور تفسیر پیش کی گئی ہے۔

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) اسم الٰہی "یا کبیر کا مدام ورد کرنے والا سدا عالی قدر رہتا ہے اور لوگوں میں عزت پاتا ہے۔

(۲) بیان کیا جاتا ہے کہ حکام اور عمال اس اسم حسنہ کو باقاعدگی سے پڑھیں تو ان کی رعایا ان کی تابعدار ہو اور ان کے لیے معاون اور مددگار ہو۔

(۳) اگر کسی شخص کو کسی بھی وجہ یا دشمنی یا عداوت اور شرارت کے باعث اپنے عہدے اور منصب سے معزول ہونے یا منتقل ہونے کا خدشہ ہو تو' اسے چاہیے کہ وہ "یا کبیر" کا ورد پانچ ہزار بار کر کے اپنے اللہ سے دعا مانگے' اللہ اسے اس کے عہدے پر قائم رکھے گا۔

(۴) کسی مہم یا مشکل کام سے عہدہ برا ہونے کے لیے اس کام کو شروع کرنے سے پہلے خلوص نیت کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد تین ہزار بار "یا کبیر" کا ورد کرے اور پھر اس کام میں لگ جائے انشاء اللہ کامیابی نصیب ہو گی۔

(۵) اگر کوئی شخص بیماری میں مبتلا ہو تو' اسے کوئی نمازی آدمی ہر مغرب کی نماز کے بعد ایک سو ایک بار یا کبیر کا ورد کر کے دم کر دے تو انشاء اللہ تین دن کے اندر اندر وہ مریض تندرست ہو جائے گا۔

(۶) "یا کبیر" اللہ کا اگرچہ جمالی اسم مبارک ہے لیکن بعض حوالوں سے یہ جلالی بھی ہے اس لیے اس اسم حسنہ کا اکثر ورد کرنے والا با اختیار' پر وقار اور دوسرے لوگوں پر چھا جانے والا بن جاتا ہے۔

(۷) بہادر' صالح' نیک اور با حوصلہ اولاد پیدا کرنے کے لیے دونوں میاں بیوی کو چاہیے کہ موانست اور میل میلاپ کے وقت دل میں "یا کبیر" کا ورد کرتے رہا کریں۔ اس اسم الٰہی کے بکثرت ورد سے اولاد وفادار اور جان نثار بھی بن جاتی ہے۔

(۸) جو شخص ہر نماز کے بعد اس اسم مبارک کا کسی بھی تعداد میں ورد کرنے کو اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ اس کو باوقار اور کامیاب زندگی سے فیض یاب رکھتا ہے۔

(۹) جو شخص "یا کبیر" کا ورد ہر رات ۲۳۲ بار کر کے دعا مانگ کر سوئے تو ایسے شخص

Marfat.com

کے لیے اللہ تعالیٰ رزق اور روزی کے نئے نئے ذرائع اور مواقع پیدا کرتا رہتا ہے۔ اللہ اسے علم و عرفان کی دولت سے بھی نوازتا ہے۔

(۱۰) دشمن کے شر اور حاسدوں کی بدسگالیوں سے بچنے کے لیے ہر روز ہر نماز کے بعد ایک سو اکیس بار اس اسم حسنہ کا ورد جمعے سے جمعے تک کرنا مفید اور کارگر ثابت ہوتا ہے۔

(۱۱) اگر کوئی بیمار شخص خود ہر نماز کے وقت نوے بار یا کبیر کا ورد کر کے اپنے جسم پر پھونک مار لے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد تندرست کر دیتا ہے۔

(۱۲) اس اسم مبارک کو اگر کوئی شخص ہر روز صبح کی نماز کے بعد ۱۰۱ بار پڑھ کر اپنے کاروبار حیات کا آغاز کرے تو اللہ اس کے کاروبار میں برکت ڈالتا ہے اور اسے لوگوں میں معزز اور ممتاز بھی بنا دیتا ہے۔

(۱۳) اس اسم مبارک کا باقاعدگی سے ورد کرنے والا بفضل تعالیٰ عالی مرتبت ہو جاتا ہے۔

(۱۴) سر درد کا علاج کرنے کے لیے اگر کوئی نمازی شخص ۹ بار یا کبیر پڑھ کر مریض کے ماتھے کو پکڑ کر دم کر کے پھونک مارے تو اللہ ضرور شفا عطا کرتا ہے۔

(۱۵) جو شخص یا کبیر کا کسی بھی تعداد میں روزانہ ورد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے اس کے منصب اور عہدے پر دوام بخشتا ہے۔

Marfat.com

الکریم

الکریم ———— اسم جمالی ہے۔

اعداد ———— ۲۷۰

عدد واحد ———— ۹

کریم۔ کرم سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے صاحب کرم' تکریم والا' اس کے علاوہ کریم کے معانی بزرگ' بڑا عزت والا' شائستہ کے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ با مروت' بے حد سخی' بے حد معاف کرنے والا اور بہت ہی صاحب شرافت ہوتا ہے۔

الکریم اور کریم کا مادہ کرم ہے۔ عربی کے اس لفظ کا مطلب بزرگی' ہمت' جواں مردی' بخشش' عنایت اور مہربانی ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت کے طور پر اس کا مطلب ہوتا ہے کرم کرنے والا' بخشنے والا' بے حد سخی' انتہا درجے کا فیاض' بہت ہی با مروت اور بڑے ہمت اور حوصلے اور اعلیٰ ظرف والا۔

رب العرش الکریم اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت الکریم قرآن مجید میں تین

Marfat.com

مقامات پر آئی ہے' اور اس سے اللہ کی شان کریمی کا بھرپور انداز میں اظہار ہوتا ہے۔
سورۃ المومنون میں اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ:

"پس جان لو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ' وعز برہانہ ایزد ذی متعال سچا سب سے سچا بادشاہ ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا سزاوار نہیں ہے' اور وہ قادر مطلق گرامی قدر عرش کا مالک و پروردگار ہے۔" (۲۳-۱۱۶):

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کی یاد دہانی فرمائی ہے جس سے مقصود اسی مغالطہ کی تردید ہے جس میں سزا و جزا کے منکرین مبتلا تھے۔ فرمایا گیا کہ خدا کی ذات بہت ہی بلند و برتر ہے۔ اس بلند و برتر ہستی کی شان سے یہ نہایت بعید ہے کہ وہ کوئی کار عبث کرے اور محض کھیل تماشہ کے طور پر ایک پورا جہاں پیدا کر ڈالے۔ اور وہ الملک الحق یعنی اس کائنات کا بادشاہ حقیقی ہے۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ اپنی رعیت کے درمیان عدل و انصاف نہ کرے اور ظالم و مظلوم دونوں کو یکساں کر دے۔ پھر لا الہ الا ھو یعنی اس کے سوا کوئی اور الہ نہیں ہے' تو کوئی اس مغالطہ میں نہ رہے کہ اس کی پکڑ سے وہ کسی دوسرے کی سعی و سفارش سے اپنے کو بچا لے جائے گا۔

اور پھر رب العرش کریم صفت آئی ہے۔ اسے خدا کی حکومت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور لفظ "کریم" قرآن میں' باعزت اور بافیض کے معنی میں آیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ خدا ایک باعزت اور بافیض عرش کا خداوند ہے۔ تو اس کی حکومت ایک اندھیر نگری کس طرح ہو سکتی ہے۔

اللہ کے رب العرش الکریم ہونے سے یہ بھی مراد ہے کہ اپنے اقتدار و قوت کو ٹھوس تعمیری نتائج کے لیے کام میں لاتا ہے۔ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ اس قسم کے بے مقصد کام کرے۔ اس کا ہر کام حقیقت پر مبنی ہوتا ہے' کائنات میں اس کے سوا کسی اور کا اقتدار نہیں' اور اس کے تمام نظم و نسق کا مرکزی کنٹرول اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی شاہنشاہ حقیقی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بے نیاز ہے لیکن اس بے نیازی کے ساتھ ساتھ وہ کریم بھی ہے' اس وجہ سے وہ ان لوگوں کو بھی اپنی نعمتوں سے محروم نہیں کرتا جو اس کی نعمتوں کو اس کے خلاف بغاوت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

Marfat.com

الکریم۔ بے حد بزرگی والا ہے بحوالہ سورۃ النمل حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کے تخت کے واقعہ کے بارے میں الکتاب کا علم رکھنے والے ایک درباری سے مکالمے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اس سارے عمل پر اپنے پروردگار ہی کی عظمت و جلالت کا اظہار کرتے ہیں کہ اس وقت جناب سلیمان نے فرمایا کہ:

"یہ سب کچھ میرے پروردگار کے فضل بے نہایت کے طفیل ہے۔ اس میں میری آزمائش ہے کہ میں اس کی عنایات بے غایات پر شکران نعمت کرتا ہوں یا کفران نعمت، دراصل جو شخص بھی بارگاہ صمدیت میں شکر ادا کرتا ہے، وہ اپنے فائدے کے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا تو میرا پروردگار بے نیاز اور بزرگی والا ہے۔" (۲۷-۴۰):

رب کریم ظہور قیامت کے حوالے سے سورۃ انفطار میں بھی کئی حوالوں اس انقلاب آفرین دن کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ "اس دن ہر شخص کو اس کے اپنے اگلے اور پچھلے سب اعمال معلوم ہو جائیں گے (پھر اس صورت میں) اے انسان تجھے آخر کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں مغرور کر دیا ہے۔"
(۸۲: ۵-۶)

اللہ۔ اکرم ہے قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت کریم اور کئی صورتوں میں بھی آئی ہے۔ اکرم کے معنی ہوتے ہیں بے حد کرم والا۔ بہت ہی زیادہ کریم اور بڑی عزت والا۔ اس کا مطلب بڑا سخی اور بزرگ تر کا بھی ہوتا ہے۔ اکرم میں کریم کی فضیلت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں سورۃ علق میں ایک خاص حوالے کے ساتھ آیا ہے کہ "پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے۔" (۹۶-۳):

اسی حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ اکرم کے بعد اکرام بھی ہے۔ اللہ کریم جو بے حد معزز، بہت ہی سخی، وہ اپنی بزرگی میں اکرام بھی ہے اور اس میں بھی عظمت، بزرگی، عزت، توقیر، عطا اور بخشش کی تفصیل ہے۔ اس حوالے سے یوں ارشاد ہے کہ:

"بقا تو صرف تیرے پروردگار کی ذات لافانی کو ہے، جو صاحب جلال ہے اور

Marfat.com

صاحب اکرام ہے۔"(۵۵-۲۷):

"صاحب جلال و ذی الاکرام رب العزت کا نام بڑا ہی بابرکت ہے۔"(۵۵-۷۸)

رسول بھی کریم ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات باری تو بہرصورت کریم' اکرم اور صاحب اکرام ہے ہی۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھی کریم ہی بنا کر مبعوث فرمائے تا کہ ان کی تعلیمات مواعظ اور مشن بحسن و خوبی تکمیل پا سکیں۔ اس سلسلے میں فرمایا گیا کہ----"ان کے پاس رسول بھی کریم ہی آئے۔"(۴۴-۱۷)اور پھر یوں بھی ہے۔ وہ قرآن حکیم ایک قاصد صاحب تکریم کا لایا ہوا کلام ہے۔"(۸۱-۱۹)

"یہ قرآن کریم ایک معزز و گرامی قدر رسول کا لایا ہوا ہے"(۶۹-۴۰):

قرآن مجید بھی کریم ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ جہاں خود بھی کریم ہے' وہیں اس نے اپنے رسولوں کو بھی کریم بنایا ہے۔ بعض حوالوں سے رسولوں کے پاس وحی الٰہی لانے والے فرشتے کو بھی کہا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اس رب کریم نے کریم فرشتے کے ذریعے کریم رسول پر جو کتاب "قرآن مجید" اتارا' وہ بھی کریم ہی ہے۔ ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"کہ قرآن مجید ایک کریم (گرامی منزلت) کتاب ہے۔"(۵۶-۷۷):

"اور یہ تو بڑے ہی تکریم والے' بلند مرتبہ اور پاکیزہ صحیفوں میں ہے۔"(۸۰:۱۳-۱۴)

"اور ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے' جو بزرگ اور نیکوکار ہیں۔"(۸۰:۱۵-۱۶):

صاحب تقویٰ اکرم ہوتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کے لیے جو سکون اور راحت کی جگہ بنائی ہے اسے "مدخل کریم" کہا گیا ہے۔ اس بارے میں سورہ النساء میں یوں ارشاد باری ہے کہ:

"اے مسلمانو! اگر تم بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہو تو تعظیم و تکریم کی جگہ "مدخل کریم" تمہارا مقدر ہو گا' اور اللہ تعالیٰ تمہارے چھوٹے موٹے گناہ معاف فرما دے گا اور تمہیں تعظیم و تکریم کے مناصب پر فائز کرے

Marfat.com

گا۔"(۴-۳۱):

اور جو اللہ الکریم کے احکام کی پیروی کرتا ہے تو اس کے لیے رب کریم کے مدخل کریم یعنی امن و سکون کی جگہ رکھی ہوئی ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں' وہ بھی اکرم ہی کہلاتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرامی ترین (معزز ترین) وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ بلاشبہ علم و خبر کی تمام وسعتوں پر محیط ہے۔"(۴۹-۱۳ جزوی):

دیگر حوالے اور شان کریم

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اکثر ملائکہ کو بھی عباد مکرم کہا ہے' بلکہ کراماً کاتبین میں بھی اسی شان کریمی ہی کا اظہار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عبادالرحمٰن کے اوصاف حمیدہ اور خوبیاں بیان کرتے ہوئے یوں بھی بتایا ہے کہ "عبادالرحمٰن وہ لوگ ہیں جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے اور جب کہیں لغو اور بے ہودہ سوسائٹی سے گزرتے ہیں اور وہ کراماً (یعنی باوقار طور سے) گزر جاتے ہیں۔"(۲۵-۷۲):

اور اسی طرح سے انسانی اعمال کا جو حساب کتاب رکھتے ہیں' یعنی اعمال کو محفوظ کرنے والے ملائکہ ہیں' انہیں باعزت لکھنے والے یعنی کراماً کاتبین کہا گیا ہے۔

اللہ الکریم کا رزق کریم

قرآن مجید میں قریباً پانچ بار "رزق کریم" بھی استعمال ہوا ہے اور اس رزق کریم سے یہی مراد لیا گیا ہے کہ باعزت ذرائع سے کمایا ہوا رزق۔ یعنی عزت کی روٹی۔ اسی حوالے سے ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"دراصل سچے مومن تو یہی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور انہیں درجات بلند حاصل ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت و غفران اور رزق کریم (باعزت و بافراغ رزق) میسر ہے۔"(۸-۴)

اسی سورہ انفال میں مزید ایک آیت میں آیا ہے کہ:

"یہی لوگ سچے مومن ہیں' ان کے لیے غفران الٰہی ہے اور باعزت مرزوقات

Marfat.com

حیات (رزق کریم) مہیا ہیں۔" (۸-۴ے جزوی)

اس کے علاوہ سورۃ الحج میں بھی اسی حوالے سے آیا ہے کہ:

"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیکوکار ہیں' ان کے لیے اللہ تعالیٰ صاحب غفران کی مغفرت ہے اور (رزق کریم) یعنی باعزت معیشت حیات ہے۔" (۲۲-۵۰):

"اور ان کے لیے مغفرت ہے اور باعزت و با فراغت (رزق کریم) ہے۔" (۲۴-۲۶):

اسی رزق کریم کو سورۃ سبا میں ایک اور طرح سے یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

"نیکوکار اور اہل ایمان کے لیے ان کے اعمال کی نیک جزا ہے۔ وہی لوگ بخشش کردگار کے مستحق ہیں اور انہی کے لیے رزق کریم (یعنی عزت کی روزی) ہے۔" (۳۴-۴):

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص اکثر یا کریم کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں محترم' باعزت اور صاحب وقار بنا دیتا ہے۔ ایسے شخص کی نگاہوں کو بھی پروردگار بزرگی بخش دیتا ہے۔

(۲) حضرت علیؓ اکثر "یا کریم" ہی کا ورد کیا کرتے تھے اور اللہ نے انہیں ہمہ جہت اوصاف سے فیض یاب کیا ہوا تھا۔

(۳) اگر کوئی رشتہ دار کنجوس ہو تو اسے یا کریم سے پانی دم کر کے پلائیں' تو وہ کنجوسی سے باز آ جاتا ہے۔

(۴) جو شخص "یا کریم" کا بکثرت ورد کرتا ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ اسے مہربان اور نیک اطوار بنا دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص بستر پر لیٹ کر اس اسم مبارک ہی کو پڑھتا ہوا سو جائے تو ایسے شخص کے حق میں فرشتے بہتری کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو مکرم و معزز بنا دے۔

(۶) بتایا جاتا ہے حضرت علی اکثر اس اسم مبارک کو پڑھا کرتے تھے اسی لیے وہ کرم اللہ وجہہ بھی مشہور ہو گئے تھے۔

Marfat.com

(۷) اگر کوئی شخص کثرت کے ساتھ "یا کریم" کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا کی فلاح بخشتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد ایک سو بار یا کریم کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ ایسے شخص کو خلق میں معزز اور مکرم بنائے رکھتا ہے۔

(۹) جو شخص فجر کی نماز کے بعد ایک سو اکیس بار "یا کریم" کا ورد کر کے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں لطف و کرم اور سخاوت کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

اللطیف

اللطیف ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۲۹

عدد واحد ——— ۳

اللطیف' اللہ تبارک و تعالیٰ کا لطف و کرم بھرا ایک صفاتی اسم مبارک ہے۔ اس میں سراسر مہربانیاں' نوازشات اور الطاف فراواں ہیں۔ لغوی طور پر "لطف" مادہ سے بنا ہے۔ اس لطف کے معنی نرمی' اللہ تبارک و تعالیٰ کی مہربانی' رحمت و عظمت' قربت کے ہیں۔ اس سے مراد نرمی کرنا اور قریب ہونا بھی ہوتا ہے۔

لطیف لغوی طور پر لطیف کے معانی ہوتے ہیں مہربان' مہربانی کرنے والا۔ نکتہ رس باریک بیں' نہایت چھوٹے سے چھوٹے امور اور باتوں کو جاننے والا' گہرائی تک پہنچ جانے والا رقیق جذبات والا' ملائم احساسات کا مالک۔ بطور صفت اس لطیف کے معانی ہوتے ہیں نرم' ملائم' ہلکا سبک' نازک' صاف شفاف' پاکیزہ' عمدہ اور مقدس۔

اللہ کے لطیف ہونے میں عنایات' نرمی' مہربانی' خوبی' عمدگی اور ملائمت ہی ہوتی

Marfat.com

ہے۔ لطیف' لطف سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی میں شامل ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قریب ہے۔ کائنات کی کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی اس اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کی شان لطف و رحمت کے آثار قدم قدم پر موجود ہیں۔

پھر بحوالہ امام راغب لطافتہ اور لطف کے معنی ہلکی حرکت اور باریک امور کو پانا ہیں (اور انہیں اللطیف کہا ہے) اور لطائف ان امور کو کہتے ہیں جن کو حواس نہ پا سکیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے سے یہ مراد بھی ہے کہ وہ دقائق امور سے بھی واقف ہے اور قرآن مجید میں اللطیف جہاں بھی استعمال ہوا اس کے امتیازی معنی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کرنے میں ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے۔

اور اسی حوالے سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم نہیں ہے اور وہ نظر نہیں آتا کہ نظر انسانی اس کا احاطہ کر لے' اور نہ ہی عقل انسانی اس کی کنہہ تک پہنچ سکتی ہے' حالانکہ اس اللہ اللطیف کے جس قدر بھی شریک ٹھہرائے جاتے ہیں' وہ سب احاطہ نظر انسانی میں آ جاتے ہیں۔

اللہ اللطیف تو غیر محسوس تدبیروں والا ہے اور اپنی ایسی ہے غیر مرئی تدبیروں سے اپنی مشیت کو پورا کرتا ہے۔ وہ نہایت ہی باریک بیں ہے۔ اس کی تدابیر بھی بڑی ہی لطیف ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت قرآن مجید میں کئی مقامات پر آئی ہے۔

لطیف الخبیر اللہ اللطیف ان اوصاف عظمٰی سے متصف ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود ہو سکتا ہی نہیں۔ یہ ساری کائنات اسی کی تخلیق ہے اور اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے' وہ سب خالق و مالک ہی کے تابع ہے اور اسی کی حمد و ستائش کرتا ہے۔

"انسانی چشمان ظاہر اس کا ادراک و تماشا نہیں کر سکتیں۔ اور اسے انسانوں کی آنکھوں کی نارسائی کا پورا پورا ادراک ہے' اور وہ باریک سے باریک نقطے کو سمجھتا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کی خبر رکھتا ہے۔" (٦-١٠٣):

لطیف الخبیر کا یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ وہ اللہ بڑا ہی باریک بیں ہے۔ مخفی سے مخفی باتوں تک اس کا علم پہنچ جاتا ہے' اور اس سے کوئی فعل و عمل اور چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔

Marfat.com

کوئی چیز لغوی یا معنی طور پر کتنے ہی پردوں میں کیوں نہ ہو' اس کی نگاہیں اس تک پہنچ جاتی ہیں اور کوئی چیز کتنی ہی مخفی کیوں نہ ہو وہ اس سے ہر آن و ہر لحہ باخبر ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کے لیے ان مزعومہ و سایط و وسائل کی ضرورت نہیں۔ اس تناظر میں اگر بندہ اس اللہ اللطیف کا طالب ہے تو وہ اللہ اسے خود بخود ہی پالیتا ہے۔ انسانی نگاہیں بے شک اس کو پانے سے قاصر رہیں' لیکن اس اللہ اللطیف کی نگاہیں بندوں کی نگاہوں کو پالینے سے قاصر نہیں ہیں' وہ ہر جگہ سے اس کو پالیتی ہیں۔

سب حالات سے باخبر

سورہ الحج میں اس طرح سے اللہ اللطیف کا ارشاد ہوتا ہے کہ:

> "(ارشاد ہوا) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بلندیوں سے پانی نازل کیا اور اس سے زمین سرسبزو شاداب ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ باریک سے باریک باتوں کو جاننے والا اور صاحب علم و خبر ہے۔" (۲۲-۶۳):

اللہ تبارک و تعالیٰ کا تعمیری نتائج پیدا کرنے والا قانون کائنات میں کس طرح سے کار فرما ہے' اس کے لیے کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں سے کس طرح بارش برساتا ہے اور اس سے زمین سرسبزو شاداب ہو جاتی ہے۔ وہ اللہ ہر شے کے حالات اور اس کی صلاحیتوں سے خوف واقف ہے۔

جناب لقمان کی ایک بصیرت افروز نصیحت

حضرت لقمان کی متعدد فکر و دانش اور علم و آگہی اور خدا شناسی کی حکایات اور بصیرت افروز باتوں کو قرآن مجید نے کئی مقامات پر برائے ہدایت اور رہنمائی خلق پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ پر یوں آیا ہے کہ:

> "پھر لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کا قانون مکافات ایسا ہے کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو' اور وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں کی بلندیوں میں یا زمین کی وسعتوں میں کہیں بھی چھپا ہوا ہو اللہ تعالیٰ (یعنی خدا کا قانون مکافات) اسے منظر عام پر لائے گا (بلکہ اسے کھینچ کر سامنے لے آئے گا) وہ بڑا ہی باریک بین اور ادنیٰ سے ادنیٰ جزئیات سے بھی باخبر ہے۔" (۳۱-۱۶):

Marfat.com

گھر پاکیزہ زندگی کا نمونہ ہے

اللہ اللطیف کی اس پاکیزہ اور لطف و کرم والی صفت کا قرآن مجید میں ایک اور خاص معاشرتی اور گھریلو اور ازدواجی زندگی کے حوالے سے بھی ذکر ہوا ہے۔ اگرچہ اس میں تخاطب نبی ﷺ کی بیویوں سے ہے لیکن اس کے دائرہ عمل میں ہر گھر آتا ہے کہ جس میں اسلامی روح کار فرما ہوتی ہے۔ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"یاد رکھو! آیات الٰہی (جن کا تذکرہ اکثر تمہارے گھروں میں ہوتا رہتا ہے) وہ سارے احکام الٰہی ہیں اور ان میں سراسر حکمت کی باتیں ہیں (اس لیے کوئی خفیف سے خفیف حرکت ایسی نہ کرو جو ان امور کے خلاف ہو کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا باخبر اور باریک بین ہے۔" (۳۳-۳۴):

وہ علام الغیوب ہے

اللہ اللطیف بہت ہی باخبر اور تمام غیوب سے بھی باخبر اور واقف ہے۔ اس ضمن میں سورۃ الملک میں اس انداز میں ارشاد باری ہے کہ:

"خواہ تم کوئی بات چھپا کرو یا برملا کہو وہ (علام الغیوب) دلوں تک کے بھید سے آگاہ ہے۔ کیا وہ آگاہ نہ ہو! جس نے سب کی تخلیق کی۔ اور وہ تو بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔" (۶۷:۱۳-۱۴)

نیک تدابیر والا

سورۃ یوسف میں اس سارے قصہ احسن میں اللہ تعالیٰ نے انسانی تدابیر کے برعکس اللہ اللطیف کی تدابیر احسن کا بھی ذکر کیا ہے' اور پھر اس سارے قصے کو ایک خوب صورت منطقی انجام کے ساتھ ہمکنار کر دیا ہے۔ یوں سارے سماجی اور تاریخی اور انسانی تدابیر کے تناظر میں اس طرح سے ارشاد الٰہی آیا ہے کہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اپنے لطف و کرم سے سب تدابیر نیک بنا دیتا ہے' وہ بڑا ہی صاحب علم اور صاحب حکمت ہے۔" (۱۲-۱۰۰ جزوی):

گویا اللہ تعالیٰ اپنی سکیموں اور منصوبوں کو بڑے ہی لطیف انداز میں بروئے کار لاتا اور تکمیل تک پہنچاتا ہے اور اس کی ہر بات علم و حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور حکمت سے ایسی باریک راہیں نکال لیتا ہے کہ اس کا سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ پوری سرگزشت اس حقیقت کی ایک عظیم شہادت ہے۔

Marfat.com

اللّٰہ لطیف بعبادہٖ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بے حد انسیت، محبت، و رغبت ہے۔ اسی لیے اس کا ایک حکم اس طرح سے ہے کہ:

"(اللّٰہ لطیف بعبادہٖ) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے الطاف و عنایات ہے۔ مرزوقات حیات عطا فرماتا ہے، جسے چاہے۔ وہ صاحب قوت عظمیٰ ہے، وہ غالب و مقتدر اعلیٰ ہے۔" (۴۲-۱۹):

اس آیت مبارکہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شریریوں اور نافرمانوں کو اتنی ڈھیل دیتا ہے کہ وہ دلیر اور بہادر ہو کر عذاب اور قیامت کے لیے جلدی مچانے اور اس کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ وہ رحمت کرنے میں سبقت کرتا ہے عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ نافرمانوں کی نافرمانی کے باوجود ان کو رزق دیتا رہتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر توبہ و اصلاح کر لیں۔ اور اپنے رب کی ابدی رحمت کے سزاوار بن جائیں۔ اور اس حقیقت میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بہرصورت اپنے بندوں سے نرمی برتتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم حق "یا لطیف" کو اگر کوئی باغسل اور باوضو ایک سو بار روزانہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے سفر کی سلامتی، بیماری سے نجات، پریشانیوں سے حفاظت بخشتا ہے۔

(۲) لڑکیوں کے بہتر رشتے اور انتظامات شادی کے لیے اس اسم مبارک کا ذکر بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۳) اگر کوئی مفلس اور بے یارو مددگار شخص دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد ایک سو بار "یا لطیف" کا ذکر کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مرادیں پوری کر دیتا ہے۔

(۴) جو شخص اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات حل فرما دیتا ہے۔ اور اسے مصیبتوں سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر روز نماز فجر کے بعد ۱۲۱ بار "یا لطیف" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے رزق روزی میں اضافہ کر دیتا ہے۔

Marfat.com

(۶) ہر طرح کی محتاجی سے نجات حاصل کرنے کے لیے یا لطیف کا ورد کرنا بے حد مفید ہوتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی ایسی مشکل میں پھنس جائے کہ جس کا حل آسانی سے نہ مل رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نماز مغرب کے بعد ۱۲۱ بار یا لطیف کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور کوئی نہ کوئی حل سوجھا دیتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص اپنی مشکلات سے نجات پانا چاہے اور مرادیں پانا چاہے' تو اس کے اسے چاہیے کہ وہ ہر روز بعد نماز عشاء گیارہ سو بار "یا لطیف" کا ورد کر کے دعا مانگے' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرما دیتا ہے اور مرادیں بر لاتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص بے روزگار ہو چکا ہو اور اس کی ملازمت بھی نہ رہی ہو' تو اسے چاہیے کہ وہ اکیس روز کا ایک وظیفہ اس طرح سے کرے۔ ہر روز نماز مغرب کے بعد تین سو بار یا لطیف پڑھ کر اللہ سے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ ملازمت پر بحال فرمائے گا یا نئی روزی کا اہتمام فرمائے گا۔

(۱۰) اگر کوئی کوئی شخص ہر روز ایک سو انتیس بار یا لطیف کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی حاجتیں پوری کرتا رہتا ہے۔

(۱۱) جو شخص یا لطیف کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دوسروں کا محتاج ہونے سے بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

الماجد

الماجد ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۴۸

عدد واحد ——— ۳

الماجد۔ ماجد ماجد اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک بزرگی بھری صفت اور اسم صفاتی ہے۔ اس لفظ کے معنی ہوتے ہیں بے حد بزرگی والا' صاحب عظمت و جلالت۔

اللہ تعالیٰ کے اس اسم مبارک کا اصل مادہ "مجد" ہے۔ اس "مجد" کے معانی بزرگی' عظمت' بڑائی شان' عزت اور وقار اور توقیر کے ہوتے ہیں۔ عزت اور بزرگی والا بھی اس کے معنی میں شامل ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو معانی "مجید" کے ہوتے ہیں قریباً قریباً وہی معانی "ماجد" کے بھی ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ ماجد استعمال نہیں ہوا۔ البتہ کئی طرح سے لفظ مجید استعمال ہوا ہے۔

مادہ کے اعتبار سے "المجد" ہی "الماجد" کی اساس ہے اور اس کا مطلب کثرت بھی

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اور یہ عموماً محمودہ صفات ہی کے لیے بولا جاتا ہے۔ ماجد اور مجید میں شرف و مجد والی تمام صفات شامل ہوتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت مجید جس کو الماجد کا متبادل بھی کہا جاتا ہے قرآن حکیم میں چار بار استعمال ہوئی ہے۔ بلکہ چار صورتوں میں حمید مجید' ذوالعرش المجید' والقرآن المجید اور قرآن مجید کی طرح سے آئی ہے۔

ماجد' مجید ارشاد باری تعالیٰ بحوالہ مجید اس طرح سے ہے کہ:

"وہ ذات ہی حمد کے لائق ہے اور سب بزرگی بھی اسی کو سزاوار ہے۔"(۱۱-۷۳ جزوی)

اللہ تبارک و تعالیٰ خود بھی ماجد اور مجید ہے اور اس کا نازل کردہ قرآن مجید بھی اپنی حیثیت میں مجید' یعنی بزرگی اور عظمت والا ہے۔ اس حوالے سے ارشاد باری یوں ہے کہ:

"قرآن مجید مجد و شرف ہے۔"(۵۰-۱):

"دراصل یہ بار بار پڑھی جانے والی عظیم الشان کتاب (قرآن مجید) ہے۔"(۸۵-۲۱)

اللہ الماجد کا قرآن مجید ایک بزرگ و برتر کتاب ہے۔ یہ شاعروں اور کاہنوں کے کلام کی طرح کی کوئی ہوائی چیز نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا ایک مجید یعنی بزرگی والا کلام ہے۔ یہ خدا کی نازل کردہ وحی ہے اور اس کا منبع لوح محفوظ ہے۔ جس تک جن و انس کی رسائی نہیں ہے۔

الماجد کی بھی وہی خصوصیات اور صفات ہیں جو المجید کی ہیں۔ اس اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت "الماجد" بڑی عظمت والی اور بزرگی والی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) یہ بزرگی اور جلالت والا ایک اسم مبارک ہے۔ اس کا مدام ورد کرنے والا لوگوں میں صاحب عزت اور پر وقار بن جاتا ہے۔

(۲) بتاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص "یا ماجد" کا اس قدر ذکر کرے کہ اس پر بے ہوشی طاری ہو جائے' تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے دل کے اندر انوار حق پیدا فرما دیتا

Marfat.com

ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اسے "یا ماجد" سے دم کیا ہوا پانی پلایا جائے تو اس کی بیماری کا زور اور شدت جلد ہی کم ہو جاتا ہے۔

(۴) لوگوں میں عزت اور مقبولیت بڑھانے کے لیے "یاماجد" کا مدام ورد کرنا بے حد مفید اور باعث رحمت و برکت ہوتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص کسی بھی روز نماز عشاء کے بعد باوضو حالت میں پورے خلوص کے ساتھ پانچ سو بار یا ماجد پڑھے اور پھر اپنے پروردگار سے دعا کرے' تو اللہ تعالیٰ اسے علم و عرفان کی دولت سے نوازتا ہے اور باطنی نور سے ایسے شخص کا سینہ منور ہو جاتا ہے۔

(۶) جو شخص "یا ماجد" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی تہمت سے بچائے رکھتا ہے اور ذلت و نکبت سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد اڑتالیس بار "یا ماجد" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو برائیوں' غیبت اور فحش گوئی سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص رات کے اندھیرے میں ہر روز گیارہ ہزار بار اکتالیس روز تک ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے روشن ضمیر بنا دیتا ہے اور دین دنیا کی نعمتوں کی اس پر فراوانی کر دیتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص چاہے کہ وہ خلقت میں عزت پائے اور مقبولیت حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اکثر یا ماجد کا ورد کرتا رہے۔

(۱۰) یا ماجد کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ اس بندے کو سدا خوش حال' غنی' مودب اور مشرف بنا دیتا ہے۔

Marfat.com

مالک الملک

المالک الملک —— اسم جلالی ہے۔

اعداد —— ۲۱۲

عدد واحد —— ۵

اس اسم مبارک "مالک الملک" کا مطلب ہے سب کچھ کا بلاشرکت غیرے مالک' ملک کا مالک' قادر مطلق کہ جس کے اختیار اور قبضہ میں سب کچھ ہے۔ وہی ہر شے کا مختار ہے۔ سب کچھ اسی کے ارادہ اور اختیار سے ہے۔ وہی سب سے بڑی اتھارٹی ہے' وہی محکم بنیاد والا ہے۔ قرآن کریم کی رو سے کائنات کی ہر شے پر ملکیت بھی خدا کی ہے اور کائنات میں اختیار و ارادہ بھی اللہ ہی کا ہے۔ انسان اشیائے کائنات سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے' لہٰذا وہ تو ان کا مالک نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا خدا کی عطا کردہ اشیاء زمین وغیرہ' پر کسی کی ملکیت کا تصور باطل ہے۔ بہرصورت ہر شے پر اللہ کا قبضہ اور قدرت ہے۔ اور وہی ہر شے کا مالک ہے۔

اللہ ہی مالک ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت میں سب کچھ ہے۔ لہٰذا بحوالہ قرآن

Marfat.com

مجید اللہ کی ملکیت ہی میں ہر شے ہے۔ اس طرح سے وہ اللہ مالک یوم الدین بھی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو ملک حاصل نہیں ہے۔ اس اعتبار سے بھی اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سب کچھ اللہ ہی کی ملک ہے۔ ہر طرح اسی کی حاکمیت ہے۔

"اللہ تعالیٰ کی حاکمیت آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں پر اور اس کے مابین خلائے کائنات پر پھیلی ہوئی ہے اور سب کی رجعت اور بازگشت بھی اس کی طرف ہے۔"(۵-۱۸):

اسی طرح قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے کہ پوری کائنات کی شہنشاہیت اسی کی ہے اور اسی اللہ ہی کی سب پر حاکمیت ہے۔"بڑی برکتوں والی ہے وہ ذات' جس کے قبضہ اختیار میں کائنات ارضی و سماوی کی کامل شہنشاہیت ہے اور اس کی قدرت کاملہ ممکنات کی ہر شے کا مکمل احاطہ کیے ہوئے ہے۔"(۶۷-۱):

للہ ملک السموات والارض "آسمانوں کی وسعتوں کی مملکت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کائنات ارضی و سماوی کی تمام چیزوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔(۳-۱۸۹): اور پھر"آسمان کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں جو کچھ ہے' اللہ تعالیٰ کی حاکمیت میں ہے۔ اور ایک ایک چیز اس کے حیطہ قدرت میں ہے۔"(۵-۱۲۰ جزوی):

لہ ما فی السموات والارض اور آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور وہ سب بلا مشارکت غیرے اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اسی طرح سب کچھ للہ میراث السموات والارض کے حوالے سے بھی اسی اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا ہے۔ اسی کے ملکوت السموات والارض ہیں' اور اس کے علاوہ زمین بھی"ارض اللہ" ہے۔

الملک الحق حق اور ہر طرح سے ہر حوالے سے سچی اور حقی ملک اسی پروردگار اللہ ہی کی ہے اور اسی کا سب پر اختیار اور قبضہ و تسلط ہے۔

"پس اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے' سچی بادشاہت صرف اسی کی ہے۔"(۲۰-۱۱۴ جزوی):

اور اس طرح سے بھی ارشاد موجود ہے کہ:

Marfat.com

"پس جان لو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ و عزبرہانہ ایزد ذی متعال! سچا سب سے سچا بادشاہ وہ قادر مطلق گرامی قدو عرش کا مالک و پروردگار ہے۔" (۲۸-۱۱۶)

الملک القدوس سورۃ الجمعہ میں اس طرح الملک القدوس آیا ہے کہ:

"آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں ساری چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں جو شہنشاہ ہے' ساری پاکیزگیوں کا مظہراتم ہے' صاحب غلبہ عظیم ہے اور صاحب حکمت کاملہ ہے۔" (۶۲-۱):

اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت "مالک الملک" قرآن مجید میں صرف ایک بار آئی ہے اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ملک کا مالک ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہی سب کا مالک ہے اور سب کچھ اسی کی ملک ہے۔

مالک الملک سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کی صفت "مالک الملک" اس طرح سے آئی ہے کہ:

"کہہ دیجئے' اے اللہ' ارض و سموات" پر محیط تمام مملکت کے مالک! (تو صاحب جلال و جبروت ہے) جسے چاہے مملکت عطا کر دے اور جس سے چاہے اس سے حکومت و اختیار چھین لے' جسے چاہے ارتقا و عروج کی لازوال عزت بخش دے اور جس کو چاہے نکبت و ادبار کی گھناؤنی پستی میں اتار دے۔ کائنات ارضی و سماوی کی ساری بھلائیاں تیرے حیطہ اختیار میں ہیں۔ اور تیری قدرت کاملہ کا سکہ پوری کائنات ہستی پر جاری ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے' اور دن کو رات میں' زندہ کو مردہ سے پیدا کرتا ہے اور مردہ کو زندہ سے اور تیری مشیت جسے چاہے مرزوقات بے نہایت بخش دیتی ہے۔" (۳:۲۶-۲۷):

اعمال و فضائل

(۱) ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق چل رہی ہے' اور اس پر صرف اور صرف اللہ ہی کی ملکیت ہے اور اسی اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت اور حکومت ہے۔

Marfat.com

لہٰذا اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا کبھی شرک کا مرتکب نہیں ہوتا اور سب کچھ اپنے پروردگار ہی سے مانگتا ہے۔

(۲) یا مالک الملک کا مسلسل ذکر کرنے والا بفضل تعالیٰ خوش حال اور دولت مند ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی تمام مشکلات دور کر دیتا ہے۔

(۳) جو شخص یا مالک الملک کا اکثر ورد کرتا ہے' اللہ اسے کامیابیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو یا رؤف کے ساتھ ملا کر پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے اور ایسے شخص میں ایک خاص جاہ و جلال بھی پیدا کر دیتا ہے۔

(۵) یا مالک الملک کا ورد کرنے والا شخص لوگوں میں معزز اور محترم ہو جاتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص اس اسم الٰہی کو ۲۱۲ بار باوضو حالت میں پڑھے تو اس پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا۔

(۷) اگر یا مالک الملک کا ورد کر کے کوئی شخص ظالم حاکم یا درشت مزاج افسر سے ملے تو وہ بھی نرم مزاج اور رحم دل ہو جاتا ہے اور اچھا سلوک کرتا ہے۔

(۸) اس اسم مبارک کے ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ عسرت سے بچائے رکھتا ہے اور سدا اس کے ذریعہ معاش کی حفاظت کرتا ہے۔

(۹) جو شخص رزق روزی میں خیر و برکت کا طالب ہو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز یا مالک الملک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص حق دار ہو تو کسی خاص منصب یا عہدے کو حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ تنہائی میں روزانہ پانچ سو بار اس اسم مبارک کا ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے۔

(۱۱) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا وساوس شیطانی سے سدا بچا رہتا ہے اور اس کی طبیعت نیکی اور بھلائی کی جانب مائل رہتی ہے۔

(۱۲) جو شخص اس اسم مبارک کو سات ہزار بار روزانہ پڑھے اور روزانہ اسے جاری رکھنے کا عزم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صاحب جاہ و حشم' غنی اور ذی وقار بنائے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی عزت اور وقار کو سدا برقرار رکھتا ہے۔

(۱۳) کسی مقدمے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے سات روز تک روزانہ اکتالیس ہزار بار اس اسم مبارک کا ورد کر کے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ مقدمے میں کامیابی دیتا ہے۔

Marfat.com

المانع

المانع ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۶۱

عدد واحد ——— ۸

المانع کا مطلب ہوتا ہے روکنے والا' منع کرنے والا' روک کر رکھنے والا۔ المانع کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ بچانے والا' روکنے اور حفاظت کرنے والا' باز رکھنے والا' اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ حسب ضرورت سختی اور جبر سے بھی کام لیتا ہے۔ اسی لیے باغیوں' سرکشوں اور حکم الٰہی نہ ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ اس طرح سے منع کر دیتا ہے جس طرح منع کرنے کا حق ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کا یہ اسم مبارک قرآن مجید میں بطور "المانع" ایک بار بھی استعمال نہیں ہوا' لیکن اس کے دیگر استعمال منع مانعتہم' یمنعو' منعک' منعہم اور منعنا وغیرہ آئے ہیں۔ لیکن ان الفاظ کا تعلق اللہ سے نہیں ہے بلکہ لفظ منع کی مختلف صورتیں ہیں۔

المانع کی مصلحتیں

المانع نے انسان کو حسب ضرورت اور حسب موقع جا بجائی

Marfat.com

برائیوں' باعث فساد و زیاں باتوں اور غیر تعمیری امور سے منع فرمایا ہے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت المانع ہی کا پر تو ہے کہ وہ بحوالہ قصہ آدم لوگوں کو باہمی مشاجرت سے منع فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں اس صورت حال کو ایک تمثیلی انداز میں "ولا تقرب ہذا الشجرۃ" میں بیان کیا ہے اور اللہ المانع نے شدت کے ساتھ مشاجرت سے روک دیا۔

یہی نہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو شرک سے منع کیا' اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت اور پیروی کرنے سے منع کیا۔ قتل و غارت' جھوٹ' فریب کاری' ظلم و ستم' حرام اور سود خوری کو بھی شدت کے ساتھ منع کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے منع کیا ہے ان کا بنیادی اور فوری فائدہ انسان کو خود ہی پہنچتا ہے۔

اللہ المانع کی یہ صفت قرآن مجید میں متعدد نواہی کی صورت میں بھی ظاہر ہوئی ہے اور اس "نہی" کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ منع کرنا' روکنا اور باز رکھنا۔ گویا اس کا یہ بھی مقصد ہوتا ہے وہ کام یا فعل نہ کیا جائے جسے اللہ المانع نے بحوالہ نواہی منع کیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی شان المانع کے اعتبار سے "فواحش اور منکر سے روکتا ہے۔" اور منکر کے معنی ہوتے ہیں عقل کی فریب کاری' چالاکی اور فریب دہی' لہٰذا اللہ المانع اس سے بھی منع فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خمر سے منع فرماتا ہے۔ اللہ زنا سے بھی منع کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کے اپنے بھلے ہی کے لیے فرمایا ہے: برائی اور گناہوں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔ اسی طرح یوں بھی ہے کہ دین کے معاملے میں سختی اور جبر سے کام نہ لو' والدین کو اف تک نہ کہو' یتیموں کے مال پاس خیانت کرنے کی نیت سے نہ جاؤ۔ فواحش کے قریب نہ جاؤ۔

اللہ المانع نے لوگوں کو لاتعداد باتوں' افعال' اعمال اور کاموں سے روک رکھا اور منع کر رکھا ہے۔ ان موانع میں اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی مفاد یا مقصد نہیں ہے بلکہ یہ ممانعتیں انسان ہی کے فائدے اور بہتری اور فلاح کے لیے ہیں۔

اعمال و فضائل

(ا) اس اسم مبارک سے انسانوں کو جو اشارہ ملتا ہے وہ یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو

Marfat.com

برائیوں سے روکے اور اچھے اعمال و افعال اپنانے پر توجہ دے۔

(۲) اگر کسی وجہ سے میاں بیوی کے مابین شکر رنجی یا خفگی ہو گئی تو اس صورت میں بیوی کو چاہیے کہ وہ "یا مانع" کا اکثر ورد کرے۔ چند ہی دن میں حالات بہتر ہو جائیں گے' اس طرح سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے غصے اور ناراضگی کو دور کر دیتا ہے۔ یہ ذکر الٰہی خاوند بھی کر سکتا ہے۔

(۳) اگر میاں بیوی دونوں "یا مانع" کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی باہمی زندگی کو پر امن' خوشحال' موانست بھری اور خوشیوں سے معمور بنائے رکھتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا سدا ورد کرنے والا دشمنوں' برائیوں' مصیبتوں' مشکلات اور مصائب سے بچا رہتا ہے۔

(۵) جو شخص اپنے دشمنوں اور حاسدوں سے بچنا چاہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر روز نماز فجر کے بعد یا مانع کا ۱۶۱ بار ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے' اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں کے غلط ارادوں اور بری چالوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۷) سکون قلبی کی دولت حاصل کرنے کے لیے اس اسم مبارک کو ہر روز ایک سو مرتبہ پڑھنا بے حد مفید ہوتا ہے۔

(۸) "یا مانع" کا ورد کرنے والا نیک سیرت بن جاتا ہے۔ گناہوں اور برائیوں سے بچا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نگاہوں کی خیانت سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

(۹) اگر کوئی زمیندار اور کسان اپنی فصلوں اور باغات کو سماوی آفات اور حشرات یا ٹڈی دل کے حملوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے کھیتوں اور باغات وغیرہ کے کناروں پر یا مانع کے ورد سے دم کیا ہوا پانی جھڑکا دے۔ وہ کھیت اور باغات آفات اور حشرات کے نقصان سے محفوظ رہیں گے۔

(۱۰) اگر کسی بچے کے والدین کو بچے پر نظر ہو جانے کا اندیشہ ہو تو سات بار "یا مانع" کسی تعویز پر لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیں نظر بد جاتی رہے گی۔

Marfat.com

المبدی

المبدی ــــــــ یہ اسم جلالی ہے۔

اعداد ــــــــ ۵۶

عدد واحد ــــــــ ۲

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ایک صفاتی نام ہے لیکن اسی صورت میں یہ قرآن مجید میں موجود نہیں آے۔ قرآن مجید میں ایک لفظ "مبدیہ" ضرور آیا ہے اور پھر اس لفظ کے افعال بھی آئے ہیں۔ بحوالہ قاموس القرآن یہ "مبدی" اصل میں "ابداء" سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں: ظاہر کرنا' پیدا کرنا' اس کے بعد ایک معنی باہر نکال دینا کے بھی ہوتے ہیں۔

مبدی' المبدی ابداء ہی کے حوالے سے مبدی کے معانی ایجاد کرنے والا اور شروع کرنے والا ہوتے ہیں۔ نیا اور انوکھا کام کرنے والا بھی اس کا مطلب ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پیدا کرنے والا' وجود میں لانے والا' ظاہر کرنے والا اور نمایاں کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ مبدی اور المبدی ابتدا کرنے والا اور دنیا بنانے والا بھی

Marfat.com

کہلاتا ہے۔ مبدی وہ پیدا کرنے والا ہوتا ہے کہ جو پہلی بار کسی چیز کو پیدا کرے۔ یعنی کسی ایسی چیز کو پیدا کرے جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے' اس لیے وہ المبدی کہلاتا ہے۔ وہی سب کو پہلی بار پیدا کرنے والا ہے اور جب دوسری بار پیدا کرے گا تو اس وقت اس کی شان المعید ہوگی۔

بعض حوالوں سے جو معنی "البدیع" کے ہیں' وہی "المبدی" کے ہیں اور اسی طرح بدع اور فطر کے معنی بھی ایک ہی سے ہیں۔ گویا المبدی اور البدیع اور الفاطر سب کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا یا پہلی بار بغیر کسی نمونے اور مثال کے پیدا کرنا۔

یہ محض اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی صفت اور خوبی ہے کہ وہ بغیر کسی مثال' نمونے اور نظیر کے پیدا کرنے والا ہے۔ اس حوالے سے اسے کسی قسم کے تعاون' کسی کی مدد یا مشورے کی بھی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔

جن معنوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ خالق' فاطر یا بدیع اور مبدی ہے' ان ہی معنوں میں کوئی بھی دوسرا ان اوصاف کا حامل نہیں ہو سکتا۔ البتہ انسان صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے بنائے ہوئے عناصر (جن کی تعداد اب ۱۲۶ تک معلوم ہو چکی ہے۔) سے نئی نئی تراکیب دے کر ان سے اور چیزیں بنانے میں عمل تخلیق میں شامل ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سب سے افضل اور سب سے بہترین خالق ہے اور اس عمل تخلیق کے حوالے سے انسان اللہ کا ایک ادنیٰ سا رفیق ہے اور اسی لیے یہ حیوانی سطح سے بلند ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ ہر شے کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس لیے اس اسم مبارک "المبدی" کی بے شمار تخلیقاتی خوبیاں' اوصاف اور برکات ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ نیکی کرنے کی کوشش کرے' اور جو نیکی اس سے رہ گئی ہو یا اس میں قصور ہوا ہو اس کو دوبارہ کرے اور المبدی کا ورد کرے' اللہ قبولیت فرماتا ہے۔

(۲) اگر حاملہ بیوی کا کسی بھی وجہ سے حمل ساقط ہونے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں

Marfat.com

اس کے خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے پیٹ پر نوے بار "یا مبدی" پڑھ کر دم کر دے' اللہ تعالیٰ اس کے حمل کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۳) اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کرنا بندے کے لیے باعث امن و سکون بن جاتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا ہر کام میں اپنے اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور ہر کام اور عمل کا آغاز کرنے میں مولا ہی کا تصور اس کے ذہن میں رہے گا۔ توکل کرنا اس شخص کی عادت بن جاتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر روز ایک ہزار بار "یا مبدی" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اللہ اسے صادق القول بنا دیتا ہے۔

(٦) اگر کسی عورت کا بار بار حمل گر جاتا ہو تو ایسی عورت کو چھلکے ہوئے سیب پر تین بار یا مبدی لکھ کر حمل قرار پانے کے ابتدائی دنوں میں کھلایا جائے تو حمل گرنے کا خدشہ کم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ حاملہ عورت خود بھی اس اسم مبارک کا ورد کرے تو بھی یہ خدشہ دور ہو جاتا ہے۔ اس اسم مبارک سے بانجھ پن کی بیماری کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

المتعال

المتعال ــــــــــ اسم جلالی ہے۔

اعداد ــــــــــ ۵۴۱

عدد واحد ــــــــــ ۱

المتعال۔ متعال اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفت کے معنی ہیں بہت ہی بزرگ و برتر‘ بہت ہی اعلیٰ صاحب علو۔ یہ ”علیٌ“ سے بنا ہے۔ یعنی مرتبے والا۔ بلندی والا اور بلندی اختیار کرنے والا بلند درجات و مراتب والا۔

متعال سے متعال ہے اور اس کے معنی بلند و با عزت کے ہیں۔ یہ لفظ تعالیٰ سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔

”المتعال“ علو سے ہے۔ یعنی پستی کی ضد ہے۔ اور علا یعلوا سے مصدر علو اور علی یعلیٰ سے علا ہے۔ اور یہ لفظ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت کے طور پر قرآن مجید میں آیا ہے جو علی سے علیٌ ہے جس کے معنی رفیع القدر ہیں اور مراد یہ ہے کہ اس سے بلند ہے کہ وصف کرنے والوں کا وصف یا عارفوں کا علم اس کا احاطہ کر سکے‘ اور تعالیٰ سے بھی یہ مراد

Marfat.com

ہے۔

المتعالی کے یہ معنی بھی لیے جاتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بجا طور پر اپنے بندوں کو عزو شرف اور بزرگی بخشتا ہے۔

کبیر المتعال قرآن مجید میں لفظ متعال (جس متعالی ہے) صرف ایک بار آیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا احاطہ علم لا محدود ہے۔

"اس سے وہ عالم الغیب والشہادۃ (پوشیدہ و ظاہر کا عالم) واقف ہے۔ وہ (کبیر المتعال) کبیر اور ہر حالت میں بلند و بالا رہنے والا ہے۔" (۱۳-۹)

اس آیت مبارکہ کی مزید تفسیر اس طرح سے ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی باتوں' اس کے علم اور اس کے منصوبوں کو اپنے محدود علم سے ناپنے کی کوشش ہمیں نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا علم تمام غائب و حاضر کا احاطہ کیے ہوئے ہے' وہ بڑی ہی عظیم ہستی ہے' اور اس کی بارگاہ بہت بلند ہے' وہ اپنے ارادوں اور اپنی سکیموں کے بھیدوں کو خود ہی جانتا ہے' دوسرے اس میں سے اتنا ہی جان سکتے ہیں' جتنا وہ ظاہر کر دے۔

وہ اللہ بلند مرتبہ ہے۔ بہ تسلسل کلام ارشاد ہوا کہ:

"یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا بھی ہے اور یہ اس لیے کہ حق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے سوا جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں' اور اللہ تعالیٰ تو بلند مرتبہ اور کبیر ہے۔" (۲۲:۶۱-۶۲)

اور اس طرح سے بھی کبیر المتعال کی شان آئی ہے کہ:

"اور یہ سب اس لیے ہے کہ پوری کائنات ارضی و سماوی میں اللہ تعالیٰ سب سے بڑی سچائی ہے' اس کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سراسر باطل ہیں۔ وہ (اللہ) بلاشبہ علو اور کبریائی میں لاثانی و بے نظیر ہے۔" (۳۱-۳۰):

پھر اسی ضمن میں یوں بھی ہے کہ:

"........ (فرشتے کہیں گے) کہ اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا ہے اور وہی عالیشان اور کبریائی والا ہے۔" (۳۴-۲۳ جزوی):

Marfat.com

اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ "بہت بلند ہے"۔ وہ علو کبیر ہے۔"(۱۷-۴۳)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس شان اور صفت کا ہر طرف واضح اظہار موجود ہے۔ ہر طرف اسی اللہ ہی کی عظمت اور بلندی ہے۔ اسی اللہ ہی کی ہر جگہ پر حکومت ہے ہر ایک پر اسی کا اختیار و تسلط ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک کا بکثرت ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔

(۲) اگر ایام حمل میں عورتیں اس اسم الٰہی کا ورد کریں تو وہ ہر طرح کی درد مصیبتوں اور تکلیفوں سے بچی رہتی ہیں۔ اور ان کا بچہ بھی محفوظ و مامون رہتا ہے۔

(۳) "یا متعالی" کا جو شخص اکثر ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو پریشانیوں سے بچاتا اور اس کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

(۴) جو عورت حمل وضع ہونے کے بعد طہارت میں آ کر یا متعالیٰ کا ورد کرنا اپنا شعار بنالے' اس کے بچے ام الصبیان کی بیماری سے محفوظ رہتے ہیں۔ حمل کے دوران میں بھی اس اسم مبارک کا ورد کرنا ام الصبیان سے بچائے رکھتا ہے۔

(۵) ہر مشکل کے حل کے لیے ہر نماز کے بعد تین سو بار اس اسم مبارک کا پڑھ لینا مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۶) یا متعالیٰ کا ورد کر کے اگر کوئی شخص بڑے حاکم یا منصب دار سے ملے تو وہ بجا طور پر عزت دیتا ہے۔

(۷) اس اسم مبارک کا ورد کرنا انسان کو متحمل مزاج' بردبار اور باحوصلہ بنا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی بحوالہ غیب بھی اکثر مدد فرماتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص کسی سخت مشکل میں پھنس جائے تو اس اسم مبارک کو نو ہزار بار ایک مجلس میں پڑھ کر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے مشکل سے نکال دیتا ہے۔

Marfat.com

المتکبر

المتکبر ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۶۶۲

عدد واحد ——— ۵

المتکبر سدا بڑا رہنے والا

متکبر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک بہت ہی عظمت' بڑائی اور کمال بزرگی والی صفت ہے۔ اس صفت کے کئی مطالب اور مفاہیم ہوتے ہیں۔ اس کے عام معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ ہی کو زیب دیتا ہے کہ وہ تکبر اور تفاخر کر سکے۔ اللہ جل شانہ عز برہانہ اس قدر جمالی' جلالی' رحمانی اور کمالات عظمیٰ والی صفات کا مالک ہے کہ ان کی موجودگی میں اور انہی کے باوصف ہر طرح کی خود پسندی اور جلال و کمال اسی کے لیے ہے۔ متکبر کے یہ معنی بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر طرح کے تکبر و تفاخر کرنے کا سزاوار ہے۔ اللہ کے اس نام حسین کے معنی کمال بزرگی رکھنے والے کے بھی ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی چونکہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ بڑائی والا ہے' اس لیے

Marfat.com

وہ خود ہی بہت بڑا ہے۔ اس لیے اسی کا حق ہے کہ ہر طرح کی شان' تکبر اسی ہی کے لیے رہے۔

متکبر کے ایک معنی جو سب سے زیادہ رائج ہیں وہ یہی ہیں کہ تکبر والا' تکبر کرنے والا' شان تکبر کا حامل۔ اس اعتبار سے ہر طرح کی عظمت اور بڑائی اسی اللہ ہی کے لیے ہے اور پھر کبریائی بھی اسی ذات باری کے ساتھ مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ زبردست بڑائی والا ہے' ہر طرح کی کبریائی اور شان بزرگی اس کے سوا کسی اور کے ساتھ قطعاً مخصوص اور منسوب ہو ہی نہیں سکتی۔

متکبر سے یہ بھی مراد ہے کہ ایسی رحمانی بڑائی کا اظہار کرنے والا کہ جو بڑائی رحمتوں اور برکتوں والی بھی ہو' اس کے اندر جلالت اور قوت بھی' سطوت و شہامت بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ کے متکبر ہونے والی صفت چونکہ دیگر صفات الملک' القدوس' السلام' المومن' المھیمن' العزیز' الجبار کے ساتھ اور انہی کے تسلسل و تواتر کے ساتھ آئی ہے۔ تو اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ جل شانہ ہر اعتبار سے بڑا ہے' اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے۔

المتکبر غیور ہے تدبر القرآن میں المتکبر کے وضاحتی معانی بتاتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

"المتکبر کے معنی ہیں اپنی بڑائی اور برتری کا احساس رکھنے والا۔ یہ احساس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے اندر ہو تو باطل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی ایسی بڑائی حاصل نہیں ہے' جو اس کی ذاتی ہو' بلکہ جس کو بھی کوئی بڑائی حاصل ہے وہ اللہ ہی کی بخشی ہوئی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے لیے تکبر زیبا ہے اور برحق ہے۔ اس لیے کہ اس کی بڑائی ذاتی اور ازلی و ابدی ہے۔ اس کے اس احساس ہی کا یہ اثر ہے کہ وہ اپنی خدائی اور بادشاہی میں کسی کی شرکت گوارا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے اس شعور کی تعبیر دوسرے آسمانی صحیفوں میں یوں کی گئی ہے کہ "تمہارا خداوند خدا غیور ہے' جس طرح تم یہ گوارا نہیں کرتے کہ تمہاری بیوی کسی غیر کی بغل میں سوئے اسی طرح وہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ اس کا بندہ کسی غیر کی بندگی کرے۔" لہٰذا قرآن نے جو مضمون لفظ متکبر سے ادا کیا ہے دوسرے آسمانی صحیفوں میں

Marfat.com

وہی مضمون غیور سے ادا کیا گیا ہے۔"

المتکبر۔ مستغنی ہے سورہ الحشر کی آیت نمبر ۲۳ میں دیگر صفات الٰہی کے ساتھ ساتھ یہ صفت "المتکبر" بھی ایک جلالی رنگ میں موجود ہے کہ:

"وہی اللہ ہے' جو بادشاہ ہے' جس پر کوئی داغ عیب نہیں ہے۔ وہ تمام عیبوں' مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے۔ وہ سب کا اور نگہبان ہے' سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کاموں کا بنانے والا ہے۔ اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے۔ اور وہ (مشرکوں کی منسوب کردہ ہر آلائش شرک سے) پاک و منزہ ہے۔ وہی اللہ ہے۔"

المتکبر۔ شان کبریائی متکبر لفظ کا مادہ (ک ب ر) ہے۔ اس کے بنیادی معنی بڑا ہونا اور بڑا ہی ہو کر رہنے والے کے ہیں۔ دیگر معنوں میں تکبر کرنے والا' گھمنڈ کرنے والا' اور المتکبر کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ خدا جو ان کاموں سے پاک ہے' جو اس کے لائق اور مناسب نہیں ہیں۔ اس کے معنی بزرگی اور بڑائی جتلانے والا بھی ہوتے ہیں۔ لفظ "متکبر" اسم فاعل واحد مذکر ہے۔

عربی مادہ "ک ب ر" سے متعدد اور بھی الفاظ بنتے ہیں۔ تکبر' کبیر' استکبار' اکبر اور تکبیر وغیرہ سب اسی مادہ سے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ تکبر اور استکبار گویا سرکشی اختیار کرنا ہیں۔

اقتدار اعلیٰ کبریائی ہے قرآن کریم کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ کائنات میں اقتدار اعلیٰ یعنی کبریائی صرف اللہ ہی کی ہے۔ اس کے قانون سے بالا کسی کا قانون نہیں۔ اسی مفہوم کے اعتبار سے اللہ المتکبر ہے۔ لہٰذا کسی انسان کے لیے یہ دعویٰ کرنا کہ اس کا حکم یا قانون خدا کے قانون سے بالا ہے استکبار ہے۔ قانون الٰہی سے سرکشی اختیار کرنا تکبر ہے اور قوانین خداوندی سے بغاوت ہے۔

اللہ کی کبریائی اللہ المتکبر کی کبریائی کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں صرف قوانین خداوندی ہی کو بالادستی اور سب پر فوقیت حاصل ہے اور یہ مومنوں کی شان اور ان کا یقین و ایمان ہوتا ہے کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ "پس حمد بے نہایت سزاوار ہے اللہ جل جلالہ کو جو سارے آسمانوں کا پروردگار ہے اور روئے زمین کا پروردگار

Marfat.com

ہے، تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں اسی کی کبریائی ہے۔ وہ صاحب غلبہ ہے صاحب حکمت بالغہ ہے۔"(۴۵:۳۶-۳۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکومت و اقتدار اور کبریائی میں کوئی شریک نہیں ہے بلکہ کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کی شراکت کا دعویٰ کرے۔

اس کے برعکس وہ لوگ یا معبودان باطل اپنے آپ کو تکبر اور استکبار کا شکار بنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اقتدار و حکومت میں ان کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہوتا۔ اسی سلسلے میں ارشاد باری اس طرح سے وضاحت کرتا ہے کہ:

"کہہ دیجئے بھلا ان شریکوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوائے (اے گمراہ لوگو تم) پکارتے ہو۔ تم نے دیکھا ہے۔؟ انہوں نے آسمانوں میں کوئی شرکت کی ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب ہدایت دی ہے، جس میں انہیں شرک پر کوئی سند ملی ہے۔ یہ ظالم تو ایک دوسرے کی فریب دہی میں لگے ہوئے ہیں۔"(۳۵-۴۰):

اللہ کبیر المتعال ہے

اللہ تعالیٰ ہی کبیر المتعال اور علی الکبیر ہے۔ وہی عالیشان اور کبریائی والا ہے۔ اس کے سوا جو کوئی اور الہ ہے وہ بے حیثیت اور ناکام ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "اور یہ سب اسی لیے ہے کہ پوری کائنات ارضی و سماوی میں اللہ سب سے بڑی سچائی ہے۔ اس کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سرا سر باطل ہیں۔ بلاشبہ وہ اللہ علو اور کبریائی میں لاثانی و بے نظیر ہے۔"(۳۱-۳۰):

خود ساختہ معبودوں کو پکارنے والوں کو اللہ تعالیٰ واشگاف الفاظ میں کئی حوالوں سے باور کرا چکا ہے کہ وہ اللہ کی خدائی اور کبریائی میں ایک ذرہ برابر بھی دسترس اور اختیار نہیں رکھتے۔ بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان کا کوئی ناصر و ظہیر نہیں ہو گا۔ پھر انہیں کسی سفارش کنندہ کی سفارش بھی کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔ اور "یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ (تو فرشتے کہیں گے) کہ اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا ہے اور وہی عالیشان اور کبریائی والا ہے۔"(۳۴-۲۳):

یہ تسلسل کلام مزید ارشاد اس طرح سے ہے کہ:

"حق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے سوا جنہیں یہ پکارتے ہیں، وہ سب باطل

Marfat.com

ہیں اور اللہ تعالیٰ تو بلند مرتبہ اور کبیر ہے۔"(۲۲-۶۲):

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ شان کبریائی ہے کہ وہ "کبیر اور ہر حالت میں بالا رہنے والا ہے۔"(۱۳-۹جزوی)اور یہ بھی کہ ارض و سما میں کبریائی صرف اسی اللہ کی ہے۔ اور مومن لوگ وہ ہوتے ہیں جو سدا اپنی بالادستی نہیں بلکہ قانون خداوندی کی برتری اور بالادستی چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک خاص تناظر میں فرمایا گیا ہے کہ "اور اللہ تعالیٰ صاحب غلبہ و صاحب حکمت کا ہی بول ہمیشہ بالا رہتا ہے۔"(۹-۴۰ جزوی)

اللہ کا ذکر اکبر ہے

کائنات کی ہر شے اس اللہ کے قوانین کے سامنے سجدہ ریز ہے' اس لیے اگر یہ باغی اور سرکش لوگ قوانین خداوندی کے سامنے جھکنے سے استکبار کرتے ہیں تو اس سے خدا کا تو کچھ نہیں بگڑتا پوری کائنات میں اسی اللہ ہی کی حاکمیت اور بالادستی ہے۔

"(ارشاد ہوا) اے رسول ﷺ جو کتاب تم پر وحی کی جاتی ہے' اسے پڑھتے رہا کرو۔ اور نماز برپا رکھو بلاشبہ نماز فحش اور ناشائستہ اعمال سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد تو معرفت الٰہی ہے اور اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑھ کر اکبر ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔"(۲۹-۴۵):

بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور کبریائی کو ماننا اور تسلیم کرنا یہ ہے کہ قانون خداوندی کو فائق اور بالادست سمجھ کر اسے انسانی معاشرہ میں عملی طور پر نافذ اور جاری کر دیا جائے۔

اعمال و فضائل

(۱) یا متکبر کا اگر کوئی اکثر ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاشرے میں عزت اور وقار بخشتا ہے اور اس کی مشکلات بھی حل کر دیتا ہے۔

(۲) عقلمند' صالح' باوقار اولاد پیدا کرنے کے لیے میاں بیوی دونوں کو چاہیے کہ اس اسم مبارک کا خاص ایام میل ملاپ اور موانست کے دور میں ذکر کرتے رہا کریں۔

(۳) اگر کسی شخص کو کسی بھی وجہ' پریشانی یا سوچ بچار کے باعث یا کسی عارضے کی وجہ سے نیند نہ آتی ہو تو اسے چاہیے کہ سونے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Marfat.com

پڑھ کر منہ کے اندر ہی دل میں ایک سو ایک بار "یا متکبر" کا ورد کرے۔ انشاء اللہ اسے اسی دوران میں نیند آ جائے گی۔

(۴) خواب پریشاں' کابوس اور ڈراؤنے خیالات سے نجات حاصل کرنے کے لیے اکتالیس بار یا متکبر کا ورد کر کے اپنے سینے پر پھونک مارنی چاہیے۔

(۵) المتکبر چونکہ عظمت و کبریائی والا ایسا اسم الٰہی ہے کہ اس میں رعونت اور فرعونیت نہیں بلکہ اس میں سراسر ایزاد جلالت ہے' اس لیے اس اسم کا ورد کرنے سے انسان کی رعونت ختم ہو جاتی ہے اور مزاج میں نرمی اور تعاون پیدا ہو جاتا ہے۔

(۶) جو شخص ہر نماز کے بعد ایک سو ایک بار یا متکبر کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں مقبول اور باوقار رکھے گا۔

(۷) اگر کوئی شخص ہر رات عشاء کی نماز کے بعد گیارہ سو بار یا متکبر کا باوضو ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی حیثیت اور مرتبہ و منصب میں بجا طور پر ترقی کر دیتا ہے۔

(۸) ہر مشکل سے نکلنے کے لیے کثرت کے ساتھ "یا متکبر" کا ورد بہرحال مشکل کشا ثابت ہوتا ہے۔

(۹) میاں بیوی دونوں اگر ہر رات "یا متکبر" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اولاد صالح اور اولاد نرینہ سے نوازتا ہے۔

(۱۰) اپنے مخاطب اور دوسرے لوگوں کے غرور اور گھمنڈ کو توڑنے کے لیے دل کے اندر بھی یا متکبر کا ورد کرنا مفید اور موثر ہوتا ہے۔

Marfat.com

المحی

المحی ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۶۸

عدد واحد ——— ۵

اس اسم مبارک کو بعض حوالوں سے جلالی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں زندہ کرنے والا' جلانے والا' زندگی بخشنے والا' حیات بخشنے والا ہے' زندگی دینے والا' لغوی اور معنوی دونوں طرح سے حیات عطا کرنے والا۔

"محی' المحی" احیاء سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ اور اس کے معنی ہوتے ہیں حیات عطا کرنے والا' زندگی کی نعمت بخشنے والا' جلا دینے والا۔ اپنی اس صفت عالی کے باعث اللہ تبارک و تعالیٰ سب کو زندگی بخشنے والا ہے' وہی زندگی بخشتا اور حیات نو بھی عطا کرتا ہے۔

حیات و ممات

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسانی تخلیق کی ابتداء طین (مٹی) سے ہوئی اور سائنس دان بھی اس پر متفق ہیں کہ ہر

Marfat.com

طرح کی زندگی کی ابتداء بے جان مادہ سے ہوئی ہے۔ لیکن یہ بے جان مادہ خود کیسے پیدا ہو گیا ہے۔ اس کا جواب بھی قرآن مجید دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاطرالسموات والارض اور بدیع السموات والارض ہے۔ اور فاطراور بدیع اسے کہتے ہیں جو کسی شے کو سب سے پہلے عدم سے وجود میں لایا ہے۔ اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ بے جان مادے کا بھی خالق ہے' اور پھر مادہ سے زندگی کی نمود کرنے والا بھی وہی ہے۔ اسی کے قانون حیاب سے زندگی کی نمو ہوتی ہے اور اسی کے قانون کے مطابق زندگی برقرار رہتی ہے۔ اور پھر قدرت کے قانون کے مطابق انسان کی طبعی زندگی ختم ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے قوموں کے عروج و زوال کو بھی حیات و ممات سے تعبیر کیا ہے گویا زمانہ عروج حیات اور عہد زوال کو موت کہا گیا ہے۔

ہر طرح کی زندگی اسی اللہ کے قانون ہی کے مطابق ملتی اور قائم رہتی ہے اور اسی کے مطابق اس کا سلسلہ زیست او جھل ہو جاتا ہے۔

اللہ زندہ کرنے والا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ اس صفت الحی سے زندگی بخشنے کے ساتھ ساتھ مردہ چیزوں کو بھی دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے۔

اس سلسلے میں سورۃ الروم میں اس طرح سے ارشاد باری ہے کہ:

> "ذرا اس رحمت مطلق کی رحمتوں کی نشانیوں کی طرف تو نظر اٹھاؤ! کہ وہ حی و قیوم غیر آباد اور ویران مردہ زمین کو کس طرح سبزی و شادابی سے زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ اسی طرح مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے۔ اس کی قدرت کاملہ تمام اشیائے کائنات پر محیط ہے۔" (۳۰-۵۰):

اس آیت مبارکہ کی شرح اس طرح سے ہے کہ اہل ایمان کی تمام امیدوں کا مرجع چونکہ آخرت ہی ہے' اس وجہ سے اس آیت میں اس دنیا کی کامیابی کے آثار کی طرف اشارہ کرنے کے بعد آخرت کی رحمت کے ظہور کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح زمین میں اس کی رحمت کے آثار دیکھتے ہو کہ وہ اس کے خشک ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ باغ و بہار کر دیتا ہے' اسی طرح وہ دوبارہ مردوں کو بھی زندہ کر دے گا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار آخرت کو جو جھٹلاتے اور اس کو محض نبی کا خواب و خیال قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اے نبی! تم ان لوگوں کی بو الفضولیوں کی پروا نہ کرو۔ خدا کی یہ

Marfat.com

عظیم رحمت ظاہر ہو کے رہے گی اور پھر یہ دشمنان دین اور حریف اس دن اپنی بد بختی و محرومی پر اپنے سر پیٹیں گے۔

حی و قیوم مردوں کو زندہ کرتا ہے

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں اس طرح سے ارشاد باری موجود ہے کہ:

"اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو مردہ اور بے کار دیکھتا ہے اور پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں (تو نشوونما کی تمام اور بھرپور توانائیاں انگڑائی لیتی ہیں) اور فصلیں ابھرتی اور پھوٹتی ہیں۔ یقیناً جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا ہے' وہی حیی و قیوم مردوں کو بھی زندہ کرے گا۔ اس کی قدرت کاملہ تمام اشیائے کائنات پر محیط ہے۔" (۴۱-۳۹):

اس آیت مبارکہ میں توحید کے بعد قیامت کی یاددہانی فرمائی ہے کہ جو لوگ قیامت کو مستبعد خیال کرتے ہیں اور وہ اس زمین میں اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کریں۔ دیکھتے ہو کہ زمین بالکل خشک' بے جان اور بے برگ و گیاہ ہوتی ہے کہ ہم اپنی عنایت سے اس پر رحمت کی گھٹا برسا دیتے ہیں' تو دیکھتے دیکھتے اس میں زندگی کی حرکت نمایاں ہو جاتی ہے' اس کی پستی میں سبزہ اور نباتات سے ابھار پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے ہر گوشے میں روئیدگی اور نشوونما کی بہار آ جاتی ہے۔

دوبارہ زندگی۔ دوسری زندگی

اللہ المحی وہ ہے کہ جو دوبارہ زندگی دیتا ہے۔ گویا اس طرح سے وہ دوسری زندگی بخشتا ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری ہے کہ:

"(ایک عظیم صداقت کے حوالے سے کفار کو چیلنج ہے کہ اے کافرو) تم اپنے خالق حقیقی کی ذات کا انکار کیسے کر سکتے ہو تم تو تھے ہی مردہ' تمہیں اس حی و قیوم نے (ایک غیر مترقبہ نعمت) نعمت حیات سے مالامال کیا۔ پھر وہ تم سے یہ نعمت لے لے گا۔ (تم پر موت طاری کر دے گا) پھر وہی تم کو زندہ کرے گا اور پھر تمہاری بازگشت اسی کی طرف ہونا ہے۔" (۲-۲۸):

ایک اور مقام پر اس طرح سے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:

"وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دو دفعہ موت اور دو دفعہ

Marfat.com

زندگی دی' ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔" (۴۰-۱۱ جزوی):

بحوالہ بعثت ثانی اللہ المحی کی دوبارہ زندگی بخشنے کی صفت کا سورۃ الاعراف میں اس حوالے سے ذکر ملتا ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) اسی ارضی کائنات میں تمہیں زندگی بسر کرنا ہے اور اسی میں تم پر موت طاری ہوگی اور پھر بعد ازاں یہیں سے بعثت ثانی ہوگی--(۷۔ ۲۵):

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندہ کیا' پھر موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ اس حوالے سے سورۃ الحج کی آیت نمبر ۶۶ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۸۱ میں سورہ الروم کی آیت نمبر ۴۰ سورۃ جاثیہ کی آیت نمبر ۲۵ اور پھر سورہ نوح کی آیت نمبر ۱۷ میں واضح طور پر بیان ملتا ہے۔ صرف ایک آیت کا ترجمہ حوالے کے طور پر دیا جاتا ہے۔

"وہ حی و قیوم ہے جو مجھ پر موت طاری کرے گا اور پھر مجھے زندگی دے گا۔" (۲۶-۸۱)

گویا وہ خدا المحی جو زمین مردہ کو از سرنو زندگی عطا کرتا ہے' وہی مردہ انسانوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا تو مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ پیدا کرنے پر بھی پوری طرح سے قادر ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک کے بے شمار فضائل اور برکات ہیں۔ اگر کسی کو کوئی درد یا رنج ہو یا کسی شے کے گم ہو جانے کا ڈر خوف ہو تو اسے چاہیے کہ اس اسم حسنہ کو سات بار پڑھ کر دعا کرے' اس طرح خوف اور خدشات جاتے رہیں گے۔

(۲) ہفت اندام کے درد کو دور کرنے کے لیے سات روز تک ایک سو سات بار روزانہ یا محی پڑھ کر دم کرنے سے انشاء اللہ وہ شخص شفایاب ہو جاتا ہے۔

(۳) "یا محی" کا مدام ذکر کرنے سے بندے کا دل زندہ ہو جاتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کرنے والا زندہ دل اور ہوشیار ہو جاتا ہے۔ عبادات الٰہی میں بھی اس کی سستی اور کاہلی ہمیشہ کے لیے جاتی رہتی ہے۔

(۵) اگر کسی شخص کے سر میں' آنکھ یا سینہ میں درد ہوتا ہو تو اس اسم کو ایک سو اکیس

Marfat.com

بار صبح و شام پڑھ کر دم کیا جائے انشاء اللہ جلد شفا ہو گی۔

(۶) اگر کسی شخص کا عبادت الٰہی سے دل مڑ چکا ہو تو ایسے مردہ دل کو زندہ کرنے کے لیے تین دن برابر روزے رکھوائیں اور ظہر کی نماز کے بعد گیارہ ہزار بار یا محی کا ورد کیا جائے۔ انشاء اللہ مردہ دل زندہ ہو جاتا ہے اور عبادت الٰہی میں لذت آنے لگتی ہے۔

(۷) اگر کسی مرض یا عارضے کی وجہ سے جسم کے کسی حصے یا عضو کے ضائع ہو جانے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں مریض کو چاہیے کہ وہ ہر روز سات بار یا محی پڑھ کر اپنے اس حصے یا عضو پر دم کرے۔ انشاء اللہ وہ نقصان سے محفوظ رہے گا اور عضو ضائع نہیں ہو گا۔

(۸) اگر کوئی شخص دوران سفر "یا محی" کا ذکر کرتا رہے' تو اللہ تعالیٰ اسے مامون و محفوظ اور ہر طرح کے نقصان سے بچائے رکھتا ہے۔

(۱۰) اس اسم مبارک کے ورد سے سیلاب' زلزلے اور آگ وغیرہ کے نقصان سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

(۱۱) اختلاج قلب کے مریضوں کے لیے فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان یا محی کا ورد کرنا بے حد مفید اور شفا بخش ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

المذل

المذل ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۷۷۰

عدد واحد ——— ۵

المذل اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غلط روش اختیار کرنے والوں کو اپنے قانون اور کلیے کے تحت ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ ان بد بخت لوگوں کے لیے دنیا میں بھی خواری، ندامت اور ذلالت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے ذلت اور خواری ہی ہو گی۔

قرآن مجید میں ذلت کے مقابلے میں لفظ عزت آیا ہے۔ اس لفظ ذلت کے معنی ہوتے ہیں، ہر قسم کی پستی، زبوں حالی، محتاجی، زبردستی اور محکومیت اور اس اعتبار سے وہ لوگ جو قوانین خداوندی کے خلاف چلتے ہیں اور غلط راہ اختیار کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ اپنے قانون و قاعدہ کے تحت ذلت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

المذل۔ ذلت اور خواری دیتا ہے

وہ لوگ کہ جو اپنی من مانیاں کر کے راہ مستقیم

Marfat.com

سے ہٹ جاتے ہیں' ان کو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کے تحت ذلت اور خواری کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیتا ہے۔ ان پر اپنا غضب نازل کرتا ہے اور انہیں زبوں حالی' زبردستی اور محکومیت کی ذلالتوں اور آزمائشوں میں مبتلا کیے رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس جلالی صفت کے باعث مغرور' متکبر اور گھمنڈ کے مارے ہوئے ظالم لوگوں کو بھی قعر ضلالت و منزلت میں گرائے رکھتا ہے۔ جو قوم یا جو شخص قوانین الٰہی سے سرکشی کرتا ہے' اپنے ہی کسی زعم میں شرک اور کفر سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ "المذل" اسے ذلت آشنا کر دیتا ہے اور جان لینا چاہیے کہ المذل جسے ذلت سے ہمکنار کرتا ہے۔ اسے کوئی معزز اور صاحب عزت نہیں بنا سکتا۔ کسی شخص' گروہ یا قوم کو اللہ المذل کا ذلیل کرنا بہت بڑا عذاب ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہمیں بتاتا ہے کہ وہ لوگ جو منافقانہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں' ان کے لیے تو دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ہوتی ہے اور پھر قیامت کے روز ان کے لیے ذلت آمیز عذاب ہو گا۔ اور پھر وہ لوگ کہ جو غلط راہوں پر چلتے ہیں جب وہ جماعت مومنین کے سامنے ہوں گے اور برسرپیکار ہوں گے تو "اول تو وہ دم دبا کر بھاگ جائیں گے اور انہیں کہیں بھی نصرت نہیں ملے گی۔ وہ جہاں بھی پائے جائیں گے۔ ان پر ذلت کی مار ہو گی۔" (۳-۱۱۱):

اسی طرح وہ لوگ جو نظام خداوندی کے نفاذ کی راہ میں حارج ہوتے رہے' اور جو اس نظام سے بغاوت کرتے رہے' ان کے لیے تو دنیاوی زندگی بھی ذلت آمیز ہو گئی اور آخرت میں بھی انہیں نامراد ہی قرار دے دیا گیا:

"ان کے لیے تو دنیاوی رسوائی اور ذلت ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے بہت بڑا ذلت آمیر عذاب ہے۔" (۵-۳۳ جزوی)

ذلیل لوگوں کے لیے ذلیل عذاب

نظام خداوندی کی راہ میں جو بدسگال اور کج روش لوگ رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے خلاف نبرد آزما ہوتے ہیں' اللہ انہیں کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔

"ارشاد ہوا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف صف آرا ہیں' وہ

Marfat.com

اسی طرح ذلیل کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے منکرین حق ذلیل کیے گئے تھے۔ ہم نے تو واضح آیات نازل کر دی ہیں اور کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔" (۵۸-۵)

اسی مد میں اس سے بھی زیادہ شدومد کے ساتھ آیا ہے کہ:

"بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں' یہی لوگ سب سے زیادہ ذلیل (اذلین) ہیں۔" (۵۸-۲۰):

قرآن مجید نے ایسے لوگوں کے لیے لفظ "اذلین" استعمال کیا ہے۔ اس اذلین کا مطلب ہوتا ہے ذلیل ترین لوگ۔ شدید ذلیل افراد' ذلالت میں بہت ہی ارذل درجے پر چلے جانے والے لوگ۔ اور یاد رہے ان لوگوں کو اس مقام ارذل پر پہنچانے والا خدائے المذل ہے۔

اللہ کے بارے میں جھگڑنے والے

ذات باری تعالیٰ کہ جس کی ایک صفت "المذل" ہے' اس کے بارے میں جو لوگ بغیر علم کے اور دلائل سے عاری باتیں کرتے اور جھگڑتے ہیں' ان کے لیے بھی اللہ المذل کی جانب سے شدید ذلت آمیز عذاب کی نوید ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"جو شخص علم' دلیل اور کتاب منیر سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں مجادلہ کرتا ہے۔ حق سے اعراض کرتا ہے تاکہ لوگوں کو راہ حق سے بھکائے۔ ایسے بدبخت انسان کے لیے دنیا میں ذلت اور رسوائی اور قیامت کے دن "عذاب الحریق" یعنی جلانے والا عذاب ہو گا۔" (۲۲:۸-۹):

اللہ اور رسول کے مخالفین کے لیے ذلیل عذاب ہے۔

نفاذ نظام اسلام کی مخالفت میں اور وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں دین و دنیا کی خرابیاں' خواریاں اور ذلت آمیز عذاب ہے۔ ارشاد باری ہے کہ:

"کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول سے مقابلہ

Marfat.com

کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی ذلت آمیز آگ تیار ہے' جس میں وہ جلتا رہے گا- یہ بڑی رسوائی ہو گی-" (۹-۶۴):

ذلالت جن کا مقدر ہو گی

وہ لوگ جو اپنی زندگی میں راہ راست سے ہٹے رہے اور قانون خداوندی کی مخالفت کرتے رہے' ان کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ روز قیامت ان کی کیفیت دیدنی ہو گی:

"اور تم ان کو دیکھو گے کہ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے۔ وہ ذلت سے عاجزی کرتے ہوئے چھپی اور نیچی نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے-" (۴۲-۴۵)

اس کے بعد ایک اور مقام پر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جب سخت وقت آ پڑے گا اور لوگ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو (یہ کافر سجدہ) نہ کر سکیں گے- ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ذلت ان پر چھائی ہو گی' لیکن دنیا میں جب ان کو سجدے کی طرف سے بلایا جاتا تھا اور اس وقت یہ صحیح سالم تھے مگر انکار کرتے تھے-" (۶۸-۴۲-۴۳):

اللہ کا قانون

اللہ تعالیٰ جو المذل' کی جلالی شان بھی رکھتا ہے' وہ اپنے قانون کے تحت بے راہ رو' مخالف' سرکش' منکر اور منشا' ایزدی کے خلاف جانے والوں کو ذلیل و خوار کرتا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ جنہیں اللہ المذل' ذلیل کر دیتا ہے' اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے- ایک ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے کہ:

"کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے' اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان' سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں- اور بہت سے انسان ایسے بھی ہیں کہ (نافرمانی کی وجہ سے) عذاب کے مستحق ہو گئے- اور جس کو اللہ ذلیل کرے گا تو پھر کوئی اس کو عزت دینے والا نہیں' وہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے-" (۲۲-۱۸):

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں پر کہ جو مغضوب ہوتے ہیں' انہیں بد سے بد تر درجے پر پہنچا دیتا ہے' ایسے لوگ تو راہ راست سے سب سے زیادہ ہٹے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ

Marfat.com

دنیا اور زندگی میں وہ طاغوت کی بندگی کرتے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اس طرح کے گمراہ' فاسق کافر اور منکر لوگوں کو اذیت ناک اور ذلت آمیز عذاب دیتا ہے۔ اسی عذاب ذلیل کے تحت اپنے قانون و قاعدے سے ان میں سے کتنوں کو بندر اور کتنوں کو سور بنا چکا ہے۔ لہٰذا ذلیل لوگوں کے لیے اللہ المذل بدتر انجام ہی مقدر کر دیتا ہے۔ اس طرح کے لوگوں کے لیے "اللہ المذل" کی جانب سے بدتر درجے ہوتے ہیں۔ جو ان لوگوں نے گویا خود کمائے ہوئے ہوتے ہیں۔

ناپاکی اور ذلت

وہ لوگ جو انکار حق کے منکر ہوتے رہے' وہ ایمان سے دور رہے' وہ طرح طرح کے مطالبات کرتے رہے۔ حجت بازیوں اور مکاریوں سے کام لیتے رہے ایسے لوگوں کے بارے میں اس "اللہ المذل" نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہ ان کے لیے ذلت آمیز عذاب اور جلانے والی آگ کا عذاب ہے۔ ان لوگوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:

> "جو لوگ انکار حق کے جرم کے مرتکب ہوئے' عنقریب ان کو اللہ کے پاس پہنچ کر ذلت نصیب ہو گی اور ذلت آمیز عذاب بھی' ان مکاریوں کی پاداش میں جو وہ کرتے رہے ہیں۔" (۶-۱۲۴):

اسی سورہ الانعام کی آیت نمبر۱۲۵ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یوں بھی فرایا ہے کہ جو لوگ حق سے فرار اور نفرت کرنے والے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر ذلت اور ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔ اور یہ صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

ذلت کمانے والے لوگ

عزت اور ذلت دینے والا قانون سب لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے موجود ہے اور وہ ہمہ وقت بر سر عمل رہتا ہے۔ اس لیے جس کا جی چاہتا ہے' وہ ذلت کما لیتا ہے اور جس کا جی چاہتا ہے عزت کما لیتا ہے۔ اسی قانون و قاعدہ کی جانب سورہ آل عمران آیت نمبر۲۶ میں بڑی وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ اللہ کا قانون و قاعدہ مشیت حق کے تحت سرگرم عمل ہے۔ اس ساری صورت حال کے باوجود اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کو سدا دارالسلام ہی کی جانب بلاتا ہے' اسی مقصد کے لیے:

Marfat.com

"وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے (اس کا قانون تو یہ ہے) کہ جن لوگوں نے (دنیا میں) بھلائی کی ان کے لیے آخرت میں بھی ویسی ہی بھلائی ہے' اور (اس سے کچھ) بڑھ کر (بھی) اور گنہگاروں کی (طرح) ان کے چہروں پر نہ تو کلونس چھائی ہو گی اور نہ ذلت۔ یہی لوگ ہیں جنتی۔ ہمیشہ جنت میں رہنے والے اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے' اور اس کے علاوہ ان کے چہروں پر ذلت چھائی ہو گی۔" (۱۰:۲۵-۲۶ جزوی)

اللہ المذل وہ ہستی ہے جو ذلت کے طلب گاروں کو اپنے قاعدہ قانون کے مطابق ذلت بخش دیتا ہے کفر' انکار' شرک اور منافقت کرنے والوں اور حق کی پیروی سے دور رہنے والوں کو بہرصورت ذلیل' زبوں' خوار اور پست اور زیر دست بنا کر رکھ دیتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا دشمنوں اور بدسگالوں سے محفوظ رہتا ہے۔ دشمن کے شر سے بھی وہ بچا رہتا ہے۔

(۲) جو شخص اکثر "یامذل" کا ورد وظیفہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پناہ میں رکھتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص جمعے سے جمعے تک ہر روز ایک سو ایک بار یا "یامذل" کا ورد کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ حاسدوں کی ایذا رسانیوں سے بچائے رکھتا ہے' اور موذی جانوروں سے بھی اس شخص کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۴) متکبر اور مغرور لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے اگر کوئی شخص سات بار "یا مذل کل جبار عنید" پڑھ کر ایک ہزار بار "یامذل" پڑھ کر اللہ سے دعا کرے تو وہ مغرور شخص غرور اور تکبر سے نکل جائے گا۔

(۵) بچوں میں بیماری "ام الصبیان" (یعنی ایک طرح کی مرگی) کا علاج کرنے کے لیے کسی تعویز پر یامذل لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیں۔ ایک مدت کے بعد یہ بیماری جاتی رہے گی۔

(۶) اگر کوئی نمازی شخص جمعہ یا پیر کی رات نماز مغرب کے بعد ایک سو چالیس بار اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو ایسے شخص کو اللہ صاحب عزت بنا دیتا

Marfat.com

ہے اور اس کے دل کو بھی تقویت بخشتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ہر روز صرف چند بار اس اسم مبارک کو کسی بھی وقت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے شیاطین کے شر سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کی جانب اس کے رجحان کو بڑھا دیتا ہے۔

(۸) جو شخص صاحب عمل ہو اور نمازی بھی ہو' اگر وہ کسی آسیب زدہ مرد و زن کو "یا مذل" کا ورد کر کے دم کر دے تو وہ آسیب جاتا رہتا ہے۔

Marfat.com

المصور

المصور	———	اسم جلالی ہے۔
اعداد	———	۳۳۶
عدد واحد	———	۳

المصور کا بنیادی مطلب ہوتا ہے اپنی تخلیقات کی صورتیں بنانے والا ہے۔ مفسرین بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نظام تخلیق ایک بڑا ہی مربوط اور مرحلہ وار تخلیقی اور ارتقائی نظام ہے۔

اس سلسلے میں سورۃ الحشر میں بحوالہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی تین صفات اکٹھی اور باہم آئی ہیں۔ یعنی "ھو اللہ الخالق الباری المصور" یعنی اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو تخلیق کا منصوبہ اور پروگرام بناتی ہے۔ پھر وہ الباری یعنی نافذ کرنے والی بابرکات ذات ہے۔ اور آخر میں اپنے منصوبے کے مطابق المصور یعنی وہ ذات اقدس تصویر بنانے والی اور صورت گری کرنے والی بھی ہے۔ گویا اس طرح المصور اس شے کو تخلیق کرنے کے بعد آخری اور مکمل صورت تک پہنچا دیتا ہے۔

Marfat.com

تخلیق کا تیسرا مرحلہ

اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی تخلیق کے تین مرحلے بحوالہ الخالق' الباری' اور المصور ہمارے سامنے آتے ہیں۔ پہلا مرحلہ خلق' کا ہوتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ ایک خاکہ اور ڈیزائن بناتا ہے۔ اور پھر دوسرے مرحلے میں اللہ اس چیز کو اپنی خاص قدرت سے وجود میں لاتا ہے۔ اس مرحلہ تخلیق کو "برء" کہا جاتا ہے۔ اور پھر آخری حتمی مرحلہ تصویر بنائے یا صورت گری کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کو تخلیق کے تینوں مراحل میں سے گزارتا ہوا اسے پایہ تکمیل اور پایہ تخلیق تک پہنچاتا ہے' یوں اللہ خالق مالک کی ہر تخلیق ایک احسن صورت میں سامنے آتی ہے۔

عظیم مصور

"المصور" وہ ذات باری ہے کہ جس نے تمام موجودات کی تصویر بنائی اور انہیں ایک ترتیب دی۔ گویا المصور وہ بھی ہے کہ جو ہر چیز کو خاص صورت او علیحدہ شناخت اور حقیقت عطا کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تخلیقات لاتعداد اور بے حد و حساب ہیں اوران کے اندر اختلاف اور کثرت کے اس کی تمیز بھی رکھی ہوئی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ایسا مہتمم بالشان اور ذی شان خالق' باری اور پھر مصور یعنی صورتیں بخشنے والا ہے کہ اس نے لاکھوں کروڑوں مخلوقات پیدا کی ہیں اور انہیں تمیز اور شناخت کے لیے جداگانہ صورت اور شخصیت بھی بخشی ہے۔ یہ اس مصور لایزال کا کمال ہے کہ اس نے کسی ایک جنس' نسل یا نوع کی تخلیق کے اندر بھی باہمی امتیاز اور شناخت پیدا کر رکھی ہے۔

تخلیقات الٰہی میں صرف انسان ہی کی مثال دیکھیے اربوں انسان موجود ہیں اور اربوں انسان' ہو گزرے ہیں لیکن ہرایک انسان ہردوسرے انسان سے مختلف بھی ہوتا ہے لیکن اپنی صورت میں کامل بھی ہوتا ہے۔ اس طرح کا امتیاز دنیا کا کوئی مصور پیدا نہیں کر سکتا۔

مختلف صورتیں بنانے والا۔

المصور' اللہ سبحانہ' و تعالیٰ کا ایک حسین اور حسن بخشنے والا اسم حسنہ ہے۔ اللہ المصور مادہ سے یا پھر مادہ اور روح کی مختلف ترکیبوں سے مختلف صورتیں بناتا ہے۔ آریہ سماجی فلسفی اللہ تعالیٰ کو صرف المصور مانتے ہیں اور اس کے مادہ اور روح کا خالق ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

سورہ آل عمران میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسی نظام تخلیق کے حوالے سے اور

Marfat.com

صفت المصور کو بالخصوص واضح کرنے کے لیے بتایا گیا ہے کہ:

”وہی ارحام میں (ماؤں کے ارحام میں شکم مادر میں ہی) تمہاری‘ جس طرح اس کی مشیت ہوتی ہے‘ صورت گری فرما دیتا ہے۔“(۳-۶ جزوی)

گویا اللہ المصور وہ ہے کہ جو اپنی مرضی اور مشیت کے ساتھ جس طرح کی بھی چاہتا ہے صورت سازی فرماتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ”ھو الذی یصورکم“ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں ”یصور“ تصویر بنانے کے کام کے لیے ہے۔ اور صورت وہ ہے جس سے کسی چیز کے عین کا نقش ہوتا ہے‘ اور اس کی وجہ سے وہ دوسری اشیاء سے الگ ہوتی ہے اور پھر یہ دو طرح پر ہے۔ ایک محسوس جسے خاص و عام بلکہ حیوان بھی پہچان سکتے ہیں اور دوسرے معقول جسے صرف خواص ہی پہچان سکتے ہیں۔ جیسے وہ صورت جس سے انسان مخصوص ہے‘ یعنی عقل اور رویہ اور وہ معانی جن سے ایک شے دوسری سے مخصوص ہوتی ہے۔ اور امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے انسان کی صورت بنانے کا ذکر ہوتا ہے وہاں یہ دونوں صورتیں مراد ہوتی ہیں۔

انسان کی صورت ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

”ان اللہ خلق ادم علی صورتہ“۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ اس حدیث میں بقول امام راغب وہ صورت مراد ہے جس سے انسان مخصوص ہے‘ یعنی وہ ہیئت جس کا ادراک آنکھ اور عقل سے ہوتا ہے‘ اور جس سے انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت ہے۔ اور صورت کی ضمیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تشبیہ کے لیے نہیں یا اس کے لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی صورت ہے بلکہ علی سبیل الملک ہے۔ یعنی اس کی ملک ہونے کے لحاظ ہے۔

بہترین صورت عطا کرنے والا اللہ کس طرح کا مصور ہے اور وہ کس طرح کی حسین اور بہترین صورتیں بناتا ہے‘ اس سلسلے میں قرآن مجید میں اس طرح سے ارشادات موجود ہیں کہ:

Marfat.com

"وہ ذات اللہ تعالیٰ کی تو ہے جس نے روئے زمین کو تمہارے لیے جائے قراء بنا دیا اور بلندیوں کو عمارت عافیت' تمہاری صورتیں بنائیں تو کتنی اچھی صورت گری کی اور پھر تمہیں پاکیزہ مرزوقات حیات بخشیں وہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے۔ اس پروردگار عالم کی ذات بڑی بابرکت ہے۔" (۴۰-۶۴):

اس آیت کی تفسیر میں یوں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آراستہ و پیراستہ گھر تیار کر کے اس میں تم کو وجود بخشا پھر تمہاری صورت گری کی۔ اس صورت گری میں بھی تمہارے اوپر یہ خاص فضل فرمایا کہ اس دنیا کی دوسری مخلوقات کے مقابل میں تمہاری صورت نہایت اچھی بنائی۔

قرآن مجید میں اس مضمون کو سورۃ التین میں یوں بھی بتایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم کے ساتھ بنایا۔ اس سے بھی مراد یہی ہے کہ تخلیق انسانی میں مادی و معنوی قوتوں اور صلاحیتوں کی نہایت اعلیٰ تشکیل و ترتیب بھی ہے' جن کی بدولت انسان کو اس دنیا کی دوسری مخلوقات پر برتری حاصل ہوئی۔

مصوری کے حسین پیکر

سورۃ التغابن میں بھی بتایا گیا ہے کہ "صورکم فاحسن صورکم" مصوری کے حسین پیکر ہیں۔ ایک پوری آیت مبارکہ اس طرح سے ہے کہ:

"اس خدائے المصور نے آسمانوں اور زمین کو اپنی مصلحت سے ٹھیک ٹھیک اور صحیح اندازے سے خلق کیا اور تمہاری صورت گری کی تو اس نفاست سے کہ تم حسین حسین پیکروں میں ڈھل گئے۔ اور پھر تمہاری بازگشت بھی اسی کی طرف ہے۔" (۶۴۔ ۳):

بہرصورت اللہ خالق' الباری المصور کے کارخانہ تخلیق و ارتقاء میں صورت گری کو بڑی ہی اہمیت دی گئی ہے' اور اللہ کی یہی صفت المصور کہلاتی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) "یا مصور" کا ورد کرنا انسانی فکر و ادراک میں حسن و خیر کا اضافہ کرتا ہے۔

Marfat.com

(۲) عورتیں اگر اس اسم مبارک کا ورد کرنا معمول بنالیں تو اللہ تعالیٰ ان کے حسن و جمال کو بڑھا دیتا ہے اور انہیں ہر طرح سے بحال اور برقرار بھی رکھتا ہے۔

(۳) اگر کوئی عورت بانجھ ہو یا بچہ جننے کی نعمت کھو رہی ہو تو ایسی عورت کو چاہیے کہ وہ یا مصور سے دم کیے ہوئے پانی سے سات دن تک روزے افطار کرے۔ یہ پانی دم کرنے کے لیے کوئی نیک مرد اکیس بار یا مصور پڑھ کر پھونک مارے۔ اس طرح کا دم کیا ہوا پانی شفا بخش بھی ہوتا ہے اولاد نرینہ پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔

(۴) جو شخص ''یا مصور'' کا روزانہ ورد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات دور فرما دیتا ہے۔

(۵) یا مصور کا بکثرت ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ خوش حال اور خوش خصال بنا دیتا ہے۔

(۶) جو شخص مغرب کی نماز کے بعد ہر روز اکیس بار اس اسم مبارک کا ورد کرے اللہ اس کے ایمان و ایقان کو مضبوط اور پختہ کر دیتا ہے۔

(۷) اگر کسی خاندان میں کوئی فرد غائب ہو جائے تو اس کے لواحقین کو چاہیے کہ وہ سات دن تک ہر روز پانچ ہزار بار ''یا مصور'' کا ورد کر کے دعا مانگیں' تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ غائب واپس آ جائے گا۔ اس خاندان کی مشکلات بھی حل ہو جائیں گی اور مقدمات وغیرہ میں بھی کامیابی ہو گی۔

(۸) اگر کوئی عامل شخص ۳۳۶ بار اس اسم جلالی کو پڑھ کر پانی دم کر دے تو اس طرح کا پانی شفا بخش' حسن افزا اور سکون حیات میں اضافہ کرنے کا موجب بنتا ہے۔

(۹) عام معمولی بیماریوں مثلاً سر درد' کمر درد اور آشوب شکم میں یا مصور پڑھ کر دم کرنا مفید ہوتا ہے۔ یا اکتالیس بار اس اسم کا ورد کر کے پانی پر پھونک مار کر اس پانی کا دو تین بار پینا بھی مفید اور شافی ہوتا ہے۔

Marfat.com

المعز

المعز ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۱۷

عدد واحد ——— ۹

المعز پروردگار کی لوگوں کو عزت بخشنے والی ایک خاص صفت ہے۔ اللہ المعز سب پر غالب ہے اور سب کو عزت دیتا ہے۔ اللہ وقار اور اعزاز بخشتا ہے۔ المعز جو خود بھی بے حد صاحب عزو جاہ ہے اور سب پر غالب اور فائق ہے وہی اپنے بندوں کو عزت بخشتا ہے۔ حرمت دیتا ہے' اللہ ہی سب کو بزرگی عطا کرتا ہے۔ رتبہ دیتا ہے اور آبرو بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو توقیر اور شرف بخشتا ہے۔

"عزت" کا مفہوم عربی زبان میں اردو کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہے۔ اردو میں عزت محض احترام اور قدرو منزلت کے معنی میں آتا ہے' مگر عربی میں عزت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی بلند اور محفوظ حیثیت حاصل ہو جائے کہ کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ عزت بہر ضورت "ناقابل ہتک حرمت" کے ہم معنی ہے۔

Marfat.com

المعزسب سے بڑا صاحب عزت

اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے زیادہ بزرگی اور عزو جاہ والا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی اور صاحب عزت نہیں ہے۔ وہ اس قدر جاہ و عزت والا ہے کہ وہ سب پر قادر اور غالب بھی ہے' وہ اس طرح کا المعز ہے کہ وہ یکتا اور کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ اس صفت الٰہی میں ہر طرح کی عزو جاہ' شرف' وقار' شان و شوکت' جلالت الٰہی بھی شامل ہے۔ اسی شان عزیزی کے حوالے ہی سے وہ جنہیں چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے عزت اور وقار بخشتا ہے۔ لوگوں کو ایسی لازوال تحریم اور حرمت بخشتا ہے کہ اس کا کوئی اور مقابلہ و موازنہ ہی نہیں کر سکتا۔

اللہ ہی عزت دیتا ہے

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑے ہی واضح اور بلیغ انداز میں اس کی وضاحت فرمائی ہے اور کئی حوالوں سے جامع اوصاف کا اس طرح سے اظہار کیا گیا ہے:

"کہو! خدایا! ملک اور سارے ملکوں کے مالک' تو جسے چاہے' حکومت دے اور جس سے چاہے' چھین لے جسے چاہے' عزت بخشے اور جس کو چاہے' ذلیل کر دے' بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (۳-۲۶):

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ جب اپنے اردگرد دیکھتا ہے کہ اس دنیا میں کئی لوگ مفلس اور تہی داماں ہوتے ہیں اور برعکس ان کے کئی لوگ ہر طرح کی فراوانیوں اور بے شمار افراط کے سایوں میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح کئی لوگ فقرو فاقہ اور مصائب میں گھرے ہوتے ہیں۔ لیکن کئی لوگ متعدد نعمتوں سے فیض یاب ہو رہے ہوتے ہیں۔ بعینہٖ متعدد لوگ معزز اور صاحب عزت ہوتے اور متعدد افراد اس عزت اور حرمت سے محروم ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ ذلت آمیزی کا شکار ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے کے دل میں قدرتی طور پر ایک عجیب حسرت آمیز استفہام گردش کرنے لگتا ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی استفہام ہی کا جواب ایک نہایت لطیف پیرائے میں دیا ہے' اس سے زیادہ لطافت کا اور بلاغت کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کے اختیار اور دسترس میں ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے' عزت بخش دیتا ہے اور اسے لوگوں میں معزز بنا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے' اسے اس اعزاز اور وقار سے محروم کر کے قعر مذلت میں گرا دیتا ہے۔

Marfat.com

یہ سارا اللہ تعالیٰ ہی کا نظام ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس اعزاز اور توقیر کا کون اور کون کس قدر حق دار ہے اور کون اس اعزاز اور شرف کے ہرگز لائق نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اپنی سنت اور قوانین حق ہی کے مطابق بروئے عمل لاتا ہے۔ اور پھر اسی کو اپنی مرضی کے مطابق لاگو اور نافذ کر دیتا ہے۔

عزت اللہ کے قانون کے مطابق ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ انسان جب فصلیں اگانے کے لیے بیج کو مٹی میں دباتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقرر کردہ قانون اور قاعدے کے مطابق اس بیج کو نمو بخش کر کے اسے ایک سلائی نما کونپل سے پودا اور پھر پودے سے مزید اپنے قانون و قاعدے کے مطابق مکمل پرداخت دے کر بارور بھی کر دیتا ہے۔ گویا اگر دیگر احوال' امور اور لوازم ساز گار ہوں' یعنی زمین کے اندر مناسب ضروری رطوبت' گرمی' سردی' روشنی' اور زرخیزی ہو تو وہاں پر اللہ کا قانون اور کلیہ بہر صورت وارد ہو کر رہتا ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہوتی کہ اس بیج کو بونے والا کوئی مشرک ہے' یا کافر ہے' یا ملحد ہے یا موحد اور مومن ہے۔ اللہ کے بنائے ہوئے اس قانون اور قاعدے کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اور وہ بیج اللہ کے قانون و قاعدے کے مطابق اپنے عروج اور کمال تک پہنچ کر ہی رہتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی کے تحت ہوتا ہے۔

بعینہٖ اسی طرح کا قانون خداوندی اور کلیہ قاعدہ پوری کائنات میں کار فرما ہے کہ کوئی انسان اپنے عمل و سعی سے ذلت کما لے یا عزت حاصل کر لے' لیکن یہ سب کچھ اسی اللہ ہی کے قانون اور قاعدے کے مطابق ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح کہ اگر کوئی زمین کے اندر گندم بوتا ہے تو اس بیج سے گندم ہی پیدا ہوتی ہے اور اگر کوئی ببول کا بیج بوتا ہے تو اس بیج سے لمبے لمبے کانٹوں والا ببول ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ پیدا ہونے کا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے قانون اور قاعدے کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

انسان کو اس دنیا کے اندر بھی اس کے اعمال کا نتیجہ اس کے مطابق ہی ملتا رہتا ہے۔ یہی گویا نظام مکافات ہے۔ ہر چیز کا عمل کے مطابق ہی نتیجہ حاصل ہوتا ہے اس۔ اعتبار یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے قانون مشیت کے عین مطابق ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ انہیں اللہ کا قانون عزت عطا کرتا ہے لیکن وہ جو اس قانون خداوندی کی

Marfat.com

خلاف ورزی کرتے ہیں‘ ان کے لیے ذلت اور خواری ہوتی ہے۔

اسی حوالے سے بڑا واضح ارشاد باری ہے کہ:

”نیکو کاروں کے لیے نیک بدلہ ہے۔ مزید برآں نہ تو وہ روسیاہ ہوں گے نہ رسوا۔ یہ اہل بہشت ہیں اور اس میں رہیں گے۔ جن لوگوں نے برے کام کیے‘ تو برائی کا بدلہ برائی ہی ہو گا‘ ان پر ذلت چھائی ہو گی۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے کوئی بچانے والا نہیں۔ گویا ان کے چہروں پر اندھیری کے ٹکڑے اوڑھا دیئے گئے ہیں۔“ (۱۰:۲۶۔۲۷):

عزت اللہ کے ہی لیے ہے

شاید یہ انسانی فطرت میں ہے کہ وہ اس غلط فہمی میں ہے کہ اسے لوگ عزت دے سکتے ہیں یا وہ لوگ جو صاحب اختیار ہیں یا منصب دار ہیں یا جن کے یہاں افرادی قوت زیادہ ہے‘ اس طرح کے جتھے دار عزت دینے کا موجب بن سکتے ہیں۔ لیکن صورت حال یکسر اس سے مختلف ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اس حیثیت میں ہے ہی نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو کوئی عزت دے سکے۔ اسی طرح کے ایک پس منظر میں فرمان الٰہی اس طرح سے ہے کہ:

”اور (اے پیغمبر!) تم منافقوں کو اس امر کی خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے تو آخرت میں دردناک عذاب ہے‘ اور جو منافق جن کی حالت یہ ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے پھرتے ہیں‘ کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں کافروں کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔“ (۴:۱۳۸-۱۳۹):

عزت دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اپنے دوستوں کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حضور نبی ﷺ سے ان کی جہد مسلسل میں استقامت اور صبر کے حوالے سے بشارت دیتا ہے کہ:

”سنو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں‘ انہیں نہ تو کسی طرح کا خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے‘ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور برائیوں سے بچتے رہے‘ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی کامرانی و سعادت کی بشارت ہے اور آخرت

Marfat.com

کی زندگی میں بھی' کلمات اللہ تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔
اور اے پیغمبر تمہیں ان منکرین حق کی باتیں رنجیدہ نہ کریں۔ عزت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے' (وہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے) وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔" (۱۰:۶۲-۶۵):

عزت اور کلمات طیبہ

ایک بار پھر اللہ تبارک و تعالیٰ جس کی صفت "المعز" ہے سورۃ الفاطر میں یوں فرماتا ہے۔ کہ:

"جو کوئی عزت چاہتا ہو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کی ہے' اس کی طرف جو کلام چڑھتا ہے وہ صرف کلمات طیبہ یعنی پاکیزہ باتیں اور قول ہیں۔ اور عمل صالح ان کو بلند کرتا ہے۔" (۳۵:۱۰):

اس آیت مبارکہ کی شرح میں یوں بتایا جاتا ہے کہ حقیقی اور پائیدار عزت جو دنیا سے لے کر عقبیٰ تک کبھی ذلت آشنا اور زوال پذیر نہیں ہو سکتی' صرف اللہ کی عبادت ہی سے میسر آ سکتی ہے۔ اگر بندہ اپنے پروردگار کا ہو جائے تو وہ عزت مل جاتی ہے اور اگر اس اللہ سے منہ موڑ لیا جائے تو پھر ذلت اور خواری کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے اور خبیث اور مفسدوں کے اقوال کو کبھی عروج نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے ہاں صرف وہ قول عروج پاتا ہے جو پاکیزہ ہو' جو سچا ہو' جو حقیقت پر مبنی ہو اور جس میں نیک نیتی کے ساتھ ایک صالح عقیدے اور ایک صحیح طرز فکر کی ترجمانی کی گئی ہو۔ صالح عمل قول کی پاکیزگی کو سرعت اور حرکت بخشتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید قول صالح اور عمل صالح کو لازم و ملزوم قرار دیتا ہے۔

اس تناظر میں ہر طرح کی عزت اور شرف صرف اور صرف اللہ المعز ہی سے طلب کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی سے اصلی عزت میسر آتی ہے۔ تمام عزتوں کا مالک وہی ہے۔ جس کسی کو عزت ملی یا ملے گی اسی کے خزانے سے ملی ہے یا ملے گی۔

جس کسی کو بھی اس دنیا میں یا عقبیٰ میں عزت و آبرو کی طلب ہے وہ جان لے کہ کائنات ہستی کی تمام عزت و آبرو اللہ عزوجل ہی کے لیے ہے۔ اس کے بعد عزت سب اللہ' اس کے رسول اور جماعت مومنین کے لیے ہے۔ (۶۳-۸): اور پھر یوں بھی ہے کہ:

"(نسب اور قبائل وجہ تفاخر نہیں) اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرامی ترین اور معزز

Marfat.com

ترین وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ بلاشبہ علم و خبر کی تمام وسعتوں پر محیط ہے۔" (۴۹-۱۳ جزوی)

لیکن اس ساری صورت حال کے برعکس وہ لوگ جو کفرو جحود کا شکار ہوتے ہیں ان کے بارے میں اور ان کی بزعم خویش عزت کے سلسلے میں یوں ارشاد ہے کہ "وہ جو کفرو جحود اختیار کرتے ہیں' انہیں تو صرف جھوٹی عزت حاصل ہوتی ہے۔ وہ تو تکبر اور مخالفت کے زعم میں رہتے ہیں۔" (۳۸-۲)

اللہ رب العزت ہے

اللہ رب العزت وہ ہے جو "بلندیوں کی طرف سے لے جانے والے زینوں (یعنی راستوں) کا مالک ہے۔" (۷۰-۳):

"(ارشاد ہوا) اے رسول تیرا پروردگار (صاحب احترامات فائقہ و اکرام عالیہ و) رب العزت پاک و منزہ ہے' ان تمام ملوثات سے جو اس کی ذات سے منسوب کررہے ہیں۔" (۳۷-۱۸۰):

مزید یہ بھی کہ:

"یقیناً تمام عزت اللہ عز برہانہ' اس کے رسول برحق اور اہل ایمان کے لیے ہے۔ لیکن منافق تو ہرگز نہیں جانتے۔" (۶۳-۸ جزوی):

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص "یامعز" کا اکثر ورد کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنے قانون و قاعدے کے مطابق بجا طور پر لوگوں میں صاحب عزت بنا دیتا ہے۔ اس کو وقار بخشتا ہے اور مقبول بنا دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص پیر کی رات یا جمعرات کی شام نماز مغرب کے بعد ایک سو چالیس بار "یامعز" کا ورد کر کے دعا مانگے تو وہ شخص لوگوں میں باعزت ہو جاتا ہے' لوگوں پر اس کا وقار اور شخصیت چھا جاتی ہے۔

(۳) اس اسم الٰہی کا مدام ذکر کرنے والا اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور سدا اللہ کے حفظ و امان میں رہتا ہے۔

(۴) "یامعز" کا بکثرت ورد کرنے والا لوگوں کی نظروں میں وقیع اور معتبر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

(۵) اگر کوئی شخص اپنے کسی بھی طرح کے سفر کو شروع کرنے سے پہلے اور دوران سفر اس اسم حسنہ کا ورد کرتا رہے تو اللہ اس کا سفر بخیرو عافیت گزارتا ہے اور اسے لوگوں میں باعزت بنائے رکھتا ہے۔

(۶) یا معز کا اکثر ورد کرنے والا دشمنوں کی چالوں اور مخالفتوں سے بچا رہتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد ایک سو اکیس بار یا معز کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر مراد پوری فرماتا ہے۔ اسے خناس' شیاطین اور وساوس نفسانی سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

اَلْمَتِیْنُ

المتین	ـــــــــــ	اسم جمالی ہے۔
اعداد	ـــــــــــ	۵۰۰
عدد واحد	ـــــــــــ	۵

المتین اللہ تعالیٰ کا ایک قوت بھرا صفاتی اسم مبارک ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے مضبوط، مستحکم اور پکا۔ مزید معانی میں استوار، سخت، ٹھوس بنیادوں پر قائم اور برقرار، بہت ہی استوار، اونچا اور بلند بھی ہوتے ہیں۔

المتین "متانہ" سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔ اس کے اور معنی میں محکم، مستقل، سنجیدہ، پختہ، درست، آراستہ، مہذب اور مضبوط کے بھی لیے جاتے ہیں متین، دین، کی بھی صفت ہے۔ اس کے معنی مضبوط کے بھی لیے جاتے ہیں۔

متین متین اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ صفت ہے کہ جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ بے حد مضبوط ہے، اور وہ اس قدر مضبوط ہے اور غیر متزلزل ہے کہ اسے کوئی ہلا بھی نہیں سکتا۔ اس کی مضبوطی اور استحکام بے پناہ ہے۔ وہ اپنی ذات میں خود ہی استوار

Marfat.com

اور محکم اور مستحکم ہے۔

ذوالقوۃ المتین قرآن مجید میں اللہ جل جلالہ کے اس اسم مبارک کا تین بار ذکر ہوا ہے۔ سورۃ "الذٰریٰت" میں ایک آیت مبارکہ میں بحوالہ صفت رزاق اس "متین" کو بیان کیا گیا ہے۔

ان اللہ ھوالرزاق ذوالقوۃ المتین۔ "(اللہ تعالیٰ تو خود ہی رزاق ہے' بڑی قوت والا اور زبردست۔" (۵۱-۵۸):

یوں بحوالہ رزق اللہ کی یہ شان متین بیان ہوئی ہے۔ اس پس منظر میں یوں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی سب کو رزق دینے پر قادر ہے۔ اور اللہ کی یہ قدرت مستقل ہے اور بڑی قوت کی بھی حامل ہے۔ یہاں پر اس امر کی جانب بھی اشارہ موجود ہے کہ تمام مخلوقات کو رزق فراہم کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک کو رزق پہنچانے کا کام اور نظام بڑی ہی مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر استوار ہے۔ اس نظام کے ہمہ وقت فعال اور باخبر ہونے کی دلیل بھی اس میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ المتین کے رزق سے کوئی کہیں بھی محروم نہیں رہتا۔ اور اس تک اللہ کے نظام مستحکم کے تحت رزق پہنچ کر رہتا ہے۔ اس سارے پس منظر میں سابقہ آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ اس طرح سے بھی فرماتا ہے کہ:

> "میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے وہ میری عبادت کریں میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا' اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔" (۵۱:۵۶-۵۷):

کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ اپنی مخلوق سے ہرگز اس بات کا مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اسے رزق دیں یا کھلائیں۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ وہ سب لوگ تو خود رزق کے معاملے میں اللہ کے محتاج ہیں۔ سب کو روزی اللہ غالب و زبردست ہی دیتا ہے۔ کوئی اپنے بل پر روزی نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی رزاق ازلی ہے۔ فراہمی رزق کے معاملے میں بڑی قوت والا ہے اور بے حد زبردست ہے۔ اس نظام رزق میں وہ قوت متین کا مالک ہے۔ اس قوت میں سنجیدگی اور شائستگی بھی ہے اور استواری اور استحکام بھی موجود ہے۔

Marfat.com

اللہ کے منصوبے اور تدابیر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ہر نظام کو ایک خاص منصوبے اور تدابیر حق کے تحت چلاتا ہے۔ اللہ کے تمام منصوبے بندوں کی دسترس ' پہنچ اور سوچ سے بھی بلند و بالا اور منفرد ہوتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ بہتر طور پر جانتا ہے کہ انہیں کس طرح سے نافذ کرنا ہے' اور انسانوں کی غیر تعمیری' شرارت بھری چالوں اور تدبیروں کو کس طرح سے ناکام کرنا ہے۔

اس حوالے سے سورۃ "الاعراف" میں یوں ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا' ان کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہوگا۔ اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں۔ (کیونکہ) میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔" (۷:۱۸۲-۱۸۳):

اس کی شرح یوں ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیات کو نہ مانا اور انہیں جھٹلایا ہے' ان لوگوں کو ہم آہستہ آہستہ ایسے طریقے سے پکڑیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی کہ وہ اللہ کی گرفت میں آ گئے ہیں۔ اور اللہ تو انہیں بتدریج پکڑتا ہے۔ یعنی یہ کہ انہیں درازی عمر دے کر مہلت دیتا ہے اور اس طرح سے یہ لوگ اور بھی بہادر ہو جاتے ہیں اور اپنے جرائم پر اڑنا شروع کر دیتے ہیں' اور یہ ہماری ایک چال ہے اور ہماری چال اتنی مضبوط ہے کہ مجرم اس سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتا۔

اللہ کی تدبیر متین ہوتی ہے۔ سورہ "الاعراف" میں جو آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کی شان اور صفت متین کے حوالے سے آئی ہے' اسی آیت کا توارد سورۃ القلم میں ہوا ہے' لیکن اس کا پس منظر تھوڑا سا مختلف ہے' یعنی اس طرح سے آیا ہے کہ:

"پس اے نبی! تم اس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم ایسے طریقے سے ان کو بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ میں ان کی رسی دراز کر رہا ہوں۔ میری چال بڑی (متین) زبردست ہے۔" (۶۸:۴۴-۴۵):

ارشاد باری تعالیٰ جھٹلانے والوں کے بارے میں ہوتا ہے کہ اے نبی تم ان منکرین

Marfat.com

سے نمٹنے کی فکر میں نہ پڑو۔ ان سے نمٹنا تو ہمارا کام ہے۔ ہم تو انہیں اس طرح سے انجام کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں اس کی خبر بھی نہیں ہو گی' گویا اس بے خبری میں کسی کو تباہی کی طرف لے جانا یہ ہوتا ہے کہ ایک دشمن حق اور ظالم کو دنیا میں نعمتوں سے نوازا جائے' صحت مال' اولاد اور دنیوی کامیابیاں عطا کی جائیں' جن سے دھوکا کھا کر وہ سمجھے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں خوب کر رہا ہوں' میرے عمل میں کوئی غلطی نہیں ہے' اس طرح وہ حق دشمنی اور ظلم و طغیان میں زیادہ سے زیادہ غرق ہوتا چلا جاتا ہے' اور نہیں سمجھتا کہ جو نعمتیں اسے مل رہی ہیں وہ انعام نہیں ہیں بلکہ درحقیقت یہ اس کی ہلاک کا سامان ہے۔

اللہ المتین نے لفظ "کید" استعمال کیا ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں خفیہ تدبیر کرنے کے۔ یہ چیز صرف اسی صورت میں ایک برائی ہوتی ہے جب یہ ناحق کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے ہو۔ ورنہ بجائے خود اس میں کوئی برائی نہیں ہے' خصوصاً کسی ایسے شخص کے خلاف یہ طریقہ اختیار کیا جائے جس نے اپنے آپ کو اس کا مستحق بنا لیا ہو۔ لہٰذا اس حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام منصوبے اور تدابیر بڑے مضبوط بنیادوں والے اور مستحکم ہوتے ہیں۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے زیادہ متعین' استوار' مستحکم اور مضبوط ہے۔ اس اسم الٰہی کا ورد بندے کو ہر مہم اور مشکل سے سرخرو کرتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی مشکل یا مہم کے وقت سات بار یا متین پڑھے تو وہ مشکل جلد حل ہو جاتی ہے۔

(۳) کسی بچے کا دودھ چھڑانے' یا دودھ میں کمی آ جانے کی صورت میں اس اسم مبارک کا ذکر مفید اور موثر ہو جاتا ہے۔

(۴) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل اور عذاب ناگہانی سے بچائے رکھتا ہے۔

(۵) یا متین کا ورد کرنے والا شخص احکام شریعت کے بجا لانے میں نہایت مضبوط اور

Marfat.com

مستعد رہتا ہے' وہ احکام الٰہی کی بجا آوری میں سستی اور کسل مندی کو نہیں آنے دیتا۔

(۶) اگر کوئی شخص اتوار کے دن صبح کی نماز کے بعد تین سو ساٹھ بار "یا متین" کا ورد کر کے پروردگار سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے مہمات اور مشکلات سے بچائے رکھتا ہے۔

(۷) اگر کسی شخص میں روحانی' جسمانی اور آگاہی کی کمی اور کمزوری ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد اول آخر درود شریف پڑھنے کے بعد ایک سو گیارہ بار یا متین پڑھ کر دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر قسم کی کمزوریاں دور کر کے توانائیاں عطا کر دیتا ہے۔

(۸) عبادت میں سکون و سرور کے لیے ہر روز نماز فجر کے بعد ۳۱۱ بار اس اسم مبارک کا ورد کرنا باعث رحمت و سکون ہوتا ہے۔ منصب' مرتبے اور ملازمت میں ترقی کی خاطر اس اسم مبارک کا مدام ورد کرنا مفید ہوتا ہے' اور اسی طرح' ہر روز نماز فجر کے بعد ۱۲۱ بار یا متین پڑھ کر جائز اور نیک خواہشات پوری ہونے کی دعا کی جانی چاہیے۔

(۱۰) اگر بچے کو دودھ پلانے والے عورت کے دودھ میں کسی وجہ سے کمی واقع ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس اسم الٰہی کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے' یا پھر "یا متین" سے دم کیا ہوا پانی ہر روز پیتی رہے' اللہ تعالیٰ دودھ میں حسب دستور اضافہ فرما دے گا۔

Marfat.com

المُجِیبُ

المجیب	ـــــــ	یہ اسم جمالی ہے.
اعداد	ـــــــ	۵۵
عدد واحد	ـــــــ	۱

مجیب' المجیب کا مطلب ہوتا ہے جواب دینے والا' قبول کرنے والا۔ یہ صفت مشبہ ہے اور واحد مذکر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک صفت مجیب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو بلاتا ہے یا پکارتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے جواب دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دعاؤں کو بھی قبول کرتا ہے۔ اس اللہ المجیب کی اس صفت مجیب میں یہ شامل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال کرنے والے کے سوال کو رد نہیں کرتا۔ اور اسی حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کو "مجیب الدعوات" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ ہی اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی ایک جمالی صفت ہے کہ وہ مخلوق کی التجاؤں فریادوں اور سوالوں کو سنتا ہے اور ان کے جوابات بھی دیتا ہے۔ وہ بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور انہیں قبولیت بھی بخشتا ہے' وہی اللہ المجیب لوگوں کی حاجات پوری فرماتا ہے اور لوگوں کی مشکلات کو بھی

Marfat.com

حل فرماتا ہے۔

المجیب' اچھے جواب دینے والا

اللہ المجیب ہمہ وقت اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں' فریادوں' سوالوں اور التجاؤں کو سنتا ہے اور پھر حسب ضرورت پورا بھی کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ جو بندوں بلکہ اپنی مخلوقات کی عرضداشتوں کو خوب سنتا ہے اور انہیں قبولیت بھی بخشتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ جو بندوں کے مسائل سے انہیں آزادی اور سرخروئی بخشتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت دوبار آئی ہے۔ اس کے بارے میں سورۃ ہود میں اس طرح سے آیا ہے کہ:

> "اور اسی طرح ہم نے قوم ثمود کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو' اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسا دیا۔ پس اسی سے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر آئندہ کو اس کی جناب میں توبہ کرو۔ یقین کرو میرا رب ہر ایک کے قریب ہے اور ہر ایک کی دعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔" (۱۱-۶۱):

عاد کی تباہی اور ہلاکت کے بعد دوسری قوم ثمود تھی جس کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ اس نے بھی اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے یہی دعوت پیش کی کہ ایک خدا کی بندگی کرو کیونکہ اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں جو عبادت کا مستحق ہو۔ اسی اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسی سے تمہاری نسل بڑھائی اور زمین میں تمہیں بسایا ہے۔ تم اس پر رہائش کے لیے بڑے بڑے محلات تعمیر کرتے ہو۔ نہریں کھود کر آبپاشی کا انتظام کرتے ہو اور روزی حاصل کرتے ہو۔ جس ذات نے تمہیں ایسے انعامات سے نوازا ہے۔ اس کے حضور اپنے گناہوں سے بخشش مانگو اور اس کی جناب میں رجوع کرو۔ میرا ربّ ہر انسان کے قریب ہے اور سب کی دعا سنتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اچھے جواب دینے والا ہے' اور دعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔

Marfat.com

مخلصوں کی دعائیں سننے والا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور اپنے پروردگار کو قلب سلیم کے ساتھ پکارتے ہیں اور صرف اپنے اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں' ایسے برگزیدہ بندوں کی ہر دعا کو اللہ سنتا ہے اور پھر شرف قبولیت بخشتا ہے۔ اپنے ایسے بندوں کو اللہ تعالیٰ مصائب اور عذاب سے بچائے رکھتا ہے۔ اسی سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد باری ہے کہ:

> "(اے رسول) اب دیکھ لو کہ ان تنبیہ کیے جانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اس بد انجامی سے بس اللہ کے وہی بندے بچے ہیں جنہیں اس نے اپنے لیے خالص کر لیا ہے۔ اور ہم کو (اس سے پہلے) نوح علیہ السلام نے پکارا تھا' تو دیکھو کہ ہم کیسے اچھے جواب دینے والے تھے' ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو کرب عظیم سے بچا لیا۔" (۳۷:۷۳-۷۶):

اس آیت کی شرح اس طرح سے ہے کہ اے محمد ﷺ ذرا غور کر لیں کہ جن لوگوں کو رسولوں کے ذریعہ عذاب الٰہی سے خبردار کر دیا گیا تھا' وہ نہ مانے تو کس طرح کے عذاب کا شکار ہوئے اور کس بری طرح تباہ کر کے رکھ دیئے گئے۔ صرف مخلص اور ایماندار بندوں کو اس سے بچا لیا گیا اور آئندہ قیامت میں بھی انہیں محفوظ رکھا جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے مدتہائے دراز تک اپنی قوم کو دین حق کی طرف دعوت دی' مگر اس میں سے بہت تھوڑے سے نفوس ایمان لائے۔ مایوس ہو کر آپ نے قوم کی ہلاکت کی دعا کی جو دربار الٰہی میں منظور اور مقبول ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو بلا تاخیر سنتا اور قبول فرماتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) یہ "المجیب" ایک اسم جمالی ہے لیکن بعض حوالوں سے اسے جلالی بھی شمار کیا جاتا ہے۔ اس اسم مبارک کا جو اکثر ورد کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے نرم مزاج بنا دیتا ہے۔ اس طرح کا شخص کسی سائل کے سوال سے تنگ نہیں آتا اور لوگوں کی باتوں کو اور ان کے عذر کو بھی قبول کر لیتا ہے۔

(۲) اس اسم الٰہی کا اکثر ورد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور ان کی

Marfat.com

دعاؤں کو قبول بھی فرماتا ہے۔

(۳) اگر کسی شخص کے سر میں درد ہو رہا ہو تو اسے کوئی نمازی شخص تین تین بار یا مجیب پڑھ کر پھونک مارتا رہے اور اس عمل کو پانچ بار دہرائے۔ انشاء اللہ درد سر بتدریج ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی کاغذ پر ہر روز جمعہ ایک سو بار یا مجیب لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی دعاؤں کو قبولیت بخشا رہتا ہے۔ اور اسے ہر بلا سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

(۵) اس اسم مبارک کو جو شخص سات بار پڑھ کر کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص اس اسم الٰہی کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اس کے لیے اللہ کا حفظ و امان ہوتا ہے۔

(۷) ہر بیماری کے علاج کے لیے تین بار یا مجیب پڑھ کر شفا کی دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔

Marfat.com

المجید

المجید ——— یہ اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۵۷

عدد واحد ——— ۳

مجید۔ المجید کے معنی ہوتے ہیں شریف' بزرگ' بڑے مرتبے والا' بے حد بہادر اور بے حد دلاور اور جوانی والا' اور عظمت والا۔

مجید۔ المجید مادہ کے اعتبار سے لفظ مجید "مجد" سے ہے اور اس کے معنی بھی بزرگی' بہادری' عظمت اور ارجمندی کے ہوتے ہیں۔ اکثر یہ لفظ مجید صفات محمودہ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہی نہیں بلکہ جب صفات محمودہ کی انتہا ظاہر کرنا ہو تو "المجد" بولا جاتا ہے' عربوں کے ہاں کریم کی طرح مجید کی بھی بڑی ہی جامع صفت ہے جس میں ہر قسم کی صفت محمودہ شامل ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں شرف و مجد مرادف کے طور پر بولے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ مجید اللہ تبارک و تعالیٰ صفت عظمت کے طور پر آیا ہے۔ اور یہی لفظ قرآن کے لیے بھی بولا گیا ہے۔

Marfat.com

بزرگی کی وجہ سے جو شان ہوتی ہے اسے بھی مجد کہتے ہیں۔ لہٰذا اس شان میں بڑائی بھی پائی جاتی۔ مجید اصل میں مجد سے صفت مشبہ ہے۔

حمید مجید قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کا ایک مکالمہ بھی ریکارڈ کیا ہوا ہے کہ جس میں انہیں حضرت اسحاق کی پیدائش کی خوش خبری دی گئی تھی۔ قرآن نے بیان کیا ہے کہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (محترمہ سارہ) جو قریب ہی کھڑی تھیں وہ مسکرا کر بولیں "وائے من! کیا میں بچہ جنوں گی' یہ تو بڑی تعجب کی بات اور میرے لیے مجوب کن بات ہے کہ میرے ہاں اس عمر میں جبکہ اس قدر سن رسیدہ ہو چکی ہوں' اولاد ہو گی' اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں اولاد کا ہونا حیرت انگیز سی بات ہو گی۔ (۱۱-۷۲):

"فرشتوں نے کہا کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہے۔ اے اہل خانہ تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں' وہ ذات ہی (حمید مجید) حمد کے لائق ہے اور سب بزرگی بھی اسی کو سزاوار ہے۔" (۱۱-۷۳):

اس طرح کی خاص رحمتیں' برکتیں اور خاص افضال تو صرف اور صرف اسی اللہ ہی کی ہو سکتی ہیں جو بڑا ہی سزاوار حمد ہو اور بڑا ہی بزرگ و برتر ہو اور وہ اللہ ہی ہے جو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

اللہ ذوالعرش المجید ہے اللہ تبارک و تعالیٰ وہ عظمت والا بزرگ و برتر ہے جو صاحب عرش بھی ہے۔ عربی زبان میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے پیش نظر عرش کے معنی سونے چاندی کے کسی بلند و بالا اور مرصع تخت کے نہیں' بلکہ اس کے معنی اقتدار اور تسلط کے ہوتے ہیں' اس اعتبار سے اللہ کے عرش سے مراد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا مرکزی کنٹرول جو اسے تمام کائنات پر حاصل ہے۔

"بے شک تیرے پروردگار کی گرفت زبردست ہے' بے شک وہی پہلے پیدا کرتا ہے وہی دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے' محبت کرنے والا' صاحب عرش بڑی ہی بزرگی والا ہے۔" (۸۵: ۱۱۔ ۱۵)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بزرگی اور عظمت ہی کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس کی قوتوں اور عظمتوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ وہی عرش کا مالک ہے اور

Marfat.com

صرف اور صرف وہی اللہ ہی صاحب عظمت اور صاحب بزرگی ہے' کوئی اس کے اقتدار اور اس کی عظمت میں شریک نہیں ہے' وہی جو چاہے کرتا ہے۔

قرآن مجید اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کتاب قرآن کریم کو قرآن مجید بھی قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں یوں ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"ق۔ اس قرآن مجید کی قسم جو مجد و شرف ہے۔" (۵۰-۱):

یہاں مجید کے معنی بزرگ' برتر اور باعظمت کے ہیں اور یہ لفظ مجید اللہ کی صفت طور پر بھی قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اور قرآن کی صفت کے طور پر بھی۔ ہر کلام متکلم کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے جس طرح اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے' اسی طرح اس کا کلام بھی بزرگ و برتر ہے اور یہ برتری و بزرگی قرآن کی ایک ایک آیت سے نمایاں ہے۔ اس لیے ممکن نہیں ہے کہ کوئی صاحب ذوق قرآن کو سنے یا پڑھے اور اس کی عظمت و شوکت سے متاثر و مرعوب نہ ہو۔ اگر کوئی اس کی عظمت و جلالت سے متاثر نہ ہو تو وہ یا تو نہایت ہی بلید ہے یا اس کا دل بالکل سیاہ ہو چکا ہے۔ آدمی تو درکنار اگر یہ قرآن مجید پہاڑوں پر بھی اتارا جاتا تو وہ بھی' جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے' اللہ تعالیٰ کی خشیت سے پاش پاش ہو جاتے۔

اور پھر یوں بھی ہے کہ:

"دراصل یہ بار بار پڑھی جانے والی عظیم کتاب قرآن ہے۔ قرآن مجید تو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔" (۸۵:۲۱-۲۲)

یعنی اس قرآن مجید کا منبع لوح محفوظ میں ہے۔ گویا قرآن کو مجید کہہ کر اس کی بزرگی' عظمت اور شان و شوکت ہی کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔ اور قرآن مجید عظیم الشان کتاب ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی طرح بزرگی اور عظمت بخش رکھی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) مجید اپنی شان میں' بزرگی میں اور اپنی ذات اور افعال میں سب سے بزرگ ہوتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ میں اسی اسم اعظم کی صفات پیدا

Marfat.com

کرنے کی کوشش کرے۔

(۲) اگر کوئی شخص لوگوں میں زیادہ شرف و عزت کا خواہش مند ہو تو اسے چاہیے کہ وہ "یامجید" ہر روز صبح ننانوے بار پڑھ کر اللہ سے دعا کیا کرے۔

(۳) اس اسم "یا مجید" میں بے شمار شافی اثرات موجود ہیں۔ اگر کسی کو خونی بواسیر ہو یا پیچش زیادہ عرصہ تک جاری رہیں تو اسے چاہیے کہ وہ چاند کی تیرہویں یا پندرہویں حسب دستور روزہ رکھے اور پھر افطار کے بعد سات ہزار بار "یامجید" کا ورد کر کے پانی دم کر لے اور پھر چند دن تک گھونٹ گھونٹ کر کے وہ پانی پیتا رہے۔ انشاء اللہ جلد شفایاب ہو گا۔

(۴) اگر کسی کو پسلی میں شدید درد ہو رہا ہو تو وہ روٹی پر ایک ہزار بار یا مجید پڑھ کر وہ روٹی کھائے۔ اللہ اسے شفا بخش دیتا ہے۔

(۵) اس اسم حسنٰی سے آتشک 'کوڑھ یا جذام کا بھی علاج کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخوں میں روزے رکھے جائیں اور پھر ہر روز روزہ افطار کر کے کثرت کے ساتھ یا مجید پڑھ کر پانی دم کر لیا جائے۔ اس دم کیے ہوئے پانی کو ایک ہفتہ پینے سے انشاء اللہ شفا حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

المحصی

المحصی ——— یہ اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۴۸

عدد واحد ——— ۴

"المحصی" اگرچہ اس حالت میں قرآن مجید میں نہیں آیا لیکن اس کے افعال کئی مقامات پر آئے ہیں۔ اس لفظ کا مادہ "حصی" ہے جس کے معنے ہوتے ہیں گننا' شمار کرنا' گھیرنا' سیراب کرنا۔

اس کے مزید معانی میں اس کا علم ہر چیز کو گھیرنے والا ہے اور سب مخلوق کی گنتی بھی اس کے نزدیک ظاہر ہے۔ اس سے مراد نگاہ میں رکھنا بھی ہے' دریافت کرنا اور حفظ کرنا کے بھی معنی ہیں۔ اس اعتبار سے محصی احاطہ کرنے والا' شمار کرنے والا' گننے والا' خیالات کا احاطہ کرنے والا' ساری باتوں کو سمیٹ کر یکجا کرنے والا' بھاری گنتی شمار کرنے والا' تمام حرکات و اعمال کو شمار کرنے والا اور چھوٹے سے چھوٹے واقعات' باتوں اور امور کو گننے اور شمار کرنے والا۔

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات' ہر امر' ہر شے' ہر عمل اور ہر اشارے کو اس لیے گنتا اور شمار کرتا ہے تاکہ کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہ ہو' کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو اور ہر شخص کو اس کے ذرہ ذرہ بھر عمل و فعل اور سوچ و فکر کا صحیح صحیح بدل مل سکے۔

قرآن مجید میں بحوالہ "احصاء" (حصی) کئی افعال آئے ہیں' جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی "حصی" شان اظہار پاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ محصی کیوں ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ المحصی اس لیے ہے کہ کسی پر کوئی ظلم نہ ہونے پائے اور ہر ایک کو اس کے اعمال و افعال کا صحیح صحیح بدلہ مل سکے۔ اس سلسلے میں ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھا جائے گا' گنہگار اپنے کرتوں کا حال پڑھ کر اس کی سزا سے خائف ہوں گے' وہ افسوس کریں گے کہ نامہ اعمال میں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات تمام و کمال درج ہے' اور جو کچھ انہوں نے کیا' آج وہ ان کے سامنے ہے' اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔" (۱۸-۴۹):

المحصی کا اہتمام خاص

اللہ تعالیٰ نے بحوالہ صفت محصی لوگوں کے اعمال کا دفتر بنا رکھا ہے"۔ اور پھر فرمایا کہ وہی دفتر لوگوں کے سامنے لایا جائے گا۔ اس وقت چونکہ وہ مجرم اپنی کرتوتوں سے واقف ہوں گے۔ اس دفتر کے کھلنے سے لرزاں و ترساں ہوں گے' اور جب وہ کھلے گا اور سب کا سارا کچا چٹھا سامنے آ جائے گا تو وہ پکار اٹھیں گے کہ ہائے ہمارے شامت! عجب ہے یہ کتاب کہ چھوٹی بڑی بات بھی اس کی گرفت سے باہر نہیں رہ گئی ہے' اور وہ اپنا سارا کیا دھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے' فرمایا کہ یہ اہتمام اس لیے ہو گا کہ تمہارا رب کسی پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ وہ ہر ایک کو وہی کچھ دے گا جو اس نے کمایا ہو گا۔

اللہ کا شماریاتی تصرف

"المحصی" کا نظام احصا بڑا ہی فعال' درست تیز اور ہر طرح کی سہو اور غلطی سے مبرا ہے۔ "احصاء" کا اصل مفہوم ضبط اور کنٹرول میں رکھنا کا بھی ہوتا ہے۔ سورہ مریم کی چند آیات میں یوں فرمایا ہے کہ سبب

Marfat.com

لوگوں کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا کیونکہ سب کچھ خدا ہی کے کنٹرول اور ضبط میں ہے اور ہر ایک کو خدا نے اچھی طرح سے گن رکھا ہے' اور اس وجہ سے اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ کوئی اس کے قابو سے باہر ہو جائے یا گنتی میں کوئی سہو ہو جائے۔

"اس (اللہ القادر کی) قدرت بے نہایت نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور سب کچھ اس کے شماریاتی تصرف میں ہے۔" (۱۹-۹۴):

ہر عمل کو شمار کرنے والا

سورۃ "یٰسٓ" میں اس طرح سے ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے کہ:

"بے شک ہم ہی مردوں کو آفرینش نو بخشتے ہیں' اور ضبط تحریر میں لاتے ہیں' ہر اس عمل کو جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے نقش قدم محفوظ کرتے ہیں جو وہ چھوڑ جاتے ہیں۔ ہم نے ہر چیز (ماله وما عليها) کا احاطہ کتاب واضح (لوح محفوظ) میں کر رکھا ہے۔" (۳۶-۱۲)

پھر یوں بھی ارشاد باری موجود ہے کہ:

"جس دن اللہ تعالیٰ انہیں قبروں سے اٹھائے گا (بعث بعد الموت ہو گا) ان کے اعمال پر انہیں متنبہ کرے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے شمار کیا ہے اور وہ تو فراموش کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز (اور اعمال و افعال) پر شاہد ہے۔" (۵۸-۶)

اللہ کی شماریاتی گرفت

سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم و آگہی میں ہے' ہر طرح کا غیب بھی اس پر واضح ہے۔ ہر شے پر اس کی نظر ہے اور اختیار و ضبط بھی اسی کا ہے' ہر چیز کی وہ خوب نگرانی کرتا ہے' وہ ایک ایک چیز کو گنے ہوئے ہے' مجال نہیں ہے کہ اس "محصی" سے کوئی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی شمار سے رہ جائے۔ اور سارا نظام اس لیے کار فرما ہے کہ:

"تاکہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور ان امور کا احاطہ کر رکھا ہے' جو اس کے سامنے ہیں اور ہر شے از روئے شمار اس کی گرفت میں ہے (یعنی اس کی شماریاتی گرفت میں ہے)"۔ (۷۲-۲۸):

اور پھر مزید وضاحت کے لیے المحصی کی صفت یوں اظہار پاتی ہے کہ

"ہم نے ہر چیز کو لکھ کر شمار کر رکھا ہے۔" (۷۸-۲۹):

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر شخص کے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے اور انہیں واضح طور پر متنبہ کر دیا گیا تھا کہ ان کے اعمال کے نتائج ان کے سامنے آ کر رہیں گے۔

اللہ المحصی کا گنتی کا نظام قرآن مجید میں متعدد حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ المحصی نے دنیا کی ہر چیز کو فرداً فرداً گن اور شمار کر رکھا ہے۔ گویا جتنی بھی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے گن رکھا ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں۔ اس کے شماریاتی نظام میں کسی غلطی یا سہو کا امکان نہیں ہوتا۔ قدر مقدار' عدد اعداد سب اس کی نظام گنتی کے اظہار ہیں' پھر اسی نظام شماریات ہی کی بنیاد پر حساب کتاب ہو گا۔ اسی کے لیے میزان قائم ہو گی۔ یوم حساب اسی مقصد کے لیے مقرر کیا ہوا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے شماریاتی نظام ہی کا کمال ہے کہ اس کے علم اور اس کے اختیار اور قبضہ قدرت سے کوئی باہر نہیں ہے۔ اس نے تو انسان کی سانسوں اور اس کے رزق کو بھی بعض صورتوں میں شمار کر رکھا ہے۔ لیکن یہ سارا نظام گنتی اور شماریاتی نظام انسانوں ہی کی بہتری اور بھلائی کے لیے ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ہر طرف سے گھیرنے والا ہے اس لیے اگر کوئی شخص اسم مبارک المحصی کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔

(۲) اگر کوئی شخص ہر جمعہ کی رات کو ایک ہزار بار "یا محصی" پڑھ کر دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے نجات بخش دے گا۔

(۳) جو شخص ہر رات سونے سے پہلے دس بار اس اسم حسنہ کو پڑھ کر سوئے اللہ تعالیٰ اسے برے خیالات' ڈراؤنے خوابوں اور کابوس سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

(۴) جو شخص یا محصی کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے وہ اپنے عیبوں اور دوسروں کی بھلائی پر زیادہ توجہ دینے لگتا ہے' اور وہ ساری عمر اپنے گناہوں پر توبہ کرتا رہتا ہے۔

(۵) جو شخص صبح کی نماز کے بعد ہر روز دس بار اس اسم مبارک کا ورد کرے وہ ہمیشہ امن و امان اور اللہ کی پناہ میں رہے گا۔ اللہ اس کی حفاظت کرتا رہے گا۔

Marfat.com

(۶) اگر کسی شخص کا کوئی عزیز یا بچہ کھو گیا ہے ہو تو اسے چاہیے کہ وہ شخص اور لواحقین "یا محصی" کا ورد بکثرت کریں' اور ایک تعویز پر گم شدہ بچے اور اس کی والدہ کا نام اور چار کونوں پر یا محصی لکھ کر اس نقش کو کسی درخت پر لٹکا دیں- انشاء اللہ وہ کھویا ہوا جلد ہی واپس گھر آ جائے گا-

(۷) بعض حوالوں سے یہ اسم جمالی بھی ہے- اس لیے اس کے اندر تمام جمالی اثرات اور اوصاف بھی موجود ہیں- جو شخص اکثر اس اسم الٰہی کا ورد کرتا رہتا ہے- اللہ تعالیٰ اس کی یاد داست' حافظہ اور ذہن تیز کر دیتا ہے-

(۸) یا محصی کا بکثرت ورد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور بھی نعمتوں سے نوازتا ہے- اللہ تعالیٰ بصیرت میں اضافہ کر دیتا ہے- دور بینی کی قوت عطا ہوتی ہے' اور انسان خوف و ہراس سے محفوظ رہتا ہے-

(۹) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد ۱۴۸ بار یا محصی کا ورد کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے حوصلہ اور ہمت میں اضافہ کر دیتا ہے-

(۱۰) لوگوں کے دلوں کو تسخیر کرنے اور مراد حاصل کرنے کے لیے روٹی کے بیس ٹکڑوں پر یا محصی پڑھ کر کھانے سے مقصد جلد ہی پورا ہو جاتا ہے-

(۱۱) اگر کوئی شخص ہر روز نماز عصر کے بعد ایک سو بار یا محصی کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں کی سازشوں' بدسگالیوں اور برے ارادوں سے بچائے رکھتا ہے-

(۱۲) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا سہو اور غلطی کرنے سے بچا رہتا ہے' اس لیے وہ اکثر نقصانات سے بھی بچ جاتا ہے-

Marfat.com

المقسط

المقسط ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۲۰۹

عدد واحد ——— ۲

"المقسط" اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے۔ یہ اسم مبارک قرآن مجید میں بطور مقسط ایک بار بھی نہیں آیا لیکن مقسطین تین بار آیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بحوالہ قرآن مجید واضح طور پر ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اسی صفت کے حوالے سے لفظ "مقسط" قرآن مجید میں پندرہ مقامات پر آیا ہے۔

قسط۔ المقسط عدل اور انصاف کے لیے قرآن مجید میں ایک لفظ "قسط" بھی متعدد مقامات پر آیا ہے۔ اور اسی حوالے سے "قسطاس" ترازو کو کہا جاتا ہے۔
اگرچہ عدل اور قسط کے الفاظ مرادف المعنی ہیں لیکن ان میں جو ایک باریک فرق ہے اس حوالے سے عدل کے معنی ہوں گے دو آدمیوں میں برابر کا سلوک کرنا اور قسط کے معنی ہوں گے کسی کے حقوق و واجبات کو پورا پورا ادا کرنا۔ یعنی عدل میں دوسرے کے ساتھ

Marfat.com

تقابل ہوتا ہے۔ لیکن قسط میں تقابل کا سوال نہیں ہوتا۔

یہ لفظ اضداد میں سے بھی ہے۔ اور قسط' یقسط کے معنی جادہ عدل سے ہٹ جانے کے بھی آتے ہیں۔

مقسط اور المقسط کے معنی ہوتے ہیں انصاف کرنے والا۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور سب سے بڑھ کر انصاف کرنے والا ہے عدل و انصاف سے کام لینے والا۔ "مقسط" صفت ہے یعنی عدل اور انصاف کرنے والا۔ قسط کے اصل معنی بحوالہ علامہ واحد حصہ اور نصیب کے بھی ہوتے ہیں۔ اور قسوط کے معنی ظلم کے بھی ہوتے ہیں پھر اسی حوالے سے اقساط کے معنے ہوئے ظلم دور کر دینا یعنی عدل و انصاف کرنا۔ اپنی اس صفت کے باعث اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بڑا عادل اور سب سے بڑا منصف ہے' گویا اس سے بڑھ کر کوئی اور عادل' انصاف کرنے والا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

المقسط۔ اور مقسطین

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ بڑی واضح اور اہم صفت ہے کہ وہ خود "المقسط" ہے اور اس ساری کائنات میں نظام قسط کے تحت عدل اور انصاف ہی جاری و ساری ہے۔ اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ "یحب المقسطین" یعنی انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ:

"(اے نبی ﷺ) یہ کذب باف جاسوس اور رشوت کا مال حرام کمانے والے ہیں' اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ فیصلے کے لیے لائیں تو یا تو ازروئے انصاف فیصلہ کر دینا یا ان سے اعراض کر لینا' اگر تم ان سے اعراض کرو گے تو وہ تمہارا کچھ نقصان نہیں کر سکیں گے اگر تم ان کے مابین حکم بنے' ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا' اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"(۵-۴۲):

اس آیت مبارکہ سے پیغام یہ دیا گیا ہے کہ کوئی بھی فیصلہ اپنوں کے کسی معاملے کا ہو یا غیروں کے' بہرحال بے لاگ لپٹ' قانون عدل و قسط کے مطابق ہو۔ اور پھر اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ خدا کی محبت کسی نسل و خاندان کے ساتھ نہیں بلکہ عدل و قسط قائم کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جو گروہ جب تک اس پر قائم رہے گا اور اس کو

Marfat.com

قائم کرے گا اللہ اس کو دوست رکھے گا اور جس کو اللہ دوست رکھے وہی دنیا اور آخرت دونوں میں برومند اور فلاح یاب ہو گا۔

اسی عدل و انصاف کے حوالے سے سورۃ الحجرات میں بھی آیا ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں برسرپیکار ہوں تو ان میں صلح کرا دو۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرتا ہے' تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ پس اگر وہ رجوع کرے تو فریقین کے مابین عدل سے صلح کرا دو اور انصاف پسند منصف بنو' اللہ تعالیٰ یقیناً منصفوں کو پسند کرتا ہے۔" (۴۹-۹):

عدل کی تاکید

اللہ لمقسط نے تاکید کی ہے کہ عدل اور قسط کو ہر حالت میں ملحوظ رکھا جائے اور اس عدل و انصاف سے دشمنوں کو بھی محروم نہ رکھا جائے۔

اور دشمن کے ساتھ بھی عدل کرو کیونکہ یہ تقویٰ سے قریب ترین ہے۔(۵-۸):

قوام بالقسط

قرآن مجید میں اللہ المقسط' قسط پر قائم رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔

"اے ایمان والو تم قوام بالقسط (عدل کے علم دار اور نفاذ کار) ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے لیے سچی گواہی دو اگرچہ اس سے تمہیں تمہارے والدین اور قرابت داروں کو ضرر ہی کیوں نہ پہنچے۔" (۴-۱۳۵ جزوی):

اور پھر اسی حوالے سے یوں بھی ارشاد باری ہے کہ "ناپ تول کے پیمانوں کو قسط کے ساتھ درست کرو۔ اور درست رکھو۔"

اور اس طرح سے بھی ہے کہ "لین دین کے معاملات کو ضبط تحریر میں لایا کرو۔ یہ خدا کے نزدیک اقسط ہے اور کاتب کو چاہیے کہ وہ عدل کے ساتھ دستاویز تحریر کرے۔" (۲-۲۸۲):

یوں بھی ارشاد باری ہے کہ "جو لوگ تم سے جنگ نہ کریں' ان سے ہمیشہ قسط کا سلوک کرو' خدا مقسطین کو پسند کرتا ہے۔" اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ "یتامیٰ کے ساتھ قسط کا برتاؤ کرو۔" (۴-۱۲۷):

"کائنات کا سارا سلسلہ میزان کے ساتھ قائم ہے' تم بھی میزان کو درہم برہم نہ کرو'

Marfat.com

بلکہ اسے قسط کے ساتھ قائم کرو۔

میزان اور قسط و عدل ہر رسول کے ساتھ اللہ لمقسط نے میزان نازل کی تاکہ وہ نظام معاشرہ قسط کے ساتھ قائم کر سکیں۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں یوں ارشاد موجود ہے کہ:

"ارشاد ہوا' البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا' اور ان کے ساتھ الکتاب اور المیزان نازل کیے۔ تاکہ حیات انسانی کی بنا قسط و عدل پر قائم ہو سکے۔" (۵۷-۲۵ جزوی):

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طبیعت اور مزاج میں نرمی اور حلیمی پیدا کر دیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ہر روز اس اسم مبارک کا ورد کرے تو وہ سدا برے خیالات اور وساوس شیطانی سے بچا رہتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر روز سات بار "یا مقسط" پڑھے تو وہ اپنے مقصود کو پا لیتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی دکھ' تکلیف یا غم اور رنج میں مبتلا ہو تو وہ یہ اسم الٰہی ستر بار روزانہ پڑھے' ہر طرح کے رنج و غم سے وہ آزاد ہو جاتا ہے۔

(۵) اگر کسی شخص کو نماز میں وساوس شیطانی آتے ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز صبح ایک ہزار بار "یا مقسط" پڑھ کر دعا کرے۔ چالیس روز تک یہ ورد کرنے سے اس کے وساوس جاتے رہیں گے۔

(۶) اگر کوئی خاوند اپنی بیویوں سے ناانصافی کرتا ہو تو اسے راہ راست پر لانے کے لیے بیویوں کو چاہیے کہ وہ سات ہزار بار "یامقسط" کا ورد کر کے کوئی کھانے پینے والی شے پر دم کریں اور وہ شے خاوند کو کھلا دیں۔

(۷) جو کوئی چاہے کہ اس کا دشمن اسے کبھی نقصان نہ پہنچائے اور دشمن کا حملہ اس پر کوئی اثر نہ کرے' اسے چاہیے کہ وہ ہر روز سات سو بار یہ اسم مبارک پڑھ کر اللہ سے دعا کرے' وہ شخص ہمیشہ دشمن کے حربوں سے محفوظ رہے گا۔

Marfat.com

المُقِیتُ

المقیت ——— یہ جمالی اسم ہے۔

اعداد ——— ۴۵۰

عدد واحد ——— ۹

اسماء الحسنیٰ میں مقیت ایک ایسا اسم مبارک ہے جو اپنی اس مجرد حالت میں صرف ایک بار قرآن مجید میں آیا ہے۔

لفظ ''مقیت'' کا مادہ اصل میں قوت ہی ہے' جس کے معنی ہوتے ہیں طاقت کے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی قوت بے حساب اور بہت ہی زیادہ حد و حساب سے باہر ہے۔

مقیت

مقیت کے بحوالہ قوت' طاقت' زور' بل' مجال' سلطنت اور ہمت اور ریاست ہوتی ہے۔ اور اگر اس ''مقیت'' کو بحوالہ ''قوت'' دیکھا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے۔ خوراک' یا خوراک کے ذریعے قوت دینا۔ یہاں پر ''مقیت'' کے معنی بحوالہ خوراک کھانا اور روزی کے بھی ہوتے ہیں۔

مقیت کے متعدد معانی ہیں لیکن معروف معنوں میں روزی رساں نگہبان' رزق

Marfat.com

روزی دینے والا' قادر' شہید و حفیظ اور مقتدر کے بھی ہیں۔

المقیت قرآن مجید میں باری تعالیٰ کی یہ صفت بطور "مقیت" صرف ایک بار سورۃ النساء میں بیان ہوئی ہے' اور اس کا بیان کچھ اس طرح سے ہے کہ:

"جو کوئی کسی نیکی میں سفارش کرے گا' اسے اس میں سے حصہ ملے گا اور جو کوئی کسی برائی میں سفارش کرے گا' اسے عذاب میں سے حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کو جزا و سزا کے پورے نظام پر پوری قدرت حاصل ہے۔" (۴-۸۵):

اس آیت مبارکہ میں "مقیت" بمعنی قوت اور قدرت بھی استعمال ہوا ہے۔ اور یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کام دوسروں پر منحصر نہیں ہوتے بلکہ انہیں خود اللہ ہی سرانجام دینے پر قادر اور خود مختار ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اللہ خود ہی بڑی قوت والا ہے۔ وہ دشمنوں' کافروں' باغیوں' سرکشوں اور منکروں کو ہر طرح کی سزا دینے کے لیے خود ہی بڑا طاقت ور اور مقتدر ہوتا ہے۔

قوت۔ المقیت المقیت کے معنی نگہبان بھی ہیں۔ وہ قوت صحت اور طاقت کے قیام کا سبب ہو۔ اور مقیت وہ ہے جو جملہ اعضائے بدن کو توانائی عطا کرتا ہے۔ اور اسی طرح مقیت وہ ہے جو جسم کی ضرورت کے مطابق غذا اور خوراک مہیا کرتا ہے۔

اگرچہ قرآن مجید میں جس آیت مبارکہ میں یہ لفظ "قوت اور قدرت" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اس آیت مبارکہ کا صرف ایک نہج اور سطح کو پیش نظر جو ترجمہ کیا جا رہا ہے' وہ یہی ہے لیکن ایک نئے انداز میں بھی اس "وکان اللہ علیٰ کل شئی مقیتا" میں قوت کے بجائے لفظ "مقیتا" استعمال کیا گیا ہے۔

لفظ "قوت" (ق و و ت) کے عربی زبان میں معانی خوراک' خورش' غذا' روزی وغیرہ کے بھی ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے "قوت" کے معنی غذا یا ایسی غذا کے بھی ہوتے ہیں کہ جو جزو جاں بن کر باعث قوت اور ذریعہ توانائی بنے۔ اس اعتبار سے بھی اس "مقیتا" کے حوالے سے یوں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا وہ نظام عظیم ہی ہے کہ جو ہر جاندار کی کھائی ہوئی غذا اس کے جزو جاں بنا کر اس غذا سے جسمانی نشوونما کو بھی جاری

Marfat.com

رکھتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ایک نہایت ہی عظیم الشان نظام ہے کہ جس کے تحت ہر نوع کے جاندار کو ایک ہی ماحول میں اللہ تعالیٰ ایسی روزی اور غذا دیتا ہے کہ جو اس نوع مخلوق کے لیے ضروری' جاں فزا اور جزوجاں بن جانے اور پھر ہضم ہو کر غذائیت اور قوت بخشنے والی خوش ذائقہ مرغوب اور من پسند خوراک اور بھوجن فراہم کرتا ہے۔

خوراک فراہم کرنے کا نظام حق

اس پوری کائنات کا احاطہ کرنا تو ممکن نہیں ہے البتہ ہم اس خطہ ارضی پر اس نظام اور روزی رسانی کے اہتمام کی متعدد صورتیں دیکھ سکتے ہیں۔ جنگلی جانوروں کو دیکھیں ان میں سے متعدد ایسے ہیں کہ جو گوشت خور ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ گوشت نہیں بلکہ مختلف قسم کا چارہ کھاتے ہیں۔

بتایا جاتا ہے کہ جس طرح سے انسانوں کو بہتر صحت اور جسمانی نشوونما اور تندرستی بحال رکھنے کے لیے ایسی متوازن غذا کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس میں مکمل غذائیت بھی ہو اور تمام غذائی اجزا بھی ہوں اسی طرح قریباً تمام جانداروں بالخصوص چوپایوں اور پرندوں کو بھی متوازن غذا ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ المقیت متوازن غذا دیتا ہے

اگرچہ انسان کے لیے قدرت نے جو قدرتی غذائیں پیدا کر رکھی ہیں وہ بلاشبہ قدرتی نظام غذا اور نشوونما کے اعتبار سے ہر حوالے سے مکمل اور غذائیت والی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کو انسان اپنے ذائقے' لذت' طلب کام و دہن کے لیے مزید سنوارتا اور سدھارتا چلا جاتا ہے۔

دنیا کے جس بھی خطے میں جس بھی موسم میں انسانوں کے لیے قدرت کی پیدا کردہ (غذائیں) سبزیاں' پھل ساگ پات' اور دوسری اجناس اور ان علاقوں میں بافراط پائے جانے والے پرند و چرند (کہ جو دین اسلام میں لوگوں کے لیے حلال قرار دیئے گئے ہیں) وہ سب انسان کے لیے ضروری' باعث حصول غذا و غذائیت اور وجہ نشوونما جسمانی ہیں۔

کیا آپ نے محسوس کیا کہ موسم سرما میں انسان کے لیے اللہ المقیت جو پھل' سبزیاں' اجناس اور غذائیں پیدا کرتا ہے اور جو ساگ پات مہیا کرتا ہے' وہ بلاشبہ انسان کو

Marfat.com

اسی موسم ہی میں درکار ہوتے ہیں۔ اور انسان کے جسم و جان کی وہی ضرورت ہوتی ہیں۔ انسان کو اپنی جسمانی نشوونما کی خاطر انہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح گرمیوں اور دوسرے موسموں میں پیدا ہونے والی قدرتی (غذاؤں) یعنی سبزیوں' پھلوں' اجناس' ساگ پات اور پرند و چرند کی صورت بھی ہے۔ اللہ المقیت ہر خطہ' ہر جگہ' ہر موسم اور ہر دور کے انسان کی غذائی ضرورتوں سے خوب واقف ہے

تصور حلال و حرام "اللہ المقیت" وہ ہے جو انسانوں کے لیے بہتر سمجھتا ہے کہ ان کے لیے کون سی غذا اور کون سی خوراک مناسب اور مفید ہے اور کون سی غذا مفید نہیں بلکہ مضرت رساں ہے یا مضرت رساں غذا اور خوراک نتیجہ کار کس طرح سے انسان کے لیے باعث نقصان ہو سکتی ہے۔

"قرآن مجید میں ایسی تمام اشیاء کو خبیث قرار دیا گیا ہے جن سے انسان کی صحیح نشوونما میں رکاوٹ پیدا ہو اور اس کی صحت بخش بالیدگی میں حائل ہو۔" اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے کہ:

"وہ (محمد ﷺ) حلال کرتا ہے ان (لوگوں) کے لیے طیبات یعنی پاکیزہ اشیاء اور حرام کرتا ہے ان پر گندی اور مضر صحت چیزیں۔" (۷-۲۵۷ جزوی)

انسان کی غذا ماہرین غذا اور غذائیت بتاتے ہیں انسانی غذا میں لحمیات' نشاستہ' چکنائی' نمکیات حیاتین اور پانی وغیرہ بے حد ضروری اور اہم ہوتے ہیں۔ اور قدرت نے انسان کی اپنی کوششوں کے علاوہ بھی انسان کی قدرتی غذاؤں میں یہ سب کچھ فراہم کر رکھا ہے۔ لیکن انسانوں کے علاوہ دیگر جانداروں کی غذاؤں کا تو قدرت براہ راست بھی انتظام کرتی ہے۔ "اللہ المقیت" ہر ذی حیات اور جسم و جان والی پیداوار کو اس کے جسم' ذائقے اور پسند کے مطابق غذا (رزق) فراہم کرتا ہے۔ پھر ہر مخلوق کی جسمانی ساخت' اس کے نظام انہضام اور اس کی دوسری ضروریات کو بھی اللہ نے خوب جان رکھا ہے۔

شیر گوشت کھاتا ہے اور لامحالہ اس کی غذا کے تمام اجزا اس کے شکار کیے ہوئے جانوروں کے گوشت سے مل جاتے ہیں۔ اسی طرح بکری دودھ دیتی ہے لیکن اسے صرف عام چارے اور گھاس پھونس ہی سے اس کے لیے ساری غذائیت میسر آ جاتی ہے۔ اسی

Marfat.com

طرح کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ سینکڑوں ٹن وزن رکھنے والی وہیل (مچھلیاں) کیا کھاتی ہیں۔ وہ ایسے شرمپس (سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے صغیرے) کھاتی ہے اسے اللہ المقیت تمام غذائی اجزا انہی صغیروں ہی سے فراہم کر دیتا ہے۔

اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کی ہزاروں اقسام کی مچھلیوں کی غذا اور خوراک کا اہتمام اسی اللہ المقیت ہی نے کر رکھا ہے۔ کئی مچھلیاں بحری کائیاں' جالے' رطوبتیں اور نہائت چھوٹے حجم کے بے ہڈی والے کیڑوں مکوڑوں کو کھاتی ہیں اور کئی بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو بھی کھا جاتی ہیں یہ بھی اسی قدرت ہی کا کیا ہوا انتظام ہے۔

پھر مچھلیوں کی ایک بڑی تعداد اور لا تعداد اقسام پانی میں سے پلا نکٹن کھا کر نشوونما حاصل کرتی ہیں۔ اور وہ سدا اسی پر بڑھتی پھولتی رہتی ہیں اور پھر قطب شمالی کے برفانی ریچھ جس قسم کی مچھلیوں اور سیل کو کھاتے ہیں انہیں تو غذا فراہم کرنے والے خاص ذخائر کے طور پر قدرت نے بنا رکھا ہوتا ہے۔ یہ سارے اسی اللہ المقیت ہی کے انتظامات ہیں۔

چوپائے اور پرندے

"اللہ المقیت" ہزاروں اقسام کے جنگلی چوپایوں اور جانوروں کو ان کی ضرورت اور جسمانی ساخت کے مطابق غذا فراہم کرتا ہے۔ اور پھر اللہ نے ہر ایک قسم اور نسل کو غذا چبانے' ہضم کرنے اور جزو جان بنانے کے لیے اپنے اپنے بڑے ہی مربوط نظام بھی دے رکھے ہیں' جو چوپایہ یا جو جانور جس بھی غذا کو کھاتا ہے' اسی کی جانب اس کی قدرتی رغبت اور چاہت رکھی گئی ہے۔ پھر یہ دیکھیں کہ بعض خاص حالات میں یعنی دوران حمل' بروقت زچگی اور بچوں کو دودھ پلانے کے لیے یا بچوں کو پروان چڑھانے کے لیے ان جانداروں کی ایسی غذاؤں کی جانب رغبت اور چاہت ہوتی ہے' جن کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح ان جانوروں اور چوپایوں کی خاص بیماریوں کی حالت میں خاص قسم کی ایسی غذاؤں کی جانب رغبت اور چاہت ہو جاتی ہے جن کی انہیں تندرست کرنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سارا بھی اسی اللہ المقیت ہی کا کیا ہوا انتظام ہے۔

یہی حال پرندوں کا ہے جن دنوں میں پرندے صدائے غیبی پر انڈوں کے لیے تیار ہوتے ہیں تو باہمی ملاپ کرتے ہیں انہیں خاص غذائیں میسر آتی ہیں اور پھر جب مادہ

Marfat.com

انڈے دیتی ہے' اس دور میں مادہ کی رغبت خاص قسم کے کیڑوں مکوڑوں اور سونڈیوں' لاروؤں اور بغیر گٹھلی کے پیلو نما ننھے منے پھلوں کی جانب ہو جاتی ہے۔ اور ضرورت کے مطابق ان سب غذاؤں کی فراہمی وہی اللہ ہی کرتا ہے اور پھر پرندوں کو بچے سینے کے بعد بے پروبال بچوں کے لیے جس طرح کی جلد ہضم ہو جانے والی نرم' دودھیا اور پرندوں کے اپنے لعاب دہن والی غذائیں بھی قدرت ہی مہیا اور فراہم کرتی ہے۔

اور پھر جن دنوں میں پرندوں کو لمبی اور طویل اڑانوں کی ضرورت ہوتی ہے' اس دور میں تو ایک چھوٹی روبن چڑیا ہر روز کم و بیش چالیس عدد کیچوے کھا جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ المقیت کا یہ غذا اور غذائیت فراہم کرنے والا ایک بڑا ہی عظیم الشان سلسلہ اور نظام ہے۔ انسان تو ابھی قدرت کے اس نظام فراہمی غذا کو دیکھ کر صرف عش عش کرنے کے بعد سبحان اللہ ہی کر سکتا ہے۔

گائے' بھیس اور بھیڑ بکریاں جو ہر روز سیروں دودھ بھی دیتی ہیں ذرا ان کی غذاؤں پر توجہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ المقیت ہی انہیں ایسی غذائیں فراہم کرتا ہے کہ ان سے دودھ بھی بنتا' گوشت بھی بنتا ہے اور ان جانوروں کا اپنا وجود بھی بدستور نشوونما پاتا رہتا ہے۔

المقیت کی غذائی حکمت عملیاں

اللہ المقیت کا ہر جاندار کو نافع اور فلاح بخش خوراک اور غذا فراہم کرنا اور پھر صرف ایسی ہی خوراک فراہم کرنا کہ جو جزو جان بن کر باعث نشوونما اور جان فزا بنے ایک بڑا ہی عظیم اور شاندار نظام ہے۔ انسان چونکہ قدرتی غذاؤں میں اپنی مرضی سے کمی بیشی' ردو بدل' بد پرہیزیاں اور من مانیاں بھی کرتا رہتا ہے۔ اس لیے بھی اللہ تعالیٰ نے بالخصوص اس کے لیے کئی غذائی اور خورد و نوش کے ضوابط اسے دے رکھے ہیں۔ ان قدرتی اصول و ضوابط میں انسانی صحت و صفائی' جسمانی غذائی ضروریات' انسان کے نظام انہضام' روحانی اور جذباتی زندگی اور نفسیاتی میلانات کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مثلاً قرآن مجید نے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ "تم پر مرا ہوا جانور' اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔" (۲-۱۷۳):

اسی طرح یوں ایک حکمت عملی ہے کہ "کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔" (۷-۳۱):

Marfat.com

گویا اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یعنی پاکیزہ اور ستھری چیزوں سے جو خدا نے انسانوں ہی کے لیے پیدا کی ہیں متمتع ہوا جائے اور پھر اللہ المقیت کا شکر کیا جائے۔ لیکن ان خدائی نعمتوں کو بے جا ضائع نہ کیا جائے۔ اسی طرح بے جا کھانا' شکم سیری کی حالت میں کھانا اسراف بھی ہے۔ اور اصول صحت اور تندرستی کے بھی خلاف ہے۔

یہ حکمت عملیاں اسی اللہ المقیت ہی کی ہیں تاکہ ہر غذا اور خوراک اپنا صحیح صحیح فعل و عمل اور وظیفہ ادا کر کے مناسب غذائیت فراہم کر سکے۔

غذا اور خوراک کا ایک سب سے بڑا عمل و فعل یہی ہوتا ہے کہ وہ انسانی جسم و جان کو قوت بخشتی ہے۔ اس حوالے سے بھی اس اللہ المقیت کی شان عیاں ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) یا مقیت کا چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے ذکر کرنے والا ہر طرح کی اندرونی بیماریوں سے بفضل تعالیٰ بچا رہتا ہے۔

(۲) بچوں اور نوجوانوں کی عادات و اطوار درست کرنے کے لیے ہر روز نماز مغرب کے بعد ۵۵۰ بار یا مقیت کا ورد کر کے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ اولاد کو نیک اور سعادت مند بنا دیتا ہے۔ یہ عمل سات دن تک متواتر کیا جانا ضروری ہے۔

(۳) ہر طرح کی بیماری سے شفایابی کے لیے "یا مقیت" کا عمل اس طرح سے ہے جو مریض ہو وہ خود بعد نماز عشا قبلہ رو بیٹھ کر ۵۵۰ بار "یا مقیت" کا ورد کر کے حسب دستور اللہ المقیت کے حضور خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگے۔ انشاء اللہ وہ شفایاب ہو گا۔

(۴) اگر کسی شخص' مرد و زن یا بچے کی آنکھیں دکھتی ہوں تو اس کے لیے چاہیے کہ یا تو وہ مریض خود اس اسم مبارک کا ورد کر کے اپنی تندرستی کی دعا کرے یا پھر کوئی دوسرا شخص اس مریض کی آنکھوں پر یا مقیت کا دس بار ورد کر کے دم کرے اور پھونک مارے۔ اللہ تعالیٰ شفا بخشتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص اس اسم حسنہ کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے مفلسی اور

Marfat.com

مسکینی سے بچائے رکھتا ہے۔

(۶) اگر کوئی بچہ ضد کرتا ہو اور اس کی ضد سے والدین تنگ ہوں تو ایسے بچے کو سات روز تک مسلسل "یا مقیت" کا دم کیا ہوا پانی پلانا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۷) اگر کسی شخص (مرد و زن) میں مسلسل روزے رکھنے کے باعث کمزوری ہو چکی ہو تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ہر کھانا کھانے سے پہلے سات بار "یا مقیت" بھی پڑھ لیا کرے۔

(۸) آنکھوں کے درد اور قولنج یعنی پسلیوں کے نیچے ہونے والے درد کے علاج کے لیے "یا مقیت" کا ورد کرنا شافی ثابت ہوتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کا ورد کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق روزی میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ ایسے شخص سے رزق کی تنگی دور رہتی ہے۔

(۱۰) یا مقیت کا ورد کرنے والا شخص جسمانی طور پر توانا، مستعد اور چست رہتا ہے۔

(۱۱) جو کوئی شخص ہر نماز کے بعد سات بار یا مقیت کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سدا سکون قلبی سے فیض یاب کرتا ہے۔

(۱۲) اگر کوئی شخص ہر روز نماز فجر کے بعد ۱۲۱ بار "یا مقیت" پڑھ کر اللہ سے تعالیٰ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی سب دعائیں قبول فرماتا ہے۔

Marfat.com

المٰلِک

الملک	———	اسم جمالی ہے۔
اعداد	———	۹۰
عدد واحد	———	۹

کائنات کی ہر شے پر اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ ہے' وہی ہر شے کا بلا شرکت غیرے مالک ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو ملک حاصل نہیں ہے۔ لفظ المالک قرآن مجید میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔

مالک ملک' مالک کا بنیادی طور پر مطلب قوت' اقتدار' غلبہ' اختیار اور اقتدار اور اتھارٹی ہوتا ہے۔ اس لیے مالک کے معنی صاحب اقتدار و اختیار کے بنتے ہیں۔ ملک کے بنیادی معنی بھی اقتدار ہی کے ہوتے ہیں۔ بعد میں اسے بادشاہ یعنی صاحب اقتدار کے معنوں میں استعمال کرنے لگ گئے۔ اسی طرح ملک کے بنیادی معنی بھی اختیار اقتدار ہی کے ہیں' بعد میں اس سے مراد وہ علاقہ ہو گیا جس پر کسی کا اقتدار ہو۔ ملکوت کے معنی وہ مظاہر فطرت ہیں جن سے خدا کے اقتدار و اختیار کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

اللہ کی قوت کائنات میں ہر شے خدا کے قانون کے مطابق عمل پیرا ہے لیکن اس قانون کے اندر بجائے خویش کوئی قوت نہیں ہوتی۔ کوئی اور قوت ہوتی ہے جو اس قانون کو موثر بناتی ہے۔ قوانین کائنات کے پیچھے یہ قوت اللہ کی ہے جس میں کوئی اور شریک نہیں۔ اسی کو خدا کا اقتدار و اختیار کہا گیا ہے۔

مالک اور ملک مالک اور ملک میں ایک بنیادی فرق ہوتا ہے۔ یعنی ملک تو بادشاہ ہوتا ہے اور اسے صرف بعض امور پر متصرف ہوتا ہے۔ لیکن مالک تو اپنی پوری ملک پر پورا تصرف رکھتا ہے کیونکہ حرف کے بڑھنے سے معنی میں قوت بڑھ جاتی ہے۔ دوسرا ملک کا لفظ صرف انسانوں کی سیاست سے مخصوص ہے' یعنی وہ جمہور میں امرونہی کا تصرف رکھتا ہو جو ایک محدود تصرف ہے۔

مالکیت میں بھی رحمت ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس مالکیت میں اللہ کی رحمت اور گناہوں کی معافی کے معنی بھی شامل ہیں۔ مالک کا لفظ ملک کے لیے اس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ اس میں اختیار بھی ہوتا ہے۔ ملک تو محض ایک محدود اختیارات کا حاکم ہوتا ہے جو اکثر فریقین میں انصاف کے لیے مامور ہوتا ہے' وہ کسی مجرم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ لیکن اس کے بجائے مالک کو اختیار ہے جسے چاہے معاف بھی کر دے۔ اس میں کفارہ اور تناسخ کا ابطال ہے' کیونکہ ان دونوں کی رو سے خدا گناہ نہیں کر سکتا بلکہ سزا دینے کے لیے مجبور ہے۔ یہ عقیدہ کس قدر خلاف واقعات ہے کہ ایک نوکر کا آقا یا مالک جو حقیقت میں مالک نہیں اس کا گناہ معاف کر سکتا ہے لیکن وہ خدا جو مجتمع جمیع صفات کاملہ ہے' وہ معاف نہیں کر سکتا۔ اور اگر معافی کی خواہش انسان میں ہے تو خالق میں کیوں نہیں' جو صفت خالق میں نہ ہو وہ مخلوق میں نہیں ہو سکتی۔

وہی مالک حقیقی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سب کا اور سب پر مکمل طور پر مالک حقیقی ہے۔ ہر ایک چیز سدا سے اور ہر وقت اسی کے لیے قبضہ قدرت میں ہے وہ سب سے بے نیاز ہے' سب اسی کے محتاج ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں پر اپنی ملکیت کو مادی اور روحانی (یعنی میٹر اینڈ مائنڈ) حوالے سے بڑے ہی واشگاف الفاظ میں بتایا ہے کہ: "اے رسول ﷺ! انہیں بتلا دیجئے کہ میں اپنی جان کے نہ نفع پر قادر ہوں نہ ضرر پر۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت

Marfat.com

پر منحصر ہے۔ اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بھلائیاں ہی بھلائیاں حاصل کر لیتا' اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی' میں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اہل ایمان کو برے اعمال کے عواقب سے ڈرانے والا (نذیر) اور اچھے اعمال پر انہیں رضا الٰہی کی خوش خبری دینے والا (بشیر) بنا کر بھیجا گیا ہوں (۷-۱۸۸)

اسی حوالے سے ایک اور انداز میں اللہ کی ملکیت اور تمام امور کے مالک ہونے کو واضح کرنے کی خاطر سورہ یونس میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

"اے رسول ﷺ ان سے پوچھئے کہ بھلا تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ وہ کون ہے جو تمام سمعی اور بصری صلاحیتوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو کارخانہ ہستی کا تدبیر کنندہ ہے۔ پس وہ کہیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ کہہ دیجئے کیا تم راہ تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔" (۱۰-۳۱)

مالک الملک

پوری کائنات اکبر میں ہر بات اللہ کے قانون ہی کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لیے اس قانون سے ہٹ کر' یا اس کے خلاف' کوئی شخص نفع یا نقصان کی صورت پیدا نہیں کر سکتا' اس باب میں تو رسولوں کی بھی استثنا نہیں ہی۔ گویا سب کچھ مشیت الٰہی میں ہے۔

سورۃ آل عمران میں بڑے ہی خوب صورت انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ: "کہہ دیجئے اے اللہ جل جلالہ (ارض و سما پر محیط) تمام مملکت کے مالک! (تو صاحب جلال و جبروت ہے) جسے چاہے مملکت عطا کر دے اور جس سے چاہے (اس سے حکومت و اختیار) چھین لے' جسے چاہے (ارتقاء و عروج کی لازوال) عزت بخش دے اور جس کو چاہے نکبت وادبار کی گھناؤنی پستی میں اتار دے۔ (کائنات و ارضی و سماوی کی) ساری بھلائیاں تیرے حیطہ اختیار میں ہیں اور تیری قدرت کاملہ کا سکہ پوری کائنات ہستی پر جاری ہے۔" (۳-۲۶): گویا انسانوں کو ہر طرح کا اقتدار اللہ ہی کے قانون مشیت کے مطابق ہی ملتا اور اسی کے مطابق چھنتا ہے۔ اور پھر یوں بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ صاحب اقتدار ہے اور صاحب اختیار ہے جسے چاہے اپنی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔ وہ امکانی وسعتوں کا مالک ہے اور صاحب علم و حکمت ہے۔" (۲-۲۴۷):

Marfat.com

مالک الملک تو کا مالک ہوتا ہے' بلاشرکت غیرے صاحب اقتدار و اختیار بادشاہ' ارض و سما کا مالک واحد اور وہی احکم الحاکمین ہے اور ہر شے پر اسی کا تصرف و تسلط ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی بڑا اور عالی شان' خالق حقیقی اور رب العرش العظیم اور رب العرش الکریم ہے۔ اسی حوالے سے سورہ المومنون میں اس طرح سے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:

"(پس جان لو) کہ اللہ تبارک و تعالیٰ (جل جلالہ و عم نوالہ و عزبرہانہ) ایزد ذی متعال! سچا (سب سے سچا) بادشاہ ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا سزاوار نہیں ہے اور وہ (قادر مطلق) گرامی قدر عرش کا مالک و پروردگار ہے۔" (۲۳-۱۱۶)

مالک یوم الدین

لفظ مالک کا مادہ (م-ل-ک) ہے۔ اور یہ تینوں حرف حرکات زبر زیر اور پیش کے ساتھ ہیں۔ اس لفظ کے بنیادی معنی درج ذیل ہیں۔

(۱) کسی چیز پر قادر اور مستولی ہو جانا

(۲) اختیار و ارادہ یا اتھارٹی۔

(۳) بنیاد محکم' یعنی وہ سہارا جس پر کوئی چیز قائم ہو۔

(۴) جس ذریعہ سے کوئی معاملہ درست ہو جائے اور کمال کو پہنچ جائے۔

جب یہ لفظ عام انسانوں کے لیے بولا جاتا ہے تو اس کا مفہوم بالعموم اس قسم کی قوت اور اقتدار ہوتا ہے جس سے دوسرے انسانوں کو مملوک بنایا جائے۔ اسے ملوکیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن جب اسے خدا کے لیے بولا جائے گا تو ظاہر ہے اس سے مستبدانہ اقتدار مقصود نہیں ہو گا۔ اللہ تو ہر چیز کا خالق' قادر' مطلق ہونے کے باوجود مستبد نہیں۔ استبداد کا مطلب ہوتا ہے ظالمانہ' ظلم و جور بھرا۔ ستم اور ظلم والا۔ لہٰذا جب کہا جاتا ہے کہ "لہ ملک السموات والارض" یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بلندیوں (آسمانوں) اور پستیوں (زمین) کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ معاون کار۔ (۲-۱۰۷): گویا ساری کائنات میں اقتدار اور اتھارٹی اسی کی ہے۔

اس میں یہ بنیادی مفہوم بھی ہے کہ یہ اقتدار اشیائے کائنات کی زندگی اور نشوونما کا سہارا ہے۔ یہ وہ اقتدار ہے کہ جس سے اجزائے کائنات ایک دوسرے سے اس طرح سے مربوط ہیں کہ وہ ایک وحدت بن گئے ہیں۔ یعنی مالک کائنات وہ ہے جس نے کائنات کے

Marfat.com

ذرات میں باہمی کشش و جذب پیدا کر کے سلسلہ ارتقاء کو بڑھانے والا اور جاری و ساری رکھنے والا ہے۔

کائنات جن جن طویل المیعاد مراحل اور مدارج سے گزرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے وہ سب مراحل یوم اور ایام ہیں۔ گویا یہ یوم ادوار اور وقت بھی ہیں۔

پھر "مالک یوم الدین" میں لفظ دین بڑا ہی کامل اور بامعنی لفظ ہے۔' لہٰذا اس لفظ کے ایک یہ معنی ہوتے ہیں کہ غلبہ' اقتدار' حکومت' مملکت' آئین' قانون' نظم و نسق' فیصلہ ٹھوس نتیجہ' جزاء و سزا' مکافات عمل۔ لیکن دوسری طرف یہی لفظ جب انسانوں کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں۔ اطاعت' فرماں برداری' فرماں پذیری' محکومیت۔ اور جب اس کی نسبت خدا اور انسان دونوں کی طرف جامع طور پر منسوب ہو گی تو اس کے معنے ہوں گے 'قوانین خداوندی کی اطاعت' جس کا نتیجہ خدا کے متعین کردہ قوانین کے مطابق ظہور میں آتا ہے۔ گویا دین کے معنی اور مفہوم ہوا کہ وہ نظام جو قوانین خداوندی کے مطابق قائم ہو۔

دین کے اصل معنی جزا کے بھی ہیں۔ لیکن بخاری میں ہے کہ "الدین الجزاء فی الخیر والشر۔" یعنی نیکی اور بدی کی جزا اور سزا نام دین ہے۔ لیکن بطور استعارہ دین کا لفظ شریعت کے لیے بھی مستعمل ہے۔ اس طرح شریعت کی تابعداری بھی دین ہے۔

ملیک مقتدر سورۃ القمر کی سب سے آخری آیت میں بیان ہوا ہے کہ وہ کائنات کا قادر مطلق ہے اور وہی ملیک مقتدر ہے۔ وہ بادشاہ کائنات قدرت اور اختیارات والا مالک اور بادشاہ ہے۔ پھر قرآن مجید ہی بتاتا ہے کہ "کائنات ہستی کی حاکمیت اعلیٰ صرف اسی کی ہے۔(۶-۷۵)

اسی طرح اللہ تعالیٰ تو انسانوں کو اپنے اللہ ملکوت السموت والارض ہونے پر دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ "کیا ان (محروم الایمان انسانوں نے) سموات اور ارض کی حاکمیت اعلیٰ اور تخلیقات الٰہی پر غور نہیں کیا۔"(۷-۱۸۵)۔

اور پھر یہی کہ " ان سے پوچھئے علم ہو تو بتاؤ کہ وہ کون ذات ہے جس کے دست قدرت میں اشیائے ما کان و یکون کا کلی اختیار حکمرانی ہے' اور کس کے دامن رحمت میں مظلومیت کو پناہ ملتی ہے اور ظلم کو اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جا

Marfat.com

سکتی۔"(۲۳-۸۸):

قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی لفظ ملکوت استعمال ہوا ہے اس سے خفی یا جلی انداز میں یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ وہ کہ جس حق کی تکذیب ہو رہی ہے دنیا میں اسی کی حکومت قائم ہو گی۔ اس حق اور ملکوت کل شئی کے دائرہ اختیار سے کوئی باہر نہیں جا سکتا۔ "پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت اختیار میں ہر شے ہے اور ہر شے پر حاکمیت و شہنشاہیت بھی اسی کی ہے اور تمہاری بالآخر اسی کی طرف بازگشت ہے۔"(۳۶-۸۳):

عظمت کبریائی والا مالک

اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت مالک کے حوالے سے یہ شان اور استغناء ہے کہ وہ "اللہ تعالیٰ صاحب اختیار ہے جسے چاہے اپنی سلطنت عطا کر دیتا ہے وہ امکانی وسعتوں کا مالک ہے اور صاحب علم حکمت ہے۔"(۲-۲۴۷)

پھر اسی طرح سے ایک اور مقام پر یوں بھی ہے کہ:

"کہہ دیجئے کہ تمام حمد اس ذات یکتا و بے ہمتا کے لیے ہے جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا' جس کی (بلاشرکت غیرے اور بلا مشارکت احدے)" حکومت میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ جو نہ تو کمزور و ناتواں ہے کہ اسے حامی کار درکار ہے۔ اس کی عظمت کبریائی کا تقاضا ہے کہ تمہاری جانب سے اس کی عالمگیر برائی کا کما حقہ ادراک ہو' اور بھرپور اظہار ہو۔"(۱۷-۱۱۱):

ملک السمٰوٰت والارض

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے متعدد بار اور کئی حوالوں سے واشگاف الفاظ میں بتایا ہے کہ سمٰوٰت والارض (جملہ کائنات) میں ہر طرح کا اقتدار و اختیار اسی اللہ ہی کا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی چند ایک آیات کا ترجمہ اور تفہیم وضاحت کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

"(اے رسول) کہہ دیجئے' اے انسانو میں تم سب کی طرف اللہ کی تعالیٰ کی طرف سے مرسل مبعوث ہوا ہوں جس کی حاکمیت و حکومت آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں پر محیط ہے۔ اس کے حیطہ اختیار میں ہیں' اور موت کی (خزاں گزیدگیاں) طاری کرنے پر قدرت اسی کو حاصل ہے۔"(۷-۱۵۸)

"یہ امر شک و شبہ سے بالا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت (حاکمیت) بلاشرکت

Marfat.com

غیرے اور بلامشارکت احدے) صرف اللہ تعالیٰ کی ہے- وہی زندگی کی توانائیاں بخشتا ہے۔ وہی موت طاری کرتا ہے اور پھر انہیں سلب کر لیتا ہے- (آفاق کے تمام فانی سہارے تمہارے سامنے ہیں) اس کے سوا نہ کوئی رفیق و ساز گار ہے اور نہ کوئی نصیرو مددگار-"(۹-۱۱۶):

"آسمانوں کی لامحدود رفعتوں اور زمین کی ناپیدو وسعتوں کی تمام و کمال بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے اور تمام مخلوقات کی اسی کی طرف بازگشت ہے-"(۴۲-۲۳):

سورہ الفرقان میں اس طرح سے ہے کہ" اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کی سلطنت آسمانوں اور زمین پر قائم ہے- اس نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا نہ اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے- اس نے ہر شے کو خلعت تخلیق سے نوازا اور پھر اس کی (تخلیق تسویہ' تقدیر اور ہدایت) کا ایک اندازہ مقرر کر دیا-"(۲۵-۲)

اللہ تعالیٰ کی ملکیت بے انتہاء بڑی عظیم اور بے حدو حساب ہے- اس ملکیت اور اختیار و اقتدار کا کسی سے کوئی مقابلہ اور موازنہ بھی نہیں ہو سکتا- اللہ نے اسی عظمت اور بڑائی اور ملکیت کو یوں بھی ظاہر کیا ہے کہ" اللہ کی یہی حاکمیت اعلیٰ ہے۔ تمہارے پروردگار کی شہنشاہیت پوری کائنات پر محیط ہے اور (اے نادانو) تم جنہیں پکارتے ہو (یعنی خود ساختہ معبودان باطل کو) ان کی ملکیت میں تو ایک قطمر (یعنی کھجور کی گٹھلی کا چھلکا) سی چیز بھی نہیں ہے-"(۳۵-۱۳):

اللہ تعالیٰ اپنی اس ملکیت کا احساس انسانوں کو اور بھی حوالوں سے دلاتا ہے- انہیں ان کی پیدائش کے مراحل کی یاد دلاتا ہے' اور پھر جو نعمتیں انہیں دی ہیں ان کا ذکر بھی کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ" اسی اللہ کی حاکمیت و حکومت سب پر محیط ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے-(اور ان دلائل و براہین کے بعد) تم کس چکر میں پڑے ہو-" (۳۹-۶):

اسی طرح ایک اور رنگ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حاکمیت اور شہنشاہیت کا اظہار فرمایا ہے" وہ بڑی برکتوں والا ہے آسمان و زمین (اور اس کے مابین جو کچھ ہے-) کی حاکمیت و شہنشاہیت اسی کی ہے' قیامت کا علم اسی کو ہے اور اسی کی طرف سب کی بازگشت ہے-(۴۳-۸۵):

Marfat.com

"تمام آسمانوں اور زمین کی شہنشاہیت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اور جس روز قیامت برپا ہو گی تو حق کا بطلان کرنے والے خسارہ کار ہوں گے۔" (۴۵-۲۷):

ایک اور انداز و اسلوب میں اس ملکیت خداوندی کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ "آسمانوں اور زمین کی شہنشاہیت صرف اسی کو سزاوار ہے۔ زندگی بھی وہی عطا کرتا ہے اور موت بھی وہی طاری کرتا ہے' اور اس کی قدرت' کائنات ارضی و سماوی کی ہر شے پر محیط ہے۔" (۵۷-۲):

اسی سورہ الحدید ہی میں ایک اور آیت میں بطور تکرار ارشاد ہوتا ہے کہ "آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے' اور حیات و کائنات کے تمام امور کی (رجعت اور) باز گشت اسی کی طرف ہے۔" (۵۷-۵):

تبارک الذی بیدہ الملک

سورۃ الملک کی ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں سلطنت کا ذکر کیا گیا ہے۔ بلکہ اس سورۃ کو الملک کا نام اسی لیے دیا گیا ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایک خدا کا قانون ہی ساری دنیا میں چلتا ہے اور اس میں یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ عظیم الشان مخلوقات سماوی جس کو دیکھ کر نظر بھی متحیر رہ جاتی ہے' وہ بھی سب ایک قانون کے ماتحت ہے اور اسی سے انسان کو توجہ دلائی گئی ہے' کہ وہ بھی جب تک اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت نہیں چلاتا نہ صرف اس کی زندگی کی غرض پوری نہیں ہوتی بلکہ اسکا نتیجہ دکھ ہوتا ہے۔ اس سورۃ کے آغاز ہی میں فرما دیا گیا ہے کہ:

"بڑی برکتوں والی ہے وہ ذات' جس کے قبضہ اختیار میں کائنات ارضی و سماوی کی کامل شہنشاہیت ہے اور اسی کی قدرت کاملہ ممکنات کی ہر شے کا مکمل احاطہ کیے ہوئے ہے۔" (۶۷-۱): اور پھر یوں بھی اظہار موجود ہے کہ:

"وہ جس کی شہنشاہی کا سکہ تمام آسمانوں اور زمین پر رواں ہے اور کائنات کی ہر شے پر شاہد ہے۔" (۸۵-۹)۔

اس طرح سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکمیت اور ملکیت والا ہونے کے ساتھ ساتھ خود صاحب ارادہ و اختیار بھی ہے۔

"ارض و سما کی تمام حاکمیت و شہنشاہیت اللہ تعالیٰ کی ہے' وہ جسے چاہے بخش دے

Marfat.com

اور جسے چاہے گرفتار عذاب کر دے۔(لیکن) اللہ تعالیٰ صاحب غفران ہے' صاحب رحمت ہے۔"(۴۸-۱۴):

ملک القدوس اللہ تعالیٰ ملک القدوس ہے۔ گویا ہر طرح کی تقدیس اور ملکیت اسی کی ہے۔ اسی حوالے سے سورۃ جمعہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں ساری چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔ جو شہنشاہ ہے' ساری پاکیزگیوں کا مظہراتم ہے۔ صاحب غلبہ عظیم ہے اور صاحب حکمت کامل ہے۔"(۶۲-۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ان حاکمیت اور ملکیت کی عظمتوں اور پاکیزگیوں کی اس سطح عظیم پر کفار اور مشرکوں کا کفراور انکار اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:
"وہی اللہ ہے جس کے سوا عبادت کا کوئی سزاوار نہیں وہ شہنشاہ ہے وہ (سب سے زیادہ) پاک ہے' وہ (سب سے زیادہ) سلامتی دینے والا ہے۔ وہ سب سے بڑا محافظ ہے (القائم علی الناس) وہ غالب علی کل غالب ہے۔ وہ بڑا جبروت والا ہے اور بڑا صاحب کبریائی ہے۔ اور (مشرکوں کی منسوب کردہ ہر الائش شرک سے) پاک و منزہ ہے' وہی اللہ ہے۔"(۵۹-۲۳):

اللہ تعالیٰ وہ خدا ہے کہ ہر ایک جزا اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے اس زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو۔ وہ خدا بادشاہ ہے تو بے داغ ہے۔ وہ خدا تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے۔ اور ہر شے کی ملکوت اسی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور ہر طرح کا اقتدار و اختیار سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور یہ بھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقابلے میں معبودان باطل کے اختیار و اقتدار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو کسی ادنیٰ سی حیثیت کے بھی مالک نہیں ہیں۔

اعمال و فضائل

(۱) یا رحمٰن کا ورد کرنے سے بندہ اپنے نفس کو مطیع کر سکتا ہے۔

(۲) اگر "الملک القدوس" کا کوئی شخص ہر روز ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ملکیت اور تسلط و اختیار کو سدا برقرار رکھتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ہر روز ۹۰ بار "الملک

Marfat.com

القدوس" کا خصوصاً صبح کی نماز کے بعد ورد کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر روز صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد یا "ملک القدوس" کا اکیس اکیس بار ورد کرے تو وہ موذی اور تکلیف دہ بیماریوں مثلاً بواسیر' سوزاک اور ناسور وغیرہ سے بچا رہتا ہے۔

(۴) "یا مالک" کا وظیفہ کرنے والا اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو کسی بھی حوالے سے حاجت روا جاننا اور سمجھنا چھوڑ دیتا ہے اور اس کے لیے اللہ ہی کافی ہو جاتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص یا مالک کا تین ہزار بار وظیفہ کر کے کسی حاکم اور صاحب اقتدار سے بھی ملے گا تو حاکم بہرصورت ہمدردی اور غم خواری کے ساتھ پیش آئے گا۔

(۶) اس اسم مبارک کا ہر روز ورد وظیفہ کرنے والا شخص وجیہہ' خوب صورت اور باعزت ہو جاتا ہے۔

(۷) "مالک الملک" کا اگر کوئی شخص دس ہزار بار ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو یا گم شدہ چیز واپس مل جاتی ہے۔ بصورت دیگر بندے کی بے چینی ختم ہو جاتی۔ اس کو اللہ صبر کی نعمت عطا کر دیتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد "یامالک" کا ورد کرے گا تو اس سے تنگدستی اور عسرت دور رہے گی۔

(۹) ہر طرح کی نفسانی خواہشات سے نجات حاصل کرنے کے لیے "یامالک" کا وظیفہ بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۱۱) خواب میں ڈرنا اور چونک کر بیدار ہو جانا بڑے پریشان کن روحانی عوارض ہیں' ان عارضوں سے بچنے کے لیے سونے سے پہلے "یا مالک القدوس" کا ورد کر لینا چاہیے۔

(۱۱) اگر بچے سوتے میں ڈر جاتے ہوں تو بچوں کو اکیس بار یا مالک القدوس پڑھ کر دم کر دیں۔ انشاء اللہ بچوں کا ڈرنا ختم ہو جائے گا۔

(۱۲) ناجائز اور جھوٹے مقدموں میں اگر کوئی شخص ملوث ہو جائے تو ایسی صورت میں چند لوگ باوضو ہو کر اکیس ہزار بار "یا مالک الملک" کا ورد تین دن میں مکمل کریں اور ہر روز پروردگار سے دعا کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ مقدمے یا مقدمات سے نجات بخش دے گا۔

Marfat.com

(۱۳) اگر کوئی قیدی نوے دن تک ہر رات نوے بار "یا مالک" کا ورد کر کے ہر روز اپنے اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی قید کی مدت کو کم کر دیتا ہے اور اس کی جلد رہائی کا اہتمام کر دیتا ہے۔

(۱۴) لوگوں میں عزت' شرف اور مقبولیت حاصل کرنے کے لیے "یامالک" کا ورد وظیفہ ایک عظیم نعمت ہے۔

(۱۵) ہر طرح کی پریشانی اور بے چینی سے نجات حاصل کرنے کے لیے "یا ملک" کا ورد ہر نماز کے بعد نوے بار کرنے سے مثبت نتائج حاصل ہوتے ہیں دل کو سکون میسر آ جاتا ہے اور پریشانی بھی دور ہو جاتی ہے۔

(۱۶) کسائش رزق اور بہتر روز گار کے لیے بھی "یا مالک" کا وظیفہ چند ہی دنوں میں اپنے اثرات ظاہر کر دیتا ہے۔

(۱۷) یا مالک کا ورد وظیفہ کمائی اور روزی میں برکت اور رزق میں برکت کا باعث اور موجب بنتا ہے۔

Marfat.com

المعطی

المعطی ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۲۹

عدد واحد ——— ۳

اس اسم مبارک سے مراد ہے عطا کرنے والا' دینے والا' بخشنے والا' فضل و کرم کرنے والا' عنایت کرنے والا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ اسم مبارک بطور "المعطی" قرآن مجید میں اگرچہ نہیں آیا لیکن بطور عطا کرنے والے کے اس کا جا بجا اظہار ہوا ہے۔ گویا اس عطا کرنے والے کی لا تعداد عطائیں' مہربانیاں' نوازشات عنایات ہیں کہ جن سے یہ پوری کائنات بھری ہوئی ہے۔ یہی نہیں انسان کا یہ مسکن زمین بھی عنایات الٰہی میں سے ایک عطا ہے۔ اور اس زمین کے اوپر اور زمین کے اندر بھی اللہ المعطی کی عطائیں ہی عطائیں ہیں۔

ایک عربی شاعر نے "المعطی" کو ایک بہت بڑا سخی قرار دیا ہے اور کہا ہے "وہ دیتے وقت خوشی سے ایسے جھومتا ہے جیسے تر شاخ ہواؤں سے جھومتی ہے۔ اور اس "المعطی"

Marfat.com

نے ہمیں سب کچھ دیا اور دے کر ایسا خوش ہوا جیسے ماں اپنے بچے کے منہ میں لقمہ دے کر خوش ہوتی ہے۔"

المعطی کے عطیات

اللہ المعطی کے عطیات لا تعداد ہیں۔ اللہ کے وہ عطیات ارض و سما اور انسان کی اپنی جسمانی کائنات میں بھی جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا اور عطیات میں اس کے بے شمار انعامات' اکرام و احسنات' بخششیں اور رحمتیں اور نوازشات ہیں۔

المعطی کی عطائے غیر مجذوذ

اس ارض و سما کے اندر بھی اللہ المعطی کی ان گنت نوازشات اور عطیات ایسے ہیں کہ جو کبھی ختم اور منقطع نہیں ہوتے' ان عطائے الٰہی میں گرمی' سردی اندھیرے' اجالے' روشنیاں اور تاریکیاں' بلندیاں اور پستیاں' ہوائیں' سمندر' پانی یہ سب اللہ المعطی کے نہ ختم ہونے والے عطیات ہیں' اور ان سب کی خوبی اور عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور اپنی دیگر مخلوقات ان کے حق اور استحقاق کے بغیر دیئے۔ اسی طرح مزید تفصیلات میں جائیں تو ہوائیں' فضائیں' خوشبوئیں' قدرتی مناظر' زمین کی زرخیزیاں کیا یہ سب اس اللہ المعطی کے عطیات گراں قدر نہیں ہیں۔

پھر ان کے علاوہ انسان کی جان اور اس کے جسم کے اندر اللہ المعطی نے کیا کیا عطیات لازوال محض نہاں اور بعض عیاں ہر ایک کو طلب و جستجو کے بغیر ہی دے رکھے ہیں۔ ذرا انسان جو اس پر غور کریں یہ قوت سماعت' قوت بصارت' قوت شامہ' قوت کام و دہن کہ جس سے انسان ذائقوں اور لذتوں سے فیض یاب ہوتا ہے یعنی قوت ذائقہ اور قوت لامسہ ہیں' یہ تو ظاہری عطائے الٰہی ہیں پھر ان کے ساتھ ساتھ انسان کی باطنی قوتیں ہیں' جن میں حس مشترک خیال' وہم' حافظہ اور متصرفہ ہیں کیا یہ کوئی عطیات نہیں ہیں۔ اور کیا ان ظاہری اور باطنی قوتوں کا کوئی متبادل ہو سکتا ہے کیا انہیں اللہ المعطی کے علاوہ کوئی عطا فرما سکتا ہے۔

یہ سب نعمتیں اور عطیات تو اللہ المعطی کی جانب سے اس دنیا پر اس دنیا والوں کے لیے ہیں اور اپنی اصل اور اساس کے اعتبار سے یہ ختم نہ ہونے والے عطیات ہیں' ان سے انسان صرف اپنی بد عملیوں اور بے راہ رویوں ہی کے باعث محروم ہوتا ہے۔

Marfat.com

لیکن اللہ المعطی نے اپنے نیک بندوں کے لیے جو عطیات اور نعمتیں رکھی ہوئی ہیں وہ "غیر مجذوذ" یعنی کبھی منقطع اور ختم ہونے والی نہیں ہیں' اسی حوالے سے ارشاد باری ہے کہ:

"اور وہ لوگ جو نیک بخت ہیں' وہ حسب مشیت الٰہی جنت میں ہمیشہ رہیں گے کہ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں یہ خدائے ذوالجلال کی عطائے خاص ہے جسے منقطع نہیں ہونا ہے۔" (۱۱-۱۰۸)

المعطی کی سب کے لیے عطا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی رحمتوں' نعمتوں اور عطیات کو محدود اور مقید نہیں رکھا ہوا بلکہ انہیں سب کے لیے کھلا اور عام رکھا ہوا ہے' اسی ضمن میں ارشاد باری ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) ہم ہر ایک کو (تیرے رب کی بخشش بے پایاں سے) مدد دیتے ہیں' اس گروہ کو بھی اور اس گروہ کو بھی اور تمہارے رب کی عطا (اور بخشش) کے دروازے تو کسی پر بھی بند نہیں ہیں۔" (۱۷-۲۰):

اور پھر اللہ المعطی کی ایک عظیم عطا کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر شے کی تخلیق بذات خود ایک عطا ہے:

"(حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہلوایا جا رہا ہے) کہ ہمارا پروردگار وہ ہے کہ جس نے ہر شے کو اس کی صورت دے کر پیدائش عطا کی اور پھر اسے (اس کے اپنے کمال) کی راہ دکھائی۔" (۲۰-۵۰):

المعطی کی عطا بے حساب ہے

جس طرح اللہ تعالیٰ کی عطا' عطیات' نوازشات اور عنایات لامحدود اور نہ ختم ہونے والی ہیں' اسی طرح وہ بے حساب بلکہ فراواں ہیں۔ اس ضمن میں یوں اللہ کا ارشاد موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ واہب العطایا ہے۔ فنکاروں' کاریگروں' ہنرمندوں اور اہل حرفہ کے اندر جو بھی ہنر' فن' لیاقتیں اور تخلیقی قوتیں ہیں وہ المعطی کی دی ہوئی ہیں کیونکہ:

"اللہ تعالیٰ کی عطا (اور بخشش بے حساب (بغیر حساب کے) ہے۔ (لیکن انسان کی مرضی ہے کہ وہ) مختار ہے خواہ احسان کرے یا روک رکھے۔" (۴۰-۳۹):

یعنی یہ عظیم نعمتیں اور عطیات انسان کے وہم و گمان اور قیاس اور اس کی امیدوں

Marfat.com

اور توقعات سے بھی کہیں بڑھ کر ہیں۔ انسان کے خواب و خیال میں بھی ان کا تصور ممکن نہیں ہے۔ اور پھر اس کے بعد عطائے الٰہی جو اللہ بندوں کو دے دیتا ہے ان پر انسانوں کا اختیار ہو جاتا ہے لیکن جو انہیں لوگوں پر خرچ کرتا ہے تو فیاضی کا حق ادا کرتا ہے۔ اس کے لیے اللہ کے ہاں صلہ ہے اور جو ان نعمتوں کو روک رکھتا ہے' اس کے لیے بھی اللہ کے ہاں صلہ ہے جس میں سزا اور عذاب ہے۔

عطائے اجر جزیل قرآن مجید میں نیکوکار اور اہل تقویٰ کے بارے میں ارشاد حق یوں موجود ہے کہ ان کے لیے اللہ کی عطا اور عطیات موجود ہیں:

"یقیناً اہل تقویٰ فائز المرام ہیں' ان کے لیے باغات ہیں' اور انگور ہیں' نوخاستہ ہم عمر عورتیں ہیں' اور پھر چھلکتے ہوئے مشروبات کے جام .... ان کو حسب اعمال تیرے پروردگار کی طرف سے اجر جزیل عطا ہو گا۔" (۷۹: ۳۱-۳۶)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یوں بھی ایک وعدہ عطا ہے کہ اے رسول تمہاری آخرت تمہاری دنیا سے بہت اچھی ہے اور تم پر عطائے پروردگار اتنی زیادہ ہوں گی کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔" (۹۳: ۴-۵):

اللہ تعالیٰ جو المعطی ہے اس کے عطیات اور نعمتوں کا قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر ذکر موجود ہے جس حوالے سے وہ منعم بھی ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) یہ اسم مبارک عنایات و نوازشات بھرا ہے۔ اس لیے جو شخص "یا معطی" کا اکثر ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں اور برکات و فیوض کی ارزانی فرماتا ہے۔

(۲) جو شخص "یا معطی" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے رزق روزی میں خیر و برکت پیدا کر دیتا ہے اور سدا ذریعہ معاش کو بحال اور برقرار رکھتا ہے۔

(۳) اس اسم الٰہی کا ورد کرنا ہر حوالے سے باعث برکت اور موجب رحمت ہوتا ہے' اس کے ورد سے بھلائی اور نفع حاصل ہوتا ہے۔

(۴) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مستجاب الدعوات اور موجب احترام بنا دیتا ہے۔

Marfat.com

(۵) ہر روز اگر کوئی شخص ایک ہزار بار پوری توجہ کے ساتھ یا معطی کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح کی محتاجی ختم کر دیتا ہے۔ اس کے لیے بھلائی اور بہتری کے کئی اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی ملازم عہدے یا منصب میں ترقی کا طلب گار ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کرے۔

(۷) رزق روزی کی فراوانی کے لیے اس اسم مبارک کا ہر کام کاج کرنے سے پہلے پڑھنا مفید اور باعث خیر و برکت ہوتا ہے۔

Marfat.com

اَلْمُعِیْدُ

المعید	ــــــــــــ	یہ اسم جمالی ہے۔
اعداد	ــــــــــــ	۱۲۴
عدد واحد	ــــــــــــ	۷

معید کا اصل مادہ "عید" ہے' جس کے معنی بار بار آنے کے ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مبدی یعنی پہلی بار بغیر کسی نمونے اور مثال کے پیدا کرنے پر قادر ہے' اسی طرح وہ اللہ معید بھی ہے۔ یعنی وہ دوبارہ یا بار بار پیدا کرنے پر بھی پوری طرح سے قادر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت بحوالہ عید قرآن مجید میں موجود ہے اور اس کا ذکر بحوالہ معاد بھی ملتا ہے' جس کے معنی بازگشت کے ہوتے ہیں' یا لوٹنے کی جگہ کی بھی ہیں۔ پھر دوسرا جہاں اور قیامت کے معنے بھی لیے جاتے ہیں۔ لوٹنے کی جگہ کو بھی معاد ہی کہا گیا ہے۔ یہ عالم آخرت بھی ہوتا ہے۔ یہ عود سے اسم ظرف ہے۔

اسی طرح لفظ "عید" جس سے معید بنا ہے وہ بھی عود ہی سے ماخوذ ہے اور اس کے

Marfat.com

معنی ہوتے ہیں لوٹنے کے' بار بار آنے کے' اور ہر وہ چیز جس کی عادت پڑ جائے یا جو چیز بار بار اور عود عود کر آئے۔

اللہ تعالیٰ المعید ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کو لوٹا دینے پر قادر ہے۔ یعنی موت کے بعد دوبارہ زندگی دینے والا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جس طرح زندگی کی ابتداء کی تھی اسی طرح پھر اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ انسان کو لوٹا دے' یعنی موت کے بعد زندگی دے۔" (۸۶-۸):

پھر یہی نہیں بلکہ اسی حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی اس شان کو ایک رنگ میں بیان کرتا ہے کہ:

"تم اس مرنے والے کی (زندگی) جان کو لوٹا کیوں نہیں لیتے' اگر سچے ہو"۔ (۵۶-۸۷):

دوبارہ پیدائش ہونا اللہ تعالیٰ اپنی صفت الٰہی کے باوصف ایسا معید ہے کو جو پہلی بار پیدا کرنے کے بعد پھر پیدا کرے گا۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں بڑا واضح ارشاد اس طرح سے ہے:

"(اے رسول) کہہ دیجئے میرے رب نے تمام امور حیات میں مجھے انصاف کا حکم دیا اور یہ کہ بوقت عبادت سجدہ گاہ میں اللہ ہی کی طرف متوجہ رہو (خلوص نیت سے دین اس کے لیے خالص کرتے ہوئے) اسی کو پکارو جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا ہے' تمہاری دوبارہ پیدائش بھی اسی طرح ہو گی۔" (۷-۲۹):

سورۃ یونس میں اسی طرح سے یوں ہے کہ: "بلاشبہ وہی پہلے مخلوق کو زیور تخلیق سے آراستہ کرتا ہے اور پھر وہی دوبارہ زندگی دے گا' تاکہ اہل ایمان اور نیکوکاروں کو منصفانہ جزا دے۔" (۱۰-۴ جزوی):

اسی سورۃ میں دوبارہ اعادہ ہوتا ہے کہ:

"وہ اللہ ہی ہے جو پہلی بار مخلوق پیدا کرتا ہے اور پھر بعد موت دوبارہ زندہ کرے گا۔ تم کہاں الٹی راہ چل رہے ہو۔" (۱۰-۳۴ جزوی):

سورۃ النمل کی آیت نمبر ۶۴' سورۃ عنکبوت کی آیت نمبر ۱۹' سورۃ الروم کی آیت نمبر ۱۱ اور

Marfat.com

آیت نمبر۷ ۲ اور پھر یوں بھی ارشاد ہے کہ:

"بے شک وہی پہلے پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرتا ہے۔" (۸۵-۱۳):

انسان تو کجا ہر شے کی مراجعت اور پلٹنا اور عود کرنا اسی اللہ ہی کی طرف ہے۔

المعید کا یہ نظام ہے کہ ہر شے کی مراجعت اسی کی طرف ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس ساری تخلیق کائنات کے سلسلہ میں مبدا اور معاد کے الفاظ آئے ہیں۔

اس ضمن میں مبدا کے معنی ہیں تخلیق کی ابتداء' اور معاد کے معنی ہیں اشیائے کائنات کو مختلف گردشیں دے کر ان کے نت نئے اضافے کرتے جانا۔ اس کا تعلق اشیاء کی اول تخلیق اور دوبارہ پیدائش سے ہے۔ گویا معید وہ ہے جو زندگی کو دوبارہ بھی پیدا کرتا ہے عام تخلیق کو گردشیں بھی دیتا ہے۔ اور ہر چیز کی رجوع اور مراجعت اسی اللہ ہی کی طرف ہے۔

یہ اللہ المعید نے جیسے ابتدا کی تھی ہر شے کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا اور وہی اللہ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) المعید دوسری بار پیدا کرنے والا ہے۔ اور یہ اسم جمالی ہے۔ لہٰذا اس مبارک اسم کا کثرت کے ساتھ ورد کرنے والا پروردگار کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ اسے خطاؤں سے بچائے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی سابقہ خطائیاں معاف فرما دیتا ہے اور آئندہ کی خطاؤں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۲)

اگر کوئی شخص گم ہو گیا ہو یا غائب ہو گیا ہو تو اس کے لواحقین میں سے کوئی شخص آدھی رات کے بعد اپنے گھر کے چاروں کونوں میں کھڑا ہو کر ستر ستر بار یا معید کا ذکر کر کے دعا مانگے اور گم ہونے والے شخص کا نام لے کر کہے کہ فلاں شخص کو اللہ حاضر کر دے' سات راتوں کو اس عمل کے کرنے کے دوران میں انشاء اللہ وہ شخص گھر واپس آ جائے گا۔

Marfat.com

(۳) اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو اسے چاہیے کہ عشاء کی نماز کے بعد سات ہزار بار یا معید کا ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو گم شدہ مال یا چیز مل جائے گی یا اس کا پتا چل جائے گا۔

(۴) اگر کوئی شخص تنگ دست ہو گیا ہو یا مفلسی کا شکار ہو تو اسے چاہیے کہ اکیس روز تک ہر روز گیارہ ہزار بار یا معید کا ورد کرے اللہ تعالیٰ حالات کو بہتر کر دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص دائم المرض ہو اور کمزوری اور بیماری کے باعث وہ عبادات سے بھی محروم ہو رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ یا معید کو ورد کرے اللہ تعالیٰ اسے شفا بخش دے گا۔

(۶) ہر طرح کی بری عادت سے چھٹکارہ پانے کے لیے' بد مزاجی اور غصے سے بچنے کے لیے۔ اس اسم مبارک کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔ اس شخص میں شائستہ عادات پیدا ہو جاتی ہے۔

(۷) اس اسم مبارک کا بکثرت ذکر کرنے والے کو اللہ تبارک و تعالیٰ صاحب علم اور لوگوں میں معتبر اور مقبول بنا دیتا ہے۔

(۸) ہر طرح کے مقصد میں کامیابی اور نیک مرادوں کے حصول کے لیے اگر کوئی شخص نماز عشاء کے بعد قبلہ رو ہو کر ۱۲۴ بار یا معید پڑھ کر دعا کرے اللہ مقصد میں کامیابی بخشتا ہے۔

(۹) بعض حوالوں سے اس اسم مبارک میں جلالی خصوصیات بھی ہوتی ہیں۔ اس لیے اس اسم مبارک کا ہر روز ورد کرنے والا ہر طرح کے شرک سے بچا رہتا ہے اور اس کا عبادات الٰہی میں خوب دل لگتا ہے۔

(۱۰) یا معید کا بکثرت ورد کرنے والا موت کے ڈر سے پریشان نہیں ہوتا' اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی دنیاوی زندگی اور بعد کی دوسری زندگی کو بھی خوب صورت بنا دیتا ہے۔

(۱۱) جو شخص اس اسم مبارک کا مدام ذکر کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مفلسی اور تنگ دستی سے بچائے رکھتا ہے۔

(۱۲) جو شخص "یا مبدی المجید" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر کرتا ہے اور جان کنی کی تکلیف سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

المغنی

المغنی ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۱۰۰

عدد واحد ——— ۲

یہ اسم مبارک اگرچہ بطور مغنی قرآن مجید میں موجود نہیں ہے لیکن اس کے افعال کئی مقامات پر آئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ غنی المغنی ہے۔ یعنی وہ خود بھی غنی ہے اور دوسروں کو بھی غنی کر دیتا ہے۔

مغنی۔المغنی اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے اور غنی ہے اور وہ دوسروں کو بھی غنی کر دیتا ہے۔ اور دولت بے نیازی بھی عطا کرتا ہے۔ اپنی اس صفت کے تحت وہ اپنے بندوں کو سب سے بے نیاز اور بے پرواہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت المغنی میں غنائے ظاہری بھی ہے' غنائے باطنی بھی۔ اس سے مراد ظاہری اسباب استغنا بھی ہیں اور استغنائے محاسن باطنی بھی ہے۔

المغنی غنی کر دیتا ہے سورہ الضحیٰ میں حضور نبی اکرم سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تجھے

Marfat.com

کیسی حالت میں پایا اور ایک ایسی قوم میں پایا کہ جو کئی برائیوں اور معاشرتی معائب میں مبتلا تھی۔ اس قوم کے معاشرتی معیار اور پیمانے ہی اور طرح کے تھے۔

اس ساری سورت میں اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ اے نبی اللہ تم ذرا خود اپنی زندگی پر غور کرو۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تو بے یارو مددگار اور تنہا رہ گیا تھا' تو خدا نے تیرے لیے حفاظت اور پناہ کا سامان پیدا کر دیا۔ اور پھر کیا یہ بھی واقعہ نہیں کہ تو تلاش حقیقت میں حیران و سرگرداں پھر رہا تھا' تو اس نے بذریعہ وحی' زندگی کے صحیح راستے کی طرف تیری رہنمائی کر دی۔

ووجدک عائلا فاغنٰی

''اور کیا یہ بھی واقعہ نہیں ہے کہ خدا نے تجھے ضرورت مند پایا تو اتنا کچھ دیا جس سے تو کسی کی مدد کا محتاج نہ رہا۔'' (۹۳-۸):

اللہ المغنی نے اپنے رسول پر کمال مہربانی فرمائی اور انہیں بھی اپنی ہی طرح دولت استغنا بخشی اور اس کے ساتھ ساتھ بے نیازی کی نعمت سے بھی فیض یاب کیا۔ گویا ایک خاص تناظر میں فرمایا کہ ''ہم نے تمہیں محتاج پایا تو غنی کر دیا۔''

غنا اور فقر کا جتنا تعلق مادی اسباب و وسائل سے ہے۔ اس سے زیادہ قلب کے احوال سے ہے۔ آدمی کا سینہ اگر ایمان سے خالی ہو تو وہ محتاج ہے۔ اگرچہ اس کے پاس قارون کا خزانہ بھی ہو۔ اسی لیے اگر اس کا سینہ ایمان سے معمور ہو تو وہ غنی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ہر دو طرح سے یعنی ظاہری طور پر بھی اور باطنی و قلبی اطمینان و سکون کے حوالے سے بھی استغنا بخشا۔

الغنی غنی القلب

بتایا جاتا ہے حقیقی غنا دل کا غنا ہے اور یہ حقیقی غنا اس اللہ المغنی کی مہربانی سے ایمان' اللہ کی معرفت اور اس کی کتاب کے نور سے پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ جس کو یہ دولت حاصل نہیں ہوتی وہ دنیا کی حرص و ہوس سے کبھی پاک نہیں ہو سکتا' اور جو حریص ہے اس کا کاسہ گدائی کبھی نہیں بھرتا۔ بہرصورت یہاں پر جس غنا کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق محض مال و دولت یا مجرد سامان زیست اور اسباب سے نہیں ہے۔ یہ غنا اصلاً ہدایت کا سرچشمہ اور ثمرہ تائید ایزدی ہوتا ہے۔

یہ اس المغنی کی شان بے نیازی انداز استغنا ہے کہ وہ جسے چاہے غنی کر دے اور جسے چاہے اسے تہی داماں کر دے۔ اللہ المغنی اپنے بعض بندوں کو ایسا مستغنی کر دیتا ہے

Marfat.com

کہ انہیں کسی اور کے سہارے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ سب سے بڑا غنا یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے سوا دیگر سب امور سے مستغنا کر دے۔ اور یہی در حقیقت سچی بے نیازی اور غنا ہوتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) "المغنی" ایک ایسا اسم الٰہی ہے کہ اس کا مدام ورد کرنے والا دولت استغنا سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک "یا مغنی" کو ہر جمعے کو ایک ہزار بار پڑھ کر اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

(۳) جو شخص "یا مغنی" کا ستر بار ورد کر کے ہر روز اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی جسمانی قوتوں میں بجا طور پر اضافہ کر دیتا ہے اور اسے سدا تندرست اور توانا بھی رکھتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا اکثر ورد کرنے والا متوازن مزاج' نرم دل' رحم دل اور دوسروں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے والا بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کریم النفس بنا دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص دس جمعوں تک ہر جمعے کی نماز کے بعد یا صبح کی نماز کے بعد ستر ہزار بار یا مغنی پڑھ کر پروردگار سے دعا کرے تو اللہ اسے ہر طرح کی محتاجی سے بچائے رکھتا ہے۔ اسے مفلسی سے بچا کر خوش حال کر دیتا ہے۔

(۶) "یا مغنی" کا ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ آسودہ حال' خوش حال اور صاحب توقیر بنائے رکھتا ہے۔ اللہ اس کے مال و دولت اور رزق میں خیر و برکت ڈالتا ہے۔

(۷) یہ اسم مبارک میاں بیوی کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کا موجب بنتا ہے اور اگر بیوی اس کا ورد کرے تو وہ کئی عوارض خاص سے بچی رہتی ہے۔

(۸) جس شخص کی بیٹیوں کا مناسب رشتہ نہ ہوتا ہو اور وہ سامان جہیز وغیرہ کے مسائل اور امور سے پریشان ہو اسے چاہیے کہ وہ گیارہ روز تک عشاء کی نماز کے بعد گیارہ ہزار بار "یا مغنی" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے' اللہ تعالیٰ اس کے مسائل حل کر دیتا ہے بہتر اور مناسب رشتوں کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

المقتدر

المقتدر ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۷۴۴

عدد واحد ——— ۶

اس اسم مبارک "المقتدر" کا مطلب ہوتا ہے بے پناہ قدرت والا' بے حد و حساب اختیارات اور قدرت اور کنٹرول رکھنے والا' ایک معنے ہر کام کا آغاز کرنے والے کے بھی ہیں۔ اس مقتدر کا مطلب قدرت ظاہر کرنے والا بھی ہے۔ مقدرت والا' قدرت والا' قابو والا۔ "مقتدر" اقتدار سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ اس لفظ کے دیگر معانی میں اقتدار رکھنے والا' طاقتور' قوی' زور آور اور معزز کے بھی ہوتے ہیں۔

مقتدر۔المقتدر اللہ تعالیٰ کا یہ اسم حسنہ طاقت' قوت' اقتدار' قدرت' زبردست' زور آوری اور مختار مطلق کا غماز ہے۔ قرآن مجید میں یہ صفت حق تین آیات میں وارد ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں سورۃ الکہف میں یوں ارشاد ہے کہ:

"اے رسول (لوگوں کی نصیحت کے لیے) دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر

Marfat.com

دیجئے(فلسفہ حیات و ممات سمجھا دیجئے) اس کی مثال یوں ہے جیسے ہم نے (بلندیوں سے) پانی برسایا' اس سے نباتات ارضی گھنی ہو گئی' پھر سوکھ کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے اور "برباد" ہو جاتی ہے (ہوا اسے اڑائے لیے پھرتی ہے-) اللہ تعالیٰ صاحب جلال و جبروت کی قدرت و دسترس سے کائنات ہستی کی کوئی شے باہر نہیں ہے-" (۱۸-۴۵):

ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت اس طرح سے آئی ہے کہ:

"پھر اگر کبھی ہم تجھے یہاں سے لے جائیں تو ہمیں ان سے بدلہ لینا ہے- یا جو ان سے وعدہ عذاب کیا ہے' تجھے دکھا دیں' یہ تو ہمارے بس میں ہے-" (۴۳:۴۱-۴۲):

فرمایا کہ ان ظالموں کو ان کے حال پر چھوڑ دو' اب یا تو یہ ہو گا کہ ہم تم کو اٹھالیں گے' اس کے بعد ان سے انتقام لیں گے یا جس عذاب کی ہم ان کو دھمکی دیتے ہیں' وہ تمہارے ہوتے ہوئے آ جائے اور تم بھی ان کا انجام دیکھ لو- ہم ان کو عذاب دینے پر پوری پوری قدرت رکھتے ہیں یعنی پوری طرح سے قادر ہیں-

قادر مطلق کے حضور

اللہ تبارک و تعالیٰ سے سورۃ "القمر" میں نیک لوگوں اور ان کے جنت میں مراتب و درجات کے بارے میں یوں بتایا ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) بے شک اہل تقویٰ باغات اور انہار کے ماحول میں پر مسرت زندگی گزار رہے ہوں گے' وہ (مقتدر) قادر مطلق شہنشاہ کائنات کے حضور ایک مقام بلند پر فائز ہوں گے-" (۵۴:۵۴-۵۵):

ارشادباری ہوتا ہے کہ متقین باغوں اور نہروں کے عیش میں ہوں گے کیونکہ یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیشی اور جزا و سزا سے برابر ڈرتے رہے- انہیں یہاں کئی کئی باغ ملیں گے اور ان کے اندر بھی بہت سے الگ الگ باغیچے ہوں گے- گویا وہ باغوں اور نہروں کے عیش میں گھرے ہوئے ہوں گے-

یہ ان متقیوں کی اصل سرفرازی کا بیان ہے کہ جنت کا یہ عیش جاوداں ان کو ایک

Marfat.com

پائیدار عزت والی پائگاہ ہیں، عظیم قدرت والے بادشاہ کے قرب میں، حاصل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قرب ہی ہے جو جنت کو جنت بناتا ہے ورنہ اس کی حیثیت ایک باغ سے زیادہ نہیں۔

عزیز مقتدر اسی سورت میں بحوالہ آل فرعون قرآن مجید میں ارشاد باری ہوتا ہے۔

"آل فرعون نے ہماری تمام نشانیوں کی تکذیب کی۔ ہم نے ان کی ایسی گرفت کی جو ایک غالب اور مقتدر کرتا ہے۔" (۵۴-۴۲)

"عزیز مقتدر" سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جب ہم نے ان کو پکڑا تو اس طرح پکڑا کہ جس طرح ایک زبردست اور بے پناہ قدرت والا پکڑتا ہے جس کی پکڑ سے کوئی بھی کسی کو بچا نہیں سکتا۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک "یا مقتدر" کا ورد کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور سدا نیکیوں کی طرف مائل رہتا ہے۔

(۲) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا بفضل تعالیٰ کسی کام کو کبھی مشکل نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات حل کر دیتا ہے۔

(۳) یا مقتدر کا ورد کرنے والا کبھی غفلت اور سستی کا شکار نہیں ہوتا۔

(۴) اگر کوئی شخص صبح اٹھتے وقت ایک سو بیس بار یا مقتدر پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کام آسان کر دیتا ہے۔

(۵) جو شخص اس اسم حسنہ کا اکثر ورد کرتا رہتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی سستی اور کمزوری دور کر دیتا ہے۔ اسے یکسوئی کی دولت عطا فرماتا ہے اور نفس پر اختیار بخش دیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص ایک ہزار ایک بار "یا مقتدر" نماز عشاء کے بعد پڑھے اور اپنے پروردگار سے دعا کرے تو اللہ اس کی ہر دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اسی طرح اگر ۱۰۰۱ بار نماز عصر کے بعد پڑھے تو اللہ اس کے دشمنوں کو بھی زیر کر دیتا ہے۔

Marfat.com

(۷) اگر کوئی شخص سست ہو اور بہت زیادہ سوتا ہو تو اسے چاہیے کہ اس اسم مبارک کا ورد اختیار کرے' چند ہی دنوں میں سستی دور ہو جائے گی اور نیند میں بھی خرابی پیدا نہیں ہو گی۔

(۸) اس اسم کا ورد کرنے والا دوسروں کی مدد اور اعانت کرنے میں راحت اور خوشی محسوس کرتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص ہر روز بیس بار اٹھتے بیٹھتے "یا مقدر" پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کاموں اور امور میں خلوص پیدا فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

المُقَدِّمُ

المقدم ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۸۴

عدد واحد ——— ۴

اگرچہ یہ اسم مبارک قرآن مجید میں موجود نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اس صفت پر کلی طور پر قادر ہے کہ وہ جسے چاہے آگے رکھے' پہلے رکھے یا آگے ہی آگے رہنے دے۔ اس لفظ کے معنی سب سے پہلے والا بھی ہیں۔ اسی حوالے سے یوں بھی ہے کہ ہر کام کا آغاز کرنے والا ہے۔

المقدم وہ ہے کہ جو اپنے دوستوں اور پیاروں کو سب سے آگے ہی آگے اور سب سے مقدم رکھتا ہے۔ مقدم وہ ہوتا ہے جو کسی کو آگے بھیجے' کسی کو سب سے بڑھا دے۔ اس لفظ میں بے پناہ بہادری اور قوت و طاقت کے معنی بھی موجود ہیں۔

اللہ جسے چاہتا ہے مقدم رکھتا ہے۔

اس پوری کائنات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جسے چاہا ہے اسے مقدم کر رکھا ہے۔

Marfat.com

اس تقدم کو اس اللہ نے اس شے کے لیے ایک خاص فضیلت اور تخصیص بنا رکھا ہے۔ اور ان امور کی اصل حقیقت کو وہی اللہ خالق و مالک ہی اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کسی کو تقدم کیوں بخشتا ہے' لیکن یہ تقدم کسی بھی حوالے سے اللہ کی مخلوقات کے لیے باعث نزاع یا ذریعہ فتور و فساد نہیں ہے۔

کائنات میں امور' افعال اور اشیاء کو تقدیم و تاخیر میں رکھنا دراصل اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت تخلیق و ترویج کے ایک بامعنی نظام کا ایک پرتو ہے۔ اور یہ اس پروردگار کے مراحل تخلیق و ارتقاء کا حصہ ہیں۔ یہ سب اس لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بتانا یہ چاہتا ہے کہ اس نے سب کچھ بالحق ہی پیدا کیا ہے اور تقدیم و تاخیر اس کی کائناتی مصلحتیں ہیں' جن کے نتیجہ میں پوری کائنات سے لے کر انسان کے اپنے جسم و جاں میں ہزاروں ایسی نشانیاں موجود ہیں' اور ان سے دیگر فلاحی' تعمیری اور ارتقائی مراحل کے ساتھ حسن ترتیب اور جمالیاتی مراحل بھی طے ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک "المقدم" کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ اس کا ورد کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے اور اکثر امور اور معاملات میں تقدیم کا مستحق رہتا ہے۔

(۲) "یا مقدم" کا ورد کرنے والا کبھی اپنے نفس کے ہاتھوں زچ اور مجبور نہیں ہوتا۔ وہ طاعت الٰہی میں فعال اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو کسی کھانے والی چیز پر دم کر کے دشمن کو بھی کھلا دے تو وہ دشمنی ترک کر کے دوست بن جاتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کرنے والا جلد نیکی کو قبول کرتا ہے۔ نیکی کے کاموں میں جلدی کرتا اور سبقت لے جاتا ہے' اور فرض نمازوں کو ادا کرنے میں تساہل سے کام نہیں لیتا۔

(۵) اگر کوئی شخص "یا مقدم" کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مشکلات سے بچائے رکھتا' معرکہ حق و باطل میں کامیابی بخشتا اور رنج و الم سے

Marfat.com

محفوظ رکھتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو ایک ہزار بار پڑھ کر اللہ سے دعا کرے تو اللہ اسے نفس پر سدا غالب رکھتا ہے۔ ایسا شخص گمراہی اور کفر سے بچا رہتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ہر رات سونے سے پہلے ایک سو چوراسی بار "یا مقدم" پڑھ کر دل ہی میں دعا کر کے سوئے تو اللہ تعالیٰ اسے برے خوابوں اور کابوس سے بچائے رکھتا ہے۔ اس کے مال و جان کو بھی کسی کی طرح کا نقصان نہیں پہنچتا۔

(۸) سفر کی مشکلوں اور صعوبتوں سے بچنے کے لیے اس اسم مبارک کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے۔

Marfat.com

اَلْمُمِیْتُ

المميت ———— اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۴۹۰

عدد واحد ———— ۴

اسم "الممیت" صفت کا مطلب ہے' موت دینے والا' مارنے والا' مردہ کرنے والا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر ذی روح کو یا ہر مخلوق کو اپنے ایک خاص قانون اور نظام کے تحت موت دیتا ہے اور وہی سب کو موت سے ہمکنار کرتا ہے۔

المميت۔ ممیت اگرچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ اسم مبارک بطور "ممیت" قرآن مجید میں نہیں آیا لیکن چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت عظیم ہے کیونکہ وہی موت دیتا ہے' اس حوالے سے صفت ممیت سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لفظ بھی "مات" سے بحوالہ موت بنا ہے۔ اس کے معنی موت لانے والا' موت دینے والا' مارنے والا' موت وارد کر دینے والا ہیں۔ یہ اسم صفت واحد مذکر ہے۔

قرآن مجید میں موت اور حیات کے الفاظ حقیقی معنوں میں بھی آئے ہیں اور مجازی

Marfat.com

معنوں میں بھی۔ گویا اللہ تعالیٰ بنجر زمین کو مردہ کہتا ہے اور جب اس میں روئیدگی آ جاتی ہے تو گویا اسے حیات تازہ عطا کرنا قرار دیتا ہے۔ اسی طرح انسان پر جب طبیعی موت وارد ہوتی ہے اسے مردہ کہا جاتا ہے اور جب اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اسے حیات نو کہا گیا ہے۔

قرآن مجید کی رو سے موت کے بعد اس دنیا میں کوئی شخص واپس نہیں آ سکتا۔ اس لیے انسان کے لیے عمل کا صرف اسی دنیاوی زندگی ہی میں موقعہ ہے اور اسی زندگی کے اعمال کے مطابق اس کی مستقبل کی زندگی متشکل ہوتی ہے' اچھی بھی اور بری بھی۔ دوبارہ یہاں آنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

قرآن کی رو سے طبیعی موت انسان کے جسم پر وارد ہوتی ہے لیکن انسانی ذات جو نہ قوانین طبیعی کی پیدا کردہ ہوتی ہے اور نہ ہی ان قوانین کے تابع ہوتی ہے' اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی' قرآن مجید نے اسے نفس کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے' لہٰذا انسان کی طبیعی موت کے بعد نفس انسانی آگے جاتا ہے۔

موت و حیات اللہ ہی دیتا ہے

جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ الحی اور الحی ہے' اسی طرح وہ "الممیت" بھی ہے۔ اپنی اس صفت کے حوالے سے وہ اپنے خاص قانون اور قاعدے کے مطابق وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے کہ:

> "یہ کسی کا مقدر نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مرجائے۔ موت کا وقت تو اس خالق موت و حیات نے لکھ رہا ہے۔ جو کوئی دنیا میں اپنے اعمال کی جزا چاہے گا ہم اسے دنیا میں دیں گے اور جو آخرت میں چاہے گا ہم اسے آخرت میں اجر دیں گے اور ہم شاکروں کو بلا تاخیر اجر حسنہ دیں گے۔" (۳-۱۴۵ جزوی):

اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ "اور سنو! کہ زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (زندہ بھی وہی کرتا ہے اور مارتا بھی وہی ہے) نیز تمہارے سارے اعمال اس کی نظر میں ہیں۔" (۳-۱۵۶ جزوی):

Marfat.com

حیات و ممات پر اسی کی قدرت ہے

ہر طرح کی زندگی اور موت وہی اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ اس سلسلے میں یوں ارشاد ہے کہ:

"حیات و ممات پر اسی کو قدرت حاصل ہے اور تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔" (۱۰-۵۶):

اسی ضمن میں سورۃ الحجر میں یوں فرمایا گیا ہے کہ:

"(بلاشبہ تمہارا پورا نظام حیات و ممات ہمارے قبضہ قدرت میں ہے) ہم ہی ہنگامہ حیات بخشتے ہیں، ہم ہی خاموشی ممات طاری کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے مالک و وارث ہیں۔" (۱۵-۲۳):

عقل والوں کو سوچنا چاہیے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو حیات و ممات کا یہ ایک بے پناہ نظام نافذ کر رکھا ہے، یہ یوں ہی نہیں ہے بلکہ اس میں بھی اس اللہ الحی اور الحی والممیت نے غور و فکر کرنے والوں کے لیے مقامات تفکر فراہم کیے ہیں کہ:

"وہی ذات (مبداء حیات و کائنات ہے، سوچتے کیوں نہیں، تم تو عقل کی نعمت سے بہرہ ور ہو) جو زندگی بخشتی اور موت طاری کرتی ہے، اور اختلاف لیل و نہار (تغیرات و اختلافات و انقلابات روز شب) اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔" (۲۳-۸۰):

یہ سارا اسی کا اہتمام ہے

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا سارا وسیع و عریض نظام ہے اور ہر چیز کا اسی نے اہتمام کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں خلعت تخلیق سے نوازا، پھر تمہارے لیے مرزوقات حیات بہم پہنچائیں۔ پھر تم پر موت طاری کرے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے خود ساختہ معبودوں میں کوئی ہے، جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو؟ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل پاک ہے (تمام مخلوقات کائنات سے) اور بہت ہی بلند و برتر ہے، ان مشرکانہ توہم پرستیوں سے (جن میں یہ لوگ مبتلا

Marfat.com

ہیں۔)"(۴۰-۳۰):

اور اسی حوالے سے یوں بھی ارشاد الٰہی ہے کہ:

"(یہ بھی سوچو) وہی جس کے قبضہ اختیار میں زندگی عطا کرنا ہے' اور موت طاری کرنا ہے' جب وہ کوئی بھی تخلیقی عمل بروئے کار لانا چاہتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔"(۴۰-۶۸):

اللہ تعالیٰ محی و ممیت ہے

قرآن مجید فرماتا ہے کہ "یہ نادان لوگ کہتے ہیں کہ زندگی تو بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ ہمارا مرنا اور جینا تو گردش دہر پر موقوف ہے۔ ان کو تو حقیقت حال کا علم ہی نہیں محض اٹکلیں چلاتے ہیں۔"(۴۵-۲۴):اور

"اے رسول انہیں کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ محی و ممیت تمہیں زندہ کرتا ہے' اور تم پر موت طاری کرتا ہے' پھر وہی تمہیں آنے والی قیامت میں اٹھا جمع کرے گا' لیکن لوگوں کی اکثریت جانتی نہیں۔"(۴۵-۲۶):

اسی طرح سے بھی ارشاد باری ہے کہ:

"یقیناً ہم ہی زندگی عطا کرتے ہیں' ہم ہی موت طاری کرتے ہیں اور ہماری طرف ہی سب کی بازگشت ہے۔"(۵۰-۴۳):

اسی تناظر میں یوں بھی آیا ہے کہ:"آسمانوں اور زمین کی شہنشاہیت صرف اسی کو سزاوار ہے۔ زندگی بھی وہی عطا کرتا ہے' اور موت بھی وہی طاری کرتا ہے' اور اس کی قدرت' کائنات ارضی و سماوی کی ہر شے پر محیط ہے۔"(۵۷-۲):

"اور پھر یہ کہ وہی موت وارد کرتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔"(۵۳-۴۴):

الممیت' موت دیتا ہے

جان لینا چاہیے کہ یہ سارا سلسلہ کائنات سدا رہنے والا نہیں ہے' اور اسی طرح موت ہر انسان کے لیے یہ سارا سلسلہ کائنات ایک متعین مدت کے لیے سرگرم عمل ہے۔ کوئی شخص سدا زندہ نہیں رہ سکتا' موت ہر ایک کو آئے گی۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر واضح طور پر بتا دیا گیا ہے:

"کیا اے مخاطب تو نے نہیں دیکھا' کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے

Marfat.com

اور دن کو رات میں اور اس نے شمس و قمر کو مسخر کر رکھا ہے ہر ایک اپنے مدار پر وقت معینہ تک سرگرم عمل رہے گا اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کاموں سے باخبر ہے۔" (۳۱-۲۹):

اور بڑے ہی واشگاف الفاظ فرمایا گیا ہے کہ " ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" (۳-۱۸۵): اور اس طرح سے بھی موجود ہے کہ:

"اے انسانو! جان لو کہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں موت آ لے گی خواہ تم حصار ہائے محکم میں پناہ گزین ہو جاؤ۔" (۴-۷۸ جزوی):

اور مزید اس طرح سے ہے کہ:

"(جان لو کہ) ہر متنفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ ہم تمہیں (حیات دنیاوی میں) خیر شر کی کشمکش میں مبتلا کر کے آزما رہے ہیں (مال کار) تمہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔" (۲۱-۳۵):

اور پھر سورۃ العنکبوت میں اس طرح سے ارشاد باری ہے کہ:

"(یہ کائنات ارضی و سماوی کی بہت بڑی سچائی ہے) کہ ہر متنفس کو (زود یا بدیر) موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تم سب کی ہماری جانب باز گشت ہے۔" (۲۹-۵۷):

موت سے فرار نہیں

سورۃ الجمعہ میں اس طرح سے ارشاد باری ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) کہہ دیجئے وہ موت جس کے تصور سے، تم راہ فرار اختیار کرتے ہو، وہ تمہیں آن پکڑے گی۔ پھر تمہاری عالم الغیب والشہادت کی طرف باز گشت ہو گی۔ اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر متنبہ کرے گا۔" (۶۲-۸):

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے خاص نظام کے تحت مخلوقات کو موت سے ہمکنار کرتا ہے۔ گویا جس طرح وہ اللہ زندگی دیتا ہے اسی طرح موت بھی وارد کرتا ہے۔ وہ مارنے والا ہے اللہ ہی اجسام کو مارنے والا ہے اور اسی طرح دلوں کو غفلت اور نادانی سے مارتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات اور وسوسوں کو مارے۔

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص اپنے نفس پر قادر نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز رات سوتے وقت اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر "یا ممیت" کو پڑھ کر سونے کی عادت بنا لے۔ انشاء اللہ حق تعالیٰ اس کے نفس کو تابع فرما دے گا۔

(۲) اگر کسی شخص کو کسی حاسد یا دشمن کی طرف سے جادو وغیرہ کا خوف ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے۔ ہر طرح کے جادو سے وہ محفوظ رہے گا۔

(۳) اگر کسی شخص (مرد یا عورت) پر جادو وغیرہ ہو چکا ہو تو اسے عامل شخص یا ممیت پڑھ کر دم کرے' انشاء اللہ تمام برے اثرات ختم ہو جائیں گے۔

(۴) نفس کی سرکشی روکنے کے لیے "یا ممیت" کا ورد کرنا ہر حال میں مفید اور موثر ہوتا ہے۔

(۵) اسی طرح دشمنوں کو ناکام کرنے اور سدا مغلوب رکھنے کے لیے اس اسم مبارک کا ورد کرنا بے حد مفید ہوتا ہے۔

(۶) اگر کسی بچے کو نظر بد لگ جاتی ہو تو ایسے بچے کے گلے میں اس اسم حسنہ کا تعویز بنا کر ڈال دیں۔ تعویز بنانے کے لیے تعویز پر پانچ بار یا ممیت لکھا جائے۔ اس تعویز کی موجودگی میں بچہ نظر لگنے سے بچا رہے گا۔

(۷) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے نقصانات اور مشکلات سے بچائے رکھتا ہے۔

(۸) اگر کسی بڑے دشمن کو برباد کرنا مقصود ہو تو ہر روز ۱۱۱۱ بار یا مُمیت کا چالیس روز تک ورد کر کے دعا کی جائے تو وہ دشمن چند ہی دنوں میں کسی نہ کسی طرح برباد ہو جائے گا۔

(۹) طالب علموں کے لیے یہ ایک مفید اور نافع وظیفہ ہے۔ اس سے برے خیالات دور ہوتے اور ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

المنتقم

المنتقم ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۶۳۰

عدد واحد ——— ۹

المنتقم کا مطلب ہوتا ہے' انتقام لینے والا' خوب بدلہ لینے والا' اللہ تعالیٰ مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے والا ہے' اسی لیے وہ منتقم بھی کہلاتا ہے' اللہ تعالیٰ دشمنوں سے بدلا لیتا ہے۔ وہ سرکشوں کافروں اور اپنے دشمنوں سے خوب بدلہ لیتا ہے اور انہیں بجا طور پر سزا بھی دیتا ہے۔

اس صفت الٰہی کا اصل مادہ (ن ق م) ہے' اسی سے انتقام بھی بنا ہے۔ اس مادہ کے بنیادی معانی ہوتے ہیں' راستہ کا درمیانی حصہ جس پر چلنے والا خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔ اور استعمال کی رو سے اس کے معانی ہوتے ہیں جرم کی سزا دینا تاکہ مجرم کی اصلاح ہو جائے اور وہ زندگی کے جادہ مستقیم پر گامزن رہے۔

منتقم المنتقم جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں

Marfat.com

خدا کا قانون مکافات جس کے مطابق افراد اور اقوام کے غلط کاموں کے نقصان رساں اور تباہ کن نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بنتی ہے کہ وہ بدلہ لینے والا ہے۔ انتقام لینے والا ہے۔ عوض لینے والا ہے۔

لیکن جب یہ لفظ انسانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کا وہی مفہوم ہوتا ہے کہ بدلہ لینے والا۔

واللہ عزیزٌ ذوانتقام

اللہ تعالیٰ بحوالہ اپنی صفت ذوانتقام ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

"اس قادر مطلق نے یہ فرقان (قرآن مجید) نازل کیا تاکہ ہدایت و ضلالت کی راہیں الگ الگ پہچانی جا سکیں۔ ہر آئینہ جن لوگوں نے آیات الٰہی سے کفرو جحود کا راستہ اختیار کیا ہے' ان کے لیے بڑا شدید عذاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور نافرمانی پر سزا دینے والا ہے۔" (۳-۴):

اللہ تعالیٰ اس حوالے سے "ذوانتقام" ہے کہ وہ بجا طور پر سزا دیتا ہے' بدلہ لیتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اب جو لوگ اس کتاب کا انکار کریں گے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب ہے۔ اس لیے کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے اس نظام عدل و قسط کے دشمن ہیں۔ جو اس کی مخلوق کی صلاح و فلاح اور اس کی دنیا و آخرت دونوں کی سعادت کے لیے ضروری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو چھوڑ دے' ان کی عدل دشمنی کی ان کو سزا نہ دے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس نے اپنی دنیا کو تباہی کے لیے چھوڑ دیا ہے اور اس کی بقا سے اسے کوئی دلچسپی نہیں رہی لیکن اللہ تعالیٰ غیور ہے وہ سرد مہر نہیں ہے اور بے احساس بھی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کی پامالی پر راضی ہو جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سرکشوں' دشمنوں اور نافرمانوں کو ایک مدت تک مہلت دینے کے بعد صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔

غالب اور ذوانتقام

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایک خاص پس منظر میں فرماتا ہے کہ جب تم احرام کی حالت میں بسلسلہ حج آئے ہو تو قبل ازیں جو ہو چکا وہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور "جو اس گناہ کا اعادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سزا دے گا' اور اللہ تعالیٰ غالب اور ذوانتقام ہے۔" (۵-۹۵ جزوی):

Marfat.com

زبردست انتقام لینے والا دشمنان دین کے حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا واضح فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ قہرانی قوتوں کا مالک ہے وہ یکتا و یگانہ ہے۔ دین حق کے خلاف اپنی سازشیں کرنے والے اپنی بھاری سازشوں کو بروئے کار لا چکے ہیں اور اللہ کے پاس ان کی سب تدبیریں ہیں' ان لوگوں کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔

"پس یہ ہرگز خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے رسولوں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف ہو گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے اور ذو انتقام ہے۔" (۱۴-۴۷):

اور اس طرح سے بھی ہے کہ:

"اور جسے اللہ تعالیٰ راہ ہدایت پر لے آئے' اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ غالب اور برے کام پر سزا دینے والا نہیں ہے۔" (۳۹-۳۷):

المنتقم مجرمین سے انتقام لیتا ہے اللہ المنتقم وہ ہے جو مجرموں سے انتقام لیتا ہے' یعنی انہیں ان کے جرم کی سزا دیتا ہے۔ اس حوالے سے یوں ارشاد باری ہے کہ:

"اس سے بڑا ظالم کون ہے جس کو آیات ربانی کی نصیحت کی گئی اور اس نے ان سے روگردانی کی؟ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔" (۳۲-۲۲):

اور پھر یوں بھی ہے کہ "اور (اس دن کا سوچو) جب ہماری جانب سے سب سے بڑی گرفت ہو گی۔ ہم پورا پورا بدلہ لینے والے ہیں۔" (۴۴-۱۶):

اس کے علاوہ قرآن مجید نے اقوام سابقہ کا بھی متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنی غلط روش کے نتیجے میں تباہ ہو گئیں' اللہ تعالیٰ نے اسے بھی انتقام خداوندی کہہ کر پکارا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تعالیٰ کا یہ اسم مبارک ایسا ہے کہ اس کے ورد سے دشمنوں کو قابو کیا جا سکتا

Marfat.com

ہے۔ یوں دشمن مغلوب ہو جاتے ہیں۔

(۲) جو شخص اکثر یا منتقم کا ورد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سدا محتاجی سے بچائے رکھتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص آدھی رات کے بعد پوری توجہ اور ارتکاز کے ساتھ یا منتقم کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر مقصد کو پورا فرما دیتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا ہمیشہ دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی اور کامرانی حاصل کرتا ہے۔

(۵) یا منتقم کا ورد کرنے والا شریعت کے حق کی حفاظت کا بہت خیال رکھتا ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کی عزت کرتا ہے۔ خلاف شرع اعمال سے باز رہتا ہے۔

(۶) اگر کسی دشمن کو مغلوب کرنا مقصود ہو تو تین جمعہ تک ہر جمعہ کو سات ہزار بار "یا منتقم" کا ورد کر کے دعا مانگے' انشاء اللہ دشمن بے بس ہو جائے گا۔ اور اس کا شر بھی ختم ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی جھوٹے مقدمے میں پھنس گیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ عین آدھی رات کے وقت پانچ ہزار بار اور پھر اسی طرح پانچ ہزار بار عین نصف النہار کے وقت تین دن تک پڑھے' تو دشمن کی ہر چال ناکام ہو گی اور مقدمہ میں خلاصی ہو گی۔

Marfat.com

المؤخر

المو خر ـــــــــ اسم جلالی ہے۔

اعداد ـــــــــ ۸۴۶

عدد واحد ـــــــــ ۹

اگرچہ یہ لفظ اور صفت الٰہی قرآن مجید میں نہیں آئی لیکن بحوالہ آخرت اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفت اور اسم مبارک کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لفظ کے معنی سب سے آخر والے یا مقدم کے متضاد یعنی موخر ہو جانے یا کر دیئے جانے والے ہیں۔

بحوالہ صفت الٰہی المو خر کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ ہی ہے کہ جو سب سے آخر میں بھی ہو گا اور رہے گا۔ اس کے بعض صورتوں میں یہ بھی معنی لیے جاتے ہیں کہ جس طرح وہ اپنے دوستوں کو مقدم یعنی پہلے رکھتا ہے' اسی طرح وہ اپنے دشمنوں کو موخر یعنی آخر میں رکھتا ہے۔ اس موخر کے دیگر معنوں میں چیزوں کو پیچھے چھوڑنے والا اور ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنے والا کے بھی ہیں۔ پھر آخر والا' آخر کیا گیا' اور پچھلا یا آخری بھی اس کا مطلب ہوتا ہے۔

Marfat.com

موخر۔ بعد والا بعد والا یا آخر والا بھی اس موخر کے معنی ہوتے ہیں۔ اسی اعتبار آخرت وہ زندگی ہوتی ہے جو بعد میں آنے والی ہے۔ الموخر کی جو بعد میں آنے والی آخرت ہے' اس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ مستقبل میں آئے گی' اس کا دراومدار دراصل اسی زندگی پر ہے۔

اعمال و فضائل

(ا) اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ اسم مبارک ہر اعتبار سے باعث برکت و رحمت اور انسان کے دل میں توحید کے عقیدہ کو پختہ کرنے والا ہے۔

(۲) جو شخص "یا موخر" کا ہر روز ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ محبت سدا اجاگر رہتی ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ایک سو بار "یا موخر" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اللہ اس شخص کے بگڑے کام بھی سنوار دیتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کا جو شخص ہر روز ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں مقبول اور معزز بنا دیتا ہے۔

(۵) جو شخص "یاموخر" کا سدا ورد کرتا ہے اللہ اسکے دل کو نیک کاموں کی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔ اور وہ شخص اللہ کے دوستوں کے ساتھ پیار کرنے لگتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص ہر روز ایک سو بار یا موخر کا ورد کرے تو اللہ اسکے تمام مشکل کاموں کو آسان کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کا اپنے پروردگار پر توکل بہت بڑھ جاتا ہے۔

(۷) جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حسین اسم کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ اسے اپنے نفس پر غالب کر دیتا ہے اور اس شخص کو توبہ کی توفیق بھی میسر آتی ہے۔

(۸) جو شخص ہرروز فجر کی نماز کے بعد تین سو بار "یا موخر" پڑھ کر دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کی قبول فرماتا ہے اور ہر طرح کو مرادیں پوری کر دیتا ہے۔

(۹) جو شخص ایک ہزار بار اس اسم مبارک کا ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیک بننے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص ہر نماز میں سنتوں کے بعد اور فرضوں سے پہلے "یا موخر" کا ورد اکتالیس روز تک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا مقصود پورا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

المؤمن

المومن ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۳۶

عدد واحد ——— ۱

امن دینے والا

المومن اسم حسین کا مادہ "امن" ہے اور امن کے معنی خوف سے محفوظ ہونا ہوتے ہیں۔ اور اللہ وہ ہے جو اپنے بندوں کو خوف سے محفوظ کر کے امن بخشتا ہے اور مومن وہ ہوتا ہے' جو دوسروں کو امن دے اور خود بھی امن میں رہے۔ اللہ تعالیٰ کو مومن اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو امن دینے والا ہے۔ اس کی خلق اس خوف سے بالکل محفوظ ہے کہ وہ کبھی اس پر ظلم اور زیادتی کرے گا' یا اس کا حق مارے گا یا اس کے اجر کو ضائع کرے گا' یا اس کے ساتھ اپنے کیے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کرے گا۔

قرآن میں المومن فاعل کا کوئی مفعول بیان نہیں کیا گیا ہے کہ وہ کس کو امن دینے والا ہے' بلکہ مطلقاً المومن کہا گیا ہے۔ اس لیے اس سے یہ مفہوم آپ سے آپ نکلتا ہے

Marfat.com

کہ اس کا امن ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کے لیے ہے۔"

ہر طرح کا امن' سکون' قرار اور بے خوفی' حزن و ملال سے خلاصی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ اسی اعتبار سے اللہ نے اپنے لیے "المومن" بھی کہا ہے۔ اس صفت رحمانی میں جمالیاتی اور رحمت کے اوصاف موجود ہیں۔ اس کے اندر محبت' رحم' شفقت' مودت' دوستی' تقرب' تشفی اور تسکین بھی موجود ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب نعمتیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی فراہم کر سکتا اور مدام فراہم کرتا رہتا ہے۔ اس پس منظر میں یہ لفظ قرآن مجید میں صرف ایک بار آیا ہے۔

ہر طرح کا امن و امان اور اطمینان اور سکون صرف اسی اللہ ہی کی طرف سے ہے وہ تمام امن دینے والوں سے بڑھ کر امن دینے والا ہے۔ اللہ کے اس امن میں رحمانیت اور رحیمیت بھی کار فرما رہتی ہے۔

ایمان کی صداقت

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی صفت "مومن" کے اعتبار سے وہ ہستی ہے کہ جو صاحب ایمان لوگوں کو ایمان کی صداقت بخشتا ہے۔

ویسے بھی یہ "ایمان" کا مادہ بھی ہے۔ اس لیے ایمان کو دینے والا بھی وہی "المومن" کا مادہ بھی ہے۔ اس لیے ایمان کو دینے والا بھی وہی "المومن" ہی ہے۔

ایمان کی صداقت اور دولت بحوالہ "المومن" کامل اطمینان' یقین کلی' مکمل بھروسہ ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد وہ صاحب ایمان اطاعت کے لیے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

"المومن" صاحب ایمان لوگوں کو زندگی کی پوری عمارت کے لیے چند غیر متبدل حقائق' اٹل اصول' سچائی والے ضوابط' خیر کے احساسات و جذبات' مستقل اقدار اور محکم قوانین فراہم کرتا ہے۔

المومن کا دیا ہوا ایمان ان تمام صداقتوں کو علم و بصیرت کی رو سے سمجھنے اور غور و فکر کے بعد تسلیم کرنے کا امری تقاضا کرتا ہے۔ اسی حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ اس طرح سے ایمان لانے والے مومن کے بارے میں بتاتا ہے کہ "اور جب انہیں آیات الٰہی کا درس موعظت دیا جاتا ہے تو ان پر وہ بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے (بلکہ سمع وبصر کی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ان پر غور کرتے ہیں)۔" (۲۶-۷۳): اس کے بعد وہ صاحب ایمان لوگ المومن کی جانب سے آیات بینات کے ذکر پر بے اختیار سجدے میں

Marfat.com

گر جاتے ہیں اور پھر اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اور وہ تکبر کے قریب تک نہیں پھٹکتے۔ (۱۵-۳۲):

"المومن" اللہ تعالیٰ کی وہ صفت جمالی ہے کہ جس کے باعث بندے کو ایمان کے لیے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اور اس ایمانی صورت کو یوں بھی باری تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ: "خدا کسی کو زبردستی مومن نہیں بنانا چاہتا۔ اگر وہ ایسا چاہتا تو تمام انسان پیدا ہی مومن ہوتے' لہٰذا ایمان میں جبر کا سوال ہی نہیں' ایمان دل کے اطمینان اور ذہن کے سکون کے ساتھ صداقت کو تسلیم کرنے کا نام ہے"۔ (۱۰:۹۹-۱۰۰):

لہٰذا مومن تو وہی ہوتا ہے جو خدائے المومن پر ایمان لاتا ہے۔

المومن۔ امان دینے والا

سورہ الحشر کی آیت نمبر ۲۳ میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے آٹھ اسما اتصال کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ گویا وہ اسمائے مبارک الملک' القدوس' السلام' المومن' المھیمن' العزیز' الجبار اور پھر المتکبر ہیں۔ آیت مبارکہ میں یہ سارے اسماء الحسنیٰ اس طرح سے استعمال ہوئے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی حرف عطف نہیں ہے۔ گویا جب صفات اس طرح بغیر عطف کے آئیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ یہ تمام صفات موصوف میں بیک وقت پائی جاتی ہیں۔

لہٰذا یہاں "المومن" کے معنی ہیں امان دینے والا یعنی شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے حملوں سے بچنے کے لیے جب بندہ اس کی پناہ ڈھونڈتا ہے تو وہ اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ یہ پناہ اس کے سوا اور کہیں بھی بندے کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ شیطان کی' رسائی خدا کے دامن کے سوا ہر جگہ ہے۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفات جمال و کمال مشرکین کے فرضی دیوی دیوتاؤں کے مقابلے میں کروڑہا بار اور اربوں درجے اعلیٰ اور ارفع ہیں۔

امن' ایمان اور مومن

چونکہ کسی بات کو علیٰ وجہ البصیرت تسلیم کر لینے اور نتائج سے اس دعویٰ کی صداقت کو پرکھ لینے سے' انسان کو صحیح اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔ اس لیے امن اور ایمان کا مادہ بھی "ام ن" ایک ہی ہے اور پھر "المومن" اور مومن بھی اسی مادہ سے ہیں۔ اس حوالے سے المومن وہ ہوتا ہے جو امن' ایمان اور مومن کا منبع ہوتا ہے۔ یہی المومن انسانوں کو امن اور امان کی ضمانت دیتا

Marfat.com

ہے۔ اور پھر اسی پر انسان بھروسہ کر کے بے فکر اور محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس پس منظر میں بندہ مومن وہ ہوتا ہے کہ جو المومن کے قوانین جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں' ان پر ایمان لائے کیونکہ یہی وہ حقائق و قوانین ہیں کہ جن پر عمل کر کے انسان المومن کے مقابلے میں صاحب ایمان ہو جاتا ہے۔

المومن کا بندہ مومن

مرد مومن اور بندہ مومن وہ ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں قرآن مجید نے متعدد صفات و خصوصیات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ لہٰذا مختصر طور پر یوں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا تعلق اس کی لامحدودیت سے ہے' ان کے علاوہ' اس کے اسماء الحسنٰی کی جھلک' حدود بشریت کے ان مومن میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اسماء الحسنی کی صفاتی جھلک بندہ مومن میں "المومن" کی صفات کے سایوں میں موجود ہوتی ہیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت "المومن" کے معنی "امن کی ضمانت دینے والا ہے۔" اس صفت خداوندی کی رو سے مومن تمام نوع انسان کو امن کی ضمانت دیتے ہیں۔

مومنوں کی جامع صفات

"المومن" اللہ نے مومنین کے لیے جو جامع صفات بیان کی ہیں' انہیں قرآن مجید کی سورہ الاحزاب میں یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ:

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' صاحب ایمان مرد اور صاحب ایمان عورتیں' فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں' صداقت شعار مرد اور صداقت شعار عورتیں' صابر مرد اور صابر عورتیں' خشوع و خضوع سے عبادت کرنے والے مرد اور عورتیں' صدقہ و خضوع سے عبادت کرنے والے مرد اور عورتیں' صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں' روزہ دار مرد اور عورتیں' اپنی جنسی خواہشات پر قابو رکھنے والے مرد اور عورتیں' اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں' ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے غفران کا وسیع سائبان اور اعمال صالحہ کے لیے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔۔" (۳۳-۳۵):

اور یہ تو وہ مومن ہیں کہ جن کے بارے میں منبع و مبدع امن المومن نے فرمایا ہے

Marfat.com

کہ "تمام عزت اللہ جل جلالہ' اس کے رسول برحق اور اہل ایمان کے لیے ہے۔" (۶۳-۸):

اور انہی اہل ایمان سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو۔ اور سحر و شام اس کی تسبیح میں مشغول رہو۔ اس کی ذات وہ ہے جو تم پر رحمتیں بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے بھی تم پر رحمتیں بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنیوں میں لے آئیں اور وہ (المومن) مومنین پر بڑا رحم والا ہے۔" (۳۳:۴۱-۴۳)

تسلی و تشفی دینے والا

المومن وہ ذات باری ہے کہ جو مومنوں کو تسلی و تشفی اور دلجمعی فراہم کرتا ہے اس کے باعث اللہ اپنے بندوں کو خوف اور خطرات کی فضاؤں سے آزادی بخشتا ہے۔ المومن اپنے بندوں کو بے خوفی کی دنیا میں امن و سکون عطا کرتا ہے۔"

خوف انسان کا وہ ایک منفی جذبہ ہے جس سے انسانی شخصیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور اس خوف کی موجودگی میں بندہ ذہنی ارتکاز اور خضوع و خشوع سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا جذبہ ہوتا ہے کہ جس کی موجودگی میں اس شخص کی صلاحیتوں کو پورے طور پر نشوونما کا موقع نہیں ملتا اور یوں وہ درجہ کمال حاصل کرنے سے ترساں رہتا ہے۔

خوف چونکہ ایک منفی اور تخریبی جذبہ ہوتا ہے۔ اس لیے خدائے مومن اپنے بندوں کو خوف اور بھوک سے خصوصی طور پر آزادی دلاتا ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔" (۱۰۶-۴):

تاریخی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قریش جب منتشر تھے تو وہ بھوکوں مرتے رہتے تھے' اور اس دور میں ان کے لیے بھوک سے نجات کی نوید سنائی۔ اسی طرح اسلام سے پہلے پوری عرب دنیا خوف کے سایوں میں گری ہوئی خائف زندگی بسر کرتی تھی اور انہیں سدا جنگ و جدل کے بادل گھیرے رکھتے تھے۔ بدامنی' دشمن کے حملوں اور قتل و غارت اور باہمی قبائلی آویزشوں نے سب لوگوں کی راتوں کی نیندیں بھی حرام کر رکھی تھیں' کیونکہ مدام خطرہ اور خوف تھا کہ کوئی غارت گر اچانک حملہ کر کے یا چھاپہ مار کر تباہ و برباد نہ کر

Marfat.com

دے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے انبوہ انسانیت کو نعمت اسلام سے نوازا تو انہیں صدیوں سے لاحق خوفوں اور بھوک کے خدشات سے نجات بخش دی۔ ان لوگوں کے لیے حرم کو امن والا مقام بنا دیا اور انہیں ہر طرح کے خوف اور خطرے سے نجات دے دی۔ لہٰذا ان لوگوں کو اللہ نے بھوک میں وافر کھانا دیا اور خوف کی کیفیات سے نکال کر امن عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی "مومنانہ" صفات امن و امان کے باعث مہربانی کے ساتھ خوف و ہراس کی کیفیات سے نکال کر امان و سلامتی میں لے جاتا ہے۔

لفظ "المومن" قرآن مجید بطور اسم الٰہی صرف ایک بار استعمال ہوا ہے' اس کے بعد یہی لفظ "ایمان" اور "مومن" کی صورتوں میں کئی انداز اور حوالوں سے جلوہ نما ہوا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) "المومن" چونکہ ایک امن' امان' سلامتی اور تحفظ و حصانت والا اسم الٰہی ہے' اس لیے اس لفظ کا ورد اور وظیفہ بہرصورت باعث امن و امان اور پیام سلامتی ہوتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص "یامومن" کا تین سو ساٹھ بار ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے تو وہ خطرناک حالات سے نکل جاتا ہے' اور مزید نقصان سے بچا رہتا ہے۔

(۳) یا مومن' امن و سکون بخشنے والا اور مومنوں کی حقیقی آماجگاہ ہے' اس لیے اس اسم مبارک کو جو شخص ہر روز تین سو بار پڑھے گا وہ ہر طرح کے خوف اور خطرات سے آزاد ہو گا۔

(۴) اگر کوئی شخص "یا مومن" کو لکھ کر سدا اپنے پاس رکھے تو وہ ہر طرح کے شر اور وسواس شیطانی سے بچا رہتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر روز ۱۳۶ بار صبح کی نماز کے بعد یا مومن پڑھ کر دعا کرے تو وہ سارا دن رات آفات و آلام سے بچا رہے گا' اللہ کی امان اس کے ساتھ ساتھ رہے گی۔

(۶) دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے سات دن تک ہر روز گیارہ سو بار "یامومن" کا ورد کر کے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور دعا کو مقبولیت بخشتا ہے۔

Marfat.com

(۷) ہر جائز مقصد حاصل کرنے اور زندگی میں عام کامیابی حال کرنے کے لیے صبح کی نماز کے بعد تین سو بار یا مومن کا ورد کیا جائے۔

(۸) ہر طرح کے گھریلو جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے جمعتہ المبارک کی نماز فجر کے بعد ایک سو چھتیس بار یا مومن کا ورد کر کے اللہ تعالیٰ سے استعانت اور امن و امان طلب کیا جائے۔

(۹) اگر کوئی شخص کسی ایک کاغذ پر اللہ کا یہ اسم جمالی ایک ہزار بار لکھ کر سدا اپنے پاس رکھے تو وہ ہر طرح کے شر' فساد' فتنہ' تہمت اور الزام تراشی سے بچا رہتا ہے۔

(۱۰) شراکت کے کاروبار میں اگر دوسرے فریقین سے کسی خیانت اور کاروباری نقصان کا خدشہ ہو تو اس کے لیے چاہیے کہ "یا مومن" کا تعویز بنا کر سدا اپنے پاس رکھا جائے۔

(۱۱) میاں بیوی میں شکر رنجی یا جھگڑا ہو جائے تو ایسی صورت میں خاوند کو چاہیے کہ وہ صبح کی نماز کی دو سنتیں گھر میں پڑھ کر ایک سو بار یا مومن کا ورد کر کے باہمی امن و سلوک کی دعا کرے' تو انشاء اللہ جلد ہی باہمی مشاہرت اور نا اتفاقی ختم ہو جاتی ہے۔

(۱۲) دوستوں کے ساتھ باہمی امن و امان برقرار رکھنے کے لیے اگر یا مومن کا ورد اور وظیفہ کیا جائے تو موثر اور مفید ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

المهيمن

المھیمن ـــــــــــــــ اسم جمالی ہے۔

اعداد ـــــــــــــــ ۱۴۵

عدد واحد ـــــــــــــــ ۱

"المھیمن"۔ نگہبان ہے۔ وہ اللہ سب کی نگرانی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ جمالی صفت حصانت و حفاظت والی ہے اس کائنات کی ہر ادنیٰ اور اعلیٰ شے اور ہر طرح کے عمل و فعل' اللہ تعالیٰ کی نگہبانی' اس کے علم میں اس کی نگاہ میں رہتا ہے۔

اللہ نگہبان ہے

سورہ الحشر کی آیت نمبر۲۳ میں اللہ تعالیٰ کی آٹھ اہم ترین اور مستقل جمالی صفات کو بڑی ہی خوب صورتی کے ساتھ اسماء الحسنیٰ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یوں ہے کہ "وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے' نہایت مقدس' سراسر سلامتی' امن دینے والا' نگہبان' سب پر غالب' اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔"

Marfat.com

محافظ' شاہد اور حاجت روا

قرآن مجید میں لفظ مھیمن صرف دو جگہ پر استعمال ہوا ہے۔ اس کے مفسرینؒ کے نزدیک تین معنی ہیں۔

(۱) نگہبانی اور حفاظت کرنے والا۔

(۲) ایسا شاہد جو دیکھ رہا ہو کہ کون کیا کر رہا ہے۔

(۳) قائم بامور الخلق' یعنی جس نے لوگوں کی ضروریات اور حاجات پوری کرنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہو۔

مذکورہ بالا آیت میں لفظ المھیمن مطلقاً استعمال ہوا ہے' اس فاعل کا کوئی مفعول بیان نہیں کیا گیا ہے کہ وہ کس کا نگہبان و محافظ' کس کا شاہد اور کس کی خبر گیری کی ذمے داری اٹھانے والا ہے۔ اس لیے اس اطلاق سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وہ مخلوقات کی نگہبانی اور حفاظت کر رہا ہے۔ سب کے اعمال دیکھ رہا ہے۔ اور کائنات کی ہر مخلوق کی خبر گیری' اور پرورش اور ضروریات کی فراہمی کا اس نے ذمہ اٹھا رکھا ہے۔

امانت اور تائید و حمایت

قرآن کی سورہ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے اس لفظ مھیمن کو الکتاب یعنی قرآن مجید کی حفاظت اور نگہبانی کے لیے استعمال کیا ہے۔ ترجمہ یوں ہے کہ:

"(پھر اے محمدؐ!) ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے' اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔" (۵-۴۸ جزوی):

مفسرین بتاتے ہیں کہ اصل میں لفظ "مھیمن" جو دو بار قرآن مجید میں آیا ہے۔ عربی زبان میں ھیمن یھیمن ' ھیمنۃ کے معنی محافظت ' نگرانی' شہادت' امانت' تائید اور حمایت کے ہیں' اس حوالے سے تفہیم القرآن میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس لفظ کی وضاحت کے لیے تین چار بڑی خوب صورت مثالیں پیش کی ہیں۔ یعنی وہ بتاتے ہیں کہ ھیمن الرجل الشیئی یعنی آدمی نے فلاں چیز کی حفاظت و نگہبانی کی۔ پھر یوں بھی کہ ھیمن الطائر علی فراخہ یعنی پرندے نے اپنے چوزے کو اپنے پروں میں لے کر محفوظ کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بار لوگوں سے کہا "انی داع فھیمنوا" یعنی میں دعا کرتا ہوں کہ تم تائید میں آمین کہو۔ اسی سے لفظ ہمیان ہے۔ جسے اردو زبان میں ہمیانی کہتے ہیں

Marfat.com

یعنی وہ تھیلی جس میں آدمی اپنا مال رکھ کر محفوظ کرتا ہے۔

اس پس منظر میں قرآن کو "الکتاب" پر مھیمن کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ان تمام برحق تعلیمات کو جو پچھلی کتب آسمانی میں دی گئی تھیں' اپنے اندر لے کر محفوظ کردیا ہے۔ وہ ان پر نگہبان ہے۔ اس معنی میں کہ اب ان تعلیمات برحق کا کوئی حصہ ضائع نہ ہونے پائے گا۔ وہ ان پر گواہ ہے اس معنی میں کہ ان کتابوں کے اندر خدا کا کلام جس حد تک موجود ہے' قرآن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے' وہ ان پر گواہ ہے کہ ان کتابوں کے اندر خدا کے کلام اور لوگوں کے کلام کی آمیزش ہو گئی ہے۔ قرآن کی شہادت سے اس کو پھر چھانٹا جاسکتا ہے۔ جو کچھ ان میں قرآن کے مطابق ہے' وہ خدا کا کلام ہے اور جو قرآن کے خلاف ہے' وہ لوگوں کا کلام ہے۔ اس اعتبار سے الکتاب پر مھیمن کہنا کس قدر پرمایہ اور جامعیت بدوش ہے۔

خاص انداز کی نگہبانی اور حفاظت

عام طور پر حفاظت اور نگہبانی جو کوئی محافظ بطور چوکیدار کرتا ہے وہ صرف حفاظت اور پاسداری کرنے والا ہوتا ہے لیکن اسے اس چیز یا شے سے کوئی روحانی یا جسمانی لگاؤ اور کشش نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت مہیمن میں جو خاص انداز کی نگرانی' نگہبانی اور حفاظت ہے وہ تو گویا ایسی ہے کہ جیسے ماں کی ممتا اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہے۔ اس طرح وہ نگہبانی' نگرانی اور حفاظت' عام حفاظت' نگرانی اور نگہبانی سے مختلف ہوتی ہے کہ جس میں ماں کا جذبہ ماممتا بھی شامل اور حفاظت پر فائق اور برتر ہوتا ہے۔

سب سے بڑا معتمد اور وکیل

المھیمن کے دیگر معروف معنوں میں نگران' القائم علی الناس یعنی لوگوں کا محافظ اور معتمد اور وکیل کے ہیں۔ غالباً یہ سارے معانی ایک ہی طرح کے ہیں۔ یعنی جو محافظ و نگران ہوتا ہے وہی دراصل معتمد اور وکیل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سورہ مائدہ میں قرآن بھی مھیمن ہے' اس لیے کہ وہ تمام آسمانی صحیفوں کے لیے قابل اعتماد کسوٹی بھی ہے۔

اگرچہ بعض مفسرین نے مھیمن کے معنی بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا اصل ھیمن ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز پر نگہبان ہونا' اس لیے اس کے معنی محافظ ہیں' اور بعض کے نزدیک اس کا مادہ امن ہے اور یوں مھیمن کے معنی "امین" کے ہوتے ہیں اور پہلی

Marfat.com

کتابوں پر محافظ یا امین ہونے سے ایک ہی مراد ہے کہ ان کی ضروری اور صحیح تعلیم کو محفوظ کر لیا ہے۔

فضائل و اعمال

(۱) اگر کوئی شخص اس "یا مھیمن" کا اکثر ورد کرتا رہے تو اللہ اسے ہر طرح کی آفات سے بچائے رکھتا ہے۔

(۲) اگر کوئی اس اسم مبارک کو انتیس بار پڑھے تو وہ غموں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی نیک اور نمازی شخص غسل کر کے ایک سو پندرہ بار یا مھیمن کا ورد کرے تو وہ غیبی امور سے بھی بتدریج آگاہ ہونے لگتا ہے اور ان کی حقیقت کو بھی جان سکتا ہے یہ عمل اکتیس دن تک جاری رہنا چاہیے۔

(۴) اگر کوئی شخص غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اس کے بعد ایک سو بار اس اسم مبارک کا وظیفہ کر کے دعا مانگے تو اسے اللہ تعالیٰ روحانی اور جسمانی بیماریوں سے نجات بخش دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص جمعہ کے روز غسل کر کے پاک و صاف جگہ پر بیٹھ کر ایک ہزار ایک سو پندرہ بار "یا مھیمن" کا ورد کرے اور اس عمل کو تین دن تک دہرائے تو یوں وہ اس وظیفے سے استخارے کا کام بھی لے سکتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص کسی بھی سفر کی سواری پر سوار ہونے سے پہلے ایک سو پینتالیس مرتبہ یا مھیمن کا ورد کر کے دعا مانگ لے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ سفر میں کسی حادثے یا اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔

(۷) جو شخص ہر روز گیارہ بار کسی بھی وقت یا مھیمن کا ورد کرتا ہے وہ سدا برائیوں سے بچا رہتا ہے' اور اللہ اسے اپنی حفاظت اور حصانت میں رکھتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص چالیس روز تک ہر نماز کے بعد ایک سو پینتالیس بار یا مھیمن کا ورد کرے تو اپنے پروردگار سے کوئی انعام پاتا ہے۔

(۹) پریشانیوں اور بے چینی سے نجات حاصل کر کے سکون کی نیند سونے کے لیے رات

Marfat.com

سونے سے پہلے باوضو ہو کر ۱۴۵ بار یا مہیمن کا ورد کر کے سونا چاہیے۔

(۱۰) اس اسم مبارک کا ہر روز ورد کرنے کے باعث بندے کے دل میں محبت الٰہی میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۱۱) یا مہیمن کا مسلسل ورد کرنے والے بدستور صاحب کشف بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

النافع

النافع ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۲۰۱

عدد واحد ——— ۳

"النافع" اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک صفاتی اسم حسنہ ہے۔ اس کا اگرچہ قرآن مجید میں براہ راست ذکر موجود نہیں ہے لیکن اس کے مشتقات بکثرت قرآن پاک میں آئے ہیں۔ اس لفظ نافع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نفع پہنچانے والا' بھلائی پہنچانے والا' بہتری کر دینے والا' انسان کو نقصانات سے بچا کر نفع' اچھائی اور بھلائی دینے والا۔

نافع اور النافع ایک فاعلی صفت ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے نفع دینے والا' فائدہ پہنچانے والا' مفید اور فائدہ مند' موجب بہتری' باعث بھلائی اور اچھائی کا جواز بننے والا۔ بہتر نتیجہ دینے والا' عمدہ ثمرہ دینے والا' منافع اور فائدے والا۔ گویا اپنی اس صفت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے قانون و قاعدے کے مطابق نفع پہنچانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہر اعتبار سے اس کی مخلوقات کے لیے نافع ہی نافع ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تر مخلوقات کے لیے قدم قدم پر فائدے اور بھلائیاں ہی رکھی ہوئی ہیں۔ بحر و بر اور ہواؤں کی مخلوقات سب کے لیے اس نافع اللہ نے بھلائیاں' فائدے اور ان کی بہتری اور اچھائی کی چیزیں اور امور رکھے ہوئے ہیں۔

اللہ ہی کے اختیار میں نفع اور نقصان ہے۔

اس لفظ نفع کو ہم کسی طرح کی کاروباری اصطلاح کے طور پر نہ لیں تو اس "نافع" کے معنی کی وسعت بہت زیادہ دکھائی دینے لگتی ہے۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے انسان کے مادی اور روحانی فائدے اور منافع کو بھی بجا طور پر ملحوظ رکھا ہے۔ اس مادی منافع کے حوالے سے یوں مذکور ہے کہ:

"یہ آسمان اور زمین کی رنگارنگ تخلیق کی اعجوبہ زائیاں' یہ سلسلہ شب و روز' اور یہ احوال و ظروف کا تنوع اور اختلاف اور یہ انسان کے لیے منفعت اندوز اسباب معیشت مہیا کرنے والے جہاز جو بھرے ہوئے سمندروں میں رواں دواں ہیں' یہ آسمانی خوشگواریوں کا پیامی آب باراں جو زمین مردہ کو زندگی بخشتا ہے اور وسیع زمین میں پھیلے ہوئے قسم قسم کے جانور' چرند' پرند' درند' یہ ہواؤں اور موسموں کا ایک خاص طریق سے ادل بدل' پھر یہ آسمانوں اور زمین کے مابین ابرہائے (فیل ہائے بے زنجیر) کی تسخیر اہل دانش کے لیے اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیاں ہیں' جو ہر طرف بکھری ہوئی ہیں۔" (۲-۱۶۴)

اللہ کی نفع رسانی اور فیض بخشی

اللہ تبارک و تعالیٰ جو "النافع" بھی ہے' اس نے اس زمین و آسمان کو لاتعداد نفع رسانیوں اور فیض بخشیوں سے بھرا ہوا ہے' اور ان سب سے خالق کی رحمانیت اور رحیمیت اور پروردگاری ثابت ہوتی ہے اور وہ مقصدیت بھی ہے جو گواہی دیتی ہے کہ اتنی حکمتوں سے معمور یہ کارخانہ عبث اور بے غایت نہیں ہے۔

جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہازوں اور کشتیوں کو انسانوں کے لیے مفید اور منافع بخش بنایا ہے وہاں مویشیوں اور چوپایوں کو بھی انسانوں کے لیے نفع بخش بنایا ہے۔ اسی طرح دھاتوں کو بھی بالخصوص "حدید" یعنی فولادی سختی اور طاقت والی دھاتوں میں بھی لوگوں کے لیے سامان منفعت ہیں۔

Marfat.com

اور پھر امت مسلمہ کے سالانہ اجتماع اور حج کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے کئی حوالوں سے اہم اور منفعت بخش قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں یوں ارشاد باری تعالیٰ آیا ہے کہ:

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو کہ وہ تیرے پاس پا پیادہ اور مستعد جسم سواریوں پر سوار ہو کر ہر دور دراز علاقے اور راستے سے آئیں' تاکہ وہ اس (کے روحانی تجربوں کے ساتھ ساتھ) دنیاوی "منافع" یعنی فائدوں کا بچشم خود مشاہدہ کریں۔" (۲۲:۲۷-۲۸ جزوی):

ہر طرح کے نفع اور نقصان پر اللہ کا اختیار

قرآن مجید میں قریباً تیرہ مرتبہ مختلف آیات میں بڑے ہی واضح انداز میں بتایا گیا ہے ہر طرح کا نفع نقصان اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس کا اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ چند ایک ارشادات الٰہی درج ذیل ہیں۔

"یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے جو نہ ان کے نفع پر قادر ہیں اور نہ نقصان پر اور کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارش کنندہ ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی اطلاع دے رہے ہو جو نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں ہے۔ وہ ان کے مشرکانہ خیالات سے پاک و برتر ہے۔" (۱۰-۱۸):

اور پھر اس طرح سے اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ: "ان سے سوال کیجئے' کیا تم نے اس واحد و یکتا خدائے پروردگار کے سوا ان کو معبود بنا رکھا ہے جو اپنے بھی نفع و نقصان پر قادر نہیں ہیں؟ کہو کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں' اور کیا یہ ممکن ہے کہ تاریکی و نور یکساں ہو جائیں۔" (۱۳-۱۶ جزوی)

سورۃ الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جس جناب ابراہیم بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں' ان کی تکذیب کرتے اور انہیں تہس نہس کر دیتے ہیں۔ اس ضمن آپ یوں فرماتے ہیں کہ:

"(عجیب بات ہے) تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کو معبود بتاتے ہو' جو نہ تو تمہارا فائدہ کر سکتا ہے اور نقصان پہنچا سکتا ہے۔" (۲۱-۶۶):

ایک اور جگہ اس طرح سے لوگوں کی اسی روش کو بیان کیا گیا ہے کہ: "وہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے سوا اس (خود ساختہ معبود کو) پکارتا ہے' جو نہ اسے ضرر دے سکتا ہے اور نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یہی وہ راہ ضلالت ہے جو راہ راست سے بہت دور ہے۔۔" (۲۲۔۱۲) : اور یوں بھی ہے کہ "کیا یہ تمہیں کوئی منفعت پہنچا سکتے ہیں یا نقصان کر سکتے ہیں۔"" (۲۶۔۷۳):

ان سب معبودان باطل کی اللہ نے بڑے کروفر کے ساتھ نفی کی ہے اور بتایا ہے کہ ہر طرح کے نفع اور نقصان پر صرف اسی اللہ ہی کا اختیار ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تعالیٰ کا یہ اسم مبارک ہر اعتبار سے باعث برکت و رحمت و نافع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا ہمہ وقت ورد کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں تک ہو سکے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کے بارے میں ہی سوچنا چاہیے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی سفر پر جا رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ سفر کے شروع میں اور دوران سفر "یا نافع" کا ورد کرے۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے سفر کو خیروعافیت سے گزارے گا اور اسے ہر طرح کے نقصان سے بھی بچائے رکھتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص چار روز تک "یا نافع" کا بکثرت ورد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کے نقصانات اور آفات سے بچائے رکھتا ہے۔

(۴) اس اسم مبارک کو ہر مشکل اور مصیبت سے نجات پانے کے لیے بکثرت پڑھنا چاہیے۔

(۵) اگر ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے اکتالیس بار "یا نافع" پڑھ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کام کو بخیر و خوبی اور بطریق احسن مکمل کروا دیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی ماہ رجب میں "یا نافع" کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اسرار الٰہی سے مطلع فرماتا ہے۔

(۷) ہر ایک چیز یا نیا مال خریدنے کے وقت "یانافع" اکتالیس بار پڑھ لینا مفید اور باعث برکت ہوتا ہے۔

(۸) ماہ رجب' ماہ رمضان اور ماہ شعبان میں اس اسم مبارک کو ہر ماہ سات ہزار بار پڑھ کر دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ انسان کو صاحب کشف اور صاحب باطن بنا دیتا ہے۔

Marfat.com

(۹) رزق حلال میں خیروبرکت اور وسعت کے لیے ہر نماز کے بعد ایک سو بار "یا نافع" پڑھنا فائدہ دیتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ رزق میں فراوانی عطا فرماتا ہے' اس سے معاشی تنگی سے نجات مل جاتی ہے۔

(۱۰) "یا نافع" کا ذکر کرنے والا کسی کا محتاج نہیں رہتا اور اس کے کاروبار میں روانی اور تیزی آجاتی ہے۔

(۱۱) اگر رات کو سوتے وقت اس اسم مبارک کو ایک سو بار پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک ماریں تو اس سے شیطانی اور نفسانی وساوس دور رہتے ہیں۔

(۱۲) ہر کام کی بحفاظت اور بخیرو خوبی تکمیل کے لیے اس اسم مبارک کا ورد کرنا بے حد موثر اور باعث خیرو برکت ہوتا ہے۔

Marfat.com

النور

النور ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۲۵۶

عدد واحد ——— ۴

"النور" اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس کے معنی ہیں روشنی۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ظلمات (تاریکیوں) کے مقابلہ میں بھی آیا ہے۔ اور یہ بھی کہ نور صرف مادی روشنی کے لیے نہیں آتا' فکرو بصیرت اور علم و عقل کی روشنی کے لیے بھی آتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کو بھی نور کہا ہے کہ یہ انسانوں کے لیے زندگی کی سیدھی راہ میں مشعل ہدایت بنتی ہے۔

سورۃ النور میں "اللہ نور السمٰوات والارض" (۲۴-۳۵): آیا ہے یعنی ارض و سما میں جہاں بھی روشنی ہے وہ اللہ ہی کی عطا کردہ ہے۔

یہاں پر "اللہ" تعالیٰ مصدر بمعنی فاعل یعنی روشنی عطا کرنے والے کے طور پر ہے۔
اس لیے روشنی مادی ہو یا فکر و بصیرت کی روشنی سب اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے۔

Marfat.com

اللہ نور ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ "اللہ جل جلالہ' آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں کائناتی بصارت اور بصیرت کی غیرفانی روشنیوں کا منبع نور ہے۔" (۲۴-۳۵ جزوی):

اس آیت مبارکہ "اللہ نور السمٰوٰت والارض" کی تفسیر اس طرح سے ہے کہ "یہ آسمان و زمین بلکہ یہ پوری کائنات اس شخص کے لیے ایک عالم ظلمات ہے اور اندھیر نگری ہے جو خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہے لیکن خدا کی صفات اور ان کے مقتضیات کو نہیں تسلیم کرتا۔ ایسا شخص یہ جان سکتا ہے کہ یہ دنیا کہاں سے آئی ہے اور نہ یہ جان سکتا ہے کہ اس کے وجود میں آنے کی غایت اور مقصد کیا ہے؟ البتہ جو شخص خدا کو اس کی صحیح صفات کے ساتھ مانتا ہے وہ اس کائنات کا سرا بھی پا جاتا ہے اور اس کا انجام بھی اس پر واضح ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے یہ دنیا اندھیر نگری نہیں رہتی بلکہ ایمان کے نور سے اس کے لیے ہر چیز جگمگا اٹھتی ہے۔ وہ جس سمت میں بھی قدم اٹھاتا ہے' اللہ کے ایمان کا نور اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہی حقیقت آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے میں واضح فرمائی گئی ہے کہ اس آسمان اور زمین کا نور اللہ تعالیٰ ہی ہے' جس کے پاس یہ نور ہے وہ روشنی میں ہے اور صراط مستقیم پر ہے اور جو اس نور سے محروم ہے وہ ایک عالم ظلمات میں بھٹک رہا ہے اور کوئی دوسرا اس کو روشنی نہیں دے سکتا۔

نور بمعنی مادی روشنی

قرآن مجید میں نور کو بمعنی عام مادی روشنی کے بھی کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک جگہ پر یوں ارشاد موجود ہے کہ نور اور ظلمات اللہ نے پیدا کیے ہیں:

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں جو تمام بلند و بالا آسمانوں اور عریض و بسیط زمین کا خالق ہے اور جس نے دنیا کو ظاہری اور باطنی اندھیروں اور روشنیوں کی جلوہ گاہ بنایا ہے۔"

اور پھر اس طرح سے بھی ارشاد باری ہے کہ: "کہو کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ تاریکی و نور یکساں ہو جائیں۔" (۱۳-۱۶ جزوی)

اور اس طرح سے بھی آیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے سورج کو روشن و درخشندہ بنایا' چاند کو

Marfat.com

نورانی بنایا۔" (۱۰-۵ جزوی):

اور اس کے علاوہ اس طرح سے بھی ارشاد ہوا کہ:

"بڑی برکتوں والی وہ ذات ہے جس نے آسمانی بلندیوں میں ستارے بنائے اور ان میں سراج تاباں اور قمر منیر سے ان کی خوشنمائی میں اضافہ کیا۔" (۲۵-۶۱):

اس کے بعد یوں بھی موجود ہے کہ فضا کی پہنائیوں کس طرح سے مختلف کرے پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ باہم دگر کامل موافقت کے اور ہم آہنگی سے چلتے رہتے ہیں۔ وہ اس قدر تیز گردش کے باوجود اپنے مقام پر محکم اور قائم رہتے ہیں۔

"اور پھر دیکھو کہ اس نے (انہی کروں میں سے) چاند کو کس طرح نورانی قندیل اور سورج کو جگمگاتا چراغ بنا دیا ہے۔" (۷۱-۱۶):

یہ چمکتا ہوا چاند اور سراج کی مانند روشن سورج کو تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض علامات کے طور پر بیان کیا کہ وہ قانون خداوندی کا اتباع کرتے ہوئے کس طرح روشن اور تاباں ہیں۔ اس لیے انسان کو بھی چاہیے کہ وہ قوانین خداوندی کا اتباع کر کے اپنی زندگی کی راہوں کو بھی روشن کرے اور دوسروں کے لیے قندیل راہ بن جائے۔

نور بمعنی بصیرت و ہدایت کی روشنی

قرآن مجید نے اس لفظ کو منبع نور اللہ جل شانہ کی صفت میں سے بطور فکر و بصیرت اور عقل و علم کی روشنی کے بھی کئی ایک مقامات پر استعمال کیا ہے۔ اسی حوالے سے ہے کہ اللہ' مومنین کو ظلمات سے نور کی طرف لاتا ہے۔ طاغوت لوگوں کو نور سے ظلمات کی طرف لے جاتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نور کائنات ہے' وہ اہل ایمان کا ولی ہے اور بکمال عنایت انہیں تہہ در تہہ ظلمات سے نورٌ علی نورٌ کی طرف نکال کر لے جاتا ہے برعکس ازاں جو کافر ہیں' ان کے دوست طاغوت (شیطان) ہیں اور وہ انہیں رشد و ہدایت کی روشنیوں سے نکال کر کفر و جحود کے اندھیروں میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اہل دوزخ ہیں۔ انہیں جہنم میں ہمیشہ پڑے رہنا ہے۔" (۲-۲۵۷):

رشد و ہدایت الٰہی کا مینارہ نور

نور یعنی روشنی مادی ہو یا فکر و بصیرت کی ہو وہ سب اس ذات عظیم جو خود بھی نور ہے' اسی کی

Marfat.com

طرف سے ہوتی ہے اور اپنے رسولوں کو بھی اسی نور سے مستنیر فرما کر لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے بھیجتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں یوں ارشاد حق آیا ہے کہ:

"اے اہل کتاب ہر آئینہ ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے کہ جن حقائق کو ابھی تک تم نے پردہ اخفا میں رکھا ہے اس میں سے بہت کچھ کھول کھول کر بیان کر دیتا ہے اور تمہاری بہت سی کوتاہیوں پر درگزر کرتا ہے۔ (یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ رسول رشد و ہدایت الٰہی کا مینارہ نور بن کر آیا ہے اور ایسی کتاب لے کر آیا ہے جو (زبان و بیان کی ممکن تعقیدات سے مبرا) کتاب مبین ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی مرضات کے متبعین پر امن و سلامتی کی راہیں کھولتا ہے۔ اور اپنے حکم سے انہیں دلوں اور دماغوں کی ضلالت اور گمراہی کی تاریکیوں میں، سرگرداں عالم انسانیت کو ظلمتوں سے نکال کر (ان کائناتی بصیرتوں کی) روشنیاں بکھیرتا ہے اور ان پر صراط مستقیم کی ہدایت کے اسرار منکشف کرتا ہے۔" (۵: ۱۵-۱۶)

اس کے بعد یوں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے قرآن کریم بھی اس اللہ النور کا ایک نور ہی ہے جو بذریعہ رشد و ہدایت کے مینارہ نور انسانیت کو دیا گیا: کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نور (قرآن نازل) ہوا تھا:

"پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور نور ہدایت (یعنی قرآن مجید) پر جو ہم نے نازل کیا ہے (کبھی نہ بھولو) اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے۔" (۶۴-۸):

اور یوں بھی وارد ہوا ہے کہ "اور جو لوگ ان (رسول ﷺ) کو مانتے ہیں اور ان کی رفاقت کرتے ہیں' انہیں مدد دیتے ہیں اور نور ہدایت جو ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ ہر آئینہ وہی فلاح یافتہ ہیں۔" (۷-۱۵۷)

مزید ایک اور انداز میں اللہ النور یوں فرماتا ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام "اپنی قوم (اور فرعون) کے پاس جاؤ اور اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنیوں کی طرف لے آؤ۔" (۱۴-۵ جزوی) یہاں پر ظلمات سے مراد غیر اللہ کی محکومی ہے اور نور سے مراد قوانین خداوندی کے مطابق آزادی کی زندگی بسر کرنا ہے۔

Marfat.com

اللہ ہی نور عطا کرنے والا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ خود ایک نور اور منبع نور ہے۔ اور وہی کائنات کو نور عطا کرنے والا ہے۔ وہ اللہ نور السمٰوٰت والارض ہے' اپنے نور کی طرف جس کی چاہے رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ آسمانوں اور زمین کو نور عطا کرنے والا ہے۔ کائنات میں یہ نور مادی روشنی بھی ہے اور وہ ہدایت بھی۔ جو ہر شے کے اندر از خود موجود ہے۔ اور انسانوں کے لیے نور قرآن مجید کے اندر ہے۔ اور مومنین کو اس اللہ نے ایسا ہی نور دیا ہے۔(۲۷-۲۸): اور اسی حوالے سے ہے کہ "بھلا ظلمات و نور برابر ہو سکتے ہیں' اور کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں۔" (۱۳-۱۶):

نورٌ علیٰ نورٌ

قرآن مجید کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے نور مبین قرار دیا ہے اور پھر متعدد مقامات پر اسے کتاب منیر بھی کہا گیا ہے یہی نہیں بلکہ کتب سابقہ کو بھی نور کی حامل کتب کہا گیا ہے۔ اور پھر ان میں سے انسانوں کے لیے اور ان کی رشد و ہدایت کی خاطر قرآن مجید کے اندر نور فراواں رکھا ہوا ہے۔ اور وہی لوگ صحیح معنوں میں خوش بخت اور صاحب ایمان ہیں کہ جن کے بارے میں یوں ارشاد آیا ہے کہ:

"اب کیا وہ خوش نصیب انسان جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قبول کرنے کی وسعت اور صلاحیت بخشی ہے۔ اور اس کے قلب و نظر انوار ربانی سے مستنیر ہیں۔"

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بحوالہ نور آیات موجود ہیں جن کا خلاصتہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے ملائکہ مومنین پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ انہیں ظلمات سے نور کی طرف لے آئیں۔(۳۳-۴۳): اللہ تعالیٰ نے جو کتاب "مبین اتاری اس کے ذریعے سے لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لاتا ہے۔(۵-۱۶): اس طرح سے ارشاد باری موجود ہے کہ "اے رسول قرآن مجید ایک (نور ہے اور نور-آفریں) کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم انسانوں کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہدایت کی روشنیوں میں لاؤ' اور اس اللہ تعالیٰ کے راستے پر جو بڑا زبردست ہے اور بذات خود محمود ہے۔" (۱۴-۱):

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ نور کوئی معمولی نور نہیں ہے۔ اور اس نور کو اللہ نے بذریعہ نور اور نور ہی کے حوالے سے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے عام کیا' لیکن اللہ

Marfat.com

کے دشمن اس نور سے خائف اور پریشان ہیں اور اس سے وہ سرگرداں رہتے ہیں۔ اس ضمن میں یوں بھی بتایا گیا ہے کہ:

"یہ اہل کفر و طغیان ارادہ کیے ہوئے ہیں (کہ انوار الٰہی کی تاب ناکیاں کم کر دیں) اور شمع ہدایت کی پاکیزہ روشنی (کو اپنی ناپاک) پھونکوں سے بجھا دیں، لیکن مشیت ایزدی یہ ہے کہ کافروں کی مکروہ خواہشوں کے علی الرغم یہ نور لایزال مرتبہ اتمام و کمال تک پہنچے، اگرچہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناپسند کیوں نہ ہو۔" (۹-۳۲):

اور قرآن مجید میں اس طرح سے ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے کہ جسے وحی خداوندی کا نور میسر نہ ہو اسے کہیں نور نہیں مل سکتا یعنی "جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور معرفت سے بے نصیب رکھا ہو، اس کے لیے روشنی کہاں!"۔ (۲۴-۴۰ جزوی):

ایک اور حوالے سے قرآن مجید میں یوں بھی نور کا لفظ استعمال ہوا ہے۔" قیامت کے دن منافقوں اور منافقات اہل ایمان سے کہیں گے کہ ذرا ٹھہرو اور رکو، ہمیں بھی ساتھ لے لو، تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی لے لیں۔" (۵۷-۱۳ جزوی):

"جبکہ اس روز "مومنین اور مومنات کو دیکھو گے کہ ان کا نور ایمان ان کے آگے اور دائیں جانب ان کی رہنمائی کر رہا ہو گا۔" (۵۷-۱۲ جزوی):

اور اس طرح سے بھی ہے کہ "اہل جنت کا نور ان کے آگے آگے جائے گا اور ان کی رہنمائی کرے گا (اور ان کے ورد زبان یہ دعا ہو گی کہ) اے ہمارے پروردگار ہمارے نور ایمان کی تکمیل فرما دے۔ کامل فرما دے، اور ہماری مغفرت فرما، تو کائنات ارضی و سماوی کی ہر چیز پر قادر ہے۔" (۶۶-۸):

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تعالیٰ کا یہ اسم مبارک ہر حوالے سے انسان کے لیے باعث خیر و برکت عافیت بخش ہوتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص سات بار سورہ نور پڑھنے کے بعد ایک ہزار بار "یا نور" کا ورد کر کے دعا کرے تو اللہ اس کے دل کو نور سے منور کر دیتا ہے۔

Marfat.com

(۳) اگر کوئی شخص فجر کے وقت "یا نور" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو سکون اور اطمینان بخش دیتا ہے۔

(۴) ہر روز اور کثرت کے ساتھ اس اسم مبارک کا ورد کرنے سے بندے کا باطن روشن ہو جاتا ہے ایسے شخص میں اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی طہارت اور صفائی پیدا فرما دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص نماز فجر کے بعد ایک ہزار ایک سو اکتیس بار "یا نور" کا ورد کرے تو ایسے شخص کے دل کو اللہ منور کر دیتا ہے اور اس کے گھر یا مکان کو ہر طرح کے موذی اور ضرر رساں جانوروں سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۶) سورج گرہن' آندھی طوفان وغیرہ کے دوران میں "یا نور" کا ورد کرنا بہتر اور باعث خیروعافیت ہوتا ہے۔

(۷) یا نور کا ورد کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ خوش اخلاق' روشن قلب بنانے کے ساتھ ساتھ فسق و فجور اور فحش باتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۸) اگر کوئی اس اسم مبارک کا نقش بنا کر اپنے گھر' کاروبار کی جگہ پر دفتر وغیرہ میں رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت اور وقار بخشتا ہے۔ اور اس کے کاروبار میں خیروبرکت پیدا فرما دیتا ہے۔ یہ نقش بنانے کے لیے کسی صاف کاغذ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد گیارہ بار "یا نور" لکھا جائے۔

(۹) اگر کوئی شخص نماز عشاء کے بعد ایک سو بار "یا نور" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے روشن ضمیر' صاحب بصیرت اور نیک دل بنا دیتا ہے' اسے سدا گمراہیوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۱۰) ہر روز "یا نور" کا ورد کرنا دین و دنیا میں خیرو برکت کا موجب بنتا ہے۔

Marfat.com

الواجد

الواجد ——— اسم جلالی ہے۔

اعداد ——— ۱۴

عدد واحد ——— ۵

واجد۔ الواجد اللہ تعالیٰ کے اس اسم مبارک کے معنی ہوتے ہیں وجود دینے والا۔ وجود میں لانے والا۔ اس لفظ کے دوسرے معنی میں پانے والا' بات نکالنے والا بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ خالق' مصور' بدیع اور واجد ہے۔ اگرچہ اس صفت کا قرآن مجید میں کوئی ذکر موجود نہیں ہے لیکن بحوالہ صفت یہ اسماء الحسنیٰ میں شمار ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی تخلیقات کو حسین اور خوب صورت پیکر اور وجود بخشتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے احسن اور سب سے بڑا تخلیق کار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کی تخلیق کو حسین بنانے' بہتر وجود بخشنے اور وجود کو برقرار رکھنے کے لیے بہترین توازن اور تناسب کو قائم رکھتا ہے۔

Marfat.com

اس سلسلے میں یوں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو احسن انداز سے پیدا کرتا ہے۔

"اس مصور مطلق نے اپنی ہر مخلوق کو حسین ترین رعنائیوں سے مالا مال کر دیا ہے۔ اس نے انسانی تخلیق کی ابتدا طین یعنی پانی میں ملی ہوئی مٹی سے کی ہے۔" (۳۲-۷):

اللہ الواجد

اللہ الواجد انسان کو مختلف مراحل، جن میں متعدد مراحل ماں کے پیٹ کے اندر ہی مکمل ہو جاتے ہیں اور انہی کے دوران میں اسے ایک مکمل اور حسین وجود مل جاتا ہے۔ گویا رحم مادر کے اندر تخلیق کے مراحل کا جس سائنسی انداز میں قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے اس کی کہیں اور مثال ملنا مشکل ہے۔

اس حوالے سے یوں بھی ہے کہ

"ہم نے تمہیں عمل تخلیق سے نمو بخشی۔ پھر تمہارے اولین پیکر خاکی کی بہترین صورت گری کی اور پھر اسے شاہکار فطرت کی عظمت دے کر فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا۔" (۷-۱۱ جزوی)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو حسین پیکر بخشنے کے لیے سے پہلے کے مراحل کو نہایت ہی خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے کہ:

"اے بنی نوع انسان! اگر تمہیں بعثت بعد الموت میں کوئی شبہ ہے تو سوچو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے خلق کیا۔ پھر آب منی سے پھر خون بستہ سے، پھر پارہ گوشت سے، جو صورت یافتہ اور صورت نا یافتہ ہوتا ہے، ہم جس قطرہ (آب منی) کو چاہیں ایک مقررہ وقت تک رحم مادر میں ٹھہراتے ہیں۔ اور پھر ایک طفل صغیر کی طرح منصہ شہود پر لاتے ہیں۔" (۲۲-۵ جزوی)

گویا اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود دینے اور پیکر سازی کے مراحل ہیں جو اللہ کے قانون اور قاعدے کے مطابق تکمیل پاتے چلے جاتے ہیں۔

تخلیق آدم اور اسے وجود بخشنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ "آدم کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔" (۳۸-۷۵): گویا اللہ نے انسان کو اپنے دست قدرت سے یہ حسین وجود بخشا ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کو بھی اسی طرح اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور وجود دیا ہے۔ (۳۶-۷۱):

Marfat.com

انسان کو خوب صورت وجود بخشنا

اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام تخلیقات خوب صورت اور بے مثال ہیں اور ان سب میں سے اپنی صورت، ہیئت، شکل، توازن اور ظاہری پیکر کے لحاظ سے انسان کی تخلیق اور مجسم سازی سب سے زیادہ حسین ہے۔

"اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے بالحق پیدا کیا ہے اور ہر شے کو پیدا کر کے اسے سنوارا ہے اور پھر اس کے پیمانے مقرر کیے ہیں اور منزلوں کی جانب رہنمائی بھی ہے۔(۸۷:۲-۳)"

اللہ نے اس ساری کائنات کو یونہی اتفاقیہ پیدا نہیں کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم پروگرام ہے اور یہ سارا سلسلہ کائنات اس پروگرام کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل اور کوشاں ہے۔ انسان کی تخلیق بھی اللہ الواجد نے ایک خاص پروگرام کے تحت کی ہے اور یہ کہ اسے یہ شکل و صورت وجود یونہی نہیں دے دیا۔ اس لیے اگر انسان وحی کی رہنمائی میں زندگی بسر کرتا ہے تو اللہ کے اس مقصد خاص کو پورا کرتا ہے۔

الواجد کا ارتقائی نظام

ارتقاء کا معنی اوپر چڑھنا اور بلند ہونا ہیں۔ الواجد جو وجود دینے والا ہے، وہ خود انسانی تخلیق کے بارے میں بتاتا ہے کہ یہ ارتقائی انداز سے عمل میں آئی ہے۔

پھر الواجد نے انسانی تخلیق کے متعدد مراحل بیان کیے ہیں یعنی اسے وجود تک لانے کے لیے غیرذی حیات مادہ (تراب) سے شروع کیا گیا: (۳۰-۲۰) پھر طین کا ذکر ہے اور صلصال بھی بتایا گیا ہے، بلکہ اس کا آغاز نفس واحد سے کیا گیا، یعنی واحد سیل سے۔" (۷۶-۱): پھر وہ نفس واحد زوجین سے اور وہ انسان مختلف اطوار سے گزرتا چلا گیا (۷۱-۱۴) اس کے بعد انسانی بچہ کی پیدائش کے مختلف مراحل وجود ملنے سے پہلے کے بتائے گئے ہیں پھر اسے قوت گویائی دی گئی (۵۵: ۳-۱۴) اور تحریر کی صلاحیت بخشی (۹۶:۵-۴):

اور پھر اس انسان کو وجود بخشا یعنی انسان کو احسن صورت میں پیدا کیا گیا۔ ارشاد الٰہی یوں ہے کہ:

"تمہاری صورتیں بنائیں تو کتنی اچھی صورت گری کی اور تمہیں پاکیزہ مرزوقات حیات بخشیں۔" (۴۰-۶۴ جزوی)

Marfat.com

یہ اللہ تعالیٰ کا قانون و قاعدہ ہے کہ اس کی مخلوقات میں پیدائش کے بعد منزل بہ منزل' رفتہ رفتہ' بتدریج ارتقا ہوتا چلا جاتا ہے اور ہرشے اسی طرح اپنی موجودہ شکل و صورت اور وجود تک پہنچی ہے۔

اعمال وفضائل

(۱) "الواجد" کے بعض حوالوں سے غنی اور بے پرواہ کے بھی معنی بتائے جاتے ہیں گویا وہ کسی بھی معاملے میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ ضروری کمالات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ اسم مبارک بہت برکات و فیوض کا موجب بن جاتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص یا واجد کا ذکر کر کے کھانا کھائے تو وہ کھانا گویا ایک طرح کا نورانی کھانا بن جاتا ہے اور باعث رحمت اور سکون کا موجب بنتا ہے۔

(۳) اس اسم مبارک کا مسلسل ورد بندے کو اللہ تعالیٰ کی عنایات اور رحمتوں کا مرکز بنا دیتا ہے۔ اللہ ایسے شخص کو صاحب عزو شرف بھی بنا دیتا ہے۔

(۴) "یا واجد" کا جو شخص اکثر ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں مقبول بنا دیتا ہے۔ اسے لوگوں کی بے تحاشا محبت اور مودت میسر آنے لگتی ہے۔

(۵) اس اسم مبارک کا جو شخص زیادہ ورد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو خوشحال غنی اور متمول بنا دیتا ہے۔

(۶) میاں بیوی میں باہمی محبت بڑھانے کے لیے اگر میاں یا بیوی یا دونوں یہ ورد کرتے رہیں تو بے حد مفید اور باعث برکت و رحمت ہوتا ہے۔

(۷) جو شخص یا واجد کا اکثر ذکر کرتا رہتا ہے اللہ اس کے رزق روزی میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ اس سے رزق کی تنگی اور مفلسی کو دور کر دیتا ہے۔

(۸) دشمن کے شر اور اس کے خوف سے بچنے کے لیے "یا واجد" کا ورد کرنا ہر طرح کے نقصان اور شر سے محفوظ رکھتا اور بچائے رکھتا ہے۔

(۹) اگر کسی شخص کے اندر سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کنجوسی کی عادت ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز نماز فجر کے بعد پانچ سو بار "یاواجد" ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ بتدریج اس کی کنجوسی ختم کر دیتا اور طبیعت میں جذبہ سخاوت پیدا کر دیتا ہے۔

(۱۰) اس اسم مبارک سے دم کیا ہوا پانی اپنے سے ناراض افراد کو پلا دیں تو جلد ہی نارضگی ختم ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

الواحد

الواحد ———— اسم جلالی ہے۔

اعداد ———— ۱۹

عدد واحد ———— ۱

الواحد' واحد کے معنی ہوتے ہیں اکیلا' تنہا' یکتا' بے مثال' منفرد' نرالا' یگانہ' صرف اور صرف ایک محض' فقط' نرا' قرآن مجید میں اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذات خود ایک اور یکتا۔

توحید۔ واحد سے ہے

توحید' واحد اور احد سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی احدیت میں یگانہ' بے مثل و بے ہمتا ہونے کا تصور غالب ہوتا ہے۔

دین اسلام کی تو بنیاد ہی اسی پر ہے کہ اللہ کہ جس کی محکومیت اختیار کی جائے وہ ایک ہے' اور اس کے سوا کوئی اور الہ نہیں ہے۔ اسی تصور کا نام توحید ہے۔ اگر اس اطاعت میں کوئی بھی اور عنصر شامل کر لیا جائے تو وہ شرک ہو گا اور شرک سے بڑھ کر انسانیت کی تذلیل کا باعث کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے شرک کو ایک جرم عظیم کہا گیا ہے۔

Marfat.com

واحد۔ وحدانیت ہر ذات اپنے آپ میں منفرد ہوتی ہے' اور یہی انفرادیت ہی اس کی بنیادی خصوصیت ہے۔ خدا چونکہ مکمل ترین ذات اس لیے اس کی احدیت اور وحدانیت بھی مکمل ترین ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس انداز کی مکمل ترین صفات ذات ہے خداوندی کی ہیں' اس حد تک مکمل صفات کسی اور ذات میں نہیں ہو سکتیں۔

انسان اپنے اندر صفات خداوندی کو منعکس کر سکتا ہے لیکن یہ صفات حدود بشریت کے اندر ہوں گی' صفات خداوندی کی طرح وہ مکمل ترین نہیں ہوں گی۔ خدا کے سوا کسی اور میں اس انداز کی صفات کا تسلیم کرنا بھی شرک ہے۔ بلکہ کسی ایسی صفت کا جو صرف ذات خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے' کسی اور میں تسلیم کرنا بھی شرک ہی ہے۔ یعنی یہ سمجھنا کہ کوئی شخص خدا کے قوانین کے خلاف کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے' شرک ہے۔

الٰہ واحد اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ہے یعنی وہ الٰہ جس کی تم عبادت کر سکتے ہو وہ ایک ہی اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی اور اس کے لائق ہی نہیں ہے۔ ارشاد باری اس طرح سے ہوتا ہے کہ:

"(اے بنی نوع انسان) تمہارا معبود تو معبود واحد ہی ہے۔ اور (اس رحمانیت و رحیمیت کے مظہر اتم کے سوا) کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔" (۲-۱۶۳):

الٰہ کے معنی معبود کے ہیں۔ اسی پر الف لام کا داخل کر کے لفظ اللہ ہے۔ یہی لفظ اللہ اسی ذات واحد کے لیے بطور اسم ذات استعمال ہوتا ہے۔ یہ توحید ہی سب سے بڑی اور پہلی چیز ہے جو ملت ابراہیمی کی وراثت کی حیثیت سے اس امت مسلمہ کی طرف منتقل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ بحوالہ رحمٰن و رحیم وہ اللہ الصمد بھی ہے' یعنی سب سے بے نیاز اور بالا ہونے کے باوجود سب کے لیے پناہ' سب کے لیے مرجع اور سب کے لیے سہارے کی چٹان بھی ہے۔ یعنی وہ اللہ واحد اور یکتا' سب سے بے نیاز اور سب سے بالا تر لیکن وہ رحمٰن اور رحیم بھی ہے۔ اس نے اپنے جوش رحمت سے تمہیں وجود بخشا ہے۔ اپنی رحمت ہی کی آغوش میں تمہاری تربیت اور پرورش کر رہا ہے اور پھر اپنی اس رحمت ہی کے لیے اس نے تمہارے لیے جزا اور سزا کا ایک دن مقرر کیا ہے۔ پس تم اسی کے لیے

Marfat.com

جیو اور اسی کے لیے مرو' اپنی تمام آرزوئیں اور امیدیں اکیلے اسی سے وابستہ کرو۔

اللہ واحد کی عبودیت

بحوالہ تبلیغ نبوی حضرت ہود علیہ السلام لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت اور عبودیت کے لیے بلاتے تھے' لیکن وہ لوگ تو حجت اور ڈھٹائی سے کام لیتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں یوں ارشاد موجود ہے کہ:

"انہوں نے کہا' تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں' اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ داد پرستش کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر سچے ہو تو وہ بات (عذاب) لے آؤ جس کا تم وعدہ ہم سے کرتے ہو۔" (۷-۷۰):

اور وہ اس طرح سے بھی کہتے تھے کہ "کیا اس نے سب معبودوں کو ایک معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔" (۳۸-۵):

اور ان لوگوں کی ڈھٹائی' حجت اور کفر کی یہ کیفیت ہوئی کہ قرآن مجید میں جب خدائے واحد کا ذکر آتا اور انہیں خدائے واحد کی طرف بلایا جاتا تو وہ منہ بسور کر' پیٹھ موڑ کر چل دیتے۔ ان کی اس روش کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ:

"(اے رسول) جب تو اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتا ہے تو یہ نفرت سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔" (۱۷-۴۶):

اور اس کے برعکس ایک اور صورت کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ:

"(ارشاد ہوا) جب صرف (تنہا) اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان منکرین حق کے دلوں کو انقباض ہوتا ہے اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔" (۳۹-۴۵):

اللہ' الٰہ واحد ہے

اس اللہ الواحد کے بارے میں بیس آیات مبارکہ میں اعلان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ایک ہے' اور وہی الٰہ واحد ہے۔

قرآن مجید میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوقت آخریں اپنے بیٹوں سے استفسار کیا کہ' تم میرے بعد کس معبود کی عبادت کرو گے تو انہوں نے یک زبان ہو کر کہا'

"ہم آپ کے اور آپ کے آبا کے معبود کی پرستش کریں گے۔ ابراہیم' اسماعیل

Marfat.com

اور اسحاق کے معبود کی' جو معبود یگانہ و یکتا ہے' اور ہم اسی کے آستان عظمت پر گردن نہادہ ہیں۔" (۲-۱۳۳):

معبود واحد

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ "(اے بنی نوع انسان) تمہارا معبود تو معبود واحد ہی ہے۔" اور "بلاشبہ اللہ تعالیٰ معبود واحد ہے۔" (۴-۱۷۱ جزوی): اور "دراآں حالیکہ اس معبود واحد کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔" (۵-۷۳ جزوی) یوں بھی ہے کہ:

"(ان ظالموں نے) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں اور حضرت مسیح کو اپنا رب بنا لیا ہے' انہیں تو اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا اور یہ کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے وہ پاک ہے' اس سے کہ اس کا کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔" (۹-۳۱):

اور یوں بھی ہے کہ "وہ اللہ جل جلالہ جو ایک ہے اور قہرمانی قوتوں کا مختار مطلق ہے۔" (۱۲-۳۹ جزوی): (۱۵-۴۸): اور یوں بھی آیا ہے کہ "بلاشبہ معبود تو ایک ہی ہے اور یہ کہ اس سے عقل مند لوگوں کی یاددہانی ہو جائے۔" (۱۴-۵۲ جزوی):

اور پھر "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دو معبود نہ بنا لو' بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو بس ایک ہی ہے' تم مجھ ہی سے ڈرو۔" (۱۶-۵۱): اور ایسے بھی آیا ہے۔ "اور اپنے واحد و یکتا پروردگار عالم کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرو۔" (۱۸-۱۱۰ جزوی):

ایک اللہ کی فرمانبرداری

سورۃ الانبیاء میں اس طرح سے ارشاد ہوتا ہے کہ "اے محمد ﷺ! ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کہہ دیجئے کہ میری طرف تو یہی وحی آتی ہے کہ بے شک تمہارا معبود تو ایک ہی معبود ہے۔ پس کیا تم اس کی فرمانبرداری کا دم بھرتے ہو۔" (۲۱:۱۰۷-۱۰۸):

اور پھر اس طرح سے بھی اعلان حق ہوتا ہے کہ:

"یہ بات سمجھ لو کہ تم سب (امتوں) کا معبود ایک اللہ ہے۔" (۲۲-۳۴ جزوی):

اور یہ بھی ہے کہ "تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے۔" (۳۷-۴)

یکتا و واحد اللہ

قرآن مجید میں ایک جانب اللہ الواحد کا اعلان بالوضاحت موجود ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نصاریٰ کے عقیدہ باطل کی تردید بھی کی ہے

Marfat.com

کہ:

"اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی وسیع و عریض کائنات میں پھیلی ہوئی مخلوقات میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔ وہ تو پاک و منزہ ہے' وہی یکتا و واحد ہے اور قہر و غضب کی قوتوں کا بہت ہی بڑا مظہر۔" (۳۹-۴): اور "وہ واحد و یکتا ہے اور تمام قاہرانہ قوتوں کا مالک ہے۔" (۴۰-۱۶):

اور پھر اس طرح سے بھی ارشاد باری ہوتا ہے کہ "اے رسول انہیں کہہ دیجئے کہ تمہرا معبود حقیقی ایک ہی ہے تم سیدھے اسی کی طرف یکسوئی سے متوجہ رہو۔" (۴۱-۶ جزوی):

اعمال و فضائل

(۱) انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ الواحد کی عبادت اور بندگی میں یگانہ ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ واحد اور یگانہ معبود حقیقی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے اس اسم مبارک کے بکثرت ورد سے انسان ہر طرح کے شرک سے بچ جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب اور محبوب بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ تنہائی بھی ختم کر دیتا ہے۔

(۳) اگر کسی شخص کو اولاد نرینہ اور فرزند صالح کی خواہش ہو تو اسے چاہیے کہ وہ "یا واحد" کا اکثر ورد کرتا رہے۔ اور اس اسم مبارک کو لکھ کر اپنے پاس رکھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ فرزند کی نعمت پائے گا۔

(۴) جو شخص "یاواجد" کا اکثر ذکر کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں اور مصیبتوں اور وساوس شیطانی سے بچائے رکھتا ہے۔ بدسگال لوگوں کے شر سے وہ شخص بچا رہتا ہے۔

(۵) اگر کوئی بے اولاد میاں بیوی دونوں بکثرت اس اسم مبارک کا ورد کر کے دعا مانگتے رہیں تو اللہ الواحد انہیں اولاد کی نعمت عطا فرماتا ہے۔

(۶) "یاواحد" کا ذکر کرنا بندے کو قوی' جرات مند' باحوصلہ اور بہادر بنا دیتا ہے۔

(۷) جو شخص اس اسم الٰہی کو ہر عبادت سے پہلے پڑھ لے گا تو اسے ہر عبادت میں

Marfat.com

حلاوت اور اطمینان قلب میسر آئے گا۔

(۸) وصال الٰہی کے لیے جو شخص اس اسم مبارک کو ایک چلہ کی صورت میں سوا لاکھ بار پڑھے' اللہ تعالیٰ سے وہ ضرور قلبی وصال حاصل کر لیتا ہے۔ ایسا ذاکر اللہ تبارک و تعالیٰ کا مقرب بھی بن جاتا ہے۔

Marfat.com

الوارث

الوارث ——— اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۷۰۷

عدد واحد ——— 5

الوارث اللہ تعالیٰ کا توصیفی نام ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں ہر ایک شے کا حقیقی ' سچا اور بنیادی طور پر مالک اور وارث صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چیز کا اس اعتبار سے مالک حقیقی ہے کہ تمام کائنات اسی کی طرف کو جانے والی ہے۔ اور یہی نحن الوارثون ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک وقت پر یوں بھی پوچھا جائے گا کہ "آج کے دن کا مالک کون ہے؟ جواب دیا جائے گا کہ "لله الواحد القهار" اللہ ہی واحد قہار ہے۔ یا یوں بھی ہے کہ آج کے دن ملک کس کا ہے' اس پر جواب ملے گا کہ اللہ ہی کا جو واحد اور قہار ہے۔

وارث ' الوارث

بلحاظ مادہ وارث دراصل "ورث" ہی سے ہے۔ اس کے معنی ہیں مالک ہونے کے۔ اس کے اور معانی میں ولی' مددگار' حامی حمایتی

Marfat.com

اور اختیار حاصل کرنے والے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لفظ کے عام طور پر یہ معنی بھی ہوتے ہیں کہ کسی کے بعد کسی کا وارث ہونے والا۔ اس اعتبار سے اصل میں اب بھی اور عبد میں بھی ہر حالت میں ہر شے کا بالآخر اللہ ہی وارث ہے۔ وہی مالک ہے' وہی قادر ہے' وہی مختار مطلق ہے' سب کچھ اسی کے اختیار اور قبضہ میں ہے' ارض و سما میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ کا ہے اور جو کچھ بھی ہے سب کی مراجعت بحوالہ وراثت اسی اللہ ہی کی طرف ہے۔ اس کی اصل صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو جو کچھ بھی اپنے قاعدہ قانون کے مطابق دیتا ہے۔ ودیعت کرتا ہے یا عطا فرماتا ہے اس کا مالک تو وہی واحد اللہ ہی ہوتا ہے۔

میراث السمٰوٰت والارض

سورہ آل عمران کی اس آیت مبارکہ بتایا گیا ہے کہ:

"اور آسمانوں کی بلندیوں میں اور زمین کی وسعتوں کی پوری میراث اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔"(۳-۱۸۰ جزوی):

اس آیت مبارکہ میں میراث کا لفظ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ ورث سے ہے۔ وراثہ اور ارث کے معنی ہیں ایک شخص کی طرف کسی دوسرے سے مال کا منتقل ہونا بغیر کسی معاہدے کے یا ایسے امر کے جو قائم مقام معاہدہ ہو۔ اس لیے جو مال میت سے منتقل ہوتا ہے اس کو اس کے نام سے پکارا جاتا ہے اور مال منتقل شدہ کو میراث کہا جاتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے ارث بمعنی اصل بھی آیا ہے۔ جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "فانکم علی ارث ابیکم" جہاں مراد ہے کہ تم اسی اصل پر ہو جس پر تمہارا باپ تھا۔

اسی طرح جو چیز کسی کو بغیر محنت و مشقت کے حاصل ہو جائے اس پر بھی وارث ہونے کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی وارث کہا ہے اس لیے سب کی سب اشیاء اللہ تعالیٰ کی طرف ہی پہنچنے والی ہیں۔ اسی اعتبار سے یہاں میراث کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اسی کے مطابق دوسری جگہ پر "ونحن الوارثون" بھی آیا ہے۔

سب اللہ کی میراث ہے

سورۃ آل عمران میں جو "وللہ میراث السمٰوٰت والارض" آیا ہے اس کی تشریح یوں بھی ہے کہ آسمان

Marfat.com

اور زمین کی ساری میراث بالآخر خدا ہی کی طرف پلٹ جانے والی ہے۔ جو کچھ جس کو ملا ہے' خدا ہی سے ملا ہے' اور پھر یہ سب کچھ اسی کی طرف لوٹ جانے والا ہے۔ یہ ساری چیزیں خدا نے ہمیں بطور امانت بخشی ہیں' اور مقصود اس سے ہمارا امتحان ہے۔ وہ اس بات سے اچھی طرح باخبر ہے کہ ہم نے اس کی بخشی ہوئی نعمتوں میں کس طرح کا تصرف کیا ہے اور اپنے اس عمل کے مطابق وہ جزا یا سزا دے گا۔

ونحن الوارثون

اللہ الوارث نے اپنی وراثت اور ملکیت کے حوالے سے صفت وارث کو اس طرح سے بیان فرمایا ہے کہ:

"(بلاشبہ تمہارا نظام حیات و ممات ہمارے قبضہ قدرت میں ہے) ہم ہی ہنگامہ حیات بخشتے ہیں' ہم ہی خاموشی سے ممات طاری کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے مالک و وارث ہیں۔" (۱۵-۲۳):

اس آیت مبارکہ میں واضح فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت بھی دیتے ہیں اور ہم ہی ہر چیز کے وارث بھی ہیں۔ جس طرح زندگی اور موت میں کسی کو دخل نہیں ہے' اسی طرح زمین اور اہل زمین کی وارثت میں بھی کسی کا کوئی حصہ نہیں۔ سب کا مرجع و مولیٰ اللہ ہی ہے۔ اگر کسی نے کسی اور سے کوئی امید باندھ رکھی ہے۔ تو یہ محض وہم ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

زمین کے خزانوں کا اللہ وارث ہے

جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ سب کا وارث ہوتا ہے اسی طرح وہ زمین اور اس کے تمام خزائن کا مالک اور وارث ہے:

"(ارشاد ہوا) انہیں مطلع کر دیجئے کہ ہم ہی بلا شرکت احدے زمین کے وسیع خزانوں کے وارث ہیں' اور تمام مخلوقات کے بھی جو روئے زمین پر ہے' اور ان سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔" (۱۹-۴۰):

اور پھر یوں بھی آیا ہے کہ کسی بندے کے پاس اس کی وراثت نہیں رہے گی بلکہ "جس مال و متاع پر اسے غرور ہے وہ تو ہمارے (یعنی اللہ) ہی کے پاس رہ جائے گا اور وہ تو ہمارے حضور تنہا ہی آئے گا۔" (۱۹-۸۰):

اور اس طرح سے بھی ارشاد موجود ہے کہ:

Marfat.com

"ہم نے بہت سی بستیاں ہلاک کر ڈالیں جنہیں اپنی حسن معیشت پر ناز تھا گرد و پیش کے کھنڈروں پر نظر ڈالو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد شاذ ہی آباد ہوئے ہوں' بالآخر ہم ہی ان کے وارث ہیں۔" (۲۸-۵۸):

قرآن مجید میں "وارث" اور اس کے استعمالات دیگر اور کئی حوالوں سے بھی وارد ہوئے ہیں اور پھر وراثت کے معاملات میں بھی کئی صورتوں میں اس کے استعمالات موجود ہیں۔ یعنی نبیوں کے وارث' جنت کے وارث' امتوں کے وارث' زمین کے وارث' فردوس کے وارث' کتاب اللہ کے وارث اور علم و حکمت کے وارث وغیرہ

پھر اسی طرح بحوالہ "وارث" اور "ورث" وراثت اور ورثہ کی صورت میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ اور انہیں میں سے ہمیں تقسیم وراثت کے بڑے ہی واضح اور دو ٹوک اصول و ضوابط میسر آتے ہیں۔ جن کی روشنی میں ہم ترکہ تقسیم کرتے ہیں۔ گویا قرآن مجید نے تمام وابستگان اور متعلقین کے حصے مقرر کرنے میں بڑی ہی احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور وہی حدود اللہ قرار پاتے ہیں۔

اس حوالے سے انسان کو چاہیے کہ جو اعمال باقیات صالحات سے ہوں' سدا ان کی کوشش میں رہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص ایک سو بار "یا وارث" کا ورد طلوع آفتاب سے پہلے کر کے اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے رنج و غم دور فرما دیتا ہے۔

(۲) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا بفضل ایزدی تمام امور میں درست اور راہ راست پر رہتا ہے اور اس شخص کے لیے اللہ کا سدا امن و سکون موجود رہتا ہے۔

(۳) جو شخص "یاوارث" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو درازی عمر عطا کر دیتا ہے۔

(۴) جو کوئی کثرت کے ساتھ اس اسم الٰہی کا ورد کرتا ہے اللہ اس کو اپنے زمانے کے لوگوں سے فائق کر دیتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص ہر روز طلوع آفتاب سے پہلے ایک سو بار "یا وارث" کا ورد کرنا اپنا

Marfat.com

معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

(۶) جو شخص کثرت کے ساتھ "یاوارث" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ممتاز کر دیتا ہے۔

(۷) جو شخص مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان ایک ہزار بار اس اسم مبارک کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اللہ اس کے دل سے حیرانی اور پریشان کو فوی طور پر ختم کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ فرحت اور سرور بھی بخشتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ہر مہینہ کے شروع چاند میں ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر اکتالیس ہزار مرتبہ "یاوارث" پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس ذاکر کی عمر دراز کرتا ہے اور اس اسم الٰہی کا عامل اپنے سارے خاندان میں سے بڑی عمر والا ہو گا۔

(۹) اگر کوئی بانجھ عورت یہ چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اولاد کی نعمت سے نوازے تو اسے چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد کثرت کے ساتھ یا وارث کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے۔

(۱۰) اموال اور روزی میں فراخی کے لیے ہر نماز کے بعد ۱۲۱ بار اس اسم مبارک کا یکسوئی کے ساتھ ورد کرنا بے حد مفید اور باعث برکت ہوتا ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص ہر روز نماز چاشت کے بعد ایک سو گیارہ بار "یا وارث" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبولیت بخشتا ہے۔

Marfat.com

الواسع

الواسع ——— یہ اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۱۳۷

عدد واحد ——— ۲

الواسع، اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک جمالی صفت ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں بڑی ہی وسعت والا، بڑی ہی فراخی والا، بڑی کشائش اور گنجائش والا، بڑی کشادگی اور وسعت والا، بہت ہی فراخ۔

واسع دراصل سعتہ، سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ سعتہ کے معنی فراخی اور وسعت کے ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے واسع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی صفات علم و قدرت و رحمت و فضل وسیع ہیں، اور تمام کائنات کو محیط ہیں۔

واسع۔ الواسع سعتہ فراخی ہے، یہ فراخی خواہ بلحاظ مکان ہو یا بلحاظ حالت یا بلحاظ فعل و عمل کے۔ اس اسم کا اسماء الحسی میں شامل ہونا یہ ہے کہ اس کی قدرت اور علم اور رحمت اور فضول کی وسعت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ و

Marfat.com

رحمتی وسعت کل شئی یعنی میری رحمت کا یہ عالم ہے کہ وہ پوری کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔" (۷-۱۵۶): اور اس کے علاوہ یوں بھی کہ "واسع ربی کل شیئی علما" گویا میرے پروردگار کا علم لامتناہی کائنات کی ہر شے پر محیط ہے۔" (۶-۸۰ جزوی):

واسع علیم
قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفت متعدد مقامات پر مرکب صورت میں یعنی "واسع علیم" کے طور پر آئی ہے اس سلسلے میں آیات مبارکہ کا ترجمہ اس طرح سے ہے کہ:

"ذات خداوندی قید جہت سے بالا ہے۔ مشرق بھی اللہ تعالیٰ کا ہے اور مغرب بھی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ پس تم جس طرف بھی رخ کرو گے' اللہ تعالیٰ کو متوجہ پاؤ گے' اللہ تعالیٰ صاحب وسعت ہے اور صاحب علم و حکمت ہے۔" (۲-۱۱۵):

امکانی وسعتوں کا مالک
قرآن مجید میں گیارہویں صدی قبل از مسیح کے جنات طالوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ طالوت کا دور حکومت ۱۰۲۸ قبل از مسیح سے ۱۰۱۲ قبل از مسیح تک کا شمار ہوتا ہے۔ یہ سارا تاریخی واقعہ بنی اسرائیل کا ہے اور جناب طالوت بنی اسرائیل کے قبیلہ بنجمن سے تعلق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی خوبیوں اور اوصاف سے نواز رکھا تھا۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں مذکور ہے کہ:

"اور پیغمبر نے انہیں یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ طالوت کو ہم پر بادشاہی کا کیا حق ہے۔ اس سے تو ہمیں بادشاہی کا زیادہ حق ہے اور اسے تو مال میں وسعت نہیں دی گئی۔ پیغمبر نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تم پر حکمرانی کے لیے منتخب کیا ہے اور اسے فضیلت علمی اور قوت جسمانی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب اختیار ہے اور جسے چاہے اپنی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔ وہ امکانی وسعتوں کا مالک ہے اور صاحب علم و حکمت ہے۔" (۲-۲۴۷):

لامحدود وسعتوں کا مالک
اللہ کی صفت واسع بحوالہ رزق فراواں بھی قرآن مجید میں آئی ہے۔ اس ضمن میں یوں بھی مذکور ہے کہ: اللہ تعالیٰ رزق کی لامحدود وسعتوں کا مالک ہے۔ اور اس کا علم لامتناہی ہے۔ (۲-۲۶۹ جزوی): اسی طرح یوں بھی ہے کہ:

Marfat.com

"تمام فضیلتیں تو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں' وہ صاحب اختیار ہے' جسے چاہے عطا کر دے اور اللہ تعالیٰ تو واسع (وسعتوں اور کشائشوں کو پھیلانے والا) اور صاحب علم کل ہے' وہ جسے چاہتا ہے اپنی خصوصی نعمتوں سے نواز دیتا ہے وہ تمام فضیلتوں کا مالک ہے۔" (۳-۷۴ جزوی):

"اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل بے نہایت ہے جسے چاہتا ہے' عطا کرتا ہے وہ صاحب کشائش ہے اور علیم بھی۔" (۵-۵۴ جزوی):

اللہ واسع حکیم ہے پھر قرآن مجید میں ازدواجی حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ کی اسی صفت واسع کا ذکر ہوا ہے۔ اس ضمن یوں ارشاد باری تعالیٰ آیا ہے کہ:

"اور اگر شوہراور بیوی میں جدائی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر ایک کو اپنی کشائش سے خود مکتفی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ فراخی بخش اور صاحب حکمت ہے۔" (۴-۱۳۰):

رب العالمین وسیع الرحمت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمتوں اور فضل کی وسعتوں میں بھی واسع ہے اور اس کی مجرموں کے لیے پکڑ بھی شدید ہے۔ بہرصورت رحمتوں کی وسعت کے حوالے سے اس طرح سے ارشادباری موجود ہے کہ:

"کہہ دیجئے کہ تمہارا رب العالمین وسیع الرحمت ہے لیکن مجرموں سے اس کی سزا کا عذاب ٹلتا نہیں ہے۔" (۶-۱۴۷ جزوی):

اللہ وسیع المغفرت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نیکوکار مفلس لوگوں کو اپنے فضل سے غنی کر دیتا ہے کیونکہ "اللہ تعالیٰ بڑی وسعتوں والا اور وسیع علم والا ہے۔" (۲۴-۳۲ جزوی)

مزید وسعت مغفرت کے بارے میں سورۃ النجم میں اس طرح سے ارشاد باری ہوتا ہے کہ:

"وہ جو کبیرہ گناہوں اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں مگر صغیرہ گناہ اس سے مستثنیٰ ہیں (جیسے غیر ارادی نگہ معصیت) سو تمہارا پروردگار بڑا وسیع

Marfat.com

المغفرت ہے اور وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔" (۵۳-۳۲ جزوی):

نیکی کو وسعت دینے والا

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ نیکی کو وسعت دیتا ہے اور اسی طرح نیک لوگوں کے اجر و ثواب میں بھی اضافہ کرتا رہتا ہے۔

"ارشاد ہوا کہ جو لوگ فی سبیل اللہ مال خرچ کرتے ہیں' ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک حبہ (دانہ) ہو' اس سے سات بالیں اگیں اور ہر بال میں سو سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ اجر و ثواب میں اس طرح اضافہ کرتا ہے جس کے لیے اس کی مشیت ہو اور وہ لا محدود وسعتوں اور بے پناہ علم والا ہے۔" (۲-۲۶۱):

اس آیت مبارکہ میں واسعٌ علیم میں ایک تو یہ بات واضح فرمائی ہے کہ اجر کی اس وسعت پر بندہ اپنی تنگ دامانی پر قیاس کر کے حیران ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ غیر محدود سمائی رکھنے والا ہے' دوسری بات یہ فرمائی کہ خدا کی راہ میں جو چھوٹی یا بڑی' پوشیدہ یا علانیہ نیکی کی جاتی ہے' سب اس کے وسعت علم میں ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ہر شخص اپنے اجر کی طرف سے مطمئن رہے۔ جب دینے والے کا خزانہ بھی غیر محدود ہے اور اس کا علم بھی غائب و حاضر سب پر محیط ہے' تو پھر تشویش کی گنجائش کہاں باقی رہی۔

واسع کرسیٔ

سورۃ البقرہ میں آیتہ الکرسی میں ایک حصہ یوں بھی ہے کہ "واسع کرسیه السموت والارض ولا یوده حفظهما۔" تو اس کا مطلب یوں ہے کہ "اس کی کرسیِ حکومت کی وسعتیں آسمانوں کی رفعتوں اور زمین کی گہرائیوں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں اور اس کے لیے ان کی حفاظت میں کوئی دشواری نہیں ہے۔" (۲-۲۲۵ جزوی)

اس کی شرح یوں ہے کہ اس کا اقتدار آسمانوں اور زمین کے تمام اطراف و اکناف پر حاوی ہے۔ کوئی گوشہ اور کونہ بھی اس کے دائرہ اقتدار سے الگ نہیں۔ اور آسمان اور زمین کی دیکھ بھال ذرا بھی خدا پر گراں نہیں ہے کہ اس کو کسی سہارے یا مددگار کی احتیاج پیش آئے۔

Marfat.com

اعمال و فضائل

(۱) یا واسع ایک ایسا اسم مبارک ہے کہ جو شخص اس کا مستقل ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قناعت اور برکت کی نعمتوں سے سدا فیض یاب رکھتا ہے۔

(۲) اس اسمِ اعظم کا اکثر ورد کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں کا مدام حقدار رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی نعمتوں، سخاوتوں، فیاضیوں اور حسن اخلاق میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۳) اگر کسی شخص کو کوئی زہریلا کیڑا یا بچھو وغیرہ کاٹ لے تو اس کے لیے تھوڑے سے پانی میں نمک ڈال کر پانی پر ستر مرتبہ یا واسع پڑھ کر دم کریں اور وہ پانی پانی کاٹے کی جگہ پر بار بار لگاتے رہیں تو جلد ہی درد کم ہو جائے گا اور زہریلے اثرات بھی زائل ہو جائیں گے۔

(۴) فراخی رزق کے لیے بعد نماز عشاء پانچ ہزار بار واسع پڑھ کر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم رزق روزی میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ اس عمل کو مستقل بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(۵) بچوں کی یادداشت اور حافظے کو بہتر اور توانا کرنے کے لیے یا واسع کا وظیفہ پڑھ کے ہر روز صبح پانی پلانے سے اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی فرما دیتا ہے۔

(۶) اگر کسی کو حصول رزق حلال میں کسی وجہ سے کوئی مشکلات درپیش ہوں تو یا واسع کو ورد کرنا معمول بنا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ آمدنی میں بھی اضافہ کر دیتا ہے اور مشکلات بھی دور فرما دیتا ہے۔

(۷) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ رزق کی تنگی سے بچائے رکھتا ہے۔ اس کی روزی میں برکت عطا فرماتا ہے اور اس کے ظاہری و باطنی درجات بھی بلند فرما دیتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد ایک سو بار "یاواسع" پڑھ کر اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ طبیعت میں بردباری اور قناعت پیدا کر کے اسے تمام مشکلات اور پریشانیوں سے بچائے رکھتا ہے۔

Marfat.com

(۹) اگر کوئی شخص ہر روز صبح نماز فجر کے بعد ستر بار یا واسع کا ورد کر کے رزق روزی کی تلاش میں نکلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہتر معاش کا انتظام فرما دیتا ہے۔ ایسے شخص کی روزی میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا کرتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص نماز ظہر کے بعد ۱۱۱ بار یا واسع کا ذکر کے پروردگار سے دعا کرے تو اللہ اس بندے کی طبیعت میں نکھار، تحمل اور سکون و اطمینان بخشتا ہے۔

Marfat.com

الوالی

الوالی	———	اسم جمالی ہے۔
اعداد	———	۴۷
عدد واحد	———	۲

والی کا مطلب ہوتا ہے مالک اور کار ساز۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر حال میں ہر ایک کا مالک اور والی ہے۔ وہی سب کو سنبھالنے' پالنے اور نمٹانے والا ہے۔

الوالی۔ والی

اس صفت الٰہی کا اصل مادہ "ول ی" ہی ہے جس کے بنیادی معنی قریب کے ہوتے ہیں۔ اسی قربت ہی سے ولی کے معنی دوست کی بھی ہیں۔ اور اس کے مزید معنی میں غلبہ و اقتدار' حکومت و سطوت' محافظت اور سرپرستی کے بھی ہیں۔ والی تو مالک ' آقا' بادشاہ' سرپرست' محافظ' مربی' محسن' نگہبان ' دوست' حمایتی اور مددگار بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ والی متعدد سورتوں میں آیا ہے لیکن لفظ "والی" صرف ایک بار ہی وارد ہوا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی والی نہیں

قرآن مجید کی سورت الرعد میں اس طرح سے ارشاد

Marfat.com

باری ہوتا ہے کہ:

"ہر شخص کے آگے اور پیچھے حفاظت کے لیے فرشتے مقرر ہیں جو بحکم ایزدی اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔ کسی قوم کو جب اللہ تعالیٰ اس کی بد اعمالی پر سزا دینا چاہے تو اس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔"(۱۳-۱۱):

اس لفظ "ولی" کے مشتقات قرآن مجید میں متعدد سورتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس حوالے سے بے شمار مقامات پر یہی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا ولی یعنی والی ہے۔

سورۃ آل عمران میں اس طرح سے بیان ہے کہ "بلکہ تمہارا مددگار مولا اور والی" تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' اور وہ سب سے بڑا نصرت دینے والا ہے۔"(۳-۱۵۰):

اور پھر یہ بھی کہ "اور تاریخ عروج و زوال امم پر بصیرت گواہ ہے کہ اگر کوئی قوم سرتابی احکام الٰہی کا ارتکاب کرتی ہے تو اچھی طرح سے جان لو کہ ان کی سرکوبی کے لیے تمہارا کارساز اللہ تعالیٰ ہے' جو کیا ہی اچھا مولا (والی) ہے۔ کیسا ہی اچھا نصرت دہندہ ہے۔"(۸-۴۰):

اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ اگر انہوں نے اعراض کیا' اپنی ضد اور ہٹ پر جمے رہے تو تمہارا مولا و مرجع اللہ ہے۔ وہ بہترین والی اور مولیٰ ہے۔ اپنی مشکلات میں جو اس سے رجوع کرتے ہیں وہ ان کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔ وہ بہترین مددگار ہے۔

اسی سلسلے میں اللہ کے والی ہونے پر یوں بھی ارشاد ہے کہ:

"پس تم عبادات کا نظام برپا کرو۔ معیشت کی بنیاد زکوۃ پر رکھو۔ قرآن مجید کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے اعتصام کرو۔ وہی تمہارا کارساز ہے وہ کتنا اچھا کارساز ہے اور کتنا اچھا تمہارا والی اور مددگار ہے۔"(۲۲-۷۸ جزوی):

اے ہمارے والی

اے ہمارے پروردگار ہم پر ذمہ داریوں کا وہ بھاری بوجھ نہ ڈالیو جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا گیا تھا اور اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ ذمہ داریاں نہ ڈالیو جنہیں نباہنے کی ہمیں قوت و صلاحیت نہیں اور ہم سے (ازراہ

Marfat.com

التفات کریمانہ) در گزر فرما۔ ہم پر رحم فرما۔ تو ہمارا مولا ہے۔ اے مولا کریم ہمیں کافروں کی قوم پر نصرت عطا فرما(۲-۲۸۶):

والی کی جانب مراجعت

سورہ الانعام میں آیا ہے کہ:"پھر وہ سب کے سب اپنے مولائے برحق کے حضور واپس بلائے جائیں گے' اور پوری طرح سے آگاہ رہو کہ تمام کائنات ارضی و سماوی پر حکم و اختیار صرف اسی رب ذوالجلال کا ہے اور اس کا نظام حساب و احتساب اسراع اور بلا تاخیر ہے۔"(۶-۶۲):

اور پھر اس طرح سے بھی ہے کہ:

"وہاں ہر شخص اپنے اپنے اعمال گزشتہ کو پرکھ لے گا۔ مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف بازگشت ہوگی اور ان کے افتراء کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔"(۱۰-۳۰):

اللہ مومنوں کا والی ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ مومنوں کا والی ہے' اور صالحین اور متقین کا والی ہے۔

"کیا انہوں نے روئے زمین کی سیر و سیاحت نہیں کی وہ (آثار قدیمہ) نہیں دیکھے کہ ان سے قبل منکرین حق کا کیا انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی اور کافروں کے لیے ایسی ہی سزائیں ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا والی۔ دوست دار و کار ساز ہے اور کافروں کا کوئی کار ساز نہیں۔"(۴۷-۱۱):

اور یوں بھی آیا ہے کہ:"اللہ تعالیٰ ہی تمہارا والی مالک ہے' وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔"(۶۶-۲): اور پھر اسی سورہ کی ایک اور آیت میں بھی موجود ہے کہ:

"اگر تم نبی ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ اس کا والی اور مددگار ہے اور جبریل اور تمام مومنین صالح اور مزید برآں ملائکہ بھی اس کے حامی ہیں۔"(۶۶-۴ جزوی):

اللہ تعالیٰ بندے کا والی ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر حال میں بندے کا والی ہوتا ہے۔ جب انسان' اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کی اطاعت کرتا ہے تو وہ گویا اللہ کا دوست اور قرابت دار بن جاتا ہے۔ اس طرح اللہ کی تائید و نصرت ان قوانین کے ثمرات کی شکل میں انسان کے شامل حال ہو جاتی ہے اور یوں بندہ

Marfat.com

اللہ کا ولی یعنی دوست بن جاتا ہے اور اللہ اس کا والی ہو جاتا ہے۔ گویا قوانین خداوندی کی اطاعت کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے اور اللہ اس کا والی ہوتا ہے۔

اعمال و فضائل

(۱) اگر کوئی شخص "یا والی کا ورد بکثرت کرنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا کی مشکلات سے بچائے رکھتا ہے۔

(۲) اگر کوئی حاملہ عورت اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کے درد اور دکھن وغیرہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور حمل کی بھی حفاظت فرماتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص اپنے مال و متاع کی حفاظت کرنا چاہے تو اسے چاہیے وہ اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے۔

(۴) کھیتوں' باغات اور فصلوں کو آفات سے بچانے کے لیے یا والی کے ورد والا پانی کھیتوں کے کناروں پر اور باغوں کی حدود پر چھڑکا کر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۵) دوسروں کو متاثر اور مسخر کرنے کے لیے "یا والی" کا ورد بڑا کارگر اور موثر ہوتا ہے۔

(۶) اگر کسی مکان یا جگہ کو آباد کرنا مقصود ہو تو اس کے لیے تین سو تیرہ بار "یا والی" پڑھ کر پانی دم کیا جائے اور پھر اس پانی کو اس مکان یا مقام پر چھڑکا جائے۔ اللہ تعالیٰ اسے آباد کرنے کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔

(۷) اگر دستکار حضرات اس اسم مبارک کو روازنہ پڑھنا اپنا معمول بنالیں تو یہ ان کے لیے مفید' موثر اور نافع ثابت ہوتا ہے۔

(۸) اس اسم الٰہی کا مسلسل ورد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ فکر معاش سے بچائے رکھتا ہے اور رزق میں بھی خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔

(۹) اپنے نفس پر قابو پانے کے لیے ہر روز نماز عشاء کے بعد ایک سو گیارہ بار "یاوالی" کا ورد کرنے والے کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

الودود

الودود ——— یہ اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ۲۰

عدد واحد ——— ۲

ودود اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک محبت بھری صفت ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے بے حد محبت کرنے والا' اور بہت ہی زیادہ مہربان' الودود' ودود کا مادہ "ود" ہے' جس کے معنی محبت' دوستی' مودت اور مروت ہوتے ہیں۔ اس میں کسی چیز سے محبت کرنے اور کسی چیز کے ہونے کی تمنا کرنے کے بھی معنے ہیں۔

ودود۔ ود سے مبالغہ کا صیغہ ہے' اور اللہ تعالیٰ کا نام ودود اسم صفت کے زمرے میں آتا ہے۔ ودود دوست بھی ہوتا ہے اور بہت زیادہ محبت اور پیار کرنے والا بھی۔

الودود۔ ودود اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر اس کے معنی ہوتے ہیں دوست' دوست رکھنے والا' چاہنے والا' شفیق' نیک بندوں کو دوست رکھنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے جو فرمانبردار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھنے والا ہے اور اپنے دوستوں

Marfat.com

کے دلوں میں محبوب ہو جانے والا- اس لیے انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے اللہ کے سوا کسی اور کو دوست نہ رکھے-

بندوں سے مودت رکھنے والا

ودود' الودود اصل میں مادہ ود سے ہے- اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز سے محبت رکھنا اور اس کے ہونے کی خواہش کرنا ہے اور دونوں معنوں میں ہر ایک پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے- اس میں محبت سے بڑھ کر ایک چیز ہونے کی تمنا بھی ہوتی ہے- اور اس اعتبار سے ودود وہ ہے جو بندوں سے مودت رکھتا ہے۔ یعنی بندوں کے لیے مراعات یا ان کی حفاظت بھی اس میں شامل ہے اور یا ودود کے معنی میں یہ داخل ہے کہ اللہ ایک ایسی قوم کو لاتا رہتا ہے جو اس سے محبت کرے اور جن سے وہ اللہ بھی خود محبت کرے-

"ودود" اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت اور محبت میں سے ہے۔ اس اسم مبارک میں استغفار اور توبہ کی تشویق و ترغیب بھی ہے اور نہایت ہی لطیف انداز میں قبولیت توبہ کی بشارت بھی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اپنی اس صفت کے باوصف اللہ تعالیٰ بندے کے جرائم کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں' لیکن جب بندہ صدق دل سے اس کی طرف رجوع کرے گا تو اللہ ٹھکرائے گا نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ معاف کر کے اپنی رحمتوں سے نوازے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی مہربان اور محبت کرنے والا ہے-

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا اتباع کرتے ہیں' ان سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور انہی کے لیے اللہ کی مودت ہوتی ہے-

مخلوق سے محبت رکھنے والا

سورہ ہود میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفت کا ایک خاص مہربان انداز میں ذکر ہوا ہے:

"دیکھو! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔ بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے-" (۱۱-۹۰):

اس آیت کریمہ میں بحوالہ "ودود" معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سنگ دل نہیں ہے اور نہ وہ بے رحم ہے- اس کو اپنی مخلوقات سے دشمنی نہیں ہے اور نہ وہ بے رحم ہے اس کو اپنی مخلوقات سے دشمنی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ سزا دینے ہی کو اس کا جی چاہے اور اپنے بندوں کو مار مار کر ہی وہ خوش ہو- تم لوگ اپنی سرکشیوں میں جب حد سے گزر

Marfat.com

جاتے ہو اور کسی طرح فساد پھیلانے سے باز ہی نہیں آتے تب وہ بادل نخواستہ تمہیں سزا دیتا ہے' ورنہ اس کا حال تو یہ ہے کہ تم خواہ کتنے ہی قصور کر چکے ہو' جب بھی اپنے افعال پر نادم ہو کر اس کی طرف پلٹو گے' اس کے دامن رحمت کو اپنے لیے وسیع پاؤ گے' کیونکہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق سے وہ بے پایاں محبت رکھتا ہے۔

دوست داری اور مودت

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور وہ بسیار مہربان ہے اور اللہ یہی محبت اور مودت باہمی طور پر مومنوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیتا ہے' اسی حوالے سے ارشاد باری ہے کہ

"بلاشبہ صاحب ایمان اور نیکوکار مسلمانوں کے لیے وہ ذات رحمٰن و رحیم انعام خصوصی کے طور پر عنقریب عوام کے دلوں میں جذبات دوست داری و مودت پیدا کر دے گی۔" (۱۹-۹۶):

اس کی شرح یوں بھی ہے کہ ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور ان کے مطابق صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہیں (اور اس وقت تو عالم یہ ہے کہ ساری دنیا ان کی مخالفت پر تلی بیٹھی ہے لیکن وہ وقت دور نہیں جب خدائے رحمٰن لوگوں کے دلوں میں' ان کی محبت و جاذبیت پیدا کر دے گا اور وہ فوج در فوج' ان کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔

اللہ غفور الودود ہے

سورۃ البروج میں فرمایا گیا ہے کہ "وھو الغفور الودود" یعنی "وہ بڑا بخشنے والا' محبت کرنے والا ہے۔" (۸۵-۱۴):

وہ محبت کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ گویا محبت کرنے والا تنہا وہی ہے جس کو لو لگانی ہو تنہا اسی سے لگائے۔ کوئی اور نہیں ہے جو کسی کے کچھ کام آ سکے۔ عرش کا مالک اور عظمت والا وہی ہے۔ کوئی اس کے اقتدار اور اس کی عظمت میں شریک نہیں ہے۔ وہ جو چاہے کر ڈالنے والا ہے' نہ کسی کا محتاج ہے' نہ کوئی اس کے کسی ارادے میں مزاحم ہے۔

رشتہ مودت و رحمت

قرآن مجید اسی مادہ "ود" سے جو مودت والے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں بھی اللہ تعالیٰ شان ودود ہی شامل ہے۔

"اور پھر اس کی روشن نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس تخلیق کائنات کے محور اعظم نے تمہارے لیے تمہاری ہی نسل سے جوڑے پیدا کر دیئے۔ تاکہ تم

Marfat.com

ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے مابین رشتہ مودت و رحمت استوار کیا۔ اس میں غور کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ کی نشانیاں ہیں۔" (۳۰-۲۱):

قرابت داروں سے مودت اور محبت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے بھی کہا ہے کہ وہ بھی آپس میں باہمی مودت اور محبت ہی کو فروغ دیں' اس سلسلے میں بڑا واضح ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تم سے رسالات ربی کا کوئی اجر نہیں مانگتا۔ بجز اس کے کہ قرابت داروں سے محبت و مودت رکھو۔" (۴۲-۲۳جزوی):

"اسی طرح جو لوگ معبودان باطل کی پرستش کرنے والے تھے ان میں باہمی دوستی ان باطل معبودان ہی کے باعث بنی ہوئی تھی۔ اس صورت حال پر حضرت ابراہیمؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ سارا دنیاوی معاملہ ہے حالانکہ قیامت کے دن ایک مشرک دوسرے کی دوستی سے انکار کرے گا۔ ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔(۲۹-۲۵):

اسی پس منظر میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:

"اے اہل ایمان میرے دشمنوں سے اور اپنے دشمنوں سے دوستی نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ اظہار مودت کرو۔ ان کا یہ حال ہے کہ جو دین حق تمہارے پاس آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔" (۶۰-۱جزوی):

اسی سورۃ الممتحنہ میں ہی دوبارہ ارشاد باری تعالیٰ انہی لوگوں کے بارے میں یوں بھی ہوا ہے کہ:

"ہاں اگر یہ لوگ خدائے واحد پر ایمان لے آئیں تو پھر وہ تمہارے دوست مودت والے بن سکتے ہیں۔" (۶۰-۷جزوی)

اس آیت مبارکہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ واضح یہ کر رہے ہے کہ عین ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم نے دشمنی کی ہے دوستی پیدا کر دے۔ وہ صاحب قدرت و اختیار لامحدود ہے اور صاحب غفران ہے اور صاحب رحمت ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اس دشمنی کو مودت و محبت میں بھی بدل سکتا ہے' اور اللہ تعالیٰ ودود ہونے کے حوالے

Marfat.com

سے اپنی رحمت سے ان کے لیے بھی توفیق خیر کی راہ کھول دے۔

بہر صورت اللہ تبارک و تعالیٰ صرف فرمانبرداروں اور اہل ایمان ہی کو دوست رکھتا ہے اور انہی کے لیے مودت و محبت کا اظہار کرتا ہے لیکن اس صورت کے باوجود اللہ اپنی جانب مراجعت کی راہیں بند نہیں کرتا۔

اعمال و فضائل

(۱) اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا خلق خدا پر مہربان ' دوست دار اور مودت والا ہی بنا رہتا ہے۔

(۲) اگر کبھی میاں بیوی میں شکر رنجی یا ناموافقت پیدا ہو جائے تو اس اسم کو "یاودود" کے طور پر ایک ہزار بار پڑھ کر کھانے پینے کی کسی چیز پر دم کر کے کسی بھی فریق کو دے دیں تو یہ ناموافقت جلد ہی دور ہو جاتی ہے۔

(۳) اگر بیٹا کسی بھی وجہ سے بے راہ روی پر چل نکلا ہو تو اسے روکنے کے لیے کسی شیریں چیز پر ایک ہزار بار "یاودود" پڑھ کر دم کر کے چند دن تک اسے کھلاتے رہیں ' اور اللہ سے دعا بھی کریں کہ اللہ اسے راہ راست پر لائے۔ چند دن کے اندر ایسا لڑکا راہ راست پر آ جائے گا۔

(۴) اگر شوہر اپنی بیوی سے بدمزاجی سے پیش آتا ہو تو بیوی کو چاہیے کہ وہ کھانے پینے کی کسی بھی شے پر ایک ہزار بار یاودود کا ورد کر کے دم کرے اور گاہے گاہے شوہر کو کھلاتی رہے۔ انشاء اللہ چند ہی دنوں میں اس کی بدمزاجی جاتی رہے گی۔

(۵) اگر میاں بیوی میں باہمی محبت کم ہو تو بیوی کو چاہیے کہ وہ کسی بھی طرح کے عطر پر تین ہزار بار یاودود پڑھ کر دم کر لے اور اس عطر کو تھوڑی مقدار میں شوہر کے کپڑوں اور اپنے لباس کو لگاتی رہے۔ چند ہی دن کے اندر اندر میاں بیوی میں مودت اور محبت پیدا ہو جائے گی۔

(۶) اگر کوئی جانور یا پالتو مویشی کسی وجہ سے منہ زور ہو جائے اور بدمزاجی پر اتر آئے تو اسے آٹے کے پیڑے پر تین سو بار یاودود پڑھ کر پھونک مار کر وہ آٹے کا پیڑا اس جانور کو کھلا دیں ' چند دنوں کے بعد وہ جانور بالکل درست ہو جائے گا۔

Marfat.com

الوکیل

الوکیل ——— یہ اسم جمالی ہے۔

اعداد ——— ٦٦

عدد واحد ——— ٣

الوکیل' وکیل' عربی زبان میں کام بنانے والے کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی ہوتا ہے' اسی لیے اللہ پر ہی توکل کیا جاتا ہے۔ الوکیل کے دیگر معانی میں کار ساز' ذمہ دار' خود مختار' قائم نگران' محافظ منتظم' عامل' وکالت کرنے والا اور مختار کل وغیرہ شامل ہیں۔

عام زندگی میں وکیل اسے کہا جاتا ہے کہ جسے ہم اپنے کام اور امور سونپ دیتے ہیں' اور اسے تمام تصرف کی باگ ڈور تھما دیتے ہیں۔

الوکیل صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بندوں کے رزق اور دیگر مہتم بالشان کام اپنے ذمے لے رکھے ہیں۔ اس لیے اسے وکیل کہتے ہیں۔

Marfat.com

اعتماد اور بھروسہ الوکیل کا اساسی مادہ (و ک ل) ان دیکھے پر یقین اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے۔ اور اسی سے توکل بھی ہے۔ مومن کا قوانین کی نتیجہ خیزی پر پورا پورا یقین ہوتا ہے اور اسی کو خدا پر توکل کہا جاتا ہے اور جو توکل کرتے ہیں وہ متوکلین ہوتے ہیں۔ اسی جہت سے اللہ تعالیٰ کی صفت الوکیل ہے۔ یعنی وہ جس کے قوانین کی نتیجہ خیزی پر پورا پورا بھروسہ کیا جاسکے۔

توکل' مومن کی ایک بنیادی صفت اور اس کی خیر انگیز قوتوں کا ضامن ہوتا ہے۔ توکل دراصل ایمان کی استواری اور یقین کی پختگی ہی کا دوسرا نام ہے' لیکن کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ قوانین خداوندی پر اس قسم کے اعتبار اور بھروسے کے ساتھ سعی و کوشش کے ساتھ ساتھ سامان اور ذرائع بھی مہیا کیے جائیں۔

اس توکل کے ساتھ انسان کے اندر نفسیاتی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے اس کے اسباب و ذرائع عام اندازے سے بڑھ کر نتائج پیدا کرتے ہیں۔ اس توکل کی قرآن مجید میں بڑی شدت کے ساتھ تاکید کی گئی ہے۔

وکفی باللہ وکیلا اللہ ہی کافی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں کئی مقامات پر "وکفی باللہ وکیلا" کا مذکور ہے کہ "وہ منہ پر کہتے ہیں کہ ہم مطیع فرمان ہیں مگر جب تمہارے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ راتوں کو جمع ہو کر تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے۔ اللہ ان کی ساری سرگوشیاں لکھ رہا ہے۔ تم ان کی پروانہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو' وہی بھروسہ کے لیے کافی ہے۔"(۴-۸۱):

اور پھر یوں بھی ہے کہ "ان ساری چیزوں کا وہ تنہا حقیقی مالک ہے اور کارسازی کے لیے بھی وہی کافی ہے۔"(۴-۱۳۲): اسی سورہ النساء ہی میں مزید ایک بار پھر یوں بھی فرمایا گیا ہے کہ:

> "معبود تو صرف ایک اللہ ہی ہے جو اولاد سے پاک ہے اور بالاتر ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے۔ وہی کافی ہے ان کی دیکھ بھال کے لیے بھی اور ان کی کفالت کے لیے بھی۔"(۴-۱۷۱ جزوی):

اس کے ساتھ ساتھ سورۃ الاحزاب میں بھی آیا ہے کہ:

> "اللہ پر توکل کرو' اللہ ہی وکیل ہونے کے لیے کافی ہے۔"(۳۳-۳)

Marfat.com

اللہ ہی کافی ہے

اس آیت مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کو ہدایت فرمائی جا رہی ہے کہ جو فرض تم پر عاید کیا گیا ہے' اسے اللہ کے بھروسے پر انجام دو اور دنیا بھر اگر مخالف ہو تو اس کی پروا نہ کرو۔ جب آدمی کو یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ فلاں حکم اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے تو پھر اسے بالکل مطمئن ہو جانا چاہیے کہ ساری خیراور مصلحت اسی حکم کی تعمیل میں ہے۔ اس کے بعد حکمت و مصلحت دیکھنا اس شخص کا اپنا کام نہیں ہے بلکہ اسے اللہ کے اعتماد پر صرف تعمیل ارشاد کرنی چاہیے۔ اللہ اس کے لیے بالکل کافی ہے اور مدد کے لیے بھی' اور وہی اس امر کا ضامن بھی ہے کہ اس کی رہنمائی میں کام کرنے والا آدمی کبھی نتائج بد سے دو چار نہ ہو۔

اور پھر اس طرح سے بھی ارشاد ہے کہ:

"ہرگز نہ دبو کفار و منافقین سے' کوئی پروا نہ کرو ان کی اذیت رسانی کی' اور بھروسہ کر لو اللہ پر' اللہ ہی اس کے لیے کافی ہے کہ آدمی اپنے معاملات اس کے سپرد کر دے۔"(۳۳-۴۸):

اللہ الوکیل پر توکل کرو

بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل رکھے کیونکہ ہر طرح کی کار سازی کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس سلسلے میں یوں ارشاد ہے کہ:

"اور توکل کر وہ اس حی لایموت " پر(وہ زندہ جسے موت ہے ہی نہیں) اوراس کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اوروہ اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح خبردار ہے۔"(۲۵-۵۸):

اللہ پر بھروسہ

بحوالہ الوکیل اللہ ہی اپنے بندوں کے لیے کافی ہے۔ شیطان اوراس کے چیلوں کے حوالے سے کہا جا رہا ہے کہ:

"یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی قدرت حاصل نہیں ہو گی اور کار سازی کے لیے اے رسول تیرا پروردگار کافی ہے۔"(۱۷-۶۵):

اور پھر خود ساختہ معبودوں کے پس منظر میں بحوالہ قرآن مجید رسول اکرم ﷺ اس طرح سے فرماتے ہیں کہ:

"اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف یا نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس تکلیف یا

Marfat.com

نقصان کو روک سکتے ہیں؟ یا اگر وہ مجھ پر اپنی رحمتیں نازل کرنا چاہے تو کیا وہ اسے روک سکتے ہیں۔ کہہ دیجئے میرا اللہ میرے لیے کافی ہے اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔"(۳۹-۳۸ جزوی):

توکل اور رزق جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر' یوم آخرت پر ایمان ہوتا ہے اور جن کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے لیے نجات کی صورت پیدا کردیتا ہے۔ اور

"اس کے لیے ان ذرائع سے اور وسائل سے سامان رزق پیدا کردیتا ہے جن کا اسے سان و گمان بھی نہیں ہوتا' اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے' اللہ تعالیٰ اپنا امر بایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ بے شک اس نے اشیائے کائنات کی ایک قدر مقرر کر رکھی ہے۔" (۶۵-۳ جزوی):

توکل کے نتائج جو لوگ توکل کرتے ہیں' خدا کے قوانین غلبہ اور حکمت کے مالک ہیں۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہوتے۔(۸-۴۹) اور "اللہ تعالیٰ متوکل لوگوں سے محبت کرتا ہے۔"(۳-۱۵۹)اور اسی طرح اللہ پر توکل تو منافقین کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے کفایت کرتا ہے۔"(۴-۸۱): اور اسی طرح توکل کرنے والوں پر شیطان غالب نہیں آسکتا۔ اور پھر جو خدا پر توکل کرے تو خدا اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔(۶۵-۳): اسی توکل سے دشمن کی بڑھتی ہوئی قوت روک دی جاتی ہے۔(۵-۱۱):

اللہ کارساز ہے اسی حوالے سے سورۃ التوبہ میں بھی واضح طورپر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اے نبی ﷺ ان سے کہہ دیں کہ باوجود دور اندیشی اور اپنی پوری احتیاط کے پھر ہمیں جو برائی یا بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری قسمت میں لکھی ہوئی ہے۔ تمہارا کارساز اور سرپرست اللہ ہی ہے اور اہل ایمان کو اعتماد اور بھروسہ بھی اسی پر کرنا چاہیے۔(۹-۵۱):

واللہ علی کل شئی وکیل قرآن مجید میں یوں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

Marfat.com

''شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آئی ہے چھوڑ دو اور اس خیال سے تمہارا دل تنگ ہو کہ (کافر) یہ کہنے لگیں کہ اس پر کوئی عذاب کیوں نہیں نازل ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا (اے محمد ﷺ) تم صرف نصیحت کرنے والے ہو' اور واللہ علی کل شئی وکیل خدا ہر چیز کا نگہبان ہے۔''(۱۱-۱۲):

نعم الوکیل بحوالہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کے ضمن میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ:

''جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا ان میں جو اشخاص نیکوکار اور پرہیز گار ہیں' ان کے لیے بڑا اجر ہے' اور وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ ''تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں' ان سے ڈرو۔'' یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے۔ اور وہی بہترین کارساز ہے۔''(۳:۱۷۲-۱۷۳)

اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی اور کارساز نہیں ہے' اور اس کے علاوہ کسی اور کو کارساز نہیں ٹھہرانا چاہیے' اس سلسلے میں یوں ارشاد باری ہے کہ:

''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما مقرر کیا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا۔''(۱۷-۲):

اور مزید اس طرح سے ہے کہ:

''کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ خدا تمہیں خشکی کی طرف لے جاکر زمین میں دھنسا دے یا تم پر سنگریزوں کی بھری ہوئی آندھی چلا دے۔ پھر تم اپنا کوئی نگہبان نہ پاؤ۔''(۱۷-۶۸):

اعمال و فضائل

(۱) یا وکیل کا ورد کرنا انسان کو مصائب اور مشکلات سے بچائے رکھتا ہے۔ اس سے پریشانیوں سے بھی نجات میسر آتی ہے۔

(۲) اگر کسی شخص کے لیے قرضے کی ادائیگی مشکل ہو رہی ہو یا قرض دوبھر ہو رہا ہو تو

Marfat.com

اسے چاہیے کہ وہ اس اسم مبارک کا بکثرت ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ کسی بھی حوالے سے اس کے قرضے کی ادائیگی کے اسباب پیدا فرما دے گا۔

(۴) اگر کوئی شخص ناحق قید ہو چکا ہو تو وہ خود یا اس کے لواحقین کثرت کے ساتھ اس اسم مبارک کا ذکر کے دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ اسے جلد رہائی سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

(۵) نفسانی غلبے اور وساوس شیطانی سے بچنے کے لیے یا وکیل کا ورد کرنا بے حد مفید اور موثر ہوتا ہے اگر کوئی شخص ایک ہزار بار اس اسم حسنہ کا ورد کر کے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نرمی اور عاجزی بھی پیدا کر دیتا ہے اور اسے اپنے نفس پر بھی مکمل طور پر قابو حاصل ہو جاتا ہے۔

(۵) اگر کوئی مسافر اس اسم مبارک کو دوران سفر گاہے بگاہے پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سفر کو ہر اعتبار سے بخیرت رکھتا ہے۔ اور اس مسافر کا سامان اسباب بھی محفوظ رہتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص شدید طوفان، آندھی، جنگلی درندوں، بادلوں کی کڑک، ہوا، زلزلے، پانی کے سیلابی طوفان یا کسی بھی اور شدید خطرے میں گھر جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس مصیبت کے وقت یا وکیل کا باآواز بلند ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حفظ و امان فراہم کر دے گا۔

(۷) اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہو آگ میں گھر گیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی کوشش کے ساتھ ساتھ یا وکیل کا ورد بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے حفظ و امان عطا کرتا ہے۔

(۸) جو شخص "یا وکیل" کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی ہر طرح کی کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار کرتا اور دوسروں کی مدد کیلئے بھی اسے تیار رکھتا ہے۔

(۹) اگر کسی شخص کو چوروں اور قزاقوں کا اندیشہ ہو تو وہ اس اسم مبارک کی تلاوت کرنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کے نقصان سے بچائے رکھتا ہے۔

(۱۰) ہر کوئی شخص ہر روز نماز عصر کے بعد سات مرتبہ یا "یا وکیل" پڑھنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مدام سلامتی ہی رکھتا ہے۔

Marfat.com

الوَلِیُّ

الولی —— اسم جمالی ہے۔

اعداد —— ۴۶

عدد واحد —— ۱

ولی-الولی

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کا سرپرست' دوست اور سب سے بڑھ کر رفیق ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی کسی کے قریب ہونا۔ غلبہ و اقتدار' حکومت و سطوت اور محافظت اور سرپرستی کے بھی ہوتے ہیں۔

اس لفظ کا مادہ "و ل ی" ہے اور دیگر معانی میں دوست' رشتہ دار' مہربان' مددگار' نگہبان' مالک' دوست' محب' محبوب عزیز' حاکم اور محافظ کے بھی ہوتے ہیں۔ یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کے جو معنی قرب و نزدیکی کے ہیں یہ مقام نسبت دین' اعتقاد' محبت اور نصرت کسی بھی اعتبار سے ہو سکتا ہے۔ یہ لفظ ولی قرآن مجید میں متعدد بار بمعنی فاعل اور بمعنی مفعول دونوں طرح سے استعمال ہوا ہے۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے

Marfat.com

لیے آیا ہے۔ بہر صورت ولی کے اصل معنی سب سے زیادہ قریب ہی کے ہوتے ہیں۔

اللہ اور بندے کا تعلق

قرآن کریم کی رو سے اللہ اور بندے کا تعلق باہمی رفاقت کا ہے۔ اس رفاقت کے معنی یہ ہیں کہ انسان' اللہ کے احکام و قوانین کی اطاعت کرتا ہے تو اس کی تائید و نصرت انسان کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ گویا اس طرح انسان کا اللہ تعالیٰ ولی بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کو اللہ کا ولی کہا جائے گا تو اس کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ کے قوانین کی اطاعت کرنے والا' اور اس کے کائناتی پروگرام کو بروئے کارلانے والا۔ اور جب خدا کو انسان کا ولی کہیں گے تو اس کے معنی ہوں گے انسانی اعمال کے ثمرات عطا کرنے والا یا اس کا کار فرما اور سرپرست' حاکم اور محافظ جس کے غلبہ و تسلط سے باہر نہ جایا جا سکے۔

قرآن کی رو سے جس طرح ولی المومنین خدا کی صفت ہے' اسی طرح ولی اللہ ہونا ہر مومن کی صفت ہے' یعنی ہر مومن ولی اللہ ہوتا ہے۔ انسان ایک دوسرے کے اولیاء (دوست) ہو سکتے ہیں۔ مومن کن لوگوں کو اپنا دوست بنا سکتا ہے۔ اسے قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اللہ مومنین کا ولی ہے' مولیٰ ہے

اللہ تعالیٰ مومنین کا ولی ہے اور انہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے' اس سلسلے میں ارشاد باری اس طرح سے ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نور کائنات ہے وہ اہل ایمان کا ولی ہے۔ اور بکمال عنایت انہیں تہ در تہ ظلمات سے (نور علی نور) اجالوں کی طرف نکال کر لے جاتا ہے۔" (۲-۲۵۷)

پھر اسی حوالے سے سورۃ آل عمران میں مکرر ارشاد موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مومنین کا ولی ہے:

"(اس بات میں بھی شک نہیں ہے کہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہ لوگ تھے جو اس کی اتباع کرتے تھے اور یہ نبی اور اس کی رسالت پر جو ایمان لائے' اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے۔" (۳-۶۸)

Marfat.com

اللہ متقین اور صالحین کا ولی ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اس دوستی کو مزید واضح کرنے کی خاطر بتایا ہے کہ:

"(حضور نبی اکرم مخالفین اور مشرکوں سے یوں فرماتے ہیں کہ): میرا حامی و مددگار تو اللہ تعالیٰ ہے' جس نے (قرآن مجید جیسی مہتمم بالشان) کتاب نازل کی ہے اور وہی صالحین کا ولی ہے(یعنی وہی نیکوکاروں کی کارسازی کرتا ہے)۔ (۷-۱۹۶):

بحوالہ متقین کا ولی یوں ارشاد حق آیا ہے کہ:

"(اے رسول) اوران بے علموں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو۔ یہ لوگ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکیں گے۔ بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقین کا تو اللہ تعالیٰ ولی ہے۔" (۴۵:۱۸-۱۹):

ہر صورت میں اللہ ہی ولی ہے

مومنین اکثر اعتراف و اعلان کرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا اور کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔(۵-۵۵): بلکہ مومنین تو یوں کہتے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا ولی ہے۔ "اے اللہ ہمارا ولی تو ہی ہے۔" (۳۴-۴۱ جزوی):

حضرت یوسف علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا میں دعا کی تھی کہ "اے آسمانوں اور زمین کو معرض وجود میں لانے والے' دنیا و آخرت میں تو ہی میرا ولی ہے۔" (۱۲-۱۰۱ جزوی):

پھر اسی طرح میدان جنگ میں بھی اللہ ہی ولی ہوتا ہے۔"ایک وقت (میدان جنگ میں) ایسا بھی آیا کہ تم میں سے دو جماعتوں نے ہمت ہار دینا چاہی۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کا ولی کار ساز تھا' اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔" (۳-۱۲۲):

اولیاء اللہ۔ اللہ کے دوست

قرآن مجید میں اولیاء اللہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہیں کوئی خوف اور حزن نہیں ہوتا۔ یہ مومنین اور متقین کی خصوصیت ہے۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی خوشگواریاں ہیں اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا اولیاء اللہ کی ایک محسوس علامت یہ ہے کہ ان کی دنیا کی زندگی سرفرازیوں اور کامیابی کی زندگی ہو۔ اور یہی مومنین کی بھی علامت ہے۔ اس سلسلے میں بڑا

Marfat.com

واضح ارشاد باری یوں ہے کہ:

"جان لو جو اللہ تعالیٰ کے دوست (اولیاء اللہ) ہیں' انہیں تو کوئی خوف لاحق ہو گا اور نہ وہ حزن و ملال کا شکار ہوں گے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اور پرہیزگار ہوئے۔ ان کے لیے دنیا و آخرت کی بشارتیں ہیں۔ اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔" (۱۰:۶۲-۶۴):

بہترین مولیٰ اور بہترین نصیر

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی مولیٰ ہے۔ اور وہی بہترین نصیر بھی ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بڑے ہی دو ٹوک انداز میں آیا ہے۔

"بلکہ تمہارا مددگار (مولا) تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ سب سے بڑا نصرت دینے والا ہے۔" (۳-۱۵۰):

اور پھر اسی طرح سے یوں بھی ہے کہ:

"اور (تاریخ عروج و زوال امم پر بصیرت گواہ ہے کہ) اگر کوئی قوم سرتابی احکام الٰہی کا ارتکاب کرتی ہے تو اچھی طرح جان لو کہ ان کی سرکوبی کے لیے تمہارا (مولا) کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے' جو کیا ہی اچھا مولا ہے' کیسا ہی نصرت دہندہ ہے۔" (۸-۴۰):

اسی طرح سورۃ الحج میں ایک خطاب میں یوں ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ:

"پس عبادات کا نظام برپا کرو۔ معیشت کی بنیاد زکوٰۃ پر رکھو۔ قرآن مجید کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے اعتصام کرو وہی تمہارا مولیٰ ہے۔ وہ کتنا اچھا کارساز ہے اور کتنا اچھا مددگار ہے۔" (۲۲-۷۸ جزوی):

ہمارا اللہ ہی مولیٰ ہے

مومنین سدا یہی پکارتے ہیں کہ انت مولانا' تو ہی ہمارا مولا ہے۔

"انہیں کہہ دیجئے (اے رسول) کہ ہمیں صرف وہی تکلیف پہنچتی ہے جو اس قادر مطلق نے ہمارا مقدر کر دی ہے' ہمارا مولا تو وہی خالق کائنات ہے اور مومنوں کو اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔" (۹-۵۱ جزوی):

Marfat.com

اللہ کے علاوہ کوئی ولی کسی کام نہیں آسکتا

قرآن مجید میں واضح طور پر ارشادات موجود ہیں۔کہ خدا کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں ہے۔"اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی اور ولی(دوست) نہیں ہو گا اور تمہیں کسی سے بھی نصرت نہیں پہنچے گی۔" (۱۱-۱۱۳ جزوی):اور پھر اسی تناظر میں یوں بھی ارشاد الٰہی ہے کہ:

"جہنم ان کے سامنے ہے۔ انہوں نے حیات دنیاوی میں جو کچھ کمایا ہے ان کے کچھ کام نہیں آئے گا' اور نہ وہ اولیاء جنہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہوں نے اختیار کیا تھا' اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔" (۴۵-۱۰):

اور یوں بھی ہے کہ ولایت فی الحقیقت خدا کے لیے ہے۔"بلاشبہ سب اختیار اس خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے(ہر طرح کی ولایت اسی کی ہے) وہ بہترین اجر دینے والا ہے اور بہتر انجام کار کا ضامن ہے۔" (۱۸-۴۴):

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر وارد ہوا ہے کہ ولی صرف اللہ ہی ہے اور غیر اللہ کو جو اپنا ولی سمجھتے ہیں' ان کی مثال تار عنکبوت کی سی ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے کہ:

"ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے خود ساختہ معبودوں کو اولیاء (دوست) بناتے ہیں'(ان کی مثال) مکڑی جیسی ہے کہ وہ (بڑی ہی فنکارانہ صلاحیتوں سے) ایک گھر بناتی ہے اور (اس کی اپنی تمام شعبدہ کارانہ بھول بھلیوں کے باوجود) سب گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ اے کاش یہ (بے بصر) لوگ علمی بصیرتوں سے آشنا ہوتے۔" (۲۹-۴۱):

اعمال و فضائل

(۱) اللہ تعالیٰ مومنوں اور اپنے بندوں کا سرپرست ہے۔ وہ متقین کا دوست ہے اور سب سے بڑھ کر رفیق ہے۔ اس لیے اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا دنیا میں عزت اور آبرو حاصل کرتا ہے۔

(۲) اگر کسی کی اہلیہ یا اولاد بدمزاج ہو تو اس اسم مبارک کے ورد سے اسے درست کیا

Marfat.com

جا سکتا ہے۔ اسی اسم کے بکثرت ورد سے لوگوں کے دلوں سے بھی واقفیت حاصل کی جا سکتی ہے۔

(۳) یا ولی کا جو شخص ورد کرنا اپنا معمول بنا لیتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی دوستی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر کسی شخص کی بیوی میں کوئی ناپسندیدہ عادت پائی جاتی ہو تو ایسی صورت میں خاوند کو چاہیے کہ وہ یا ولی کا بکثرت ذکر کر کے اللہ سے دعا کرے تو بدستور اہلیہ کی عادات پسندیدہ ہوتی جائیں گی۔

(۵) اگر کسی شخص پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ہر روز نماز عصر کے بعد ۱۴۰ بار یا ولی کا ورد کر کے اپنے اوپر دم کرے' دل جلد ہی ان خواہشات اور وساوس شیطانی سے پاک ہو جائے گا۔

(۶) اگر میاں بیوی میں موافقت نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں یا ولی کا نقش لکھ کر یعنی درمیان میں عورت اور مرد کا نام اور چاروں کناروں پر یا ولی لکھ کر' یہ نقش کسی درخت پر لٹکا دیا جائے' چند ہی دنوں میں باہمی موافقت میں اضافہ ہو گا۔

(۷) اگر کوئی افسر یا آقا سخت مزاج ہو تو اس کے سامنے جانے سے پہلے یا ولی کا ذکر کر لینا مفید ہوتا ہے' یوں ان کی سخت مزاجی نرم مزاجی میں بدل جاتی ہے اور اس کے سلوک میں بھی نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

الوہاب

الوہاب ——— جمالی اسم ہے۔

اعداد ——— ۱۴

عدد واحد ——— ۵

الوہاب کا اصل مادہ (و ہ ب) ہے۔ اس کے بنیادی معنی ہوتے ہیں بلا مزد و معاوضہ عطا کرنا۔ بن مانگے دینا۔ ضرورت سے زیادہ دے دینا۔ بے حد و حساب بخش دینا۔

الوہاب اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ایک جمالی اسم صفت ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں بہت زیادہ عطا کرنے والا' بغیر محنت مزدوری اور بے حساب دینے والا۔ بے شمار کریمی اور رحیمی والی ذات بابرکات' اپنی سخاوت اور بخشش میں سب سے زیادہ فیاضیاں کرنے والا۔ اپنی عطاؤں کو کسی شرط سے مشروط نہ کرنے والا۔ بہت بڑا سخی اور سب سے زیادہ دے دینے والا۔

وہاب اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ صفت جمالی ہے کہ اس میں اللہ' رحم۔ کرم۔ رحیمی' عفو و درگزر اور عطا اور بخشش کرنے والے کے طور پر فیاضیاں کرتا ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم میں لفظ وہاب دو آیات میں آیا ہے' ان کے علاوہ کئی آیات میں لفظ وہب بھی استعمال ہوا ہے۔

بہت بڑا عطا کرنے والا سورہ آل عمران میں اس طرح سے آیا ہے کہ:

"اے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دیجئیو اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔" (۳-۹):

اس آیت مبارکہ کے حوالے سے اللہ کے نیک بندے ہر حال میں صرف اور صرف اپنے پروردگار ہی سے استعانت طلب کرتے ہیں۔ اور وہ نیک لوگ راہ راست پر رہنے کے لیے اس قدر زیادہ حریص اور طلب گار ہوتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں وہ سدا سیدھی راہ پر ہی گامزن رہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے باب سدا وا رہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے خزانہ فیض سے ہمیشہ وہ فیاضیوں سے نوازے جاتے رہیں۔

فیاض حقیقی قرآن مجید نے ایک پورے تاریخی اور ثقافتی تناظر اور پس منظر کے ساتھ ایک واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک خوب صورت دعا کو ریکارڈ کیا ہے کہ:

"اے میرے رب! مجھے معاف کر دے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔ بے شک تو ہی اصل دانا اور فیاض حقیقی ہے۔ (۳۸-۳۵)

تفاسیر کے حوالے سے اور سلسلہ کلام کے لحاظ سے اس جگہ اصل مقصد یہی واقعہ بیان کرنا ہے' اور پچھلی آیات اسی کے لیے بطور تمہید ارشاد ہوئی ہیں جس طرح پہلے حضرت داؤد کی تعریف کی گئی پھر اس واقعہ کا ذکر کیا گیا جس میں وہ مبتلائے فتنہ ہو گئے تھے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے ایسے محبوب بندے کو بھی محاسبہ کیے بغیر نہ چھوڑا۔ پھر ان کی یہ شان دکھائی گئی کہ کہ فتنے پر متنبہ ہوتے ہی وہ تائب ہو گئے اور اللہ کے آگے جھک کر انہوں نے اپنے اس فعل سے رجوع کر لیا۔

حضرت سلیمان کی یہ دعا کہ "میرے رب مجھے مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا

Marfat.com

کر کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔ اور بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔" اگر تاریخ بنی اسرائیل کی روشنی میں دیکھیں تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ ان کے دل میں غالباً یہ خواہش تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہو اور حکومت و فرمانروائی آئندہ انہی کی نسل میں باقی رہے۔ اسی چیز اور خواہش کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں "فتنہ" قرار دیا اور اس پر وہ بہت جلد واقف بھی ہوتے چلے گئے کہ ان کی اولاد میں بہتر جانشین پیدا نہ ہو سکے۔

وہاب اپنی مرضی سے عطا کرتا ہے

الوہاب کی ہر عطا اس کے اپنے پروگرام اور منصوبے کے مطابق ہوتی ہے۔ وہ اپنی یہ عطا اور بخشش لوگوں کی خواہشات اور آرزوؤں کے بغیر اور کسی طرح کے معاوضے اور مزدوری کے بغیر کرتا ہے۔ اسی حوالے سے ایک ارشاد باری ہے کہ:

"تمام بادشاہت خدا ہی کی ہے۔ آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (یہی اس کی عطائے وہی ہے) جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ وہ تو جاننے والا قدرت والا ہے۔" (۴۲:۴۹-۵۰):

یہ اللہ وہاب کی بادشاہی کے مطلق ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے کوئی انسان خواہ وہ بڑے سے بڑے دنیوی اقتدار کا مالک بنا پھرتا ہو' یا روحانی اقتدار کا مالک سمجھا جاتا ہو' کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا کہ دوسروں کو دلوانا یا درکنار خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی دوا اور علاج اور کسی تعویز گنڈے سے اولاد والا نہ بن سکا۔ جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا' اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیئے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا۔ اس معاملہ میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی خدا کی خدائی میں مختار کل ہونے کا زعم کرے' یا کسی دوسری ہستی کو اختیارات میں دخیل سمجھے تو یہ اس کی اپنی ہی بے بصیرتی ہے جس کا خمیازہ وہ خود بھگتے گا۔

اللہ عزیز الوہاب ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ ص میں منکرین کی روش انکار اور ان کی حجت بازیوں اور ان کے سارے من گھڑت

Marfat.com

نظام فکر کی تردید و تکذیب کے لیے ایک خاص پس منظر میں ایک سوال کے سے انداز میں لوگوں سے سوال کیا ہے کہ:

"کیا ان کے پاس تیرے غالب وہاب پروردگار کی رحمت (بے پایاں کے لازوال) خزانے ہیں۔" (۳۸-۹):

یہ ان لوگوں کی رعونت کا جواب ہے جس کی طرف اوپر اشارہ ہے کہ یہ اپنے سوا خدا کے کسی فضل و رحمت کا حق دار نہیں سمجھتے' گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام خزانوں کی کنجیاں انہی کو پکڑا دی ہیں کہ یہ جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں محروم رکھیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ "عزیز" اور "وہاب" یعنی اپنے تمام خزانوں کا بلا شرکت غیرے مالک و مصرف اور بڑا ہی بخشنے والا ہے۔ وہ اپنی اسی شان "وہاب" کے تحت اپنے بندوں کو بڑی فیاضی سے بخشتا ہے جو ان کی نظروں میں اگرچہ کسی چیز کے اہل نہیں ہیں لیکن خدا کی نظروں میں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ چنانچہ اس نے اگر ان کو اس زمین کے کچھ خزف ریزے دیئے ہیں جن پر یہ اترا رہے ہیں تو اس نے جس کو چاہا ہے نبوت و رسالت اور علم و حکمت کی بادشاہی بخش دی ہے جس سے بڑے منصب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

موہبت الٰہی عطائے الٰہی ہے

وہب کا بنیادی مطلب ہوتا ہے بلا مزد و معاوضہ عطا کر دینا' صفت الٰہی "وہاب" اسی لفظ سے بنی ہے۔

"وہاب" خوب بخشنے والا اور بہت زیادہ دینے والا ہوتا ہے۔ اس کے معنی انعام دینے والے کے بھی ہوتے ہیں۔ فقہ میں "ہبہ" سے مراد ایسا عطیہ ہوتا ہے جو کسی کو بلا قیمت دیا جائے۔ امام راغب نے لکھا ہے۔ کہ "ہبہ" کے معنی ہیں اپنی ملک بلا عوض غیر کو دے دینا۔ اور اس تناظر اور معانی میں الوہاب کے معنی کو دیکھیں تو عطائے الٰہی کی اور ہی شان دکھائی دیتی ہے۔

اسی لفظ "وہب" سے "موہبت" بنا ہے۔ جس کے معنی ہوتے ہیں۔ عطیہ' بخشش یا بخشی ہوئی چیز۔

بعض مفسرین نے "الوہاب" کی تعریف یوں بھی کی ہے کہ "انه یعطی کلا علی قدر استحقاقه" اللہ الوہاب وہ ہے جو ہر ایک کو بقدر استحقاق دیتا ہے۔

قرآن مجید میں موہبت الٰہی کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ

Marfat.com

قرآن مجید میں بالخصوص اولاد اور خاص طور پر بیٹوں کو بحوالہ خدائے وہاب ایک عظیم عطائے الٰہی قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں چند ایک آیات کا ترجمہ ذیل میں صرف وضاحت اور صراحت کی خاطر پیش کیا جاتا ہے۔

"پھر ہم نے (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کو (حضرت) اسحاق علیہ السلام جیسا فرزند بخشا اور انعام میں یعقوب علیہ السلام دیا اور پھر سب کو صالحیت کی عظمتوں سے نوازا۔" (۲۱-۷۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام' اللہ الوہاب کی اسی طرح کی موہبت عظیم کا درج ذیل الفاظ میں شکر ادا کرتے ہیں:

"اس ذات الٰہی کو تمام تعریفیں سزاوار ہیں جس مبداء کائنات نے پیرانہ سالی میں مجھے اسماعیل اور اسحاق جیسے فرزندان صالح عطا کیے۔ یقیناً میرا رب دعائیں سننے والا ہے۔" (۱۴-۳۹):

مزید یوں بھی ہے کہ:

"اسی طرح ہم نے ذکریا (علیہ السلام) پر اپنا کرم کیا جب اس نے بے اولادی کے غم میں اپنے پروردگار کو پکارا کہ "اے میرے رب! مجھے اکیلا (لاوارث نہ چھوڑ) تو ہی سب سے بہتر وارث ہے۔ ہم نے اس کی دعا قبول کر لی۔ ہم نے اسے ایک بیٹا عطا کیا اور اس کی بیوی کا بانجھ پن دور کر دیا۔" (۲۱:۸۹-۹۰ جزوی):

"پھر ہم نے ابراہیم کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب جیسے فرزندان جلیل عطا کیے اور اس کی نسل کو نبوت اور کتاب عطا کر دی' ہم نے اسے اس کے اعمال حسنہ کا دنیا میں اجر دیا اور آخرت کے دن وہ یقیناً نیکوکاروں میں شامل ہو گا۔" (۲۹-۲۷):

ایک موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے تنگ آ کر اور اپنے قریبی لوگوں سے بھی بیزاری کا اظہار کر کے کہا:

"میں اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہوں' وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اور دعا کی اے میرے خدائے الوہاب! مجھے ایک فرزند صالح عطا فرما۔ پس ہم نے اسے

Marfat.com

ایک صاحب علم لڑکے کی ولادت کی بشارت دی۔" (۳۷:۹۹-۱۰۰):

الوہاب کی دیگر عنایات اور عطائیں اللہ تعالیٰ جہاں مومن اور عبادالرحمٰن کے اوصاف اور نشانیاں بیان فرماتا ہے وہاں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ لوگ "ربنا ھب لنا" کے تخاطب سے اللہ الوہاب سے درخواست کرتے ہیں کہ:

"اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنی بیویوں اور بچوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کی پیشوائی کا منصب عنایت فرما۔" (۲۵-۷۴):

حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی ایک مقام اور پر یوں اقرار کرتے ہیں اور فرعون سے یوں کہتے ہیں کہ:

"میں نے وہ کام عالم بے خبری میں کیا تھا' میری خطا تھی سو میں تیرے خوف سے بھاگ گیا اور پھر موہوبات الٰہی سے مجھے دانائی عطا ہوئی اور مجھے سلسلہ رسل میں شامل کر لیا گیا۔" (۲۶-۲۱):

گویا قرآن مجید میں چند ایک اور مقامات پر بھی موہوبات الٰہی یا موہبت حق کا ذکر موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون جیسا بھائی مل جانے کو موہبت خداوندی کہا ہے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی نے نبوت ملنے کو بھی موہبت خداوندی قرار دیا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے اہل و عیال اور رفقا کا دوبارہ مل جانا بھی موہبت خداوندی تھا۔ اس حوالے سے اللہ الوہاب کا ارشاد یوں ہے کہ:

"ہم نے اس کے اہل و عیال اسے عطا کر دیئے اور از راہ رحمت اس میں اتنا ایزاد اور اضافہ کر دیا' اہل عقل کے لیے یہ نصیحت ہے۔" (۳۸-۴۳):

اور پھر یہ موہوبات الٰہی اور موہبت حق عام اولاد کے عطا ہونے کے سلسلے میں بھی ہے۔(۴۲-۴۹):

اعمال و فضائل

(ا) اللہ الوہاب چونکہ اپنے بندوں کو کسی غرض اور معاوضے کے بغیر عطا کرنے والا ہے'

Marfat.com

وہ سامان زیست کسی معاوضے اور خدمت کے بغیر عطا کرتا ہے' اس لیے اس اسم مبارک یعنی "یا وہاب" کا ذکر اور ورد کرنا تنگی و عسرت سے نجات دلاتا ہے۔

(۲) یا "وہاب" بکثرت ذکر کرنے والا خلقت سے بے نیاز اور لا یحتاج ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد سات بار "یا وہاب" پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبول کر لیتا ہے۔

(۴) نماز تہجد ادا کرنے کے بعد ایک سو بار اگر کوئی سات دن یا وہاب کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی تمام ضروریات اور حاجات پوری کر دیتا ہے۔

(۵) عسرت اور فاقہ کشی سے بچنے کے لیے اس اسم حسنہ کا اکثر ورد کرنا چاہیے۔

(۶) اگر کوئی شخص نماز تہجد کے بعد چودہ سو بار "یا وہاب" کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی تمام مشکلات حل کر دیتا ہے۔

(۷) حصول کاروبار' کشائش رزق اور حصول مراد کے لیے نماز فجر اور پھر نماز عشا کے بعد گیارہ گیارہ سو بار یا وہاب کا ورد کر کے با ضابطہ دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ خیرو برکت فرماتا ہے۔ اپنی عطاؤں میں بھی اضافہ کر دیتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص نماز چاشت کے بعد سر کو سجدے میں رکھ کر ایک سو اکیس مرتبہ "یا وہاب" پڑھ کر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ کاروبار میں وسعت اور کمائی میں برکت فرماتا ہے۔

(۹) یا وہاب کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والا لوگوں میں ہر دلعزیز ہو جاتا ہے اور اس کی طبیعت میں نرمی آ جاتی ہے۔

Marfat.com

الھادی

الھادی	ــــــــ	اسم جمالی ہے۔
اعداد	ــــــــ	۲۰
عدد واحد	ــــــــ	۲

ہادی کا مطلب ہوتا ہے رہنما' ہدایت کرنے والا' یہ ہدایت سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک صفت ہادی بھی ہے' اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے طلب گاروں کو ہدایت عطا کرتا ہے اور ان کی بجا طور پر رہنمائی فرماتا ہے۔

الھادی' ہادی الھادی کا اصل مادہ "ھ د ی" ہے۔ اس کے بنیادی معنی ہوتے ہیں واضح' نمایاں اور روشن و منور اس اعتبار سے ہدایت سے مراد ایسی رہنمائی ہوتی ہے جو نہایت واضح اور روشن ہو۔ اس میں کسی قسم کا ابہام یا التباس' الجھاؤ یا پیچیدگی نہ ہو۔ اس کے ایک دوسرے معنی کسی کے آگے چلنا کے بھی ہوتے ہیں۔ اور اس

Marfat.com

سے اس کا مفہوم ہوتا ہے رہنمائی' یعنی جس میں راستہ دکھانے والا خود آگے آگے چل کر راستہ دکھاتا ہے۔

ہر طرح کی ہدایت اس اللہ تعالیٰ کی ہی کی طرف سے ہے اور اسی لیے وہ "ہادی" اور "الھادی" ہے۔ یوں ہر طرح کی ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔

اللہ الہادی نے کائنات کو پیدا کیا تو ہر شے کو بتا دیا کہ اس کی منزل مقصود کون سی ہے۔ اور وہاں تک پہنچنے کا اس کا راستہ کون سا ہے۔ اشیائے کائنات میں ہدایت ان کے اندر رکھ دی گئی ہے۔ اور انسان کو یہ ہدایت وحی کے ذریعہ سے عطا کی گئی ہے۔ گویا انسان کو اللہ نے ہدایت کر دی ہے اور اب یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ اس کے مطابق چلے یا کوئی اور راستہ اختیار کر لے۔

قرآن کریم کی رو سے سیدھے راستے پر چلنے یا اسے چھوڑ دینے کی ساری ذمہ داری انسان پر ہے' اور یہی اس کی ذمے داری ہے جس کی بنا پر وہ اپنے اعمال کا جواب دہ قرار پاتا ہے' یعنی اسے اپنے اعمال کے نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔ اسی حوالے سے رسول کا کام اور فریضہ ہدایت خداوندی کو لوگوں تک پہنچا دینا تھا۔ انہیں زبردستی راستے پر لگا دینا' ان کی ذمہ داری نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے سے اپنی ہدایت اور رہنمائی قرآن مجید کے اندر محفوظ کر کے لوگوں تک پہنچا دی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور ہدایت نہیں ہے۔

ہر طرح کی ہدایت اس اللہ کی طرف سے ہے

ہر طرح کی ہدایت اور رہنمائی اس اللہ ہادی کی طرف ہی سے ملتی ہے۔ اور یہ "ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔" (۴۹-۱۷): یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک نظام اور قاعدہ قانون ہے کہ اس نے ہر شے کو پیدا کیا اور اسے ہدایت بھی دی۔ اس ہر چیز کے لیے اسی راہ ہدایت پر قائم رہنے اور چلنے ہی میں سلامتی اور عافیت ہے:

"سلامتی ہے اس کے لیے جو راہ ہدایت پر چلتا ہے۔" (۲۰-۴۷ جزوی):

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب حی و قیوم کی عنایات اور انعامات کا ذکر کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ:

"وہ مہتمم بالشان ذات ہے جس نے مجھے خلعت تخلیق سے نوازا ہے اور مجھے

Marfat.com

راہ ہدایت پر قائم رکھتا ہے۔" (۲۶-۷۸):

اس کے بعد یوں بھی ارشاد باری ہوتا ہے کہ "اے رسول اپنے بلند و برتر پروردگار کی تسبیح کیجئے جس نے انسان کی تخلیق تسویہ کی اور یعنی اعضاو جوارح کو اپنے اپنے مقام پر صحیح طور پر رکھا۔ اور پھر

"تقدیر (اس کا اندازہ مقرر کرنا) اور ہدایت راہ کے مراحل سے گزارا۔" (۸۷-۳):

اور پھر یوں بھی ہے کہ "ہمارا کام تو راستہ دکھا دینا ہے۔" (۹۲-۱۲):

اللہ کی ہدایت

اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس ہدایت کی صورت اس طرح سے ہے کہ "اور جسے اللہ تعالیٰ راہ ہدایت پر لے آئے۔ اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔" (۳۹-۳۷ جزوی):

اس کے علاوہ اس طرح سے بھی ہے کہ بد اعمال لوگ اپنی غلط کاریوں' بے راہ رویوں اور کرتوتوں کے باعث راہ ہدایت سے بھٹک جاتے ہیں گویا وہ اپنی ہی بد اعمالیوں کی سزا میں گرفتار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ گویا:

اللہ تعالیٰ کے قانون نتائج کے سبب جسے اللہ تعالیٰ کا قانون رہنمائی سے محروم کر دے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں ورطہ طغیان میں سرگرداں چھوڑ دیتا ہے۔" (۷-۱۸۶):

"اور جس شخص کو اس کے کرتوں کی سزا میں اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کون راہ دکھا سکتا ہے۔" (۱۳-۳۳ جزوی): اسی طرح "پس اسے کون ہدایت دے جسے اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہی فکر و عمل کی سزا میں بھٹکا دے انہیں کوئی ناصر و مددگار نہیں ملے گا۔" (۳۰-۲۹):

اللہ تعالیٰ کا قانون و قاعدہ سب کے لیے ایک ہی گویا اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہدایت کھلی اور واضح قرآن مجید کے اندر موجود ہے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ ہدایت اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے' اب جس نے ہدایت حاصل کرنی ہے وہ اس سے حاصل کر لے۔

"یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے' یہی وہ ضابطہ ہدایت ہے جس سے ہر وہ شخص صحیح راستے کی طرف رہنمائی حاصل کر سکتا ہے جو اس سے رہنمائی حاصل کرنا

Marfat.com

چاہے۔ لیکن جو شخص کوئی ایسا راستہ اختیار کرے جسے وحی (یعنی قرآن مجید) غلط قرار دیتی ہے تو ایسے شخص کو کوئی منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتا۔ (یاد رکھو' غلط راستہ کبھی صحیح منزل تک نہیں پہنچایا کرتا)۔" (۳۹-۲۳ جزوی):

گویا یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو چاہے اسے اختیار کر کے دولت ہدایت سے مالا مال ہو جائے اور جو چاہے اپنے اعمال بد کی سزا کے طور پر اس راہ کو گم کر دے۔ ایسے راہ گم کردہ کو کون راہ راست پر لا سکتا ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ جو اپنے کرتوتوں کے باعث گمراہی میں پڑ جائے' اسے تو ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے اور اس کے برعکس یہ بھی ہے کہ جو اس ہدایت الٰہی کو اختیار کر کے راہ ہدایت پر آ جائے پھر اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور کیا اللہ تعالیٰ غالب اور برے کام پر (اپنے قاعدہ قانون کے مطابق) سزا دینے والا نہیں ہے۔" (۳۹:۳۶-۳۷)

اللہ کی ہدایت باعث سکون و امن ہے

سورۃ التغابن میں اس طرح سے ارشاد باری ہے کہ:

"جو شخص اپنے اللہ پر ایمان لاتا ہے' اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ ایسی رہنمائی دے دیتا ہے جس سے وہ مصائب سے بچ جاتا ہے۔" (۶۴-۱۱):

اس سے باور یہ کرایا گیا ہے کہ اگر بندہ اپنے ایمان میں مضبوط رہے گا تو اسے کوئی آزمائش' راہ ہدایت اور راہ حق سے دور نہیں ہونے دیتی بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ہدایت اور رہنمائی دیئے رکھتا ہے' اور اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے احوال سے خوب واقف ہے۔

حق کی جانب رہنمائی کرنے والے

اس حقیقت کو جان لینا چاہیے کہ حق کی جانب رہنمائی کرنے والا صرف اللہ ہی اور وہ قاعدہ و قانون کے تحت طالبان ہدایت کو رہنمائی عطا کرتا ہے' لیکن معبودان باطل تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں حق تعالیٰ کا ارشاد اس طرح سے ہے کہ:

"ان سے پوچھے کہ تمہارے خود ساختہ شریکان خدا میں سے کون ہے جو حق کی راہ دکھائے۔ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی (طالبان حق کی) حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ بلاشبہ اس کا زیادہ حق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ جو کسی کے راہ

Marfat.com

بتانے پر رہنمائی کرے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے عجب فیصلہ کرتے ہو۔"(۱۰-۳۵):

ہدایت اور قرآن

قرآن مجید سراپا ہدایت ہے اور یہ اللہ الہادی کی ایک نعمت عظیم ہے۔ گویا انسانوں کو ہر طرح کی ہدایت وحی کے ذریعے سے ملتی تھی' اور یہ ہدایت اب بھی وحی (قرآن مجید) کے اندر ہے۔

"کہہ دیجئے کہ اگر میں راہ گم گشتہ ہوں تو اس کا وبال مجھ پر ہے اور اگر میں راہ ہدایت پر ہوں تو اس کا سبب وحی الٰہی ہے جو میرا پروردگار مجھ پر نازل کرتا ہے۔ وہ سب کچھ سنتا ہے اور قریب ہی ہے۔"(۳۴-۵۰):

ہادی کی ہدایت

اللہ تعالیٰ ہی نے ہر شے کو پیدا کیا اور اسے ہدایت کی راہیں سوجھائی ہیں' اور حقیقی ہدایت وہی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور "اہل جنت کہیں گے کہ خدا نے ہماری رہنمائی اس کی طرف ربدی' اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔"(۷-۴۳): اور اسی حوالے سے اس "اللہ الہادی سے صحیح راستے کی رہنمائی کرنے کی آرزو کرتے رہنا چاہیے۔"(۱۸-۲۴): کیونکہ تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت آتی رہی ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ ہر ایک کے لیے اللہ ہی کی ہدایت کافی ہے۔(۲۵-۳۱)

"اللہ تعالیٰ اپنے قانون مشیت کے مطابق صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔"(۲-۱۴۲): "جو ہدایت لینا چاہے اسے ہدایت مل جاتی ہے اور جو گمراہ رہنا چاہے وہ گمراہ رہتا ہے۔"(۱۳-۲۷):

قرآن مجید میں لفظ "ہاد" اور "ہادی" آٹھ مقامات پر آیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر الفاظ اور استعمالات جو (ہ دی) سے بنے ہیں وہ بکثرت آئے ہیں۔ لہٰذا "الہادی" جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک صفت ہے اس سے مراد یہی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہدایت ہر ایک کے لیے موجود ہے' اب جو چاہتا ہے اس سے رہنمائی حاصل کرلیتا ہے جو یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے سے کسی کو گمراہ کر دیتا ہے اور کسی کو ہدایت یافتہ تو اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ کسی کو خواہ مخواہ گمراہ نہیں کرتا بلکہ یہ گمراہی کا مادہ اس کی طبع اور مزاج میں ہوتا ہے' اور اسی طرح ہدایت سے رہنمائی حاصل کرنے کا شوق' آرزو

Marfat.com

اور لگن بھی رہنمائی حاصل کرنے والے کی طبع اور مزاج میں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ اور ہدایت یافتہ نہیں کرتا اور نہ اللہ کسی کے دل پر خواہ مخواہ مہر لگاتا ہے' نہ کسی کے آگے پیچھے رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے' نہ کسی کی آنکھوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ البتہ ان تمام باتوں کی نسبت اللہ ہی کی طرف اس قانون و قاعدہ کے حوالے سے ہوتی ہے۔ اور یہی اس پروردگار کا طرز کلام ہے۔ اور ہر کام کا مرجع بہر صورت اللہ ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح "اگرچہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم گمراہ کرتے ہیں ہم مہر لگاتے ہیں' ہم اندھا کرتے ہیں' وہ خود بخود ایسا نہیں کرتے' ہم خود گمراہ ہوتے ہیں' ہم خود مہر لگواتے ہیں' ہم خود اندھے بنتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تو بار بار فرماتا ہے کہ ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔"

اعمال و فضائل

(۱) جو شخص اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنالیتا ہے وہ بفضل تعالیٰ راہ ہدایت پر قائم رہتا ہے۔ ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ بجا طور پر رہنمائی فرماتا رہتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف رخ کرکے "یاہادی" کا بکثرت ورد کرے اور پھر وہی ہاتھ اپنی اپنے چہرے اور آنکھوں پر بھی مل لے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی معرفت سے نوازتا ہے۔

(۳) اگر کوئی قاضی' مفتی یا منصف کسی کا کوئی فیصلہ کرتے وقت سات بار "یاہادی" پڑھ لے تو انشاء اللہ اس سے صحیح فیصلہ صادر ہوگا۔

(۴) اگر کوئی مسافر یا تاجر اپنا سفر شروع کرنے سے پہلے یاہادی کا ورد کرکے اللہ سے دعا مانگے تو سفر بخیر و عافیت گزرتا ہے اور مال تجارت بھی باحفاظت رہتا ہے اور تجارتی مال خوب نفع دیتا ہے۔

(۵) بے راہ اور نشے وغیرہ کے عادی بچوں کو راہ راست پر لانے کے لیے' اس اسم مبارک سے دم کیا ہوا پانی پلانا بے حد مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کاغذ پر ایکس بار یاہادی لکھ کر تعویذ ایسے بچے کے گلے میں ڈال دیں تو وہ موثر اور مفید ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۶) اگر کوئی شخص صبح کی نماز ادا کرنے سے پہلے ایک سو ستر بار "یاہادی" کا ورد کر کے اللہ سے دعا کرے تو اسے مغفرت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

(۷) "یاہادی" کا اکثر ورد کرتے رہنے سے اللہ تعالیٰ بندے کے علم و فضل، عقل و دانش اور نعمت و برکت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۸) "یا ہادی" کا بکثرت ورد کرنے والا راست گو' سچا' با استقامت اور راہ مستقیم پر قائم رہتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص ہر روز ایک ہزار بار اس اسم مبارک کا ورد کرنا اپنا معمول بنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔ اور ناکامیوں سے بچائے رکھتا ہے۔

(۱۰) جو شخص ہر روز کسی بھی تعداد میں "یاہادی" کا ورد کر لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے کبھی گمراہ نہیں ہونے دیتا بلکہ ہدایت کی رہنمائی فرماتا ہے۔

Marfat.com

شرح اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معہ اعمال و فضائل

محمد علی چراغ

نذیر سنز پبلشرز
۴۰-اے اردو بازار ٥ لاہور

Marfat.com

یہ بھی نہیں جانتے کہ دوبارہ کب اٹھائے جائیں گے۔"(۱۶: ۲۴)

بعث بعد الموت کب ہو گا اللہ الباعث کا مقرر کردہ یوم البعث یعنی بعث بعد الموت کے بارے میں قرآن مجید میں بڑے ہی واضح انداز و اسلوب میں بتایا گیا ہے کہ:

"اے رسول کہہ دیجئے آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کی بات نہیں جانتا اور نہ اس سے واقف ہے کہ بعث بعد الموت کب ہو گا۔" (۲۷-۶۵)":

یوم نبعث ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس یوم بنعث کو ہم ہر امت میں سے ایک شہید گواہ (یعنی نبی) اٹھائیں گے جو ان کے کردار و عمل پر شہادت دے گا۔ اس سلسلے میں سورہ النحل کی دو آیات (نمبر ۸۵ اور ۸۹) میں کھلے الفاظ میں بتایا گیا ہے:

"اور یاد کرو جب بروز حشر ہم ہر امت سے گواہ (رسول) اٹھائیں گے"۔
(۱۶-۸۹ جزوی):

اعمال و فضائل

(۱) الباعث ایک ایسا اسم مبارک ہے کہ جس سے دلوں کی غفلت دور ہوتی ہے اس کے ورد سے مردہ دلوں کو زندہ دل کیا جا سکتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ایک سو ایک بار یا باعث کا ورد کر کے سو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نور پیدا کر دیتا ہے۔

(۳) جو شخص اکثر اس اسم مبارک کا ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عالی دماغ، زندہ قلب، صاحب قوت اور ہوشیار بنائے رکھتا ہے۔

(۴) جو کوئی کسی بد مزاج حاکم کے سامنے جانا چاہے تو سات مرتبہ اس مبارک نام کو اپنے اوپر پڑھ کر پھونکے اور پھر اس حاکم کے سامنے جائے تو انشاء اللہ وہ حاکم نہایت مہربانی سے پیش آئے گا۔

(۵) جو شخص زندہ دل ہونا چاہے وہ ہر رات سوتے وقت اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک سو ایک مرتبہ اس اسم مبارک کو پڑھے تو زندہ دل اور روشن ضمیر ہو جائے گا۔

Marfat.com

شرح
اسماء الحسنیٰ
معہ اعمال و فضائل

Marfat.com